جہانِ حجۃ الاسلام



مفتی عابد حسین رضوی

ناشر
امام احمد رضا اکیڈمی

۸۶/۹۲

چودھویں صدی ہجری کی مایہ ناز وعبقری شخصیت، جنہیں مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے شہزادۂ اکبر و جانشینِ اول اور حضور ریحانِ ملت رحمانی میاں اور حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری بریلوی کے جد امجد ہونے کا شرف حاصل ہے، پیر طریقت، رہبر شریعت، گلِ گلزارِ رضویت، محسنِ قوم وملت، ماہرِ علوم نقلیہ وعقلیہ ،عاشقِ رسول، قادری دولہا، جمال العلما، شیخ الانام، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حامد رضا خاں سنی حنفی قادری برکاتی نوری رضوی بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات وخدمات پر نہایت جامع اور تحقیقی کتاب مسمیٰ بہ

جہانِ حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا

مرتب:-
مفتی محمد عابد حسین سنی حنفی قادری برکاتی نوری مصباحی
شیخ الحدیث، مدرسہ فیض العلوم
دھتکیڈیہہ، جمشید پور (جھارکھنڈ)

ناشر:-
المجمع القادری
مدرسہ فیض العلوم دھتکی ڈیہہ، جمشید پور (جھارکھنڈ)

۷۸۶

۹۲

نام کتاب : جہانِ حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا

مرتب : مفتی محمد عابد حسین سنی حنفی قادری برکاتی نوری مصباحی
بن الحاج مولانا محمد یونس صدیقی قادری رضوی حامدی علیہ الرحمہ

کمپوزنگ : محمد معراج الحق رضوی (9693815411) وغلام مصطفےٰ

سن طباعت : ۱۴۳۸ھ/۲۰۱۶ء

ناشر : المجمع القادری، فیض العلوم، دھتکی ڈیہہ، جمشید پور
(انڈیا) موبائل: 9835553380

تعداد : ۱۱۰۰

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ جام نور، ۴۲۲ جامع مسجد، دہلی

(۲) مکتبہ امجدیہ، مٹیا محل، دہلی

(۳) جناب حامد رضا، مقام و پوسٹ، لوکہا، ضلع، مدھوبنی (بہار)

(۴) حافظ افضل امام مصباحی حبیبی، مقام و پوسٹ لوکہا، ضلع مدھوبنی (بہار)

(۵) المجمع القادری، مدرسہ فیض العلوم، دھتکیڈیہہ، پوسٹ، بسٹو پور، جمشید پور (جھارکھنڈ)

(۶) محمد علی رضا برکاتی، دھتکیڈیہہ، جمشید پور

Pin No. 831001 Mobile No. 9835553380

فہرست مضامین

تیسرا نور

حجۃ الاسلام امام احمد رضا کی نظر میں

چوتھا نور

سلاسلِ طریقت اور علوم وفنون کی اجازتیں

پانچواں نور

حجۃ الاسلام اپنے فضائل وخصائل کے آئینے میں

چھٹا نور

درس وتدریس اور تبحر علمی

ساتواں نور

تبحر علمی تاریخ گوئی کے حوالے سے

آٹھواں نور

خطبات اورافکارونظریات

نواں نور

تبلیغ وارشاداورزرین اسفار

دسواں نور

مناظرہ اورڈاکٹر اقبال سے ملاقات

گیارھواں نور

اپنی تصنیفات ونگارشات کے آئینے میں

بارھواں نور

حجۃ الاسلام کا مفسرانہ ومحدثانہ مقام

تیرھواں نور

حجۃ الاسلام اپنے فتاویٰ کے آئینہ میں

چودھواں نور

حجۃ الاسلام، خدمات اور کارنامے

پندرھواں نور

جماعت رضائے مصطفیٰ اور اس میں آپ کے کارنامے

سولھواں نور

مجرب اور تیر بہدف وظائف وعملیات کی تعلیم

سترھواں نور

حجۃ الاسلام بحیثیتِ شاعر اسلام

اٹھارھواں نور

حجۃ الاسلام اپنے مکتوبات کے آئینے میں

انیسواں نور

آپ کے مریدین وخلفا

بیسواں نور

حجۃ الاسلام اصحابِ علم وفضل کی نظر میں

اکیسواں نور

کشف وکرامات

بائیسواں نور

وصال مبارک کے حوالے سے

انتساب

فقیرِ قادری اسیرِ مفتیِ اعظم اپنی اس کاوش کو رسول اکرم ﷺ کے ان نائبین اور غلامانِ باوفا کی طرف منسوب کرتا ہے، جنہوں نے ان سے خوب محبت کی، ان کے لائے ہوئے پیغا لکم مذہبِ اسلام کی اشاعت کرنے میں قابلِ قدر اور لائقِ اتباع کام کیا اور ان کا نشانِ قدم راہِ خدا اور طریقِ مصطفٰے ہے۔ خصوصاً

۱) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲) حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳) حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴) مولائے کائنات حضرت علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۵) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶) امام ابومنصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۷) محی الدین حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر الجیلانی ثم بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۸) عطائے رسول سیدنا حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۹) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۰) شیخ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۱) مفتی اعظم مصطفٰی رضا خاں قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بریلی شریف

ترے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

جمال العلما، رئیس العلما، تاج الاتقیا، شیخ الانام

حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا مفتی شاہ محمد حامد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تاریخ ولادت:۔ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ، ۱۸۷۵ء

تاریخ وصال:۔ بشب ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ، مطابق ۲۳/ مئی ۱۹۴۳ء

عینِ حالتِ نماز میں، جب قعود و تشہد میں کلمۂ شہادت اور درود پڑھ رہے تھے، تو روح نے قفص عنصری سے پرواز کی۔

تیرا چہرہ تھا برہان — بخشا کتنوں کو ایمان

اللہ اللہ تیری شان — شاہِ حامد رضا خان

(ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی)

جن کا چہرہ تھا یا اک حسین چاند تھا — حجّتِ دینِ اسلام حامد رضا

منکروں نے بھی کلمہ خدا کا پڑھا — اک نظر جس نے دیکھا انہیں کا ہوا

ان کی نورانی صورت پہ لاکھوں سلام

(ریحانِ ملت حضرت علامہ مولانا ریحان رضا خاں، بریلوی علیہ الرحمہ)

حجتِ اسلام و سنت سیدی حامد رضا

جانشینِ حضرتِ احمد رضا، امداد کن

(امین مرادآبادی)

نو گلِ گلزارِ جنابِ رضا — حامد رضا، عالمِ علمِ ہدیٰ

چوں اب و جد ناصر و منصور باد — حسنِ بہارش زخزاں دور باد

(استاذ زمن علامہ مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی علیہ الرحمہ)

اعلیٰ حضرت کی نظر کے نور ہیں حامد رضا درمیانِ قدسیاں مذکور ہیں حامد رضا
دیکھ کر علمی تبحر کی حسیں جولانیاں اعلیٰ حضرت کس قدر مسرور ہیں، حامد رضا

(نقیب اہلسنت شاعر اسلام مولانا علی احمد سیوانی)

شاہ حامد رضا ،پیشوائے زمن
ذکر اس کا ہے اب بھی چمن در چمن

نام تھا اس کا حامد، وہ محمود تھا
ذات تھی اس کی تنہا، مگر انجمن

مولانا ابراہیم خوشتر رضوی جمال پوری مونگیری (ماریشس)

غوث وخواجہ، رضا، حامد و مصطفیٰ
پنجِ گنجِ ولایت پہ لاکھوں سلام

حامد و محمود اور حماد و احمد کر مجھے
حجتِ اسلام و دیں حامد رضا کے واسطے

سایۂ جملہ مشائخ یا خدا ہم پر رہے
میرے مولیٰ حضرتِ حامد رضا کے واسطے

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلٰم علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

مقدمہ

شاہ حامد رضا پیشوائے زمن ذکر اس کا ہے اب بھی چمن در چمن

اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ھے ''یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ'' (۲۸ پارہ، ع ۲)

(اللہ تمہارے ایمان والوں اور ان کے جن کو علم دیا گیا، درجے بلند فرمائے گا) (کنزالایمان)

بلا شبہ جن کو علم دین دیا گیا، ان کے درجات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت بلند کیا ہے، فضل الٰہی سے وہ درجوں بلند کیے گئے ہیں، ان پر اللہ عزوجل کی خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ ان کے حق میں فرشتے رحمت ومغفرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں، ہاں یہ وہی ہیں جن کے لیے تمام آسمان والے اور زمین والے رحمت ومغفرت کی دعا کرتے ہیں، اہل زمین کیوں نہ دعا گو ہوں جب کہ ان ہی علماء واولیاء کے صدقے بارشیں ہوتی ہیں، انہیں ہی کے طفیل سب کو روزیاں ملتی ہیں۔ '' بِھِمْ تُمْطَرُوْنَ وَبِھِمْ تُرْزَقُوْنَ '' کا مژدۂ جانفزا خود حدیث میں ہے۔ بلا شبہ مچھلیاں بھی ان کے لئے دعا کرنے میں رطب اللسان ہیں، اس لیے کہ پانی ان کی حیات وبقا کا سبب ہے اور بارش علمائے کرام کی ہی برکت سے

تو نازل ہوا کرتی ہے۔ جو انسان وحیوان کی حیات کا ذریعہ ہے۔ سارے جہاں والے علم دین سیکھنے سکھانے والے کے لیے اس لیے دعائے رحمت ومغفرت کرتے رہیں گے، کیونکہ سارے جہاں کی درستگی علم دین کی برکت سے ہے، کوئی شئی نہیں، جس کی درستگی اور وجود وبقا علم کی برکت سے نہ ہو۔ یہ تو وہ جماعت ہے جس کے بارے میں ترمذی، ابوداؤ داور ابن ماجہ کی حدیث میں آیا ہے۔

''عالم کی فضیلت عابد (عبادت گزار) پر ایسی ہی ہے جیسی چودھویں کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر''۔ بلاشبہ چاند کے نور سے ساری دنیا روشنی لیتی ہے اور روشن ہوتی ہے، علمِ دین اور عالمِ دین کی روشنی سے بھی سارا عالم منور وتاباں ہوتا ہے۔ جبکہ عبادت گزار کا فائدہ صرف اپنی ذات تک محدود رہتا ہے، دوسروں کو نہیں پہنچتا، جیسے ستاروں کی روشنی دوسروں کو خاطر خواہ فائدہ نہیں دیتی۔

ان ہی رحمت ومغفرت کی دعا پانے والے، بلند درجات سے نوازے جانے والے، چودھویں کے چاند کی طرح فضیلت رکھنے والے، خود چمکنے اور دوسروں کو چمکانے والے علمائے ربانیین میں سے ایک عالمِ ربّانی کا نام نامی اسم گرامی ہے، حجۃ الاسلام علامہ مولانا مفتی حامد رضا خان قادری نوری رضوی بریلوی معروف بہ ''بڑے مولانا صاحب۔''

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، کل بھی آپ کی جلالتِ علمی اور فضل وکمال کی شہرت انفس وآفاق میں پھیلی

ہوئی تھی اور آج بھی آپ کے علم وفضل کا ڈنکا بج رہا ہے۔کل بھی آپ کی ولایت وبزرگی مسلم تھی اور آج بھی ہے اور انشاء اللہ الرحمٰن قیامت تک آپ کا چرچا ہوتا رہے گا، کیونکہ انہوں نے ذکرِ الٰہی خوب کیا ہے اور ارشاد خداوندی ہے، ’’فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ‘‘ (توتم میرا ذکر کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔) آپ کی عبقری شخصیت علم وعمل ،حزم واتقا اور فضل وکمال کی جہت سے بڑی قدآور ہے، آپ کی شخصیت عالمِ اسلام کی شہرۂ آفاق شخصیت ہے، صرف یہ نہیں کہ بڑے باپ کے بیٹے ہیں، بلکہ قطبِ عالم، شیخِ اعلم ،مجدد اعظم ،محدث اعظم ،فقیہ اعظم ، امام اہلسنت ، عظیم البرکت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ القوی کے وارث وامین تھے۔اس لیے اپنے وقت کے غیر منقسم ہندوستان کے بڑے مولانا، بڑے مفتی ،مناظر اہلسنت ،حجۃ الاسلام ،شیخُ الانام اور جمالُ الاولیاء سے مشہور ہوے، بلکہ فضلِ خدا سے اضافی خوبیوں کے ساتھ ذاتی خوبیوں کی بنیاد پر بھی جانے پہچانے گئے، وہ اپنے ذاتی کمالات ومحاسن کی وجہ سے قدر وعزت کی نگاہ سے دیکھے گئے اور ہمیشہ معزز ومؤقر رہے اور تاج الفقہا ،مخدوم العلما اور مرجع الانام جیسے بھاری بھرکم القاب سے یاد کیے گئے،

وہ علم تفسیر کے شناور تھے، علم حدیث میں کافی مہارت رکھتے تھے، درس وتدریس میں کافی ماہر تھے، بے مثال مفتی تھے، علم فقہ پر کافی عبور اور اس کے جزئیات پر قابلِ رشک دسترس رکھتے تھے، منطق وفلسفہ کے امام رازی تھے، تصوف میں امام غزالی تھے، علوم ادبیہ خصوصاً زبانِ عربی پر وہ قدرت رکھتے

تھے کہ آپ کی تحریر دیکھ کر اور تقریر سن کر علما وادبا دنگ رہ جاتے تھے، وہ شعر وسخن اور نعت گوئی کے قادر الکلام شاعر تھے، انتظامی صلاحیت کے خوگر تھے، میدان سیاست کے شہسوار تھے، ولایت کے سرتاج تھے، ذکر وفکر اور درود وسلام سے اپنی زبان تر وتازہ اور دل منور وتاباں رکھتے تھے، وہ بڑے منکسر المزاج اور خلیق تھے، سیرت وصورت میں یکتائے روزگار تھے، ماہر معقول ومنقول اور حاوی فروع واصول تھے، ان کی علمی جلالت، حسن اخلاق، نورانی صورت اور عرفانی سیرت کو دیکھ کر میکشوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی، اس طرح ایک عالَم آپ سے قریب ہوتا گیا اور فیض یاب ہوتا گیا۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

آپ ایسے فیض رساں ولی تھے کہ آپ کے سامنے جو ذرہ آیا آفتاب ومہتاب بنکر چمکا، بے رغبت آیا اس کے دل میں علم وعمل کا طوفانِ شوق بپا ہوگیا۔ گمراہ وبد مذہب، گستاخِ رسول اور بد مذہبی لے کر آیا آپ نے اپنے گفتار وکردار سے اس کے دل کی دنیا بدل ڈالی، اندھیرے سے اجالے میں لاکر کھڑا کیا اور اسے ایمان وایقان کی روشنی سے جگمگا دیا:

تم نے ہر ذرہ میں برپا کردیے طوفانِ شوق
اک تبسم اس قدر جلوؤں کی طغیانی کے ساتھ

آیئے! کچھ دیر کے لئے یکسو ہوکر بیٹھ جایئے، اس پر کشش جامع

الصفات شخصیت کے گوشہائے حیات کے جلوؤں میں گم ہو جایئے، دل و دماغ کے دریچے کھولیے اورابرار وصالحین سے محبت کرنے والوں کے زمرے میں داخل ہو جایئے، اس اذعان وایقان کے ساتھ پڑھ جایئے کہ آدمی جس سے محبت کرتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔ارشاد رسول ہے ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ '' اور سینئے! یہ حضرت ابوذر غفاری، بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کنا ں ہیں، یارسول اللہ ! میں خود تو صالحین اور نیکو کار میں سے نہیں ہوں مگر اللہ عزوجل کے صالح اور نیکوکار بندوں سے محبت کرتا ہوں، انہیں دوست رکھتا ہوں، آپ بتائیں میرا معاملہ کیسا رہے گا، ارشاد فرمایا ''اَنْتَ یَااَبَاذَرٍّ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ'' (اے ابوذر! تو انہیں کے زمرے میں ہے جن سے تو محبت کرتا ہے اور تیرا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا جن سے تو محبت کرتا ہے)

پہلا نور

آباء و اجداد

الحمد للہ و کفی و سلم علی عبادہ الذین اصطفی

امام العلما مفتی رضا علی خاں بریلوی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے جد امجد اور حضرت حجۃ الاسلام و حضور مفتی اعظم کے پردادا حضرت امام العلما قطب الوقت مولانا مفتی رضا علی خاں ابن حافظ کاظم علی خاں کی ولادت باسعادت ۱۲۲۴ھ میں بریلی شریف اتر پردیش میں ہوئی۔ آپ اپنے وقت کے جید عالم دین اور ولی کامل تھے، بلکہ قطب الوقت تھے۔ آپ مایہ ناز مدرس، فنکار مقرر، شاندار مصنف اور ماہر و کہنہ مشق مفتی تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور حجۃ الاسلام حامد رضا کے خاندان میں آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بریلی شریف میں ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء میں دار الافتا قائم کیا اور دنیائے فتاویٰ کو خوب اہمیت و وسعت بخشی۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ حضرت امام العلما کو دینِ اسلام کی خدمت کا کس قدر شوق و جذبہ تھا۔ آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت اور سرکار مفتی اعظم کے خاندان میں آپ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے حکمراں گھرانہ میں پرورش پانے کے باوجود حکمرانی کو چھوڑ کر فقر و

درویشی اختیار کیا، فضل مولیٰ سے ولایت و بزرگی کے منصب پر فائز، ہوئے، حتی کہ قطب الوقت القب پایا اور علم قرآن و حدیث اور فقہ و افتا کی خوب ترویج و اشاعت کی، یہاں تک کہ امام العلما کے لقب سے ملقب ہوئے۔ جب کہ اس سے قبل کے اکابر پہلے حکمراں ہوتے بعد میں درویشی اختیار کرتے۔اسی لئے آپ کی شان میں کہا گیا۔

''اعلیٰ حضرت کے خاندان میں آپ ہی کے وقت سے حکمرانی کا رنگ ختم ہوکر فقر و درویشی کا رنگ غالب آ گیا، ورنہ آپ سے پہلے بزرگوں کا یہ عالم تھا کہ شروع میں امورِ سلطنت کے عہدوں پر فائز رہتے۔ پھر اخیر میں ان سے الگ ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے، لیکن یہ سلسلہ حضرت مولانا شاہ رضا علی کی ذات پر ختم ہوگیا۔آپ نے دنیوی حکومت کا کوئی عہدہ اختیار نہ کیا اور ابتدا ہی سے زہد و تقویٰ اور فقر و تصوف کی زندگی گزاری۔اسی لیے آپ کی ذات گرامی سے بہت سی کرامتیں ظہور میں آئیں''۔

آپ حافظِ دین و ملت اور مرجعِ فتاویٰ بزرگ تھے

اس حوالے سے حضرت مولانا حسنین رضا خان بریلوی اپنی مایہ ناز کتاب ''سیرت اعلیٰ حضرت''میں یوں رقمطراز ہیں۔

''مولانا رضا علی خان صاحب (جو اعلیٰ حضرت کے حقیقی دادا تھے) پہلے شخص ہیں جو اس خاندان میں دولتِ علمِ دین لائے۔اور علمِ دین کی تکمیل کے بعد انہوں نے سب سے پہلے مسندِ افتا کو رونق بخشی، تو اس خاندان کے ہاتھ سے

تلوار چھوٹی اور تلوار کی جگہ قلم نے لے لی۔ اب اس خاندان کا رخ ملک کی حفاظت سے دین کی حمایت کی طرف ہو گیا۔ وہ اپنے دور میں مرجعِ فتاوی رہے۔'' [1]

تبحرِ علمی اور مؤثر تقریر: مولانا مفتی رضا علی نہایت متبحر عالم تھے اور آپ نہایت مؤثر تقریر فرماتے تھے۔ آپ نے تمام علوم وفنون کی تکمیل وقت کے متبحر عالم مولانا خلیل الرحمٰن بن ملا عرفان رامپوری سے ٹونک میں کی۔ آپ کو شعر وشاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ اس فن میں مفتی صدر الدین خان آزردہلی کی بارگاہ میں زانوے ادب تہہ کیا۔ آپ کے متبحر عالم اور مرجعِ فتاوی، عارف باللہ ہونے کا ذکر متعدد کتابوں میں ملتا ہے۔ مولانا شہاب الدین بہرائچی، بریلی شریف یوں رقمطراز ہیں۔

''(آپ کو) فقہ میں دسترس حاصل تھی، مسندِ افتا کو رونق بخشی۔ آپ اپنے دور میں مرجعِ فتاوی تھے۔ آپ کا وعظ انتہائی مؤثر تھا۔ مسند افتا اپنے فرزند مولانا نقی علی بریلوی کو آخری عمر میں تفویض کر دی تھی۔'' (مفتی اعظم اور ان کے خلفا وغیرہ)

آپ کی ان سب خوبیوں کی بنیاد پر علمائے کرام اور مشائخ عظام آپ کو امام العلما، قدوۃ الواصلین، زبدۃ الکاملین اور قطب الوقت وغیرہ کے موزوں القاب سے یاد کرتے ہیں۔

---

[1] سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۳۷، مصنفہ علامہ مولانا حسنین رضا خان بریلوی، ناشر امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف)

ہندوستان کے ایک مشہور مؤرخ ہیں۔ رحمان علی خان ممبر کونسل ریاست ایوان، انہوں نے سو سال سے زائد عرصہ قبل اپنی مشہورِ زمانہ کتاب ''تذکرۂ علمائے ہند'' میں نہایت اچھوتے انداز میں امام العلما قطب الوقت مولانا رضا علی خان علیہ الرحمۃ والرضوان کا مبنی برحقائق تعارف کرایا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''مولانا رضا علی خان صاحب بریلوی بن محمد کاظم علی خان بن محمد اعظم خان ابن محمد سعادت یار خان بہادر بریلی ملک روہیل کھنڈ کے بزرگ ترین علمائے کرام اور قوم افغان بڑہیچ سے تھے۔ ان کے آباء واجداد سلاطینِ دہلی کے دربار میں بڑے بڑے عالی مرتبہ منصب شش ہزاری پر فائز تھے۔ مولانا رضا علی خان صاحب ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور شہر ٹونک میں مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم ومغفور سے علوم درسیہ حاصل کر کے ۲۲ر سال کی عمر میں ۱۲۴۵ھ کو سندِ فراغ حاصل کر کے مشارٌ الیہ اماثلِ اقران و قران ومشہورِ اطراف وزمان ہوئے۔ خصوصاً فقہ وتصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی۔ بہت پُر تاثیر تقریر فرماتے۔ آپ کے اوصاف شمار سے باہر ہیں، خصوصاً نسبت کلام، سبقت سلام، زہد وقناعت، علم وتواضع، تجرید وتفرید آپ کی خصوصیات سے تھے۔ ۲ر جمادی الاولیٰ ۱۲۸۶ھ میں اس دار فانی سے رحلت

فرمائی۔ بڑہیچ ایک گروہ افغان کا ہے۔ ان کو روہیلہ بھی کہتے ہیں۔[۱]

امام العلما ادیب و شاعر بھی تھے:

امام العلما قطبِ وقت مولانا مفتی رضا علی خان جہاں بہت بڑے عالم، مفتی، ولی کامل اور قطبِ وقت تھے وہیں ایک ادیب اور کہنہ مشق شاعر بھی تھے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ:

’’مولانا رضا علی کو علم و ادب سے بھی بے حد ذوق تھا، فن شاعری میں مفتی صدرالدین آزردہ (صدر الصدور) کے شاگردوں میں تھے۔ آپ کا ذوقِ ادب انتہائی عروج پر تھا، کافی اشعار کہے

آہ ہم پر ہوا مسلط وبال فرنگیاں
ہمیں ہیں مالک اور ہمیں آنکھیں دکھائی جاتی ہیں[۲]

مشہور زمانہ ’’خطبۂ علمی‘‘ آپ کی تصنیف ہے:

مشہور زمانہ ’’خطبۂ علمی‘‘ نامی کتاب جس کے خطبۂ جمعہ وعیدین اکثر مساجد وعیدگاہوں میں پڑھے جاتے ہیں، وہ حضور مفتی رضا علی قدس سرہ العلی ہی کی تصنیفِ لطیف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس کتاب کو کافی مقبولیت وشہرت

---

[۱] تذکرۂ علمائے ہند، بحوالہ حیات اعلیٰ حضرت، جلداول، ص۸۴،۸۵، ترتیب جدید، ناشر رضا اکیڈمی، ممبئ، مصنفہ ملک العلما مفتی ظفرالدین بہاری

[۲] اسد نظامی، صحافی، ماہنامہ کراچی، ص۲۰۳، بابت جولائی ۱۹۷۵ء/۱۳۹۵ھ، بحوالہ مولانا مفتی علی خان ایک جائزہ، مشمولہ احسن الواعافی آداب الدعا، ص۱۰۴، ناشر رضا اکیڈمی، ممبئ

سے نوازا۔ بعض کتابوں کی عبارت اس بات کی طرف مشیر ہے کہ یہ آپ کے شاگردِ رشید مولانا محمد حسن علمی صاحب کی تصنیف ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ مفتی رضا علی خان صاحب کی لکھی ہوئی ہے، حضرت خود شہرت سے گریزاں تھے، اس لئے اپنے مذکورہ شاگرد رشید کو دے دیا اوران کی طرف منسوب کر دیا۔ البتہ کتاب کی ترتیب اور اشعار مولانا حسن علمی مرحوم کے ہیں۔ مولانا حسنین رضا خان بریلوی قدس سرہ اس حقیقت کو یوں واشگاف کرتے ہیں۔

''انہوں نے خطبۂ جمعہ وعیدین لکھے، جو آج کل ''خطبۂ علمی'' کے نام سے ملک بھر میں رائج ہیں۔ یہ نا قابلِ انکار حقیقت ہے کہ اس خاندان کے مورث اعلیٰ مولانا رضا علی خان صاحب کے خطبے جو خطبۂ علمی کہلاتے ہیں، وہ مولانا رضا علی صاحب کی ہی تصنیف ہیں اور کم وبیش ایک صدی سے سارے ہندوستان کے طول وعرض میں جمعہ وعیدین میں پڑھے جاتے ہیں۔ اور مخالف وموافق انہیں پڑھتے ہیں۔ ان کو شہرت سے انتہائی نفرت تھی، اس لئے انہوں نے خطبے اپنے شاگرد مولانا علمی کو دے دئے۔ مولانا علمی نے خود بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔ البتہ'' خطبۂ علمی''میں اشعار مولانا علمی کے ہیں۔'' (سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۳۷)

مولانا محمد حسن علمی کی نظر میں آپ عالمِ ربانی اور مقبولِ بارگاہِ سبحانی ہیں

مولانا محمد حسن علمی خطبۂ علمی کے اخیر میں مفتی رضا علی خان علیہ الرحمۃ والرضوان

کے علم وعمل اور فضل وکمال کا اعتراف کرتے ہوئے یوں خامہ فرسائی کرتے ہیں:

''اس مؤلف عاصی محمد حسن علمیؔ کو امیدواری اور جناب باری عزاسمہ سے یہ ہے کہ اپنے فضلِ عمیم اور طفیلِ رسولِ کریم ملقب بہ ''اِنَّکَ لَعلٰی خُلُقٍ عَظِیم '' کہ ہم سب مومنین کو بعفوِ جرائم و عصیان اور فیضانِ توفیق و احسان کی عزت بخشے۔ اور ہمارے مرشد ومولیٰ، عالمِ علمِ ربانی، مقبولِ بارگاہ سبحانی، مخزنِ اسرارِ معقول ومنقول، کاشفِ استارِ فروع واصول، مطلع العلوم، مجمع الفہوم، عالم باعمل، فاضل بے بدل، منبع الاخلاق، منہل الاشفاق، مصدرِ احسان، مظہرِ امتنان، مولانا ومخدومنا، لوذعیِ زمان، مولوی رضا علی خان کو بیچ دونوں جہاں کے رحمت خاصہ میں اپنے رکھ کر، اقصی مراتبِ قبولیت کو پہنچائے۔ آمین یارب العلمین''۔

مفتی رضا علی متصلب سنی تھے: مولانا مفتی شاہ رضا علی خان نہایت متصلب سنّی اور جلیل القدر عالم تھے۔ بد مذہبوں کو دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے رافضیوں (شیعوں) کی کمر توڑنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔

حیات مفتی اعظم مصنفہ مرزا عبدالوحید بیگ میں ہے کہ

''مولانا رضا علی خان نے رافضیت کے رد میں سعیِ بلیغ فرمائی۔ ۱۷۷۴ء میں حافظ الملک حافظ نواب رحمت خان کے شہید ہو جانے کے بعد

روہیل کھنڈ شجاع الدولہ اور اس کے بیٹے آصف الدولہ کے قبضہ وٗ اقتدار میں ۲۶ سال رہا۔ روہیل کھنڈ کا مرکز بریلی تھا۔ آصف الدولہ کے عہدِ حکومت میں بریلی میں رافضیت کو بہت فروغ ہوا۔ محلّہ چھپی ٹولہ میں ''کالا امام باڑہ''، ''مسجد آصفیہ'' اور ''تلسی استھل'' اسی عہد کی نشانیاں ہیں۔ مولانا رضا علی خان نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔'' [1]

یہ سب برکات ہیں حضرت جد امجد رضا علی کی:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کو رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے حبیب صاحبِ لولاک ﷺ کے صدقے، حضور غوثیت مآب اور ان کے دیگر مشائخِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے صدقے بہت ساری نعمتوں اور برکتوں سے نوازا۔ مومن کامل بنایا، اپنا محبّ اور رسول اکرم ﷺ کا عاشقِ صادق بنایا، محدّثِ اعظم، فقیہِ اعظم، مفتی عالم اور مجدّدِ اعظم بنایا۔ انہیں عالم باعمل اور صالح اولادیں عطا کیں۔ دل میں بدمذہبوں، وہابیوں، دیوبندیوں اور قادیانیوں سے سخت نفرت و دشمنی کا جذبۂ صادقہ ملا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ ''بحمد اللہ! بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ (دشمنان خدا) سے اور میرے بچوں اور بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوتِ اعداء اللہ گھٹی میں پلادی گئی ہے۔''

اور کمالِ ایمان سے دل کے روشن وتاباں ہونے کے تعلق سے فرماتے

---

[1] حیات مفتی اعظم، ماہنامہ اشرفیہ، ص ۲۴، بابت ستمبر ۱۹۹۴ء، مضمون مولانا شہاب الدین رضوی

ہیں۔

''بحمد اللہ! اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کیئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا، **لا الہ الا اللہ**، اور دوسرے پر لکھا ہوگا''**محمد رسول اللہ**۔'' پھر فرماتے ہیں۔''اور بحمد اللہ تعالیٰ! ہر بد مذہب پر حق کو ہمیشہ فتح وظفر حاصل ہوئی۔ رب عز وجل نے روح القدس سے میری تائید فرمائی۔''

ان سب نعمتوں کے ملنے پر امام احمد رضا، اللہ تعالیٰ کا احسان مانتے ہیں، جا بجا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، اس کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ بد مذہبوں کی طرح غدار نہیں، وفا شعار ہیں، وہ ناشکرا نہیں، شکر گزار بندے ہیں۔ انہوں نے حدیث رسول''**مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ**''(جس نے انسانوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے اللہ کا شکر ادا نہ کیا) کے تحت اپنے وسیلۂ عظمیٰ حضور اکرم ﷺ کے بھی احسان کو مانا، حضور غوث اعظم اور دیگر مشائخ کا بھی شکریہ ادا کیا۔ اس کے شواہد بھی آپ کی تصنیفات میں متعدد مقامات پر ملتے ہیں۔ اور کبھی اپنے جد امجد امام العلما، قطبِ وقت حضرت مولانا مفتی رضا علی قدس سرہ کے فیوض و برکات کا بھی اعتراف کیا۔ چند فیوض و نعم کو شمار کرنے کے بعد امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

''یہ سب برکات ہیں حضرت جدِّ امجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی۔''

دیکھئے وہ''الملفوظ'' میں کیا فرماتے ہیں۔ پڑھئے اور اپنے نخلِ ایمان کو

سبز و شاداب کیجئے:

بحمد اللہ تعالیٰ! میری ولادت کی تاریخ اس آیۂ کریمہ میں ہے: ''اُولٰئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِهِمُ الْاِیمَانَ وَ اَیَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنهُ ط'' جس کا ترجمہ یہ ہے: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے، اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی ہے۔ اور اس کا صدر ہے: ''لَا تَجِدُ قَوماً یُّؤمِنُونَ بِاللّٰهِ وَ الْیَومِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّونَ مَن حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ وَ لَو کَانُوا اٰبَآئَهُمْ اَوْ اَبنَائَهُم اَوْ اِخْوانَهُم اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ط'' (مجادلہ ۲۲/۵۸) نہ پائیں گے آپ ان لوگوں کو جو اللہ و رسول اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ و رسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں، اگر چہ وہ ان کے باپ یا ان کی اولاد یا ان کے بھائی یا ان کے کنبے قبیلے ہی کے کیوں نہ ہوں۔

اسی کے متصل فرمایا: ''اُولٰئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِهِمُ الْاِیمَانَ ط'' بحمد اللہ! بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے۔ اور میرے بچوں اور بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوتِ اعداء اللہ گھٹی میں پلا دی گئی ہے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔ ''اُولٰئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِهِمُ الْاِیمَانَ ط'' بحمد اللہ! اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الٰہ الا اللّٰہ، دوسرے پر لکھا ہوگا ''محمد رسول اللّٰہ''۔ اور بحمد اللہ تعالیٰ ہر بد مذہب پر ہمیشہ فتح و ظفر حاصل ہوئی۔ رب العزت جل جلالہ نے روح القدس

سے تائید فرمائی، اللہ تعالیٰ پورا فرمائے: وَيُدْخِلُهُم جَنّٰتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْاَنهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ اُولٰئِكَ حِزبُ اللّٰهِ، اَلَآ اِنَّ حِزبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفلِحُونَ ط اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ رہیں، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنتا ہے! اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔ [1]

پھر فرمایا: یہ سب برکات ہیں حضرت جد امجد رضی اللہ عنہ کی۔ قرآن عظیم میں خضر علیہ الصلاۃ والسلام کے واقعہ میں ہے کہ دو یتیم ایک مکان میں رہتے تھے، اس کی دیوار گرنے والی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ خضر علیہ الصلاۃ والسلام نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا۔ اس واقعہ کو فرمایا جاتا ہے: "وَ كَانَ اَبُوهُمَا صَالِحًا" اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ [2] اس کی برکت سے یہ رحمت کی گئی۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ باپ ان کی چودہویں پشت میں تھا۔ صالح باپ کی یہ برکات ہوتی ہیں، تو یہاں تو ابھی تیسری ہی پشت ہے دیکھئے کب تک برکات اس سلسلہ میں رہیں۔

گدائے نوری راقم الحروف کہتا ہے کہ مفتی رضا علی سے لے کر امام احمد رضا تک تین پشتیں ہوئیں، ان کے بعد ان کے شہزادے حجۃ الاسلام، مفتی اعظم

---

[1] ترجمہ رضویہ مسمیٰ بہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن پارہ ۲۸، سورہ مجادلہ ۵۸ رکوع ۳

[2] ترجمہ رضویہ پارہ ۱۶، سورہ کہف رکوع ۱۰

اوران کے پوتے مفسر اعظم، پر پوتے ریحان ملت، تاج الشریعہ، قمر العلما اور منانی میاں اور سکر پوتے حضرت سبحانی میاں حضرت توصیف ملت اور مولانا عسجد رضا وغیرہم اور شہزادۂ سبحانی میاں مولانا احسن رضا تک آٹھ پشتیں ہوگئیں اوران سب میں بھی برکات بحظِ وافر ہیں۔ ان سب میں بھی علم وعمل اور صلاح بدرجۂ اتم ہیں۔ لہذا امام احمد رضا کی پیش گوئی صادق رہی۔

رضا علی بحیثیت مجاهد جنگ آزادی : مولانا رضا علی خان صاحب صرف مولانا اور مفتی ہی نہ تھے بلکہ وہ نہایت بزرگ اور پایہ کے ولی اللہ تھے، اللہ ورسول عزوجل وﷺ سے کافی عشق ومحبت رکھنے کے ساتھ ان کے دشمنوں سے شدید نفرت بھی رکھتے تھے۔ ''اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَ الْبُغضُ فِی اللّٰـہ ''[۱] کے مظہر تھے، چنانچہ وہ انگریزوں سے تاحینِ حیات متنفر رہے، بلکہ ان سے جہاد کیا، انگریزوں کا تسلط کسی حال میں گوارہ نہیں کرتے تھے۔ اسی لیے آپ کو مجاہدِ جنگِ آزادی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کا رنگ آپ کی اولاد در اولاد مفتی نقی علی خان، امام احمد رضا، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم میں بھی نمایاں رہا۔ انگریزوں سے برسر پیکار رہنے اور انہیں شکست دینے کے پاداش میں برطانوی جنرل نے آپ کا سر قلم کرنے کے لیے پانچ سو روپئے کا انعام مقرر کیا تھا۔ اس کی

---

[۱] رواہ البخاری فی کتاب الایمان۔ ترجمہ: اللہ کی رضا کے لئے کسی سے محبت کرنا اور اللہ کی رضا کے لئے کسی سے نفرت کرنا ایمان سے ہے

تفصیل مولانا شہاب الدین رضوی کی تحقیق کے مطابق یہ ہے:

''مولانا رضا علی خان حریت پسند تھے، انگریزی اقتدار کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے، علماء اہل سنت نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتوی دیا، تو مولانا نے بھی فتویٰ جہاد کی حمایت کی، اور عوام کو انگریزی حکومت کا تختہ پلٹنے کے لیے مستعد فرمایا۔ مجاہدین کی ہر امکانی مدد کی، مولانا مجاہدین کو گھوڑے مہیا کیا کرتے تھے، تاکہ مجاہدین شب خون مار کر انگریزوں کو شکست دے سکیں۔ مولانا نے پہلی جنگ آزادی میں عملاً حصہ لیا، شجاعت و بہادری آپ کو ورثہ میں ملی تھی۔ جنگِ آزادی میں فرنگی اقتدار کا تختہ پلٹنے کے لئے مولانا نے نمایاں کردار ادا کیا۔ مولانا کو انگریز، علامہ فضل حق خیر آبادی، امام بخش صہبائی اور احمد اللہ شاہ مدراسی کی صف کا مجاہدِ آزادی تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ انگریز مورخ ڈاکٹر ملی سن لکھتا ہے۔

''برطانوی حکام تمام ہند پر قبضہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کررہے تھے تو اس وقت فضل حق خیر آبادی، احمد اللہ شاہ، امام بخش اور رضا علی بریلوی جیسے مولوی تسلط کے خلاف اپنی بھرپور کوشش کررہے تھے۔''

(۱) انگریزوں کی بیخ کنی کرنے کے لئے ''جہاد کمیٹی'' بنائی گئی تھی، اس میں سرفہرست مولانا رضا علی خان، علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوری، مولانا نقی علی بریلوی، مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی، مولانا سید احمد شہیدی اور جنرل بخت خان بریلوی کے اسماء گرامی ہیں۔ فتوی جہاد کی تشہیر کے بعد

انگریزوں کے خلاف اقدام کرنے کے لئے جنرل بخت خان کو مجاہدین کی فوج کا کمانڈر ان چیف بنایا گیا، مولانا جہاد کمیٹی کے سرپرست تھے۔ جنرل بخت خان، بہادر خان کبھی بھی مولانا کی ہدایت کے بغیر کوئی اقدام نہیں کرتے تھے۔[۱]

(۲) جنرل بخت اور خان بہادر خان روہیلہ تھے، اس لئے ان دونوں کا نسبی علاقہ قبیلہ بڑہیچ سے تھا، خود مولانا رضا علی خان بھی قبیلہ بڑہیچ سے نسبی علاقہ رکھتے تھے اس لئے ہر فرد میں علاقہ ربط و ہمدردی اور اخوت و وابستگی تھی۔ جنگ آزادی کا بگل بجتے ہی مجاہدین جنگ آزادی میدان میں نکل پڑے اور انہوں نے دادِ شجاعت ادا کی، بریلی میں بھی مولانا نے جنرل بخت خان کو راست اقدام کی ہدایت دی اور آناً فاناً ہی مجاہدین میدان میں نکل پڑے، اور انگریزوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ صرف بریلی ہی ایسا مقام تھا جہاں انگریزوں کو شکست ہوئی، بقیہ تمام ہندوستان کے مجاہدین داد شجاعت دے کر یا تو شہید ہوئے یا انہیں راہِ محفوظ اختیار کرنا پڑی۔

ایک انگریز مورخ نے مولانا کو یوں سراہا ہے!

''حقیقت یہ ہے کہ روہیلکھنڈ کے واحد مذہبی رہنما مولانا رضا علی خان صاحب تھے، اور بریلی روہیلکھنڈ کا مرکز تھا، عوام مولانا کے عقیدت مند تھے، اگر مولانا جنگ آزادی کی سرپرستی نہ فرماتے تو جنرل بخت خان اور خان بہادر خان

---

[۱] ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی، جنگ آزادی نمبر، جولائی ۱۹۷۵ء

کچھ بھی نہ کر سکتے۔ انگریز مولانا کو اپنا سب سے بڑا دشمن تصور کرتے تھے۔ اور آپ کو ہر ممکن طور پر قتل کرنے کے لئے کوشاں تھے۔ لہذا آپ کا سر قلم کرنے والے کو برطانوی جنرل نے انعام دینے کا اعلان کر رکھا تھا۔ جس میں انگریزوں کو کامیابی نہیں ہوئی۔ [۱]

(۳) مولانا رضا علی خان بریلوی جنگ آزادی ہند کے عظیم رہنما تھے، عمر بھر فرنگی اقتدار کے خلاف برسر پیکار رہے، مولانا ایک بہترین جنگجو اور بیباک سپاہی تھے۔ لارڈ ہسٹنگ مولانا کے نام سے کانپتا تھا، جنرل ہڈسن جیسے برطانوی کمانڈر نے مولانا کا سر قلم کرنے کے لئے پانچ سو روپیہ کا انعام مقرر کیا مگر وہ اپنے مقصد میں عمر بھر ناکام رہا۔ [۲]

(۴) پاکستان کے مشہور صحافی و مورخ میاں محمد شفیع رقم طراز ہیں۔

''آخر میں روہیلکھنڈ کے ان مجاہدین پر جنہوں نے بریلی کے میدان میں شجاعت اور قربانی کی مثال قائم کر دی اور بتایا تھا کہ مسلمان بیچارگی میں شیرِ نیستاں اور پیلِ دماں ہے۔ جب وہ اللہ کے نام پر تلوار اٹھاتا ہے تو وہ کائنات کو ٹھکرا کر موت سے ہم آغوش ہو جاتا ہے، باطل کا ہجوم اس کے ضمیر کو زیر نہیں کر سکتا، طاقت و جبروت کے سینے میں پنجے ڈال دیتا ہے۔'' [۳]

---

[۱] مشعل راہ جلد اول از علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری، مطبوعہ لاہور

[۲] حیات مفتی اعظم از مرزا عبدالوحید بیگ بریلوی [۳] ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی، جنگ آزادی نمبر جولائی ۱۹۷۵ء

(۵) مولانا ایک زبردست واعظ ومقرر تھے، اور عربی و فارسی کے شاندار خطیب بھی، برصغیر ہندوپاک میں کثیر تعداد سے پڑھا جانے والا ''خطبۂ علمی'' آپ ہی کے فرمودہ ہیں، جس کو مولانا کے شاگرد حسن علمی نے ترتیب دیکر شائع کرایا۔ جنگ آزادیِ ہند کا مجاہد وہیرو بعمر ۶۲ سال ۲؍جمادی الاولیٰ ۱۲۸۶ھ کو انتقال کرگیا۔ [۱]

(۶) مولانا کا مزار شریف سٹی قبرستان بریلی میں ہے۔ عالمِ اسلام کی غیر معمولی اور عبقری شخصیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی، مولانا رضا علی خان کے سگے پوتے ہیں۔ حضور حجۃ الاسلام اور سرکار مفتی اعظم پرپوتے ہیں۔ [۲]

مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا جیلانی میاں سکر پوتے ہیں۔ ریحان ملت مولانا ریحان رضا خان، تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان، مولانا قمر رضا خان اور مولانا منان رضا خان آپ کی چھٹی پشت میں، مولانا سبحان رضا خان، مولانا توصیف رضا خان، مولانا توقیر رضا، مولانا عثمان رضا خان، انجم میاں، مولانا عسجد رضا خان، مولانا عمر رضا خان، مولانا عامر رضا خان، مولانا عمران رضا سمنانی ساتویں پشت میں اور مولانا احسن رضا خان وغیرہ آٹھویں پشت میں ہیں۔

امام العلما پیکرِ اخلاق اور صاحبِ کرامت بزرگ : ماہر رضویات ادیب شہیر پروفیسر مسعود احمد پاکستان، آپ کے عابد وزاہد، پیکرِ اخلاق اور

---

[۱] سن اٹھارہ سوستاون از میاں محمد شفیع، مطبوعہ لاہور [۲] تذکرہ علماء اہل سنت از مولانا محمود احمد قادری، مطبوعہ مظفر پور۔
ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور ص ۲۴ تا ۲۶، بابت ستمبر ۱۹۹۴ء، مضمون مجاہد جنگ آزادی مولانا رضا علی خان بریلوی از قلم مولانا شہاب الدین رضوی بہرائچی

صاحبِ کرامت ولی اللہ ہونے اور دیگر پہلوؤں کو اس طرح اجاگر کرتے ہیں:

''مولانا محمد رضا علی خان ۱۲۲۴ھ مطابق ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے، ۲۳ برس کی عمر میں علوم معقولہ و منقولہ سے فارغ ہوئے۔ عابد و زاہد، صاحبِ کرامت و صاحبِ خلق و کرم تھے، وعظ و تذکیر میں بلا کی تاثیر تھی۔ خلوت پسند تھے، کسی کا دل نہ توڑتے اور برے سے برے انسان کو بھی برا نہ سمجھتے تھے۔ سلام کرنے میں پہل کرتے تھے، لوگوں کو یہ آرزو ہی رہ گئی کہ وہ سلام میں پہل کریں، کبھی اپنے نفس کے لیے غضب ناک نہ ہوئے، حد تو یہ ہے کہ ایک بے دین نے آپ پر تلوار سے حملہ کیا تو اس کو معاف فرما دیا۔ اسی طرح ایک کنیز کے ہاتھوں آپ کا آٹھ سالہ لڑکا محمد عبداللہ خان مارا گیا تو آپ نے اس کو معاف فرما دیا۔ اتباعِ سنت میں اپنی نظیر آپ تھے۔''

امام العلما روشن چہرہ والے بے نظیر عالم تھے: مذکورہ عبارت پروفیسر صاحب نے اپنی مایہ ناز کتابِ مستطاب ''حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی'' میں رقم فرمائی ہے، پروفیسر صاحب نے شاید اس مضمون کو ''مجیر معظم'' شرح اکسیر اعظم سے لیا ہے جو امام احمد رضا قدس سرہ کی تصنیف ہے۔ اس شرح میں امام احمد رضا نے ''اکسیر اعظم'' کے درج ذیل شعر کے تحت اپنے والد گرامی نقی علی اور جد مکرم امام العلما مفتی رضا علی کا تذکرہ نہایت دلربا انداز میں کیا ہے۔

احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا
از اب وجد بندہ و واقف زہر عنواں توئی

(اے غوث اعظم: ہندی احمد رضا بن نقی ابن رضا، باپ دادا سے آپ کی غلامی میں ہے،اور ہر عنوان سے آپ آشنا ہیں)۔

لہذا ہم اسے یہاں افادیت کی خاطر من وعن نقل کرتے ہیں، آپ رقمطراز ہیں۔

''قلت: ابن رضا۔اقول: یعنی عارفِ اجلّ، ولیِ اکمل،صاحبِ کرامتِ باہرہ (روشن وغالب) وکمالاتِ زاہرہ (روشن) عالمِ آفاق، پاکیزہ اخلاق،زاہد، قانع،حلیم،متواضع، **راسُ الفقہا، رئیسُ الکُمَلا، مَلاذُ الطَّالِبِینَ**، (طالبوں کی پناہ گاہ) **مَعَاذُ الْمَسَاکِیْنَ** (ناداروں کی پناہ گاہ) حضرت جناب مولانا ومقتدانا مولوی محمد رضا علی خان صاحب رضی عنہ الملک الواہب (عطا فرمانے والا بادشاہ ان سے راضی ہو)۔۱۲۲۴ھ کے حدود میں ان کا آفتابِ جلال فیض وافادہ کے آفاق پر طلوع ہوا۔تیئیس (۲۳) سال کی عمر میں تکمیلِ علوم فرمائی، دن رات مجاہدہ میں اضافہ کرتے، بڑے علم وفضل اور انتہائی عمدہ اخلاق کے حامل تھے،ان کی کرامتوں کی شہرت حدِّ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جو چند دن ان کی خدمت میں رہا ہو اور ان کی کوئی روشن کرامت نہ دیکھی ہو۔لوگوں نے انہیں حج میں دیکھا جب کہ وہ بریلی میں تھے، بنارس میں ان سے مسئلہ دریافت کیا حالانکہ وہ اپنے وطن اصلی میں تھے۔

ان کے وعظ وتذکیر میں ایسا اثر تھا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ایسا معلوم ہوتا

کہ کسی بحرِ زخار سے موجیں اٹھ رہی ہیں، اور ہر جنبش میں ہزار ہا ہزار درِّ شاہوار حاضرین کے دامن میں برستے جا رہے ہیں۔

بسا اوقات ویرانوں میں ٹہلتے، گھر میں بھی اپنے لیے تنہائی کی جگہ اختیار کرتے۔ کبھی کسی کی دل شکنی نہ کرتے۔ لوگوں میں جو انتہائی ذلیل شمار ہوتا اسے بھی وہ ذلیل نہ سمجھتے۔ (سلام میں پہل کرتے) لوگ عمر بھر کوشش میں رہے کہ کسی دن ان پر سلام میں پہل کریں مگر نہ کر سکے۔ استقامت میں ایک پہاڑ تھے جس میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی، اپنی ذات کے لیے کبھی غضبناک نہ ہوتے۔ یہاں تک کہ ایک بے دین نے انہیں تلوار ماری مگر اسے معاف کر دیا۔ ان کا آٹھ سالہ محمد عبداللہ خان نامی فرزند ایک کنیز کے ہاتھوں قتل ہو گیا مگر آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ ۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۶ھ میں اس مہرِ شریعت و ماہِ طریقت کو سپردِ خاک کیا گیا۔ اس تاریک دیار سے اسرار کی رونق اور انوار کی بہار دونوں رخصت ہو گئیں۔ **اَکْرَمَ اللّٰہُ نُزُلَہٗ، وَ اَفَاضَ عَلَیْنَا فَضْلَہٗ** (اللہ ان کی مہمانی باتوقیر کرے اور ان کے فضل کے فیضان سے ہمیں نوازے)۔

فقیر ان کی ولادت، اختتامِ درس اور وصالِ اقدس کی تاریخوں سے متعلق عرض کرتا ہے۔ شعر [۱]

---

[۱] بحر رجز مشطور، چار رکنی کی ایک قسم سے ہے۔ صدر اور ابتدا (دونوں مصرعوں کے پہلے رکن) میں طی ہے (چوتھا ساکن محذوف ہے) اور عروض وضرب (دونوں مصرعوں کے آخری رکن) میں خبن ہے (دوسرا ساکن محذوف ہے) اس کی اصل ہے مستفعلن چار بار۔ جس رکن میں طی واقع ہوا وہ مفتعلن ہو گیا، اور جس میں خبن ہوا وہ مفاعلن ہو گیا، دونوں کا اس بحر میں یک جا ہونا ایک انوکھا اختلاف ہے مگر بہت شیریں ہے۔ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۱) جَدِّیْ کَانَ عَالِماً — لَمْ یَرَ مِثْلَهُ النَّظَر

(۲) بَهْجَةُ جُلِّ مَنْ مَضٰی — حُجَّةُ کُلِّ مَنْ غَبَر

(۳) بَانَ ۱؎ بِرَمْزِهِ الزُّبُرُ ۲؎ — دَانَ لِزَمْرِهِ الزُّمَر ۳؎

(۴) قُلْتُ لِطَائِفٍ سَرٰی — طَیُفُ جَمَالِهٖ السَحَر ۴؎

(۵) تَعْلَمُ عَامَ اِذْ وُلِدَ — سَیِّدُنَا الرِّضَا الْاَبَرّ

(۶) قَالَ: أَمَا نَظَرْتَ الْجَمَا — قُلْتُ نَظَرْتُ، قَالَ ذَرُ

(۷) قُلْتُ فَکَیْفَ نَهْتَدِیْ — قَالَ: أَضَائَنَا ۵؎ الْقَمَر (۱۲۲۴ھ)

(۸) قُلْتُ خِتَامُ دَرْسِهٖ — قَالَ: أَخَائِرُ الدُّرَر (۱۲۴۷ھ)

(۹) قُلْتُ فَعَامُ نَقْلِهٖ — قَالَ: مُحَجَّلُ أَغَرّ ۶؎ (۱۲۸۶ھ)

ترجمہ: (۱) میرے دادا ایسے عالم تھے جن کی نظیر آنکھوں نے نہ دیکھی۔

(۲) وہ گذشتہ بزرگوں کی بہجت ورونق اور سارے بعد والوں کی حجت تھے۔

۱؎ واضح وعیاں ہوا۔منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۲؎ زبر بمعنی کتب۔اس سے اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ ان کا ''رمز'' جب عیاں کرنے والا ہے تو ان کا ''بیان'' کس قدر روشن کرنے والا ہوگا۔منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۳؎ زمر بفتح زا، بات واضح اور عیاں کرنا۔زُمر بروزن دُرر (بضم اول) لوگوں کی جماعتیں، زُمرۃ کی جمع۔اور لزمرہ میں لام (دان کا) صلہ ہے یا تعلیل کے لئے ہے۔منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۴؎ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔یعنی: عند السحر (وقت سحر) سحر: رات کا آخری چھٹا حصہ۔منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۵؎ أضاء: أنار واستنار، روشن کیا اور روشن ہوا، لازم اور متعدی دونوں آتا ہے۔منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۶؎ یہ امت محمد ﷺ کی صفت ہے، جیسا کہ احادیث اس پر ناطق ہیں۔منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۳) ان کے اشاروں سے کتابوں کے مضامین روشن ہو جاتے، ان کی روشن وعیاں باتوں کے آگے (یا باعث) جماعتیں جھک جاتیں۔

(۴) وقت سحر جوان کا خیالِ جمال سیر کرتا آیا تو میں نے اس سے کہا۔

(۵) ہمارے نیک ترین آقا حضرت رضا کا سال ولادت تجھے معلوم ہے؟

(۶) اس نے کہا: تو نے ان کی شخصیت دیکھی نہیں؟ میں نے کہا: دیکھی ہے وہ بولا: تب چھوڑو۔

(۷) میں نے کہا: پھر ہمیں کیسے معلوم ہوگا؟ اس نے کہا: **أَضَاءَ نَا الْقَمَرُ** (چاند نے ہمیں روشن کیا)۔

(۷) میں نے کہا: ان کے ختمِ درس کا سال؟ کہا: **أَخَائِرُ الدُّرَرُ** (بہترین اور چنے ہوئے موتی)۔

(۹) میں نے کہا: ان کا سالِ رحلت؟ کہا: **مُحَجَّلٌ أَغَرّ** (روشن دست و پا، روشن چہرے والے)۔[۱]

امام العلما رضا کے لیے حرز جاں اور کنز و اماں ہیں:

چنانچہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ ''الزلال الانقیٰ'' میں آپ کو درج ذیل صفات والقاب سے یاد کرتے ہیں:

اَلْعَارِفِ الْعَرِيْفِ، اَلسَّيِّدِ الْغِطْرِيْفِ، شَمْسِ التُّقٰى، بَدْرِ النَّقٰى،

---

[۱] مجیر معظم شرح اکسیر اعظم ترجمہ مولانا محمد احمد مصباحی، ناشر المجمع الاسلامی، مبارکپور۔

نَـجْمِ الْهُدیٰ، عَلَّامَةِ الْوَریٰ، ذِیْ الْبَرَکَاتِ الْمُتَکَاثِرَةِ، وَ الْکَرَامَاتِ الْمُتَوَاتِرَةِ، وَالْتَرْقِیَاتِ الرَّفِیْعَةِ، وَالتَّنَزُّلَاتِ الْبَدِیْعَةِ، وَ قُلْتُ فِیْ شَانِهٖ رَاجِیًا لِاِحْسَانِهٖ.

اِذَا لَـمْ یَـکُـنْ فَضْلٌ فَمَا النَّفْعُ بِالنَّسَبِ
وَ هَـلْ یُصْطَفیٰ خُبْثٌ وَ اِنْ کَانَ مِنْ ذَهَبٖ
وَ لٰـکِـنَّـنِـیْ اَرْجُوْ الرِّضَا مِنْکَ یَا رَضَا
وَ اَنْـتَ عَـلِـیٌّ فَـازُوِلِـیْ عَالِیَ الرُّتَبٖ.

حِـصْنِیْ وَ حِرْزِیْ وَ ذُخْرِیْ وَ کَنْزِیْ وَ الْقَدْرِ السَّنِیِّ وَ الْفَخْرِ السَّـمِـیِّ مَـوْلَانَا الْمَوْلوِیِّ مُحَمَّد رِضَا عَلِیْ خَانْ اَلنَّقْشْبَنْدِیِّ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَهٗ وَ اَفَاضَ عَلَیْنَا بِرَّهٗ اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ.[1]

ترجمہ: عارف، مدبر، سید وسردار، کریم، شمسِ تقویٰ، ماہِ تمامِ تقدس، نجمِ ہدایت، علامۂ خلقت، صاحبِ برکات کثیرہ وکراماتِ مستمرہ و درجاتِ عالیہ و منازلِ بدیعہ، میں نے ان کی شان میں ان کے انعام کا امیدوار ہو کر کہا۔

معدوم ہو کرم تو کس کام کا نسب
زر کا بھی میل ہو تو مقبول ہو وہ کب

---

[1] الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی ، مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۸، ص ۴۹۶ و ۴۹۷، ناشر مرکز اہلسنت برکات رضا، پور بندر، گجرات (الہند)، یہ رسالہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی سے بھی حال ہی میں شائع ہوا ہے، اس کے صفحہ ۴۳، ۴۴ پر بھی مندرجہ بالا عبارت ہے۔

لیکن امیدوار رضا تجھ سے ہوں رضا
اور تو علی ہے مجھ کو دے عالی قدر رتب

میری حرزِ جان اور میری امان اور میرے کنز و ذخیرہ صاحبِ قدرِ علی وفخر گرامی مولانا مولوی محمد رضا علی خان نقشبندی، اللہ ان کا باطن منزہ فرمائے اور ہم پر ان کا فیض جاری فرمائے، آمین یارب العٰلمین!

کرامات

حضرت مفتی رضا علی خان علیہ الرحمۃ والرضوان بلند پایہ ولی اللہ اور صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ اسی لئے آپ سے کئی کرامتیں معرضِ وجود میں آئیں۔ بقول مجددِ اسلام امام احمد رضا ''ان کی کرامتوں کی شہرت حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ شاید ہی کوئی شخص ہو، جو چند دن ان کی خدمت میں رہا ہو اور ان کی کوئی روشن کرامت نہ دیکھی ہو۔''

حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خان علیہ الرحمہ نے آپ کے کمالات و کرامات کے حوالے سے کئی واقعات بیان فرمائے ہیں۔ جنہیں حضرت ملک العلما مولانا مفتی ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی مایہ ناز کتاب ''حیات اعلیٰ حضرت'' میں قلمبند فرمایا ہے۔ چنانچہ حضور حجۃ الاسلام کے حوالے سے حضور ملک العلما لکھتے ہیں:

پہلا واقعہ: حضرت کا گزر ایک روز کوچۂ سیتارام کی طرف سے ہوا۔ ہندو کے تیوہار ہولی کا زمانہ تھا۔ ایک ہندونی بازاری طوائف نے اپنے بالا خانہ سے

حضرت پر رنگ چھوڑ دیا۔ یہ کیفیت شارعِ عام پر ایک جوشیلے مسلمان نے دیکھتے ہی، بالا خانہ پر جا کر تشدد کرنا چاہا، مگر حضور نے اسے روکا اور فرمایا۔ بھائی! کیوں اس پر تشدد کرتے ہو؟ اس نے مجھ پر رنگ ڈالا ہے خدا اسے رنگ دے گا۔ یہ فرمانا تھا کہ وہ طوائف بے تابانہ قدموں پر آ کر گر پڑی، اور معافی مانگی، اور اسی وقت مشرف بہ اسلام ہوئی۔ حضرت نے وہیں اس نوجوان کے ساتھ اس کا عقد کر دیا۔

دوسرا واقعہ : دوسرا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ حضرت کے اعزا میں ایک صاحب، مسمیٰ بہ وارث علی خان محلّہ سوداگران میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حاضرِ خدمت ہو کر کچھ رقم بطور قرض حاصل کی۔ ان کے شباب کا زمانہ تھا، اور مزاج آزاد واقع ہوا تھا۔ اسی لئے حضور نے فرما دیا تھا کہ اس رقم کو بے جا صرف نہ کیا جائے۔ اقرار کیا اور چلے گئے۔ (مگر) اسی روز اسی روپیہ کو لے کر ایک طوائف کے یہاں گئے، جب زینہ پر پہنچے، دیکھتے ہیں کہ حضرت کا عصا اور چھتری رکھی ہے۔ الٹے پاؤں واپس ہوئے۔ دوسرے بالا خانہ پر گئے۔ وہاں بھی یہی کیفیت دیکھی، واپس ہوئے۔ تیسری جگہ گئے یہی ماجرا دیکھا، بالآخر واپس ہوئے اور حاضرِ خدمتِ اقدس ہو کر صدقِ دل سے توبہ کی۔

تیسرا واقعہ : تیسرا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک برہمن ایک مسلمان لڑکے پر فریفتہ ہو گیا تھا۔ ایک روز وہ لڑکا بھاگتا ہوا آیا اور حضرت کی پناہ لی۔ اس برہمن نے تلوار سے حملہ کیا جس سے کچھ خراش حضرت کو آ گئی۔ اس زمانے میں دو پہلوان متصل مکان حکیم عبدالصمد صاحب رہتے تھے۔ ان دونوں اور ایک راہ گیر

مسلمان نے مل کر اس برہمن کو خوب زدوکوب کی۔ آپ نے فرمایا: کیوں مارتے ہو؟ اللہ اسے سزا دیگا۔ چنانچہ دیکھا گیا کہ سڑکوں کی نالیوں کا پانی منہ لگا کر پیتا تھا۔ جب تک زندہ رہا، یوں ہی خراب خستہ مارا مارا پھرا کیا۔

چوتھا واقعہ : فقیر قادری جامعِ حالاتِ رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ فتنہ ۱۸۵۷ء کے بعد جب انگریزوں کا تسلط ہوا، اور انھوں نے شدید مظالم کئے، تو لوگ ڈر کے مارے پریشان پھرتے تھے۔ بڑے لوگ اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر گاؤں وغیرہ چلے گئے۔ لیکن حضرت مولانا رضا علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ محلّہ ذخیرہ، اپنے مکان میں برابر تشریف رکھتے، اور پنج وقتہ نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ادھر سے گوروں (انگریزوں) کا گزر ہوا۔ خیال ہوا کہ شاید مسجد میں کوئی شخص ہو تو اس کو پکڑ کر پیٹیں۔ مسجد میں گھسے، ادھر ادھر گھوم آئے، بولے کہ مسجد میں کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ حضرت مسجد ہی میں تشریف فرما تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اندھا کر دیا کہ حضرت کو دیکھنے سے معذور رہے۔

یہ کرامت حضرت کی اس معجزۂ صادقۂ نبویہ ﷺ کی تصدیق ہے کہ شب ہجرت کفار کے مجمع میں سے "**وَجَعَلْنَا مِنْ م بَيْنِ اَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ** ط" (اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔)[۱] حضور باہر تشریف لے آئے اور وہ لوگ کھڑے کھڑے دیکھا کیے، مگر حضور اقدس ﷺ کسی کو نظر نہ آئے۔[۲]

---

[۱] ترجمہ رضویہ پارہ ۲۲، سورۂ یٰسٓ [۲] حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۸۵ تا ۸۷

تاج المحققین مفتی نقی علی خاں بریلوی

ہر طرف گلستانِ کمال خزاں رسیدہ نظر آرہا ہے۔ اہلِ کمال کا گلِ رخسار بے قدری کے بادِ سموم چلنے کے سبب پژمردہ اور زعفران کی طرح زرد دکھ رہا ہے۔ لیکن رحمت الٰہی کے بادل کے ترشح سے اب بھی نخلِ کمال کچھ کچھ شاداب نظر آتا ہے۔ کسی مقام پر کبھی کوئی باکمال پھول باکمال شخصیت کی تازگی اور سبزۂ وشادابی دکھاتا ہے۔ اس دعویٰ پر حجت قاطع اور دلیل ساطع سمجھ کر حدیقۂ علم وفضل کے شمشاد کا ذکر کیا جاتا ہے۔ خیر خواہوں کے لیے مسرت وشادمانی کا سامان فراہم کیا جاتا ہے اور حاسدوں کے دل پر داغِ الم دیا جاتا ہے۔ وہ علم وفضل کا شمشاد اور باکمال شخصیت گلدستۂ اوصاف و افضال، افضل الاقران والامثال، رئیس المتکلمین، خاتم المحققین، تاج المدققین مولانا مفتی نقی علی خان قادری برکاتی ہے۔ اور باکمال پھول ان کا دینی کارنامہ ہے، ان کے باکمال شاگردوں کی جماعت ہے، ان کی نہایت مستند ومعتمد چالیس کتابیں ہیں۔

یہ حافظ الملک حافظ رحمت خان بہادر کے نبیرہ غزل گو اور قصیدہ نگار مولانا نواب نیاز احمد ہوشؔ بریلوی کی اس عبارت کی ترجمانی ہے جو انھوں نے رئیس المتکلمین، تاج المحققین کی کتابِ مستطاب ''سرور القلوب بذکر المحبوب'' پر اپنی لکھی ہوئی ''تقریظ برعایت گلزار'' میں رقم کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

''گلدستۂ اوصافِ فراوان، افضل الامثال والاقران جناب مولوی محمد نقی علی خان خلف الصدق مولوی محمد رضا علی خان مرحوم مغفور نور اللہ مرقدہ، شہر بانس بریلی میں سکونت پذیر ہیں، حسن ظاہری و باطنی میں بے نظیر ہیں۔ باپ دادا ان کے عرصۂ دراز سے چمن پیرائے علم و دولت رہے، خود مولوی صاحب ایام طفولیت سے تا حال بفضلِ ایزدِ منان صرصر حوادث سے بچ کر گلچیں خیابانِ فضل و عزت رہے۔ ان کے والد ماجد نے کمال دانائی سے دنیا کو مزرعِ آخرت جان کر، تخمِ عمل بو کر ثمرۂ معرفت پایا۔ ریاض کرامت بھی شگفتگی پر آیا۔ صفت شبنم رات بھر ان کو لوگوں نے ذکرِ خدا سے تر زبان دیکھا۔ دن دن بھر برنگ شمیم غنچہ گوشہ تنگ تنہائی میں نہاں دیکھا، عالم باعمل تھے۔ کامل بے بدل تھے ایک ادنیٰ اشعبہ ان کے درختِ کرامت کا یہ ہے کہ جب بعدِ رفعِ غدر فوج انگریزی بریلی میں آئی، رعایائے شہر بخوف جنرلی نہایت گھبرائی۔ ہر شخص برگ خزاں دیدہ کی روش بے برگ و بے نوا بسبب چلنے بادتند خود کے، جانبِ صحرا گریزاں ہوا ہر فردِ بشر کا حال سنبل کی طرح یکسر پریشان ہوا، لیکن اس سرو گلستانِ کرامت نے خانۂ خدا میں طرحِ اقامت ڈالی، پختہ مزاجی کے یہی معنی ہیں کہ ایسے محلِّ خوف ناک میں بھی حسبِ معمول عبادت شبانہ روز میں سرِ موفرق نہ لا کر کوئی بات ہراس کی منہ سے نہ نکالی۔ باوجود تین روز تک قتلِ عام اور لوٹ ہونے کے انہوں نے مطلق صدمہ نہ پایا۔ جو کوئی سپاہی فوج کا آیا عنایتِ ایزدی سے اس نے سرِ تسلیم جھکایا، الحق ہوش

پختہ مغزوں کو نہیں بادِ حوادث سے ضرر
صدمۂ صرصر سے ہو جاتی ہے شاخِ خام خم

سبحان اللہ ! جو یہ مرتبہ پائے اس کے صاحبزادے کو سلسلۂ رہنمائے شریعت کیوں نہ ہاتھ آئے۔ ''اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہٖ'' (لڑکا بھید ہے اپنے باپ کا) کا مضمون شگفتہ نظر آیا، مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا گلِ اسلام تازہ رنگ لایا۔[1]

رئیس المتکلمین موج مارتے ہوئے علم کے سمندر ہیں:

ذہن پہ بار نہ ہو تو ایک پیراگراف اور ملاحظہ کر لیجئے، ہوشؔ بریلوی آگے لکھتے ہیں:

''اکثر اشخاص کو تعلیمِ علم کا شوق دلاتے ہیں۔ اپنا وقت دینیات کے پڑھانے میں بہت صرف فرماتے ہیں۔ ہنگامِ کلام علوم کا دریا بہہ جاتا ہے۔ ''اَلْعَالِمُ اِذَا تَکَلَّمَ فَھُوَ الْبَحْرُ تَمَوَّجَ'' (جب عالم بولتا ہے تو گویا وہ موج مارتا سمندر ہے) کا مضمون انہیں کی ذاتِ مجمعِ حسنات پر صادق آتا ہے۔ کسی نحو، کسی علم میں عاری نہیں ہر علم میں دخلِ معقول ہونا بجز عنایتِ باری نہیں، امورِ خیر میں اپنی اوقاتِ عزیز صرف کرنے میں دشواری نہیں۔ مسائلِ مشکلۂ معقول نے ان کے سامنے مرتبۂ حضوری پایا۔ منقول میں بدونِ حوالۂ آیت اور حدیث کے کلام نہ کرنا ان کا ایک قاعدہ کلی نظر آیا۔ ان کے حضور اکثر منطقی اپنے اپنے قیاس وشعور

---

[1] تقریظ بر عایت گلزار، مشمولہ سرور القلوب بذکر المحبوب، ص ۵

کے موافق صغرائے ثنا اور کبرائے مدح شکلِ بدیہی الانتاج بنا کر دعویٰ توصیف کو ثابت کر دکھاتے ہیں۔ آخرالامر نتیجہ نکالتے وقت یہ شعر زبان پر لاتے ہیں، ہوش ہ

کیا عجب مدرسۂ علم میں اس عالم کے
شمس آ کر سبق شمسیہ پڑھتا ہو اگر

فی الحال ان کے نخلِ کمال سے ایک گلِ تازہ کھلا، چمنِ علمِ فصاحت و بلاغت بھی پھولا پھلا۔ یعنی انہوں نے نسخہ بآب وتاب موسوم بہ لبّ لباب معروف بہ ''سرور القلوب فی ذکر المحبوب'' تالیف کیا ہے۔ [1]

آپ صاحبُ الرائے اور سلطانِ عقل تھے: حضور رئیس المتکلمین نے رسول اکرم ﷺ کے صدقے جودتِ فکر، دقتِ نظر، فہمِ صائب اور رائے ثاقب پائی تھی، بچپن سے ذہین وفطین اور دانا و بینا تھے۔ اسی لیے مشہور ہے کہ آپ ''سلطانِ عقل'' تھے اور آپ کی اہلیہ محترمہ ''وزیرِ عقل''۔ تائیدِ الٰہی سے آپ نے دوررس نگاہ اور فراستِ مومن پائی تھی۔ جس معاملہ میں جو کچھ فرما دیا کرتے حکمِ مولیٰ تعالیٰ سے وہی ہوتا۔ ایسوں ہی کے بارے میں تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ''اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ'' (مومن کی فراست ودانائی سے ڈرو، اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے)۔

علوم دینیہ اور علوم دنیویہ دونوں قسم کے ماہرین سے راقم الحروف کی

---

[1] تقریظ برعایت گلزار مشمولہ، سرور القلوب بذکر المحبوب، ص ۶

ملاقاتیں اور صحبتیں رہی ہیں مگر کسی کو نہ پایا کہ دینی و دنیوی دونوں معاملات میں ماہر و کامل ہوں، کوئی ایک فن میں ماہر ہے تو دوسرا دوسرے فن میں نابلد۔ مگر خاتم المحققین مفتی نقی علی خان دونوں کے سنگم تھے۔ آپ میں دونوں خوبیاں علی وجہ الکمال مجتمع تھیں۔ یقین نہ ہو تو ان خوبیوں کے عینی شاہد امام احمد رضا بریلوی کی زبانی سماعت کیجئے۔ وہ رقمطراز ہیں:

''جو دِقّتِ انظار، حِدّتِ افکار، فہمِ صائب ورائے ثاقب حضرت حق جل و علا نے انہیں عطا فرمائی، ان دیار وامصار میں اس کی نظیر نہ آئی۔ فراستِ صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا، وہی ظہور میں آیا۔ عقل معاش ومعاد، دونوں کا بدرجۂ کمال اجتماع بہت کم سنا، یہاں آنکھوں سے دیکھا۔'' [۱]

''مولانا نقی علی خان علم وعمل کے بحر ذخار تھے، آپ کی ذات مرجعِ خلائق و ملاذِ علما تھی، آپ کی آراء و اقوال کو علمائے عصر ترجیح دیتے تھے، کثیر علوم میں تصنیفات مطبوعہ وغیر مطبوعہ آپ کے علم وفضل کی شاہد ہیں۔

مولانا نقی علی خان رضی اللہ عنہ کا مطالعہ انتہائی وسیع تھا، آپ کے تبحر علمی کا اعتراف آپ کے ہم عصر علما نے بھی کیا، آپ عالمِ اسلام کی ان مقدس ترین شخصیتوں میں سے ہیں جنھوں نے تاحیات علم وعرفان کے دریا بہائے۔ آپ نے زبان وقلم کے ذریعہ اشاعتِ دین اور ناموسِ رسالت کے لیے جہادِ پیہم کیا۔

---

[۱] مختصر حالات مصنف، مشمولہ جواہر البیان فی اسرار الارکان، حیات اعلیٰ حضرت ترتیب جدید، جلد اول، ص ۸۹، مختصر حالات مصنف مشمولہ اذاقۃ الآثام لمانعی عمل المولد والقیام ص ۲۸، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

آپ کے علم وفضل کی شہادت کے لئے آپ کی تصانیف شاہد عادل ہیں۔عوام و خواص کے رشد و ہدایت کے لیے آپ کے چند جملے لمبی لمبی تقریروں اور کئی کئی صفحات پر بھاری ہوتے تھے“۔ ۱؎

کتب بینی: ”حضرت علامہ نقی علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کتب بینی کا بہت شوق تھا، آپ کا بیشتر وقت دینی کتابوں کے مطالعہ میں گزرتا تھا، آپ کے مطالعہ کا طریقہ یہ تھا کہ جس کتاب کو پڑھتے، اول تا آخر پڑھتے، درمیان میں نہیں چھوڑتے تھے۔آپ کی وسعتِ مطالعہ کا اندازہ آپ کی تصنیفات سے لگایا جا سکتا ہے، مثلاً آپ نے ”**الکلام الاوضح فی تفسیر سورة الم نشرح**“ میں ستاسی سے زیادہ کتابوں کے حوالے دئے ہیں، جس سے آپ کی علمی و دینی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔“ ۲؎

دریائے علوم و فنون: مولانا نقی علی بریلوی علم وفضل کے بحر ذخار تھے، مولانا کی ذات مرجعِ علما و خلائق تھی، آپ کی آرا اور اقوال کو علمائے وقت پسند کرتے تھے۔کثیر علموں میں تصانیفِ مطبوعہ و غیر مطبوعہ آپ کے علم وفضل کی شاہد ہیں۔آپ مندرجہ ذیل علوم پہ کامل دسترس رکھتے تھے۔

علم قرآن	علم تفسیر	حدیث	اصول حدیث
فقہ حنفی	فقہ جملہ مذاہب	اصول فقہ	جدل مہذب

۱؎ مقدمہ اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام ص۱۲و۱۳ ۲؎ مقدمہ اذاقۃ الاثام

عقائد وکلام	نحو	صرف	معانی وبیان
بدیع	منطق	فلسفہ	مناظرہ
تکسیر	ہیأۃ وحساب	ہندسہ	تصوف
سلوک	اخلاق	اسماءالرجال	سیر
تاریخ	نعت	ادب	فرائض وغیرہ [1]

مولانا نقی علی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دقتِ نظر اور اصابتِ فکر میں یگانۂ روزگار تھے۔ بے پناہ فہم وفراست اور زیرکی ودانائی کے مالک تھے، بلندیِ اقبال، علوِ ہمت، کرم ومروت، سخاوت وشجاعت، حکام سے عزلت، رزقِ موروثی پر قناعت، دبدبۂ جلال، عزت وسرفرازی، علم وعقل، نیز دیگر فضائل وخصائل کے جامع تھے۔ [2]

فتویٰ نویسی

آپ کہنہ مشق مفتی مثل طبیب حاذق تھے:

جس طرح ایک حکیم اور طبیب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کسی ماہر اور حاذق طبیب کی صحبت میں ایک عرصۂ دراز تک رہ کر تجربات حاصل کرے، اسی طرح صرف درسی کتابیں اور چند دیگر کتابوں کو پڑھ لینے سے آدمی مفتی نہیں ہوجاتا ہے،

---

[1] عبداللہ بیگ بریلوی مرزا۔ حیات مفتی اعظم جلد اول، ص ۳۸۔۳۹، بحوالہ: مولانا مفتی نقی علی خان بریلوی، مختصر جائزہ از قلم مولانا شہاب الدین رضوی، مشمولہ احسن الوعا، فی آداب الدعا ص ۱۰۸، ناشر رضا اکیڈمی

[2] مولانا نقی علی خان بریلوی ایک جائزہ، مشمولہ احسن الوعا، ص ۱۰۷

بلکہ کہنہ مشق اور ماہر مفتی کی صحبت میں رہ کر علم وتربیت لینی پڑتی ہے، تجربات حاصل کرنے ہوتے اور کلیات وجزئیات پر گہری نظر رکھنی پڑتی ہے، تب کہیں جا کر وہ فتویٰ دینے کا اہل ہوتا ہے ورنہ غلط مسئلہ بتا کر ''فَضَلُّوْا وَ اَضَلُّوْا'' (کما فی الحدیث) کا مصداق ہوکر ضال ومضل ہو جاتا ہے۔امام احمد رضا جو اپنے وقت کے مفتی، عالم، فقیہ اعظم بنے اس کی وجہ بھی فضل الٰہی سے یہی تھی کہ سات سال تک رئیس المتکلمین، تاج المحققین علامہ مفتی نقی علی کی صحبت وتربیت میں رہے۔ انہوں نے علم کا سمندر بنا دیا۔اس کا اعتراف امام احمد رضا جا بجا کرتے ہیں۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ جن ایام میں امام احمد رضا اپنے والد گرامی حضرت شاہ نقی علی خان سے افتا کی مشق کر رہے تھے، ان ایام میں ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ کو بڑی کوشش وجانفشانی کے ساتھ حل کیا۔اور استدلال میں فقہی وتائیدی عبارات آٹھ ورقوں میں جمع کیں، مگر جب مفتی نقی علی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں آپ نے یہ فتویٰ پیش کیا تو والد گرامی نے اس پر ایک ایسا جملہ فرمایا کہ سارے ورق رد ہو گئے۔اس جملے کا امام احمد رضا کے اوپر کتنا گہرا اثر ہوا، وہ انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

''وہی جملے اب تک دل میں پڑے ہوئے ہیں اور قلب میں اب تک ان کا اثر باقی ہے۔''[1]

---

[1] ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ اول، ص۸۴، ناشر: قادری مشن، نومحلّہ مسجد بریلی شریف

مفتی نقی علی صاحب کا فقہ و افتا میں کتنا اعلیٰ مقام تھا، اس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے شاگردِ رشید حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلیٰ حضرت سے ایک روز گزارش کی کہ مولوی سید محمد اشرفی (محدث اعظم ہند) اپنے بھانجے کو میں چاہتا ہوں کہ حضور کی خدمت میں حاضر کردوں۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا۔

''ضرور تشریف لائیں یہاں فتوے سیکھیں اور مدرسہ میں درس دیں، رد وہابیہ اور افتا یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے، ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک حاذق طبیب کے مطب میں سات برس بیٹھا۔'' [۱]

خاتم المحققین علامہ مفتی نقی علی خان کی ذات کو عوام کے ساتھ علمائے عصر بھی نہایت ثقہ اور معتمد سمجھتے تھے۔ آپ کے فتوے پر بھروسہ کرتے تھے۔ اس لیے کہ فتاویٰ کے تعلق سے آپ کے یہاں دو باتیں تھیں۔ ملک اور بیرونِ ملک سے کچھ تو استفتا آتے تھے جن کا مدلل جواب آپ دیتے۔ دوسرے یہ کہ تصدیق کے لیے کچھ علمائے عصر اپنے فتاویٰ بھیجتے یا عوام بعض دوسرے مفتیان کرام کے فتاویٰ بھیجتے، اگر جواب صحیح ہوتا تو آپ اپنی مہر اور دستخط ثبت فرما دیتے ورنہ دوسرا جواب قلمبند فرما کر ارسال فرما دیتے۔ کسی کی رو رعایت نہیں کی جاتی تھی۔ چنانچہ آپ

---

[۱] ملفوظات اعلیٰ حضرت مرتبہ سرکار مفتی اعظم ،ص ۸۴، ناشر: قادری مشن، نومحلّہ مسجد بریلی شریف، یوپی

کی بارگاہ کے خوشہ چیں مولانا مفتی حافظ بخش آنولوی قدس سرہ ان دونوں امور کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''مسائل جو مہر کے لیے آتے ہیں، اگر صحیح ہوتے ہیں، مہر ثبت فرماتے اور جو خلافِ کتاب ہوتے ہیں، جواب علیحدہ لکھ دیتے ہیں، کسی کی تحریر سے تعرض نہیں کرتے۔[۱]

''اذاقۃ الأثام لمانعی عمل المولد و القیام'' کے مقدمہ میں ہے:

''تیرہویں صدی ہجری میں امام الاتقیاء کے والدِ ماجد امام العلما مولانا رضا علی خان نے ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء میں سرزمینِ بریلی پر مسندِ افتاء کی بنیاد رکھی، اور چونتیس سال تک فتویٰ نویسی کا کام بحسن وخوبی انجام دیا، امام العلما نے اپنے فرزندِ سعید مولانا نقی علی خان کو خصوصی تعلیم دے کر مسندِ افتاء پر فائز کیا۔ آپ نے مسندِ افتاء پر رونق افروز ہونے کے بعد سے ۱۲۹۷ھ تک نہ صرف فتویٰ نویسی کا گراں قدر فریضہ انجام دیا، بلکہ معاصر علماء وفقہاء سے اپنی علمی بصیرت کا لوہا منوا لیا۔ مولانا نے طویل عرصہ تک ملک و بیرونِ ملک سے آنے والے سوالات کے جوابات انتہائی فقیہانہ بصیرت کے ساتھ فی سبیل اللہ تحریر کئے۔ مولانا کے فتاویٰ کا مجموعہ تیار نہ ہو سکا، اس لیے ان کی فتویٰ نویسی پر سیر حاصل گفتگو نہیں کی جا سکتی، لیکن مختلف علوم پر آپ کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف آپ

---

[۱] تنبیہ الجھاں بالہام الباسط المتعال، ص ۲۳، مصنف مفتی نقی علی خان، حیات وخدمات، مشمولہ اصول ارشاد، تحریر، مولانا محمد حنیف خان رضوی، ص ۹

کے علم وفضل کی شاہد ہیں۔آپ کی آراء کو علمائے عصر بطورِ سند تسلیم کرتے تھے، اور اپنے فتووں پر امام الاتقیاء کی تصدیق لازمی وضروری سمجھتے تھے۔آپ کے پاس عام طور پر فتاویٰ تصدیقات کے لیے آتے تھے، آپ انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے، اگر جوابات صحیح ہوتے مہر ثبت فرما دیتے تھے، اور اگر جواب غلط ہوتے تو علیحدہ کاغذ پر جواب لکھ دیتے تھے، کسی کی تحریر سے تعرض نہیں فرماتے۔‘‘

واضح رہے کہ یہ عبارت مقدسہ مشمولہ اذاقۃ الأ ثام کی ہے، جسے مولانا محمد اسلم رضا تحسینی نے لکھا ہے مگر اس کے حاشیہ میں نوٹ لگایا ہے ’’رئیس المتکلمین کے یہ حالات ڈاکٹر محمد حسن صاحب کی تالیف بعنوان مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حیات اور علمی کارنامے (مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۴۲۶ھ) سے اختصاراً ماخوذ ہے۔‘‘ [۱]

آپ کی ذات افتا میں اعتماد کلی کے لائق:

خاتم المحققین رئیس المتکلمین حضرت مفتی نقی علی کا تبحرِ علمی اور امتیازی مقام بہت بلند تھا، ان کا شمار علمائے محققین ومتقین میں تھا۔ذہانت وفطانت اور استحضارِ علمی کے ساتھ تائید الٰہی پائی تھی۔اسی لیے جب وہ بولتے تھے تو علم کا سمندر بہاتے تھے۔شگفتہ کلامی میں مشہور تھے۔ان کی علمی گہرائی وگیرائی کا اندازہ لگانا مشکل ہے، ان کا علمی مقام ومرتبہ اس قدر بلند تھا کہ محبوبِ رب العٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر اور

---

[۱] مقدمہ اذاقۃ الأ ثام، ص۱۱

تصوف کے موضوع پر لکھنے پر آئے تو ''سرور القلوب بذکر المحبوب'' لکھ کر علم کا دریا بہایا، جب تفسیر قرآن لکھنے پر آئے تو صرف سورۂ الم نشرح کی تفسیر میں سینکڑوں صفحات پر ضخیم دستاویز قوم کو دیا۔ جب نبی پاک ﷺ کے میلا دو قیام پر قلم اٹھایا تو ''اذاقۃ الآثام لمانعی عمل المیلا د و القیام'' نامی کتاب لکھ کر دلائل کا انبار لگا دیا۔ اور جب بد مذہبوں کے فتنہ وفساد کا قلع قمع کرنے پر آئے تو ''اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد'' قلمبند فرما کر اور اس میں بیس اصول وقواعد تحریر فرما کر فسادیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ اور جب مسئلہ امتناع النظیر (یعنی رسول اکرم ﷺ کی مثل محال ہے) کے موضوع پر کمر بستہ ہوئے تو ''تنبیہ الجہال بالھام الباسط المتعال'' رسالہ لکھوا کر نانوتوی اور قنوجی اور ان کے ہمنواؤں کے منہ پر ہمشیہ کے لیے تالا لگا دیا۔ بلکہ ۱۲۹۳ھ میں ''اصلاحِ ذاتِ بین'' کے نام سے مناظرے کا اعلان فرمایا تو دشمنانِ رسول مناظرہ گاہ میں پہنچنے اور آپ سے مناظرہ کرنے کی تاب نہ لا سکے۔ ان کے تفوق اور علمی سطوت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے جبکہ ان ہی کے علوم وفنون کے خوانِ پر نعمت کے خوشہ چیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہوئے تو فاضلِ معقولات ومنقولات، فقیہِ اعظم، مجدّدِ اعظم اور دنیائے سنیت کے امام کہلائے۔ انہوں نے اسکا تذکرہ اپنی تصانیف میں متعدد مقامات پر کیا ہے، لکھتے ہیں:

''آہ! آہ! ہندوستان میں میرے زمانۂ ہوش میں دو بندۂ خدا تھے جن پر

اصول وفروع اورعقائدوفقہ سب میں اعتمادکلی کی اجازت تھی:

اول: اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالدقدس سرہ الماجد، حاش للہ! نہ اس لیے کہ وہ میرے والدووالی، ولی نعمت تھے، بلکہ اس لیے کہ **الـــحـــق والحق اقول :الـصدق و اللّٰہ یحب الصدق**، میں نے اس طبیبِ حاذق کا برسوں مطب پایا اور وہ دیکھا کہ عرب وعجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا، اس جنابِ رفیع قدس اللہ سرہ البدیع کو اصولِ حنفی سے استنباطِ فروع کا ملکہ حاصل تھا، اگرچہ کبھی اس پر حکم نہ فرماتے مگر یوں ظاہر ہوتا تھا کہ نادرو دقیق اور معضل مسئلہ پیش نہ ہوا کہ کتب متداولہ میں جس کا پتہ نہیں، خادمِ کمینہ کو مراجعتِ کتب واستخراجِ جزئیہ کا حکم ہوتا اور ارشاد فرماتے: ''ظاہراً حکم یوں ہونا چاہئے''، جو وہ فرماتے وہی نکلتا، یا بعض کتب میں اس کا خلاف نکلتا تو زیادتِ مطالعہ نے واضح کردیا کہ دیگر کتب میں ترجیح اسی کو دی جو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا، عجم کی حالت تو آپ ملاحظہ ہی فرماتے ہیں، عرب کا حال یہ ہے کہ اس جناب قدس سرہ کا یہ ادنیٰ خوشہ چیں وزلہ ربا، جو مکہ معظّمہ میں اس بار حاضر ہوا، وہاں کے اعلم العلما وافقہ الفقہا سے چھ چھ گھنٹے مذاکرۂ علمیہ کی مجلس گرم رہتی، جب انہوں نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ فقہ حنفی کے دوحرف جانتا ہے، اپنے زمانے کے عہدۂ افتا کے مسائل کثیرہ جن میں وہاں کے علما سے اختلاف پڑا یا اشتباہ رہا، ہیچ میرز پر پیش فرمانا شروع کئے، جس مسئلہ وحکم میں اس احقر نے انکی موافقت عرض کی آثارِ بشاشت انکے چہرۂ نورانی پر

ظاہر ہوئے، اور جس کے لئے عرض کر دیا کہ فقیر کی رائے میں حکم اس کے خلاف ہے، سمعِ دلیل سے پہلے آثارِ حزن نمایاں ہوتے، اور خیال فرما لیتے کہ ہم سے اس حکم میں لغزش واقع ہوئی، یہ اسی طبیب حاذق کی کفش برداری کا صدقہ ہے۔

دوم: والا حضرت تاج الفحول محبّ رسول مولانا مولوی عبد القادر صاحب قادری بدایونی قدس سرہ الشریف:۔ پچیس برس فقیر کو اس جناب سے بھی صحبت رہی، ان کی سی وسعتِ نظر وقوتِ حفظ وتحقیقِ انیق ان کے بعد کسی میں نظر نہ آئی، ان دونوں آفتاب و ماہتاب کے غروب کے بعد ہندوستان میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس کی نسبت عرض کروں کہ آنکھیں بند کر کے اس کے فتویٰ پر عمل ہو۔'' [۱]

ایک مقام پر ''فتاویٰ رضویہ'' کی تدوین وترتیب اور تفصیل وتبویب کے سلسلہ میں بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وَ ذٰلِکَ اَنَّ سَیِّدِیْ وَ اَبِیْ، وَ ظِلَّ رَحْمَۃِ رَبِّیْ، خِتَامَ الْمُحَقِّقِیْنَ، وَ اِمَامَ الْمُدَقِّقِیْنَ، مَاحِیَ الْفِتَنِ، وَ حَامِیَ الْسُّنَنِ، سَیَّدَنَا وَ مَوْلَانَا الْمَوْلَوِیَّ محمد نقی علی خان القادری البر کاتی، اَمْطَرَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلٰی مَرْقَدِہِ الْکَرِیْمِ شَآبِیْبَ رِضْوَانِہٖ فِی الْحَاضِرِ وَ الْآتِیْ، اَقَامَنِیْ فِی الْاِفْتَاءِ لِلرَّابِعِ عَشَرَ مِنْ شَعْبَانَ الْخَیْرِ وَ الْبُشْرِ، ١٢٨٦ھ سِتٍّ وَّ ثَمَانِیْنَ وَ اَلْفٍ وَّ مِئَتَیْنِ، مِنْ ھِجْرَۃِ سَیِّدِ الثَّقْلَیْنِ عَلَیْہِ وَ عَلٰی

---

[۱] فتاویٰ رضویہ، کتاب الشتی، عقائد وکلام ودینیات، ۲۹/ ۵۹۵، ۵۹۶، مترجم نسخہ جدیدہ، ناشر رضائے برکات پور بندر، گجرات

آلِهِ الصَّلَوَاتُ مِنْ رَبِّ الْمَشْرِقَيْنِ، وَ لَمْ تَتِمَّ لِیْ اِذْ ذَاکَ اَرْبَعَةَ عَشَرَ عَـامًـا مِّنَ الْعُمْرِ لِاَنَّ وَلَادَتِیْ عَاشِرِ شَوَّالِ ۱۲۷۲ھ اِثْنَتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ مِنْ سِنِیْ الْهِجْرَةِ الْاَطَائِبِ الْغر، فَجَعَلْتُ اُفْتِیْ، وَیَهْدِیْنِیْ قدس سره فِیْـمَـا اُخْطِیْ، فَبَعْدَ سَبْعِ سِنِیْنَ اَذِنَ لِیْ،عَطَّرَ اللّٰهُ تَعَالیٰ مَرْقَدَهٗ النَّقِیَّ الْـعَـلِـیَّ اَنْ اُفْتِیَ وَ اُعْطِیَ وَلَا اَعْرِضَ عَلَیْهِ، وَلٰکِنْ لَمْ اَجْتَرِءْ بِذٰلِکَ حَتّٰـی قَبَضَهُ الرَّحْمٰنُ اِلَیْهِ، سَلَخَ ذِی الْقَعْدَةِ عَام سَبْعٍ وَّ تِسْعِیْنَ، فَلَمْ الـقِ بَـالِـیْ اِلٰـی جَمْعِ مَااَفْتَیْتُ فِیْ تِلْکَ السِّنِیْنَ، نَحْو اِثْنَتَیْ عَشَرَةِ سَنَةٍ قَرْنًا کَامِلًا فِیْ الْاَزْمِنَةِ‘‘۔

ترجمہ:’’فتاویٰ رضویہ‘‘ کی تدوین وترتیب کا سبب یہ ہوا کہ میرے آقا ووالد، سایۂ رحمتِ الٰہی، خاتم المحققین ، امام المدققین ،فتنوں کومٹانے والے، سنتوں کی حمایت فرمانے والے، ہمارے سردار ومولیٰ حضرت مولانا محمد نقی علی خان صاحب قادری برکاتی نے (اللہ ان کے مرقدِ انور پر ہمیشہ اپنی رضا کے مینہ برسائے) مجھے چودہ شعبان المعظم کوفتویٰ لکھنے پر مامور فرمایا جبکہ سید عالم ﷺ کی ہجرت سے بارہ سو چھیاسی (۱۲۸۶) سال تھے اوراس وقت میری عمر پورے چودہ سال نہ ہوئی تھی، کیونکہ میری ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ کو ہوئی،تو میں نے فتویٰ دینا شروع کیا اور جہاں میں غلطی کرتا حضرت قدس سرہ اصلاح فرماتے (اللہ عزوجل ان کے مرقدِ پاکیزہ بلند کومعطر فرمائے) سات برس کے

بعد مجھے اذن فرمادیا کہ اب فتویٰ لکھوں اور بغیر حضور کو سنائے سائلوں کو بھیج دیا کروں، مگر میں نے اس پر جرأت نہ کی یہاں تک کہ رحمٰن عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت والد کو سلخ ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ میں اپنے پاس بلا لیا۔ تو ان برسوں میں جو فتوے تقریباً ایک قرن کامل یعنی بارہ سال تک لکھے، ان کے جمع کرنے کا خیال نہ آیا۔[۱]

ایک مقام پر آپ نے مقامِ والا شان، علوِّ علم و عرفان، اوصافِ حمیدہ، خصائل رفیعہ، شمائل بدیعہ اور مناصبِ جلیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے عجز و نیاز مندی کا اظہار اور ولیِ نعمت کے انعام کا اعتراف ان الفاظ میں فرمایا:

''ہاں ہاں، یہ کفش برداریٔ خدامِ درگاہِ فضائل پناہ اعلیٰ حضرت، **عظیم البرکت، اعلم العلماء الربانیین، افضل الفضلاء الحقانیین، حامی السنن السنیة، ماحی الفتن الدنية، بقية السلف المصلحين، حجة الخلف المفلحين، آية من آيات رب العالمين، معجزة من معجزات سيد المرسلين صلى الله تعالىٰ عليه و عليهم و بارک و سلم اجمعين، ذی التصنيفات الرائقة و التحقيقات الفائقة و التدقيقات الشائقة، تاج المحققين، سراج المدققين، اكمل الفقهاء المحدثين، حضرت سيدنا الوالد، امجد الاماجد، اطيب الاطائب مولانا مولوی محمد نقی علی خان صاحب**

---

[۱] فتاویٰ رضویہ جلد اول، خطبۃ الکتاب، نسخۂ قدیم، ص۴، ناشر رضا اکیڈمی، ممبئی

محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس الله سره و عمم بره، و تمم نوره، واعظم اجره، واکرم نزله، و انعم منزله ولا حرمنا سعده و لم یفتننا بعده ہے''۔[۱] یعنی یہ علم وفن اور تصنیف وتالیف اور دلائل کا انبار لگانے کی دولت ونعمت فضائل پناہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت سیدنا الوالد مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب محمدی حنفی قادری برکاتی کے خدام کی کفش برداری کا صدقہ ہے، جو اعلمِ علماے ربانیین (علماے ربانیین میں سب سے علم والے)، افضلِ فضلاے حقانیین (فضلاے حقانی میں سب سے افضل)، بلند سنتوں کے حامی و مددگار، ذلیل فتنوں کے مٹانے والے، بقیۃ السلف المصلحین (اصلاح فرمانے والے اسلاف کے نمونہ)، حجۃ الخلف المفلحین (کامیاب اخلاف کی حجت ودلیل)، آیت من اٰیات رب العلمین (سارے جہاں کے مالک کی نشانیوں میں سے ایک نشانی)، معجزۃ من معجزات سید المرسلین (سید المرسلین کے معجزات میں سے ایک معجزہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم و بارک وسلم اجمعین، صاحبِ تصانیفِ رائقہ (پسندیدہ تصنیفات والے)، فائق و بلند تحقیقات والے، شوق دلانے والی تدقیقات کے مالک، تاج المحققین (محققین کے تاج)، سراج المدققین (بارک بینی سے کام لینے والے علما کے آفتاب)، اکمل الفقہاء المحدثین (حدیث کے جان کار فقہا میں سب سے کامل) ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے سِرّ کو مقدس و پاک کرے، ان کے عطیہ وعطا کو عام کرے، ان کے نور کو کامل وتام کرے، ان کے اجر وثواب کو عظیم تر کرے، ان

[۱] فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلوۃ، باب الاوقات، ضمن رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین ۵/۱۶۴، ۱۶۵، ناشر مرکز اہلسنت، برکاتِ رضا، پوربندر گجرات ورئیس المتکلمین، حیات وخدمات علیٰ مقدمۃ اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، ص ۱۳،

کی مہمانی باا کرام کرے، انہین اچھی منزل عطا فرمائے، ان کی برکت سے ہمیں محروم نہ کرے اوران کے بعد ہمیں فتنہ وآزمائش میں نہ ڈالے۔

وہ اپنے وقت کے واحد مفتی تھے: نبیرۂ رئیس المتکلمین شہزادۂ استاذ زمن مولانا شاہ حسنین رضا خان رقمطراز ہیں۔

''اعلیٰ حضرت کے والد ماجد مولانا نقی علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سات گاؤں کے زمیندار معافی دار مشہور تھے۔ انہیں ہر قسم کی آسانیاں فراہم تھیں۔ وہ بڑھیچ قبیلہ کے پٹھان تھے۔ وہ سارے روہیل کھنڈ کے واحد مفتی تھے۔ رؤسائے شہر میں ان کا شمار تھا۔[1]

درس وتدریس

تدریس کے سبب رئیس المتکلمین کا نام روشن رہے گا: رئیس المتکلمین تاج المحققین علامہ نقی علی خان نے تو بہت سارے کارہائے نمایاں انجام دئے، مگر دو شاہکار کے سبب ان کا نام انشاء اللہ الرحمٰن صبح قیامت تک زندہ وروشن رہے گا۔ ایک کافی تعداد میں دینی تصنیفات، دوسرا امام احمد رضا کو تعلیم وتربیت دے کر وقت کا امام بنا دینا۔

شہزادۂ استاذ زمن مولانا حسنین رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے بڑے پتے کی بات کہی ہے۔ وہ رقمطراز ہیں:

''مولانا نقی علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار شہر کے رؤسا میں

---

[1] سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۴۰، ناشر امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف

تھا، اور ہندوستان کے بڑے علما میں گنے جاتے تھے، ان کا اس دنیا میں سب سے بڑا شاہکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ جیسے جلیل القدر فاضل کی تعلیم وتربیت ہے، جو صدیوں ان کا نامِ نامی زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔ مولانا نقی علی خان صاحب اپنے وقت میں مرجعِ فتاویٰ تھے، مگر اعلیٰ حضرت نے ان کو اپنی کمسنی میں ہی فتویٰ نویسی سے سبکدوش کر دیا تھا، اب وقت آیا تھا کہ وہ اپنے باغ کی بہار دیکھتے، اسی دوران ان پر سحر ہوا، مگر ان کی روحانی قوت کی وجہ سے ان پر اثر کم ہوا۔'' ؎۱

اب ہم '' **اذاقۃ الاٰثام لمانعی عمل المولد و القیام** '' کے مقدمہ کی چند عبارتیں نقل کرتے ہیں۔

'' حضرت علامہ نقی علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بلند پایہ عالم اور اپنے وقت کے بے مثال فقیہ تھے۔ آپ نے درس کی طرف خصوصی توجہ فرمائی، آپ کی شخصیت من حیث التدریس مشہور تھی، طلبا دور دور سے آپ کے پاس اکتسابِ علم کے لیے آتے، آپ بہت ذوق وشوق کے ساتھ طلبا کو تعلیم فرماتے۔ حضرت علامہ قوم کی فلاح و بہبود کے لیے دینی تعلیم کو لازمی قرار دیتے، حضرت علامہ کو مسلمانوں کی علم دین کی جانب سے لاپرواہی پر بہت تشویش تھی، چنانچہ آپ نے دینی تعلیم کے فروغ کے لیے بریلی میں '' مدرسۂ اہلِ سنت '' قائم فرمایا۔

؎۱ سیرت اعلیٰ حضرت

مدرسہ اہل سنت کا قیام

حضرت علامہ نقی علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عہد تک بریلی میں مختلف علمائے کرام انفرادی طور پر دینی و مذہبی تعلیم دیتے رہے، جن میں مولانا ہدایت علی فاروقی اور مولانا یعقوب علی کے نام قابل ذکر ہیں۔ مولانا ہدایت علی بریلوی، بریلی کے محلّہ قردلان کے ساکن تھے، اور علامہ فضل حق خیرآبادی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ آپ نے ''مدرسۂ شریعت'' کے نام سے بریلی میں ایک مدرسہ قائم کیا، جس میں آپ دینی تعلیم دیتے تھے۔ اکبر حسین کمبوہ کی بیوی نے بھی ایک مدرسہ قائم کیا تھا، وہ تنہا اس مدرسہ کے مصارف برداشت کرتی تھیں، بریلی میں یہ پہلا دینی مدرسہ تھا، مدرسہ میں شہرِ کہنہ کے رئیس مولانا یعقوب علی نے بھی کچھ عرصہ تک درس وتدریس کے فرائض انجام دیئے۔

ان مدارس کے باوجود بریلی میں کوئی ایسا مدرسہ نہ تھا جو باقاعدہ تعلیم دے سکتا، اس لیے حضرت علامہ نقی علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کوٹھی رحیم داد خان واقع محلّہ گلاب نگر، بریلی میں ''مدرسہ اہل سنت'' کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔

تلاش وجستجو کے باوجود مدرسہ کے قیام کے سن وتاریخ کا کوئی دستاویزی ثبوت حاصل نہیں ہو سکا۔ مدرسہ کے مصارف عوام کی مدد وتعاون سے پورے ہوتے تھے۔

تلامذہ : رئیس المتکلمین علیہ الرحمۃ والرضوان نے کافی دنوں تک درس و تدریس کا کام کیا۔آپ کا سب سے بڑا کارنامہ آپ کی تصنیف وتالیف ہے تو اس سے کہیں بڑھ کر درس وتدریس کے ذریعہ اچھے تلامذہ کی ٹیم تیار کرنا ہے۔ان میں سب سے بڑھ کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تعلیم وتربیت ہے، انہوں نے فضل مولیٰ سے انہیں ایسا بنایا اور سنوارا کہ امام احمد رضا مجددِ اعظم، ولی کاملِ، امامِ اہلسنت اور تیرہ سو کتابوں کے مصنف ہو گئے۔

درخت اپنے پھل سے، شاگرد اپنے استاذ سے اور باپ اپنی اولاد سے پہنچانا جاتا ہے۔اگر یہ مقولہ سچ ہے اور یقیناً حق ہے۔تو اعلیٰ حضرت کی شخصیت سے علامہ مفتی نقی علی علیہ الرحمہ کی باوزن علمی شخصیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست جو مجھے حاصل ہوئی وہ بہت طویل نہ سہی مگر اہمیت کے اعتبار سے بہت عظیم ہے۔ان کے تلامذہ کی فہرست ملاحظہ کیجئے اور یہ ذہن نشیں کیجئے کہ یہ وہ تلامذہ ہیں جو اپنے وقت کے آفتاب ومہتاب تھے اور انہیں شہرت و مقبولیت بھی ملی اور معروفِ زمانہ ہوئے۔

(۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا (۲) استاذِ زمن مولانا حسن رضا خان (۳) مولانا برکات احمد (۴) مولانا ہدایت رسول لکھنوی (۵) مفتی حافظ احمد بخش آنولوی (٦) مولانا حشمت اللہ خان (۷) مولانا سید احمد بریلوی (۸) مولانا حکیم عبدالصمد صاحبان علیہم الرحمۃ والرضوان۔

☆☆☆

تصنیف وتالیف

حضرت رئیس المتکلمین علوم وفنون کے سمندر تھے۔اس کا اندازہ آپ کی مختلف موضوعات پر لکھی گئی کتابوں سے ہوتا ہے۔آپ کی تقریباً ساری تصنیفات علوم دینیہ سے متعلق ہیں، جو نافعِ مسلمین اور دافعِ مفسدین ہیں۔ان کی تصنیف و تالیف کا مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی، اشاعتِ اسلام، ترویجِ سنیت اور اصلاحِ اعمال تھا۔اسی میں انہوں نے اپنی زندگی تمام کر دی، ورنہ منطق وفلسفہ اور دیگر فنون پر قلم اٹھاتے تو یقیناً ان میں بھی علم کا دریا بہا دیتے۔کیونکہ آپ کا لقب رئیس المتکلمین اور خاتم المحققین ہے۔بقول اعلیٰ حضرت قدس سرہ:

''غرض عمر اس جناب کی ترویجِ عین وحمایتِ مسلمین ونکایتِ اعدا وحمایتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری''۔

(۱) **الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح** (یہ مطبوعہ اور دستیاب ہے، ضخیم اور علوم کثیرہ پر مشتمل ہے)

(۲) **وسیلۃ النجاۃ** (رسول اکرم کے حالات زندگی پر مشتمل ہے)

(۳) **سرور القلوب بذکر المحبوب** (مطبوعہ اور دستیاب ہے)

(۴) **جواھر البیان فی اسرار الارکان** (مطبوعہ اور دستیاب ہے، جس کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے)

(۵) **اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد** (ایسے قواعد واصول واضح وثابت کیے گئے ہیں جن کے بعد نہیں، مگر سنت کو قوت اور

بدعت نجدیہ کوموت وحسرت، دستیاب ہے)

(۶) هـداية البـرية الـى الشـريـعة الاحـمديـه (اس میں دس فرقوں کا رد ہے، دستیاب ہے)

(۷) اذاقة الأثـام لمانعى عمل المولد و القيام (قیام ومیلاد پر ضخیم کتاب ہے اور دستیاب ہے)

(۸) فضل العلم و العلما (مطبوعہ اور دستیاب ہے)

(۹) ازالة الاوهام (ردنجدیہ)

(۱۰) تزكية الايقان رد تقويت الايمان

(۱۱) الكواكب الزهراء فى فضائل العلم و آداب العلماء

(۱۲) الرواية الروية فى الاخلاق النبوية

(۱۳) النقادة النقوية فى الخصائص النبوية

(۱۴) لمعة النبراس فى آداب الاكل و اللباس

(۱۵) التمكن فى تحقيق مسائل التزين

(۱۶) احسـن الـوعــاء فى آداب الدعـاء (دعا کے موضوع پر نہایت شاندار کتاب ہے، مطبوعہ اور دستیاب ہے)

(۱۷) خير المخاطبة فى المحاسبة و المراقبة

(۱۸) هداية المشتاق الى سر الانفس و الافاق

(۱۹) ارشاد الاحباب الى آداب الاحتساب

(۲۰) اجمل الفکر فی مباحث الذکر

(۲۱) عین المشاهدة لحسن المجاهدة

(۲۲) تشرق الاواه الی طریق محبة الله

(۲۳) نهایة السعادة فی تحقیق الهمة و الارادة

(۲۴) اقوی الذریعة الی تحقیق الطریقة و الشریعة

(۲۵) ترویج الارواح فی تفسیر سورة الانشراح

(۲۶) اصلاحِ ذات بین

یہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کل چھبیس (۲۶) کتابیں ہیں، جن کا تذکرہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے جواہر البیان کے شروع میں حالاتِ مصنف کے تحت کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی حضرت رئیس المتکلمین نے تصنیف فرمائی، مگر وہ مرورِ زمانہ کی نذر ہوگئی۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

> ''ان کے سوا اور تصانیف کثیرہ کے مسوّدے بستوں میں ملتے ہیں مگر منتشر، جن کے اجزاء اول یا آخر یا وسط سے گم ہیں، ان کے بارے میں حسرت و مجبوری ہے۔''

کئی قلم کار نے آپ کی تصنیفات کی تعداد ایک اندازے کے مطابق ۴۰ (چالیس) رقم فرمائی ہے۔

تعارف بعض تصنیفات: واضح کیا جا چکا کہ مختصر اور بسیط ملا کر تقریباً چالیس (۴۰) معرکۃ الآرا کتب دینیہ حضرت رئیس المتکلمین نے لکھیں۔ آپ کی یہ تصانیف آپ کے تبحر علمی اور فضل و کمال پر بیّن ثبوت ہیں۔ اس میں امام رازی

کا طرزِ استدلال، امام غزالی کی فکر، امام ابوحنیفہ کا طریقِ استنباط اور شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی کا لب ولہجہ معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے ہم ان میں سے بعض کا تعارف پیش کرتے ہیں۔ سرور القلوب بذکر المحبوب کے بارے میں ہوشؔ بریلوی یوں رقمطراز ہیں:

تعارف سرور القلوب: فی الحال ان کے نخلِ کمال سے ایک تازہ کھلا، چمنِ علمِ فصاحت وبلاغت بھی پھولا پھلا، یعنی انہوں نے نسخہ بآب وتاب، موسوم بہ لب لباب معروف بہ ’’سرور القلوب فی ذکر المحبوب‘‘ تالیف کیا ہے۔ یہ رنگ برنگ کے مضامینِ رنگین سے میدان بیان کو خجلت وہ باغ رضوان بنا دیا ہے، گلہائے وعظ و پند کی شگفتگی سے عین الیقین ہوتا ہے کہ یہ کتاب جواب گلستاں بلکہ رنگینی عبارت کی روش سے کھلتا ہے کہ واقعی عینِ گلستاں ہے۔ نزہت اور شگفتگی میں سراسر ہم پلۂ بوستاں ہے۔ لفظوں میں ہزار ہا معنی مناسب رنگ برنگ کے پوشیدہ نظر آتے ہیں۔ مردم دیدہ بھی جن کے دیکھنے سے ہردم تروتازگی پاتے ہیں۔ ہزار ہا دقائق ونکاتِ علمیہ سے یہ کتاب بھری ہے یا شجرۂ علم کی کلی ہے۔ اہل اسلام کی نظروں میں ہر باب اس کا غیرت افزائے باغِ جناں ہے، اس کی یہ فصل پر بلا مبالغہ فصلِ بہاری کا گمان ہے۔ ہوائے مطالعہ اس کی بداعتقادوں کے چمنِ طبع کے لیے سر بسر صرصر ہے، خوش اعتقادوں کو اس کی سیرِ گل گشتِ فردوس کے برابر ہے۔ حاسدوں کا غنچہ بینی اسے دیکھ کر مرجھا تا ہے۔ گلِ طبع میں ’’صم بکم‘‘ کا رنگ نظر آتا ہے۔

کیوں نہ پژمردہ ہوں گلہائے مضامین عدو

باغِ حاسد کے لیے بادِ خزانی یہ ہے

کسی مقام پر ایک قرینے سے بیان غفاری ہے۔ کسی جگہ طریقے سے ذکر قہاری ہے۔ کہیں رزم، کہیں بزم، سراپا تحریر ہے۔ ذکر رسول اللہ ﷺ اس علوِّ شان اور طرزِ بیان کے ساتھ ادا کیا ہے کہ ہر شخص کے لیے متشابہِ تفسیر ہے۔ الخ''[1]

یہ کتاب نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے موضوع پر ہے۔ آپ نے اس کتاب کو نبی اکرم ﷺ کی محبت وعقیدت میں غوطہ زن ہو کر لکھا ہے۔ اس کے عناوین اور ابواب ہی سے اس کتاب کی اہمیت وخوبی کا اندازہ قارئین کو ہو جائے گا۔

یہ کتاب مندرجہ ذیل ابواب پر مشتمل ہے۔

۱. میلا د رسول یعنی نبی اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت اور دیگر احوال۔
۲. آیۃ کریمہ ''ورفعنا لک ذکرک'' کی تفسیر۔
۳. آیت مبارکہ ''وما ارسلنک الا رحمۃ للعٰلمین'' کی تفسیر۔
۴. حضور سید عالم ﷺ کا حسنِ ظاہری
۵. آپ کا حسنِ معنوی و باطنی
۶. خصائص شریفہ یعنی آپ کے دس اوصافِ خاصہ کا ذکر

---

[1] تقریظ بر عایت گلزار، ص ۶، ۷، از قلم شاعر وقت مولانا نواب نیاز احمد خان ہوشؔ بریلوی، ناشر فاروقیہ بک ڈپو، سنبھل مراد آباد، یوپی

۷. نبی کریم ﷺ کی معراج شریف کا ذکر

۸. درود شریف کی اہمیت، اس کے فوائد، حضور کا نامِ اقدس سن کر درود شریف نہ پڑھنے والوں کی مذمت، درود پاک کی برکات

اس کے ذیل میں مولانا عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ لاہور، پاکستان یوں رقمطراز ہیں:

''نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے موضوع پر لکھنے کے لئے صرف ظاہری علم وفضل اور قرآن وسنت اور کتبِ سیرت کا مطالعہ کافی نہیں، بلکہ آپ کی ذات اقدس سے گہری عقیدت ومحبت بھی ضروری ہے۔ پیش نظر کتاب (سرور القلوب) کے مطالعہ سے نہ صرف یہ معلوم ہو جائے گا کہ حضرت مصنف (مفتی نقی علی) اس دولت سے مالا مال ہیں بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا مطالعہ کرنے والے بھی اس بیش قیمت نعمت سے بقدرِ استطاعت فیض یاب ہوں گے۔''[۱]

تعارف اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد: ۱۲۴۰ھ

مطابق ۱۸۲۴ء سے پہلے ہندوستان کے مسلمان متفقہ طور پر عقائد ومعمولاتِ اہل سنت پر کاربند تھے، اور ''البرکۃ مع اکابرکم'' کے نقطۂ نظر سے اسلاف یعنی صحابۂ کرام وتابعینِ عظام وبزرگانِ دین کے افکار ونظریات کے پابند تھے۔

۱۲۴۰ھ میں ہندوستان کے ابن عبدالوہاب یعنی! اسماعیل دہلوی نے جب

---

[۱] ذکر مصنف قدس سرہ العزیز، مشمولہ سرور القلوب بذکر المحبوب، ناشر فاروقیہ بک ڈپو، دیپا سرائے، سنبھل، مراد آباد، یوپی

ابن عبد الوہاب نجدی کی ''کتاب التوحید'' کا ترجمہ و خلاصہ بعنوان ''تقویۃ الایمان'' ہندوستان پر قابض انگریز حکومت کے ایماء اور مدد سے شائع کیا تو پورے ملک میں فتنہ وفساد کی آگ پھیل گئی، کیونکہ اس کتاب میں تمام ان کاموں کوشرک، بدعت اورحرام و ناجائز کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے جن کا تعلق ادب، تعظیم،توقیر اورمحبتِ انبیاء واولیاء سے ہو، اس کتاب کی اشاعت کے نتیجے میں غیر منقسم ہندوستان میں وہابی، نجدی، دیوبندی فرقے نے جنم لیا، اور تمام معمولاتِ اہلسنت پرشرک، بدعت اورحرام کےفتوےلگائے جانے لگے۔

آگے چل کر اسی تسلسل میں اس نئے فرقے کے مولویوں کی مزید کتابیں شائع ہوئیں جیسے بشیر الدین قنوجی کی ''غایۃ الکلام'' اور ''کلمۃ الحق'' وغیرہما۔ لہذا علمائے اہل سنت نے ان کے رد وابطال میں اپنی کوششیں تیز کردیں اور تصانیف ومناظرہ کا سلسلہ شروع ہوگیا، انہیں علما میں سے امام اہل سنت کے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خان اور والد گرامی حضرت مولانا نقی علی خان علیہما الرحمۃ بھی پیش پیش تھے۔ حضرت مولانا نقی علی نے متعدد کتابیں اس نئے فرقے کے رد میں تحریر فرمائیں، جن میں سے ''اذاقۃ الا ثام'' اوراس پر امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے حواشی ''رشاقۃ الکلام'' ہیں، جنہیں ادارۂ اہل سنت کراچی نے ۲۵ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ بمطابق مارچ ۲۰۰۸ء کوشائع کیا۔ اوراس کے بعد حضرت کی دوسری انتہائی نایاب کتاب ''اصول الرشاد'' بھی شائع ہوگئی۔

''اصول الرشاد'' حضرت کی انتہائی دقیق اور مفید کتاب ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی متعدد تحریرات میں اس بابرکت کتاب کی طرف اشارہ فرمایا اور اس کے مطالعے کی تاکید فرمائی۔ [۱]

اس کتاب کے بارے میں سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

''اس کتاب میں وہ قواعد ایضاح واثبات فرمائے جن کے بعد نہیں مگر سنت کو قوت اور بدعتِ نجدیہ کو موتِ حسرت''۔ [۲]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس عظیم وجلیل کتاب میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے ان قواعد واصول کی وضاحت فرمائی ہے جن کی روشنی میں وہ مسائل حل ہو جاتے ہیں جو ہم اہل سنت اور وہابیہ، نجدیہ، دیوبندیہ وغیر مقلدین کے درمیان زمانۂ دراز سے محلِ نزاع ہیں۔ آپ نے اس طرح کے بیس قواعد تحریر فرمائے ہیں اور ہر قاعدہ کو خوب شرح وبسط کے ساتھ تحریر فرما کر ایسی تحقیقِ انیق فرمائی ہے کہ مزید چون وچرا کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ منصف مزاج، غیر جانبدار شخص اگر ان اصول کا سنجیدگی سے مطالعہ کرے تو بلا شبہ وہ حضرت اقدس مصنف علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں دادو تحسین پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ نیز ان قواعد کو تسلیم کر لینے کے بعد

---

[۱] پیش لفظ اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، ازقلم مولانا محمد اسلم رضا تحسینی، ناشر امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

[۲] مختصر حالات مصنف، مشمولہ، جواہر البیان، ص ۸

عصرِ حاضر کے سیکڑوں دینی وشرعی مسائل میں موجود نزاع خود بخود مرتفع ہو جائے گا۔

قاعدۂ اولیٰ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ: ''الفاظِ شرعیہ سے حتی الامکان ان کے معانیِ حقیقیہ مراد ہوتے ہیں''۔ اس قاعدے کے تحت چار فائدے تحریر فرمائے: ''فائدۂ اولیٰ معنیٔ الٰہ کی تحقیق میں، فائدۂ ثانیہ معنیٔ عبادت کی تحقیق میں، فائدۂ ثالثہ معنیٔ شرک کی تحقیق میں، فائدۂ رابعہ معنیٔ بدعت کی تحقیق میں''۔

چاروں فائدوں کی تحقیق و وضاحت میں آپ نے تقریباً ۸۰ کتابوں کے حوالے پیش فرمائے جو بلا شبہ آپ کے تبحرِ علمی اور وسعتِ مطالعہ کا بیّن ثبوت ہیں۔ اس قاعدہ کے تحت فائدۂ رابعہ میں آپ نے بدعت کی نہایت نفیس تحقیق فرمائی ہے، جو شایانِ مطالعہ ہے، مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں:

''بالجملہ مجرد عدمِ فعل خواہ عدمِ نقل حضور سے نہ مثبتِ کراہت وحرمت، اور نہ تحدیدِ زبانی اس میں معتبر، اور نہ فقدان کسی فعل کا ازمنۂ ثلاثہ میں اس کی ضلالت و بدعتِ سیئہ ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور استدلالِ اکابرِ فرقۂ وہابیہ اس بات پر کہ ''جو امر قرونِ ثلاثہ یعنی عہدِ سید المرسلین و زمانۂ صحابہ و تابعین میں نہ پایا جائے بدعت وضلالت ہے'' حدیث: (خیر امتی) سے محض بے جا ہے''۔

اس کے بعد اپنے دعوے پر چند دلائل پیش فرمائے جن کی یہاں گنجائش نہیں، صرف ایک دلیل ملاحظہ فرمائیں:

حدیث کا فرمان کہ ’’تابعین کا زمانہ بہتر ہے‘‘ اس کا یہ مطلب بیان کرنا کہ صرف اہل زمانہ کے اعتبار سے اس میں خوبی پائی جاتی ہے، درست نہیں، بلکہ الفاظِ حدیث تو اس معنی کی صراحت کر رہے ہیں کہ تابعین کا زمانہ عہدِ نبوت سے قریب ہونے کے سبب بہتر ہے اور صحابۂ کرام کا زمانہ عہدِ رسالت سے قریب تر ہونے کے سبب بہتر ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ زمانے فی نفسہٖ بہتر، تو تمام افعال واشخاص بہتر ہیں، یا اپنی ذات کے اعتبار سے بہتر، تو بعد کے تمام زمانے شر وفساد سے بھرے ہیں، اور ان زمانوں میں ایجاد ہونے والے تمام کام سراسر ناجائز اور خلافِ شرع ہیں، بلکہ خوبی واچھائی کا مدار خود افعال کی خیر وخوبی پر ہے، جمعِ قرآن کے موقع پر صحابۂ کرام نے اسی پر اتفاق اور اجماع فرمایا۔ [۱]

قاعدۂ ثانیہ میں فرماتے ہیں: ’’چند افعالِ نیک کا مجموعہ نیک ہی رہتا ہے‘‘۔ دلائلِ عقلیہ کی روشنی میں نہایت عمدہ بحث ہے جو آپ نے اپنے دعوے کے اثبات میں تحریر کی، اور پھر سات کتابوں کی سند سے مخالفین کے لئے مسکت جواب دیئے۔ اس قاعدے کی رو سے فاتحہ اور سوئم وغیرہا امورِ متنازعہ کا جواز اظہر من الشّمس وابین من الامس ہے۔ [۲]

---

[۱] صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، ثم الذین یلونہم، ثم الذین یلونہم، ۶۴۵۹، ص ۱۱۱۰)

[۲] مفتیٔ نقی علی حیات وخدمات، از قلم مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلی، مشمولہ اصول الرشاد لقمع بیانی الفساد، ناشر امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

تعارفِ اذاقۃالاثام لمانعی عمل المولد و القیام: یہ کتاب میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر اردو میں لکھی جانے والی اوائل کتب میں سے ایک لا جواب تصنیف ہے، اس کے مطالعے سے مصنفِ علاّم رئیس المتکلمین مولانا نقی علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے تبحرِ علمی اور وسعتِ مطالعہ کا خوب اندازہ ہوتا ہے، آپ نے اس کتاب میں میلادِ مصطفیٰ کے جواز کے علاوہ بدعت کی تعریف، اقسام اوراس کے اطلاقات پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے کہ شایداس جمع وترتیب کے علاوہ کہیں اور نہ مل پائے۔

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ سیدنا امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی متعدد تصانیف میں اس کی طرف اشارہ فرمایا، خاص طور پران مقامات پر جہاں بدعت وغیرہ ہفواتِ وہابیہ کی بحث ذکرفرمائی، نیزاس پرایک وقیع حاشیہ بھی تحریرفرمایا،جس کا نام ''رشاقۃ الکلام فی حواشی اذاقۃ الاٰ ثام'' رکھا۔[۱]

نوٹ: رسالہ ''تنبیہ الجہال بالھام الباسط المتعال'' کے بارے میں تذکرہ نگاروں کے درمیان سخت اضطراب پایا جاتا ہے۔ قدیم تذکرہ نگار مولانا رحمٰن علی نے اپنی تالیف، تذکرۂ علمائے ہند (فارسی) میں مولانا نقی علی بریلوی کے تعارف کے ضمن میں اسے حضرت نقی علی خان کی

---

[۱] مقدمہ اذاقۃ الاٰ ثام لمانعی عمل المولد والقیام، ازقلم مولانا محمد اسلم رضا تحسینی، ص۲۴، ناشر احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

تصنیف قرار دیا۔ اور ایک تذکرہ نگار نے اسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصنیفات میں شمار کیا۔ لیکن مولانا شہاب الدین رضوی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب حضرت مفتی نقی علی کے شاگر دِرشید مفتی حافظ بخش آنولوی کی تصنیف ہے۔ راقم کے نزدیک اس کا اعلیٰ حضرت کی تصنیف ہونا ثابت نہیں۔ اور یہ بھی حق ہے کہ ۲۶ شعبان ۱۲۹۳ھ میں دیو بندیوں کو گھر تک پہنچایا تھا حضرت مفتی نقی علی خان نے، اسی حوالے سے ''اصلاح ذات بین'' لکھ کر شائع فرمائی، اور تنبیہ الجہال کے لئے مواد بھی فراہم فرمایا حضرت نے ہی، مگر اسے منسوب کیا اپنے تلمیذ رشید مفتی حافظ بخش کی طرف۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مختصر حالاتِ مصنفِ علام کے نام سے جو حضرت مفتی نقی علی خان کے حالات بیان کئے ہیں اس میں آپ کی تصنیفات کو جہاں شمار فرمایا، تو چھبیس کتابوں میں ''اصلاح ذات بین'' کی مفتی نقی علی صاحب کی تصنیف ہونے کی تصریح کی ہے اور تنبیہ الجہال کا تذکرہ تو لایا ہے لیکن حضرت موصوف کی تصنیف ہونے کی صراحت نہیں کی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عبارت یہ ہے۔

''فتنۂ شش مثل کا شعلہ کہ مدت سے سر بفلک کشیدہ تھا، اور تمام اقطارِ ہند میں اہلِ علم اس کے اطفا پر عرق ریز وگرویدہ، اس جناب کی ادنیٰ توجہ میں بحمد اللہ سارے ہندوستان سے ایسا فرو ہوا کہ جب سے کان ٹھنڈے ہیں۔ اہل فتنہ کا بازار سرد ہے، خود اسی کے نام سے جلتے ہیں۔ مصطفیٰ ﷺ کی یہ

خدمت روزِ ازل سے اس جناب کے لئے ودیعت تھی۔ جس کی قدرے تفصیل رسالہ ''تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال'' میں مطبوعہ ہوئی۔'' **و ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء''۔**

تاج المحققین رئیس المتکلمین مولانا مفتی نقی علی خان قادری اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے والد گرامی اور حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا بریلوی اور حضور مفتی اعظم کے جدّ اکرم ہیں۔ آپ کی پیدائش جمادی الآخرہ یا رجب المرجب ۱۲۴۶ھ (بارہ سو چھیالیس ہجری) مطابق ۱۸۳۰ء (اٹھارہ سو تیس عیسوی) میں محلّہ ذخیرہ بریلی شریف اتر پردیش (الہند) میں ہوئی۔ آپ اپنے والد گرامی کی طرح علم و معرفت کے بحر ذخار، فضل و کمال کے شناور، تاج العلما، رأس الفضلاء، حامیِ سنت، ماحیِ بدعت، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، تاج المحققین، خاتم المحققین، خاتم اجلۃ الفقہا، امین اللہ فی الارض تھے۔ اور رئیس المتکلمین کے لقب سے خاص طور پر جانے جاتے ہیں۔

آپ کی ولایت و بزرگی، تبحرِ علمی، حمایتِ سنت اور نکایتِ بدعت کو زمانہ نے تسلیم کیا ہے۔ اور کیوں نہ یہ خوبیاں آپ کے اندر ہوں جب کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے وقت کے عظیم مفتی، مولائے اعظم، حبرِ غطمطم، فضائل مآب عارف باللہ، صاحبِ کمالات باہرہ و کراماتِ ظاہرہ، قطبِ وقت مولانا مفتی رضا علی خان جیسے باپ اور مشفق و باکمال استاذ ملے، ان کی پاکیزہ تعلیم و تربیت

اور فیضانِ نظر نے انہیں علم وعمل، زہد وتقویٰ اور فضل وکمال میں یگانۂ روزگار بنا دیا۔

عبادت و ریاضت: حضرت علامہ نقی علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ زبر دست عالم، مفتیِ وقت، فقیہِ عصر، پابندِ شرع اور عابدِ شب بیدار تھے، ہر وقت باوضو رہتے، نماز باجماعت کے پابند تھے اور قلب درود شریف کا ذاکر رہتا۔ روزے پابندی سے رکھتے تھے، آپ کی زندگی کا ہر شعبہ اتباعِ سنت کے انوار سے منور تھا، طبیعت ناساز ہوتی تب بھی نماز باجماعت مسجد ہی میں ادا فرماتے، فرض روزوں کے علاوہ اکثر نفل روزے بھی رکھتے۔ تصنیفی، تبلیغی اور علمی مصروفیات کے باوجود آپ نہ صرف فرائض و واجبات، بلکہ نوافل مستحبہ، اوراد و وظائف، اور ارشادِ شعبہ جات عبادت کو مصروف رہتے۔

تقویٰ و پرہیزگاری: حدیث شریف میں ہے کہ ’’اَلسَّعِیدُ مَنْ سُعِدَ فِی بَطْنِ اُمِّہٖ‘‘ (نیک بخت وہ ہے جو مادرزاد نیک بخت ہو)۔ یہی وجہ ہے کہ قطبِ وقت امام العلما مفتی رضا علی سے لے کر قطبِ عالم امام احمد رضا تک اور امام احمد رضا سے لے کر شیخ الانام حجۃ الاسلام اور تاجدارِ اہلسنت مفتیِ اعظم تک ساری شخصیتیں فضلِ مولیٰ سے مادرزاد سعید و نیک بخت اور اولیائے کاملین ہیں۔ بلکہ ان کے بعد والوں میں بھی یہ خوبی بدرجۂ اتم ہے۔ جیسے مفسر اعظم حضور جیلانی میاں، تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں، حضرت سبحانی میاں وغیرہم صالحین و ابرار

میں سے ہیں۔ تاج المحققین مفتی نقی علی قادری برکاتی کی نیک نفسی اور تقویٰ و پرہیزگاری کے بارے میں مولانا محمد اسلم رضا تحسینی، ڈاکٹر محمد حسن کی تالیف ''مولانا نقی علی خان حیات و کارنامے'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''آپ ایامِ طفولیت سے ہی پرہیزگار اور متقی تھے۔ کیونکہ آپ امام العلما مولانا رضا علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیرِ تربیت رہے، جو نامور عالم اور عارف باللہ بزرگ تھے، جن کی پرہیزگاری کا جوہر مولانا نقی علی خان کو ورثہ میں ملا تھا اور پھر بفضلِ الٰہی میلانِ طبع بھی نیکی کی طرف تھا''۔[۱]

اخلاق و عادات: حضرت علامہ نقی علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق و عادات بہت عمدہ تھے، پوری زندگی عشقِ رسول اور اتباع سنت میں گزری، اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے تھے، سلام کرنے میں ہمیشہ سبقت کرتے، قبلہ کی طرف کبھی پاؤں نہ کرتے، اور نہ کبھی قبلہ کی طرف تھوکتے تھے۔ غربا و مساکین اور طلبہ کے ساتھ انتہائی شفقت کے ساتھ پیش آتے، اور اکثر ان کی مالی مدد بھی کرتے۔ علماء وطلبا کا بہت احترام کرتے تھے، ان کے آنے پر بہت خوش ہوتے۔ انتہائی خوش مزاج اور بااخلاق تھے، غرور و تکبر نام کو نہ تھا، خدام اور ملازمین سے بہت خوش اخلاقی سے پیش آتے، خدا کی رضا کے لیے خدمتِ دین آپ کا مشغلہ تھا، کسی غرض یا ذاتی مفاد کا معمولی شائبہ بھی نہ تھا۔

---

[۱] مقدمہ اذاقۃ الآثام لمانعی المولد والقیام، ص ۱۲

خصائل جمیلہ : یہ محقق ہے کہ مفتی نقی علی خان اور امام احمد رضا خان کے جد اعلیٰ شہزادہ سعید اللہ والیانِ قندھار کے خاندان سے تھے، جب وہ ترکِ وطن کر کے لاہور ہوتے ہوئے دہلی آئے تو انہیں یہاں بڑی عزت و وقعت ملی۔ چند ہی دنوں میں فوج کے ایک عظیم عہدے پر فائز کیے گئے۔ جب روہیل کھنڈ میں بغاوت پھیلی تو باغیوں کی سرکوبی کے لیے انہیں وہاں بھیجا گیا۔ جس میں آپ کامیاب و کامران ہوئے۔ بعدہ آپ کو روہیل کھنڈ کے صدر مقام بریلی میں قیام کرنے اور امن قائم کرنے کا حکم شاہی دربار سے ہو گیا۔ یہاں انہیں صوبہ دار بنا دیا گیا، جو گورنر کے مترادف ہے۔ آخر عمر میں انہوں نے یادِ الٰہی میں متوکلانہ زندگی گزار دی۔ یہی وجہ ہے کہ مفتی رضا علی سے لے کر سرکار اعلیٰ حضرت اور استاذ زمن تک پھر حجۃ الاسلام، حضرت مفتی اعظم اور مفتی حسنین رضا سے لے کر حضرت مفسر اعظم، امین شریعت اور نعمانی میاں تک اور ریحان ملت، تاج الشریعہ، قمر العلما، منانی میاں اور سبحانی میاں، مولانا توصیف رضا خان، مولانا عثمان رضا خان، انجم میاں، مولانا عسجد رضا خان، مولانا احسن رضا، مولانا عمر رضا خان، مولانا عمران رضا خان اور مولانا سلمان رضا خان تک جہاں علم و عمل اور فضل و کمال کے تاجدار ہیں، وہیں ان میں شاہی خاندان میں سے ہونے کی نشانیاں بھی موجود ہیں۔ ہم نے سرکار مفتی اعظم، ریحان ملت اور حضرت قمر العلما کی غیر معمولی ذہانت و فطانت، عالی دماغی، خودداری اور جرأت و بہادری، شان

فرماں روائی اور جہاں بانی دیکھی ہے اور حضور تاج الشریعہ، منانی میاں، سبحانی میاں اور مولانا توصیف رضا وغیرہم کی ذہانت و بیدار مغزی اور جرأت و دبدبہ اور فضل وکمال، سر کی آنکھوں سے ملاحظہ کر رہے ہیں۔ پھر تو ہم اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہتے کہ ان شہزادوں کا جب یہ عالم ہے تو ان شہنشاہوں (مفتی نقی علی اور امام احمد رضا وغیرہما) کا عالم کیا ہوگا؟ جب حقائق کو علامہ مولانا حسنین رضا خان نے دیکھا تو یوں خامہ فرسا ہوئے۔

> ''اس گھرانے کے شاہی خاندان سے ہونے کی بعض نشانیاں تھوڑی یا بہت بفضلہٖ تعالیٰ اب تک باقی ہیں۔ اس خاندان کی غیر معمولی ذہانت اور عالی دماغی، خود داری اور سیر چشمی، جرأت و بہادری، صبر واستقلال، بے لوث خدمتِ خلق، عام ہمدردی، ان سب اوصاف میں رب العزت نے اب تک اس خاندان کو کسی قدر ممتاز ہی رکھا ہے، یہی فرماں روائی و جہاں داری کی نشانیاں ہوتی ہیں۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت کی ذاتِ کریم میں تو یہ سب اوصاف ابتدائے شعور سے تا یومِ وفات ہندوستان سے عرب تک لاکھوں انسانوں نے چھلکتے دیکھے ہیں۔ الخ'' [1]

اور خاتم المحققین مفتی نقی علی قدس سرہ العلی کے اندر جب یہ سب

---

[1] سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۳۸ و ۳۹

خصوصیات ونشانیاں وقت کے مجدد اعظم نے دیکھی تو یوں رطب اللسان ہوئے:

''علاوہ بریں، سخاوت، شجاعت، علوِّ ہمت، کرم و مروت، صدقاتِ خفیہ، میراثِ جلیہ، بلندیِ اقبال، دبدبۂ جلال، موالاتِ فقراء، امر دینی میں عدمِ مبالات بہ اغنیا، حکام سے عزلت، رزق موروث پر قناعت وغیر ذلک فضائلِ جلیلہ وخصائلِ جمیلہ کا حال وہی جانتا ہے، جس نے اس جناب کی برکتِ صحبت سے شرف پایا ہے۔

ع این نہ بحریست کہ در کوزۂ تحریر آید [۱]

آپ رسالت مآب کی خدمت اور اعدا پر شدت کے لیے پیدا ہوئے: اچھا مسلمان وہ ہے جو محبتِ خدا اور عشقِ رسول عز و جل ﷺ میں اس قدر مستغرق ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور رسولِ اکرم ﷺ کی غلامی وخدمت اس کی زندگی کا جزوِ اہم بن جائے۔ نیز وہ گستاخانِ خدا ورسول عز وجل ﷺ پر خوب غلظت وشدت برتے، اعدائے رسول سے اس قدر متنفر ہو کہ ان کی صحبت میں بیٹھنا، ان سے شادی بیاہ کرنا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا، ان کے ساتھ کسی طرح کی مداہنت تو دور کی بات ہے، ان کے سایہ سے بھی بچے، کوسوں دور بھاگے، جس طرح شیطان لعین سے بھاگتا ہے، تب ہی وہ محبِ خدا و عاشقِ رسول ہوسکتا ہے۔ فضلِ مولیٰ سے علامہ مفتی نقی علی خان کے اندر یہ خوبیاں بدرجۂ

---

[۱] حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ترتیب جدید، ص ۸۹

اتم موجود تھیں۔ انہوں نے محبتِ الٰہی اورعشقِ رسالت پناہی میں ڈوب کر خدمتِ دینِ متین اور غلامیِ رؤف ورحیم ﷺ کا حق ادا کر دیا۔اور غلامیِ سرکار کا اثر ہوا کہ آپ نے اور آپ کے شہزادوں امام احمد رضا، مولانا حسن رضا، مولانا محمد رضا اور پوتوں، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم نے شہر بریلی اور اس کے مضافات کو فتنۂ اعدائے دین اور شرارتِ گستاخانِ رؤف ورحیم سے پاک کر دیا۔ اگر آج یکا دکا فسادی و بدعتی نظر بھی آتا ہے تو اس کی کیا ہمت کہ سر اٹھائے۔ اسی لیے تو محدث بریلوی نے مفتی نقی علی کے اس وصف پر اس طرح روشنی ڈالی:

’’مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ اس ذات گرامی صفات مفتی نقی علی خان کو خالق عزَّ وَجَلَّ نے حضرت سلطان رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیہ کی غلامی وخدمت، اور حضور اقدس ﷺ کے اعدا پر غلظت وشدت کے لیے بنایا تھا۔ بحمد اللہ! ان کے بازوئے ہمت وطنطنۂ صولت نے اس شہر کو فتنۂ مخالفین سے یکسر پاک کر دیا۔کوئی اتنا نہ رہا کہ سر اٹھائے یا آنکھ ملائے۔ یہاں تک کہ ۲۶؍شعبان ۱۲۹۳ھ کو مناظرۂ دینی کا عام اعلان مسمّٰی بنام تاریخی، اصلاحِ ذاتِ بین (۱۲۹۳ھ)، طبع کرایا، اور سوائے مہرِ سکوت یا عارِ فرار وغوغائے جہال وعجز واضطرار کے کچھ جواب نہ پایا۔ فتنۂ شش مثل کا شعلہ کہ سب سے سر بفلک کشیدہ تھا، اور تمام اقطارِ ہند میں اہل علم اس کے اطفا پر عرق ریز وگرویدہ، اس جناب کی ادنیٰ توجہ میں بحمد اللہ! سارے ہندوستان سے ایسا فرو ہوا کہ جب سے کان ٹھنڈے ہیں، اہلِ فتنہ کا بازار سرد ہے۔ خود اس کے نام سے

جلتے ہیں۔ مصطفےٰ ﷺ کی خدمت، روزِ ازل سے اس جناب کے لیے ودیعت تھی، جس کی قدرے تفصیل رسالہ "**تنبیہ الجہال بالھام الباسط المتعال**" میں مطبوع ہوئی۔ **ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشآء**۔[1]

عشقِ رسول ﷺ: "عشقِ رسول ﷺ ہی عشقِ الٰہی کا ذریعہ ہے، عشقِ رسول کے بغیر بندہ عشقِ الٰہی سے محروم رہتا ہے۔ عاشقِ رسول کا سینہ جتنا عشقِ رسول سے معمور رہتا ہے، اتنا ہی عبادات وطاعات میں حلاوت محسوس ہوتی ہے۔ حضرت علامہ نقی علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو تاجدارِ کائنات ﷺ سے سچا عشق تھا، آپ کے ہر قول وفعل سے عشقِ رسول کی جھلک نمایاں تھی، آپ تو حضور نبی کریم ﷺ کے زبردست گرویدہ اور ان کے عشق میں وارفتہ تھے۔ سفر میں ہوں یا حضر میں، گھر میں یا عوام کے عظیم اجتماع میں، ہر جگہ سنتِ رسول کی اتباع کی ترغیب وتلقین میں مصروف ومشغول رہے۔ کبھی غیر ضروری گفتگو نہیں فرماتے۔ آپ تمام عمر پورے عالم کو اتباعِ نبوی میں ڈھالنے کی کوشش کرتے رہے۔ عوام ہوں یا علما، حاجت مند ہوں یا سرمایہ دار، دانشور ہوں یا کم عقل، سب کے سامنے آپ کی گفتگو کا موضوع حضور نبی کریم ﷺ کا عشق ومحبت ہوتا، اور اتباع کی تلقین ہوتی۔

ایک بار مولانا نقی علی خان بیمار ہوگئے جس کی وجہ سے کافی نقاہت ہوگئی۔

---

[1] مختصر حالاتِ مصنف علام مشمولہ جواہر البیان، ص ۲۱۷، ناشر امام احمد رضا اکیڈمی بریلی وبحوالہ حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۸۹۔۸۰

محبوبِ رب العالمین ﷺ نے اپنے اس فدائی کے جذبۂ محبت کی لاج رکھی اور خواب ہی میں ایک پیالے میں دوا عنایت فرمائی جس کے پینے سے افاقہ ہوا اور وہ جلد ہی روبصحت ہوگئے۔''[۱]

آپ مجاہدِ جنگِ آزادی ہیں: رئیس المتکلمین نے ۱۸۵۷ھ کی جنگ آزادی میں بھی حصہ لیا، اس حوالے سے مولانا حنیف خان رضوی بریلوی یوں روشنی ڈالتے ہیں۔

آپ کو ملک میں انگریزی اقتدار سے سخت نفرت تھی، آپ نے تاحیات انگریزوں کی مخالفت کی اور انگریزی اقتدار کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے، وطنِ عزیز کو انگریزوں کے جبر واستبداد سے نجات دلانے کے لئے آپ نے زبردست قلمی ولسانی جہاد کیا، اس بارے میں چندا شاہ حسینی لکھتے ہیں:

''مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ انگریزوں کے خلاف لسانی وقلمی جہاد میں مشہور ہو چکے تھے، انگریز مولانا کی علمی وجاہت ودبدبہ سے بہت گھبراتا تھا، آپ کے صاحبزادہ مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ بھی انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے، مولانا نقی علی خان کا ہند کے علما میں اونچا مقام تھا، انگریزوں کے خلاف آپ کی عظیم قربانیاں ہیں''۔[۲]

---

[۱] مقدمہ اذاقۃ الآثام لمانعی عمل المولد والقیام، ص۲۱/و۲۲، ملخصاً، از قلم مولانا محمد اسلم رضا تحسینی، ناشر امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف

[۲] شمس التواریخ

ملک سے انگریزوں کو نکال باہر کرنے کے لئے ہند کے علما نے ایک جہاد کمیٹی بنائی، انگریزوں کے خلاف عملاً جہاد کا آغاز کرنے کے لئے ''جہاد کمیٹی'' نے جہاد کا فتویٰ صادر کیا۔ اس ''جہاد کمیٹی'' میں سرِ فہرست مولانا رضا علی خان بریلوی، علامہ فضل حق خیرآبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا نقی علی خان بریلوی، مولانا احمد اللہ شہید، مولانا سید احمد مشہدی بدایونی ثم بریلوی، جنرل بخت خان وغیرہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ [1]

مولانا نقی علی خان انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے مجاہدین کو مناسب مقامات پر گھوڑے پہنچاتے تھے، آپ نے اپنی انگریز مخالف تقاریر سے مسلمانوں میں جہاد کا جوش و ولولہ پیدا کیا، بریلی کا جہاد کامیاب ہوا، انگریزوں کو مسلمانوں نے شکست دے کر بریلی چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ [2]

بیعت و خلافت : خاتم المحققین بیعت وارادت سے پہلے ہی تزکیۂ نفس کر کے اپنے ظاہر و باطن کو شریعت و طریقت کے سانچے میں ڈھال چکے تھے، ضرورت تھی نسبتِ اتصال اور ایصال الی المطلوب کی جو بغیر کسی مرشدِ کامل کے عادۃً حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے حصول کے لیے اب وہ تڑپ اٹھے، مضطرب ہونے لگے۔ آپ کے قدیم محبِ گرامی، تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبد القادر

---

[1] مشعل راہ، برطانوی مظالم کی کہانی عبد الحکیم خان اختر شاہجہانپوری کی زبانی، باب اول۔ ۱۸۵۷ء کا ٹکراؤ اور نتائج، ص ۱۲۶ ملتقطاً [2] حیات مفتی اعظم، بحوالہ رئیس المتکلمین حیات وخدمات، مشمولہ اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد ص ۲۲، ۲۳، از قلم مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلوی، بانی امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان تشریف لائے، ان سے تبادلۂ خیال کیا اور ان کے ہمراہ آپ اور آپ کے شہزادے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی مارہرہ شریف ضلع ایٹہ (یو پی) کے لیے چل پڑے۔ یہ ہیں قدوۃ الواصلین، سند الکاملین، قطبِ اوانہ، امامِ زمانہ، عارف باللہ جولمحوں میں سالک بنا دیتے اور سالکین کو مقصود و مطلوبِ حقیقی تک پہونچا کر واصلین بنا دیتے ہیں۔ جانتے ہو وہ کون ہیں؟ وہ آلِ رسول ہیں، وہ امام حسین کے شہزادے سیدِ سجّاد حضرت زین العابدین کی نسل سے ہیں، زیدی سید ہیں، وہ صاحبِ برکات شاہ برکت اللہ قادری عشقی اور حضرت حمزہ عینی کی یادگار ہیں، صاحبِ کشف وکرامات بزرگ ہیں، اختیارات وتصرفات والے ولیِّ کامل ہیں۔ یہ وہ دربار ہے جہاں سلاطینِ زمانہ اپنی پیشانی خم کرتے رہے ہیں۔ مارہرہ پہونچے اور خاتم الاکابر سید آل رسول احمدی قدس سرہ السرمدی کے قدموں میں گر پڑے، انہوں نے گلے سے لگایا اور فرمایا:

’’آیئے ہم تو کئی روز سے آپ کے انتظار میں تھے‘‘۔

خاتم الاکابر نے اپنے دامن میں لے کر شرفِ بیعت سے نوازا، اسی مجلس میں ان دونوں کو خلافت واجازت سے بھی نوازا۔ علم شریعت باپ سے حاصل کی اور طریقت امامِ وقت سے۔ شریعت کی تکمیل مفتی رضا علی نے کرادی اور طریقت کی تکمیل خاتم الاکابر نے کرادی۔ اور وسیلۂ اعظم رسولِ اکرم ﷺ اور غوث اعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن میں ڈال کر مقصود حقیقی عزَّ وجلَّ تک ایصال کر دیا۔
بلاشبہ معبود وہی ہے، مشہود وہی ہے، موجود وہی ہے، مقصود وہی ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ لا الٰہ الا اللّٰہ کا مطلب یہی تو ہے، لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہَ، لَا مَشْھُوْدَ اِلَّا اللّٰہَ، اِلَّامَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہَ، لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہَ ۔ اٰمَنَّا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ۔۔۔

واضح رہے کہ جب خاتم المحققین اور محدث بریلوی نے حضرت خاتم الاکابر سے شرفِ بیعت وارادت حاصل کی تو دریائے رحمت جوش میں تھا۔ رسول اورآل رسول کا دربار ہمیشہ سخی رہا ہے، جودوکرم کی بارش ہمیشہ برستا رہا ہے اور برستا رہے گا۔ لہذا اسی مجلس میں خاتم الاکابر، شیخ طریقت مولانا سید آل رسول احمدی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بیعت وارادت میں لینے کے ساتھ تمام سلاسل کی اجازت وخلافت اور سندِ حدیث بھی عطا فرمائی۔ پھر کیا تھا، یہ دونوں ہمیشہ کے لیے شیخِ طریقت اور قادری دولہا بن گئے، دودھ تو پہلے تھے ہی، شہد ڈال دیا، سراپا شیریں ہوگئے۔ اور خاتم الاکابر قدس سرہ کے جانشیں سرکار نورسیدنا ابو الحسین احمد نوری میاں قدس سرہ نے تو چراغ کی لو اور تیز کر دی۔ ''چشم و چراغِ خاندانِ برکات۔'' کا بھاری بھر کم لقب جو خاتم الاکابر نے آپ کو دیا تھا وہ اپنے وصال سے قبل امام احمد رضا کو عطا کر دیا۔

حج وزیارت : حدیث شریف میں ہے کہ سب سے زیادہ انبیاء کو آزمایا

جاتا ہے پھر ''اَلْاَمْثَـلُ فَـالْاَ مْثَـلُ '' کے تحت جو جتنا مقربِ بارگاہِ الٰہی ہوتا ہے اسے اتنا ہی آزمایا جاتا ہے۔ چونکہ خاتم المحققین بھی وارثینِ انبیاء، علمائے ربانیین اور اولیائے مقربین میں سے تھے، اس لیے انہیں بھی سخت سے سخت تر امتحانات سے گزرنا پڑا۔ جوانی ہی میں سخت علالت نے تھام لیا، اسی حالت میں مرید ہونے مارہرہ شریف پہنچے، حاضر دربار ہونے سے پہلے ہی یکہ پلٹی کھا جاتا ہے، آپ زمین پر آجاتے ہیں اور ہڈی ٹوٹ جاتی ہے مگر عزم میں ذرہ برابر تزلزل نہیں آتا۔ مرید ہو کر اور مراد پا کر بلکہ مرشد کا مرید نہیں مراد بن کر واپس ہوتے ہیں۔ اور ٹھان لیتے ہیں کہ اب اپنے محبوب کی چوکھٹ پر حاضری دینی ہے۔ نہیں نہیں! محبوب خود ہی اپنے محبِ صادق کو اپنے در پہ بلا رہا ہے۔ آپ نے رسول اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ سمجھ لیا کہ آقا یاد فرما رہے ہیں، کیونکہ وہ ارشاد فرما چکے ہیں۔ ''مَـنْ رَاٰنِـیْ فَقَدْ رَاٰنِیْ '' (جس نے مجھے خواب میں دیکھا تحقیق کہ اس نے مجھ ہی کو دیکھا) عزم مصمم کر لیا۔ احباب کو رہا نہ گیا، پکار اٹھے۔ حضور علالت اور ضعف کا یہ عالم ہے، آپ اس حالت میں حج و زیارت کو ابھی نہ جائیں، اپنے اوپر رحم کریں۔ مگر وہ عاشقِ صادق تھے، اپنے ارادہ سے باز نہ آئے۔ عشق کی دنیا میں مسافت کا قرب و بعد نہیں دیکھا جاتا، محبت کا رنگ بڑا چوکھا ہوتا ہے، وہاں مرض و ضعف نہیں دیکھا جاتا، وہ تو فرمانِ الٰہی ''صِبْغَـةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً'' کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ خیر خواہوں نے ادھر

عرض کیا ادھر آپ نے ارشاد فرمایا، ''سرکارِ ابدقرار سے ملنے اور مدینہ طیبہ کے قصد سے قدم دروازے سے باہر رکھ لوں، پھر چاہے روح اسی وقت پرواز کر جائے''۔

۲۶ر شوال المکرّم ۱۲۹۵ھ کو خاتم المحققین خانۂ خدا اور دربارِ مصطفیٰ کی زیارت کی غرض سے نکل پڑتے ہیں، کہاں گئی وہ علالت، کہاں گئی وہ کمزوری و نقاہت۔ سارے ارکانِ حج اور آدابِ زیارت کو بخوبی ادا کر رہے ہیں، پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش نہیں، ایسا کیوں نہ ہو جب کہ وہ جو اللہ کی سراپا رحمت ہیں، سارے جہاں کے لیے رحمت ہیں، غمخوارِ امت ہیں، یاوری فرما رہے ہیں، اپنے اس عاشق کے خواب میں جلوہ بار ہوتے ہیں اور ایک آبخورہ (پیالہ) میں کچھ دوا دیتے ہیں۔ پھر کیا تھا، جو کچھ کرنے کے لائق نہیں سب کچھ ادا کرنے لگے۔ یہ خواب بالکل سچا تھا۔ رویائے صالحہ صادقہ تھا۔ کیونکہ اسی محبوبِ رب العٰلمین نے تو فرمایا ہے۔ ''مَنْ رَآنِیْ فَقَدْ رَأی الْحَقَّ'' (جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے درحقیقت مجھ ہی کو دیکھا)۔

ان کیفیات کی کیا خوب عکاسی کی ہے اس سفر میں آپ کے ہمراہ رہنے والے مجدد اعظم نے:

''ہر چند احباب نے عرض کی کہ علالت کی یہ حالت ہے، آئندہ سال پر ملتوی فرمائیے۔ ارشاد فرمایا ''مدینہ طیبہ کے قصد سے قدم دروازے سے باہر رکھ لوں، پھر چاہے روح اسی وقت پرواز کر جائے''۔ دیکھنے والے جانتے ہیں کہ تمام

مشاہد میں تندرستوں سے کسی بات میں کمی نہ فرمائی، بلکہ وہ مرض خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک آبخورہ (پیالہ) میں دوا عطا فرمانے سے کہ ''مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ'' (رواہ احمد و الشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حدِّ منع پر نہ رہا۔ وہاں حضرت نے اجلُّ العلما، اکملُ الفُضَلا حضرت سیدنا احمد زین دحلان شیخ الحرم وغیرہ علمائے مکۂ معظّمہ سے مکرر سند حدیث حاصل فرمائی۔ [1]

اجازت حدیث : رئیس المتکلمین علیہ الرحمۃ والرضوان کو اجازتِ قرآن و حدیث اور اجازتِ وظائف و معمولات جہاں اپنے والد گرامی امام العلما مولانا مفتی رضا علی خان بریلی قدس سرہ سے حاصل تھی وہیں پیرو مرشد خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ سے بھی حاصل تھی، اس کی تفصیل آپ ''الاجازات المتینہ'' میں اور زیر مطالعہ کتاب میں سوانحِ حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ و الرضوان کے ضمن میں پائیں گے۔ حاصل یہ ہے کہ مندرجہ ذیل سلسلوں سے آپ کو اجازت حاصل تھی۔

۱۔ خاتم الاکابر سیدنا شاہ سید آل رسول احمدی مارہرہ ضلع ایٹہ (یوپی) سے۔ وہ اپنے مشائخ سے بیان کرتے ہیں، جن میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان بھی ہیں، اور وہ اپنے والد گرامی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ سے۔ [2]

---

[1] اذاقۃ الآثام، ص ۳۲، ۳۳، ناشر امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف

[2] اس مقام پر عالمِ باعمل مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلوی نے بیاض قلمی امام احمد رضا مخزونہ حضرت سید شاہ یحییٰ حسن مارہروی کا حوالہ نوٹ کیا ہے، البتہ ''الاجازات المتینہ'' اور دیگر کتابوں میں بھی اس کی صراحت ملتی ہے۔

۲ اپنے والد گرامی امام العلما تاجدارِ ولایت قطبِ وقت مولانا رضا علی خان سے، وہ مولانا خلیل الرحمٰن محمد آبادی سے، وہ فاضل محمد سندیلوی، اور وہ ابو العیاش بحر العلوم علامہ محمد عبد العلی سے۔

۳ سید احمد بن زین دحلان مکی سے، اور وہ شیخ عثمان دمیاطی سے۔ یہ اجازت آپ کو سفرِ حج وزیارت کے دوران ملی ۱۲۹۵ھ کو مکہ مکرمہ میں۔

۴ آپ کو اپنے شیخ کے توسط سے شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ سے روایت کردہ حدیث مسلسل بالاولیت کی اجازت بھی حاصل تھی۔ [۱]

اولادِ صالح : تاج المحققین حضرت مفتی نقی علی کی شادی خانہ آبادی مرزا اسفند یار بیگ لکھنوی کی دختر نیک اختر ''حسنیٰ خانم'' کے ساتھ ہوئی تھی۔ مرزا اسفند یار بیگ کا آبائی مکان لکھنؤ میں تھا مگر آپ نے اہل وعیال کے ساتھ بریلی شریف میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ سنی حنفی مسلک کے تھے۔ جن حسنیٰ خانم نہایت نیک نفس، پابندِ صوم وصلوۃ اور دانا وبینا خاتون تھیں، ان کی دانائی کے سبب ان کو وزیرِ عقل اور تاج المحققین کو سلطانِ عقل کہا جاتا تھا۔ ۱۲۹۵ھ میں شوہرِ نامدار حضور تاج المحققین کے ساتھ حج وزیارت کا شرف آپ کو ملا۔ ساری اولاد سے کافی محبت کرتیں مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو جان ودل سے عزیز رکھتی تھیں، حضرت تاج المحققین کو ذکور واناث کل چھ اولاد تھیں۔

---

[۱] ان سب کی تفصیل ''الاجازات المتینۃ'' میں ملاحظہ کریں۔

۱۔ احمدی بیگم زوجۂ غلام دستگیر، عرف محمد شیر خان، خلف محمد عمران خان

۲۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان

۳۔ شاعر نعت، استاذ زمن مولانا حسن رضا خان

۴۔ حجاب بیگم زوجۂ وارث علی خان

۵۔ مولانا مفتی محمد رضا خان

۶۔ محمدی بیگم زوجۂ کفایت اللہ خان خلف عطاء اللہ خان

الحمد للہ! جس طرح تاج المحققین نیک و صالح تھے اسی طرح آپ کی اولادیں بھی نیک وصالح تھیں۔

رئیس المتکلمین کے شایانِ شان القاب: رئیس المتکلمین علیہ الرحمہ کی شخصیت وعبقریت کا اندازہ ان کے درج ذیل خطابات و القاب سے لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) مفتیِ بے بدل (۲) رئیس المتکلمین۔ (علمِ کلام جاننے والے علما کا سردار) (۳) تاج المحققین (علمائے محققین کا تاج) (۴) خاتم المحققین (علمائے محققین کا خاتم و مہر یا علمائے محققین میں آخری) (۵) خاتم اجلۃ الفقہا (جلیل الشان فقہا کا خاتم و مہر) (۶) شہاب المدققین الاماثل (بہت فضیلت والے علمائے مدققین کا چمکتا ستارہ) (۷) وَلِیُّ نَقِیُّ الثِّیَابِ (ستھرے اعمال والے ولی اللہ) (۸) اَمِیْنُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ (زمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے امین) (۹) امامِ ہمام (بلند ہمت امام و پیشوا) (۱۰) عَلِیُّ الشَّان (۱۱) فاضلِ طمطام (فاضل عظیم)

(۱۲) تاجُ المتقین (متقیوں کے لیے تاج) (۱۳) بحرِ طام (دریائے موجزن) (۱۴) بدرِ تام (ماہِ تمام) (۱۵) حامی السنن (سنتوں کی حمایت کرنے والا) (۱۶) ماحی الفتن (فتنوں کو مٹانے والا) (۱۷) صاحبُ التصانیف الکثیرۃ الرائقہ (صاحبِ تصنیفاتِ کثیرہ پسندیدہ) (۱۸) صاحبُ التوالیف المنیقہ (صاحبِ تالیفاتِ بلند رتبہ) (۱۹) بقیۃ السلف (نمونۂ سلف) (۲۰) حجۃ الخلف (اخلاف کے لیے حجت و دلیل) (۲۱) ناصح الامۃ المحمدیہ (امتِ محمدیہ کے ناصح و خیر خواہ) (۲۲) کاشف الغمہ (غموں کے بادلوں کو چھانٹنے والا) (۲۳) حامی حمی الرسالہ (گمراہوں کے مکر و فریب سے حدود رسالت کے نگہبان) (۲۴) علامۂ عالم (۲۵) العالم العلم (کوہِ علم)۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ آپ کو اپنی عربی تصنیف ''الزلال الانقی'' میں ان القاب سے یاد کرتے ہیں:

(احمد رضا اِبنُ) اَلِامَامِ الْهُمَامِ، وَالْفَاضِلِ الطَمْطَامِ وَالْبَحْرِ الطَّامِ وَ الْبَدْرِ التَّامِ، حَامِیُ السُّنَنِ وَ مَاحِیُ الْفِتَنِ، ذِیْ تَصَانِیْفَ رَائِقَةٍ وَ تَوالِیْفَ فَائِقَةٍ شَرِیْفَةٍ مُنِیْفَةٍ لَطِیْفَةٍ نَظِیْفَةٍ بَقِیَّةِ السَّلَفِ، حُجَّةِ الْخَلَفِ، نَاصِحِ الْاُمَّةِ، کَاشِفِ الْغُمَّةِ، حَامِیُ حِمَی الرِّسَالَةِ عَنْ کَیْدِ اَهْلِ الضَّلَالَةِ، وَ مِمَّاقُلْتُ فِیْ بَابِهٖ مُعْتَذِراً اِلٰی جَنَابِهٖ

فَوَ اللّٰهِ لَمْ یَبْلُغْ ثَنَائِیْ کَمَا لَهٗ
وَ لٰکِنْ عَجْزِیْ خَیْرُ مَدْحِیْ لِمَالَهٗ

فَـذَا الْبَـحْـرُ لَوْ لَا اَنَّ لِلْبَحْرِ سَاحِلًا
وَ ذَا الْبَـدْرُ لَـوْ لَا الْبَـدْ رُيَخْشٰى مَالَهٗ

سَيِّـدِیْ وَ مَـوْلَائِـیْ وَ سَـنَـدِیْ وَ مَـأْوَایَ الْـعَـالِمُ الْعَلَمُ عَلَّامَةُ الْعَالَمِ، ''مولانا المولوی محمد نقی علی خان'' القادری البرکاتی الاحـمـدی الـرسـولـی رَضِـیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَ اَرْضَاهُ وبِالنَّضْرَةِ وَ السُّرُوْرِ لَقَّاهُ۔[1]

ترجمہ: امام ہمام، فاضل عظیم، دریائے موجزن و ماہِ تمام، حامیِ سنت، ماحیِ بدعت، صاحبِ تصانیف پسندیدہ و توالیفِ فاضلہ و بلند رتبہ و لطیفہ صافیہ، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، ناصحِ امت، دافعِ کربت، نگہبانِ حدود رسالت از مکر اہل ضلالت، اور میں نے ان کے باب میں ان کی جناب میں معذرت کے طور پر عرض کیا ہے۔

اس کے کمال تک نہ پہنچا میرا بیاں
پر بہترین مدحت ہے عجز کی زباں
ساحل اگر نہ ہو تو وہ بحرِ بیکراں
کھٹکا نہ ہو غروب کا تو بدر ہر زماں

سیدی و مولائی وسندی و ملجائی، کوہِ علم، علامۂ عالم، مولانا مولوی محمد نقی علی خان قادری برکاتی احمدی رسولی، اللہ ان سے راضی ہو اور انہیں راضی کرے اور انہیں تازگی وفرحت دے۔ (فتاوی رضویہ مترجم، جلد ۲۸)

---

[1] الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی، مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم، جلد ۲۸، ص ۴۹۵ و ۴۹۶، ناشر مرکز اہلسنت برکات رضا، پور بندر گجرات، الہند

رسالۂ عظیم ''الــزلال الانــقٰــی'' کے خطبہ میں براعتِ استہلال یا براعت ظاہرہ کے طور پر ''احمد رضا، نقی علی، رضا علی'' تینوں الفاظ کے استعمال کا دلکش منظر ملاحظہ کیجئے اور امام احمد رضا کی علمی صلاحیت اور ان کی فصاحت و بلاغت کو دادِ تحسین بھی دیجئے، وہ لکھتے ہیں۔

''قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی، وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ''

اَحْمَد رَضَا نَقِیُ عَلِیٍ، رِضَا عَلِیُ طَیّبٍ زَکِیٍّ بِاَنْ یُّفَضِّلَ الشَّیْخَیْنِ، وَ الضَّجِیْعَیْنِ الْجَلِیْلَیْنِ، وِ الْاَمِیْرَیْنِ الْوَزِیْرَیْنِ فِیْ دَرَجَاتٍ عَلِیَّۃٍ عَلَیْہِ فَبَاحَ بِہٖ وَاَفْصَحَ وَ بَیَّنَہٗ وَ اَوْضَحَ وَ لَوَّحَ بِہٖ وَ صَرَّحَ ''۔[1] اور رسالہ جو امام احمد رضا اکیڈمی بریلی سے شائع ہوا ہے، اس کے صفحہ ۳۹ پر وہ عبارت ہے۔ترجمہ: قال اللہ تعالیٰ: (وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ) اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ کسی پاکیزہ بلند رتبہ کی سب سے پسندیدہ و محمود رضا، ستھرے پاکیزہ حضرت علی کی یہ رضا ہے کہ انھوں نے خود اپنے اوپر بلند درجات میں شیخین کو فضیلت دی، یہ دونوں ہستیاں بزرگ و برتر ہونے کے ساتھ جوارِ رسول میں آرام فرما ہیں، یہ دونوں اہل ایمان کے امیر ہیں اور دربار رسول کے وزیر۔ حضرت علی مرتضیٰ نے اس افضلیت کو صاف الفاظ میں بیان فرمایا اور واضح کلمات سے روشن کیا، نیز کھلے لفظوں میں بیان کر کے اس طرح ظاہر فرمایا کہ آپ نے اپنی زبان اقدس سے دونوں حضرات کے فضل و کمال کے اعتراف کی دعوت دی اور اپنی قلبی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تصریح فرمائی۔

---

[1] خطبۂ الزلال الانقی، مشمولہ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۸، ص ۶۹۱ و ۶۹۲

آپ کی سوانح مجیر معظم کے آئینے میں:

اکسیر اعظم کے ایک شعر میں حضور غوث اعظم کی بارگاہ میں نسبتِ غلامی پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا نے پہلے اپنے والد مفتی نقی علی کا ذکر کیا پھر اس کی شرح ''مجیر معظم'' میں ان کی مختصر سوانح بیان کی، ملاحظہ ہو:

نسبتِ بندگی پر فخر

احمد ہندی رضاؔ ابن نقیؔ (۵۸) ابن رضاؔ

از اب وجد بندہ وواقف ز ہر عنواں توئی

(اے غوث اعظم) ہندی احمد رضا ابن نقی ابن رضا، باپ دادا سے آپ کی غلامی میں ہے اور ہر عنوان سے آپ آشنا ہیں۔

(کتاب مذکور شرح نمبر ۵۸) قلت: ابن نقی۔ اقول: یعنی امام المحققین، ختام المدققین، حامیِ سنن، ماحیِ فتن، بقیۂ سلف، حجتِ خلف، یگانۂ زماں، یکتائے دوراں حضرت جناب مولانا مولوی محمد نقی علی خان صاحب۔ خدا ان کی روح کو راحت اور ان کی قبر کو تا بندگی بخشے۔ وہ حضور پرنور، آقائے نعمت، دریائے رحمت، سیدی ومرشدی، وذُخرِی لِیَوْمِیْ وَغَدِیْ (امروز وفردا کے لیے میرے ذخیرہ) حضرت سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔ کے خلفا میں اعلم و بزرگ تر تھے۔ اور ماہ رجب ۱۲۴۶ھ کو ان کا ماہِ تاباں اُفقِ ہستی پر چمکا، اپنے والد ماجد سے درس لیا اور تھوڑی مدت میں علومِ عقلیہ ونقلیہ میں کامل اور

اپنے زمانے کے فضلائے بلاد سے فائق ہوگئے۔علومِ دینیہ میں ان کی تصنیفات بہت عمدہ ودل کش ہیں، دوسواجزا سے زیادہ۔دین کے دشمنوں اور بدمذہبوں کو لا جواب کرنے میں انہیں یدِ طولیٰ حاصل تھا، اور فراستِ صادقہ سے حصۂ بلند ملا تھا۔۱۲۹۵ھ میں حج وزیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور آخر ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ میں جوارِ رحمت میں جگہ پائی۔خدا ان کے باطن کو مقدس بنائے اور ہمیں ان کی طاعت نصیب کرے۔میں نے ان کے کچھ حالاتِ جلیلہ و تذکرۂ جمیلہ کتابِ مستطاب ''جواہر البیان فی اسرار الارکان'' کے آخر میں لکھے ہیں۔یہ حضرت رفیع المکان کی تصانیفِ شریفہ میں سے ایک ہے۔وہاں اس ذات عالی صفات کی چند تاریخہائے ولادت ووفات بھی ذکر کی ہیں۔ہوسکتا ہے کہ میں ان کے مفصل حالات تحریر کروں، اگر اللہ تعالیٰ چاہے اور اللہ ہی سے توفیق ہے۔[1]

خلاصۂ سوانح تذکرۂ علمائے ہند کے الفاظ میں:

رئیس المتکلمین حضرت مفتی نقی علی خاں کے مختصر حالات زندگی مگر نہایت جامع ''تذکرۂ علمائے ہند'' کے مصنف رحمان علی کے ادبی انداز میں ملاحظہ کیجیے۔وہ لکھتے ہیں کہ:

مولوی نقی علی خان بریلوی ابن مولوی رضا علی خان ساکن بریلی روہیل کھنڈ، غرۂ رجب ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے والدِ ماجد سے تعلیم وتربیت پائی، اور علوم درسیہ سے فراغت حاصل فرمائی۔ذہنِ ثاقب ورائے صائب رکھتے

---

[1] تاب منظّم ترجمہ اکسیر اعظم ومجیر معظم، ص۱۷۲، ناشر المجمع الاسلامی، مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی

تھے۔حق تعالیٰ نے ان کوعقلِ معاش ومعاد دونوں میں ممتازِ اقران بنایا تھا۔علاوہ شجاعتِ جبلّی کے حضرت صفتِ سخاوت،تواضع،استغنا سے موصوف تھے۔اپنی تمام قیمتی عمر اشاعتِ سنت وازالۂ بدعت میں صرف فرمائی۔پھر مسئلۂ امتناعِ نظیر میں ایک دینی مناظرہ کا اعلان بنام تاریخی ''اصلاحِ ذاتِ بین'' ۲۶؍شعبان ۱۲۹۳ھ میں شائع فرمایا،اور مسئلۂ امتناعِ نظیرِ حضور نبی اکرم ﷺ میں بہت زبردست کوشش فرمائی اور مخالفین کا رد فرمایا۔جس کا مفصل بیان رسالۂ مبارکہ ''تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال'' میں طبع ہوکر شائع ہوچکا۔ ۱۲۹۴ھ میں تاجدارِ مارہرہ مطہرہ حضرت سیدنا شاہ آلِ رسول قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوکر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے،اور جملہ سلاسلِ جدیدہ و قدیمہ،وسندِ حدیث شریف اور خلافت سے معزز وممتاز ہوکر ۱۲۹۵ھ میں زیارتِ حرمین طیبین سے مشرف ہوئے،اور حضرت سیدی احمد زین دحلان ودیگر علمائے حرمین شریفین سے اجازت وسندِ حدیث حاصل فرمائی۔سلخ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ کو داعیِ اجل کو لبیک کہا،اور حیاتِ شیریں،جاں آفریں کے سپرد فرمائی۔اور روضۂ رضوان میں آرام واطمینان وسکون حاصل فرمایا۔(ترجمہ از فارسی تذکرۂ علمائے ہند،بحوالہ حیات اعلیٰ حضرت،جلد اول،ص ۹۷،۹۸)

وصال اور حسنِ خاتمہ : اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰئِکَۃُ اَنْ لَّاتَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا'' (یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس

پر وہ ثابت و قائم رہے تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مت ڈرو اور مت غم کرو اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کی تمہاری خواہش تھی) اور حدیث شریف میں ہے، ''مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ''۔ آخر وقت جس کی زبان پر کلمۂ ''لا الہ الا اللّٰہ'' جاری ہو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ذکر الٰہی کرتا ہوا خواہ ''رَبُّنَا اللّٰہ'' یا کلمۂ طیبہ یا لفظ ''اللہ'' کہتا ہوا یا درود و سلام پڑھتا ہوا دنیا سے جائے تو یہ اس کے حسنِ خاتمہ (خاتمہ علی الایمان) کی اور اس کے جنت میں جانے کی دلیل ہے۔ اسی طرح جو کوئی پیٹ کے مرض میں مثلاً اسہال، پیچش میں دنیا سے جائے وہ شہید ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس کا ذکر بخاری شریف میں آیا ہے۔ اسی لئے علمائے کرام نے حضرت خاتم المحققین کی وفات کو شہادت سے تعبیر کیا اور آپ کی ذات کو شہیدوں میں شمار فرمایا۔ بہر صورت حضرت نے دونوں خوبیاں پائیں۔ وصال کے وقت آپ کی زبان پر لفظ ''سلام'' تھا اور آخر میں لفظ ''اللہ''۔ اس طرح آپ نے حسنِ خاتمہ پایا اور اپنی مراد کو پہنچے، حسن خاتمہ سے متعلق یہ بات دلنشیں کرنے کے قابل ہے کہ حضرت رئیس المتکلمین نے اپنی کتاب مستطاب ''جواہر البیان'' میں حج کے مسائل وفضائل کے بیان کے بعد مدینہ طیبہ کی زیارت سراپا طہارت کے بیان کے لئے ''خاتمہ'' کا عنواں رکھا ہے۔ اس کے بارے میں یہ جملہ لکھا ہے ''خَاتِمَۃ: رَزَقَنَا اللّٰہُ حُسْنَھَا'' (یہ خاتمہ ہے: اللہ تعالیٰ ہمیں حسن خاتمہ کی روزی عطا کرے)۔

واضح ہوا کہ موصوف کی دعا قبول ہوگئی کہ آپ کو بھی شہادت اور ذکر الٰہی کے ساتھ حسن خاتمہ ملا اور آپ کی مذکورہ کتاب کو بھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ اور ان کے شہزادہ غوث اعظم اور ان اولیاء کرام کے صدقے اس ناچیز محمد عابد حسین قادری اور اس کی اہلیہ اور اس کی تمام اولادوں کو بھی سنیت اور قادریت پر موت دیکر حسن خاتمہ عطا فرمائے۔ بلکہ سارے سنیوں کو یہ شرف بخشے۔ آمین!

آپ کا وصال ذی قعدہ کی کسی تاریخ میں پنج شنبہ، وقت ظہر ۱۲۹۷ھ کو اکاون برس پانچ ماہ کی عمر میں اسہالِ دموی یعنی خونی پیچش سے ہوا۔ شہادت پاکر جمعہ کو اپنے والد ماجد مفتی رضا علی قدس سرہ کے بغل میں جگہ پائی۔ یعنی مزارِ اعلیٰ حضرت سے کچھ دوری پر سیٹی قبرستان میں ایک نئی عمارت کا مقبرہ ہے۔ اسی کی چھت کے نیچے حضرت مولانا مفتی رضا علی، مفتی نقی علی، مولانا حسن رضا خان بریلوی، مولانا جمیل قادری اور انور رضا شہزادۂ مفتی اعظم علیہم الرحمۃ والرضوان کے مزارات ہیں۔ ان سب پر کتبے لگے ہیں۔

اب وصالِ پُر کیف کی سہانی گھڑی کو ان کے وفا شعار شہزادہ، مجدد اعظم امام احمد رضا کے شیریں الفاظ میں سمجھئے، جو اس پر کیف لمحات کے عینی شاہد ہیں۔ وہ رقمطراز ہیں:

روزِ وصال نمازِ صبح پڑھ لی تھی، اور ہنوز وقتِ ظہر باقی تھا کہ انتقال فرمایا۔ نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کیے متواتر سلام فرماتے تھے۔

جب چند انفاس باقی رہے، ہاتھوں کو اعضائے وضو پر یوں پھیرا گویا وضو فرما رہے ہیں۔ یہاں تک کہ استنشاق بھی فرمایا۔ سبحان اللہ! وہ اپنے طور پر حالتِ بے ہوشی میں نماز ظہر بھی ادا فرما گئے۔ جس وقت روحِ پُر فتوح نے جدائی فرمائی، فقیر سرہانے حاضر تھا۔ واللہ العظیم ایک نورِ ملیح علانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھ کر برق تابندہ کی طرح چہرہ پر چمکا، اور جس طرح لمعانِ خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے، یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی۔ پچھلا کلمہ کہ زبانِ فیض ترجمان سے نکلا لفظ ''اللہ'' تھا وبس۔ اور اخیر تحریر کہ دستِ مبارک سے ہوئی ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' تھی کہ انتقال سے دو روز پہلے ایک کاغذ پر لکھی تھی۔

بعدہ فقیر نے حضور پیر و مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رؤیا (خواب) میں دیکھا کہ حضرت والد قدس سرہ الماجد کے مرقد پر تشریف لائے۔ غلام نے عرض کیا: حضور! یہاں کہاں؟ ''اولفظاً ہذا معناہ''۔ فرمایا: آج سے یا اب سے یہیں رہا کریں گے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً!

ذَهَبَ الَّذِيْنَ يُعَاشُ فِيْ اَكْنَافِهِمْ
وَ بَقِيْتُ فِيْ النَّاسِ كَجِلْدِ الْاَجْرَبِ
لِيَهُنْ رُعَاءُ النَّاسِ وَ لِيَفْرَحِ الْجَهِلُ
فَبَعْدَكَ لَا يَرْجُو الْبَقَاءَ مَنْ لَهُ عَقْلُ

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا وَ ارْضَ عَنْهُمَا وَ اَكْرِمْ نُزُلَهُمَا وَ اَفِضْ عَلَيْنَا

مِنْ بَرَکَاتِھِمَا آمِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. آمِیْنَ! [1]

فقیر غفرلہ نے چند سجع اس جناب کی تواریخِ ولادتِ باسعادت، ووصال خیر مآل، ملہم غیب سے پائے، جن میں التزام ہے کہ باوجودِ انتظامِ سلسلۂ عبارت، ہر فقرہ ایک مستقل جملہ ہو، جو کسی طرف سے تعلقِ عطف بھی نہ رکھتا ہو، جس کے سبب جو مادہ چاہیے، تنہا محلِ تاریخ میں سنایئے کہ تعداد مواد کا سچا محصل یہی ہے۔ اس کے ساتھ یہ التزام بھی رہا کہ تکمیلِ عدد کو لفظ حشو نہ بڑھا۔ بعض مادے یہاں قرطاس پر جلوہ افزا ہیں۔

تواریخ ولادت

(۱) جَاءَ وَلِیُّ نَقِیُّ الثِّیَابِ عَلِیُّ الشَّانِ (۱۲۴۶ھ)

(فِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلَی اسْمِہٖ قُدِّسَ سِرُّہٗ وَ الثِّیَابُ الْاَعْمَالُ قَالَ تَعَالٰی "وَ ثِیَابَکَ فَطَھِّرْ")

ترجمہ:۔ اس ولی کی آمد ہوئی جو نقی الثیاب ہے (یعنی اعمال کے اعتبار سے

---

[1] مختصر حالاتِ منصف علام مشمولہ جواہر البیان فی اسرار الارکان۔ مندرجہ عبارت کا ترجمہ: وہ لوگ چلے گئے جن کے سایے میں زندگی گزاری جاتی ہے، اور میں لوگوں میں خارش والے شخص کی کھال کی طرح باقی رہ گیا، تاکہ لوگوں کے نگہبان ذلیل وخوار ہوں اور جہالت خوش ہو، تیرے بعد عقل مند لوگ بقا کی امید نہیں رکھیں گے۔ اے اللہ! ان دونوں (پیر ومرشد حضرت آل رسول احمدی اور مفتی نقی علی) کے اوپر رحمت نازل فرما، ان سے راضی ہو، ان کی مہمانی باعزت واکرام کر اور ہمارے اوپر ان کی برکات کی بارش برسا، تو قبول کر اپنی رحمت سے اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے، اور ہمارے سردار ومولیٰ حضرت محمد ﷺ، ان کی تمام آل اور اصحاب پر اللہ تعالیٰ درود نازل فرمائے۔ آمین!

صاف وستھرا ہے) اور بلند شان والا ہے۔ (اس تاریخی مادے میں حضرت مفتی نقی علی قدس سرہ کے اسم شریف کی طرف اشارہ ہے اور ثیاب سے مراد اعمال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور اپنے کپڑوں کو خوب پاک رکھو۔ تو یہاں پر کپڑوں سے اعمال مراد ہیں۔

(۲) رَضِیُّ الْاَ حْوَالِ بَهِیُّ الْمَكَانِ (۱۲۴۶ھ)

پسندیدہ احوال والے اور خوبصورت مکان و مرتبہ والے۔

(۳) هُوَ اَجَلُّ مُحَقِّقِیْ الْاَ فَاضِلِ

وہ نہایت فضیلت والے محققین کے بہت بزرگ و برتر شخصیت ہیں۔

(۴) شِهَابُ الْمُدَقِّقِیْنَ الْاَمَاثِل (۱۲۴۶ھ)

بہت فضیلت والے مدققین کے چمکتے ستارہ ہیں۔

(۵) قَمَرٌ فِیْ بُرْجِ الشَّرَفِ (۱۲۴۶ھ)

وہ برجِ شرف کے چاند ہیں۔

(۶) بَرِیٌٔ مِنَ الْخُسُوْفِ وَ الْكَلْفِ (۱۲۴۶ھ)

وہ گہن اور جھائیں سے پاک و بری ہیں۔

(۷) اَفْضَلُ سَبَّاقِ الْعُلَمَاءِ (۱۲۴۶ھ)

وہ مقابلہ میں سبقت لے جانے والے علما میں افضل ہیں۔

(۸) اَقْدَمُ حُذَّاقِ الْكُرَمَاءِ (۱۲۴۶ھ)

وہ مہارت والے پسندیدہ لوگوں میں سب سے آگے بڑھنے والے ہیں۔

تواریخ وفات

(۱)کَانَ نِهَايَةَ جَمْعِ الْعُظَمَاءِ (۱۲۹۷ھ)

عظمت والی جماعت کی نہایت و منتہیٰ تھے۔

(۲) خَاتَمُ اَجِلَّةِ الْفُقَهَاءِ (۱۲۹۷ھ)

اجلۂ فقہا کے خاتم (مہر) تھے، یا ان میں آخری تھے۔

(۳)اَمِيْنُ اللّٰهِ فِيْ الْاَرْضِ اَبَدًا (۱۲۹۷ھ)

(عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَلْعَالِمُ اَمِيْنُ اللّٰهِ فِيْ الْاَرْضِ اَخْرَجَهُ الْاِمَامُ اَبُوْ عُمَرَ فِيْ كِتَابِ الْعِلْمِ)

وہ زمین پر ہمیشہ کے لیے اللہ کے امین ہیں۔ (نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: عالم زمین پر اللہ کا امین ہے۔ اس حدیث کی تخریج کی ابوعمر نے کتاب العلم میں)۔

(۴)اِنَّ مَوْتَةَ الْعَالِمِ مَوْتَةُ الْعَالَمِ (۱۲۹۷ھ)

یقیناً عالم کی موت عالَم کی موت ہے۔

(۵) وَفَاةُ عَالِمِ الْاِسْلَامِ ثُلْمَةٌ فِيْ جَمِيْعِ الْاَنَامِ (۱۲۹۷ھ)

(وَ فِيْ الْخَبَرِ : مَوْتُ الْعَالِمِ ثُلْمَةٌ فِيْ الْاِسْلَامِ لَا تَنسَدُّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامِ۔ اَوْ كَمَا وَرَدَ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ)

عالم اسلام کی موت لوگوں کی جمعیت میں خلل و رخنہ ہے، جو روز قیامت تک نہ بھرے گا۔

(٦) خَلَلٌ فِیْ بَابِ الْعِبَادِ لَا یَنْسَدُّ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامِ (۱۲۹۷ھ)

ان کی وفات باب العباد (بندوں کے دروازہ) میں خلل و شگاف ہے جو قیامت تک نہیں بند ہوگا۔

(۷) یَا غَفُوْرُ (۱۲۹۷ھ) اے بہت بخشنے والے

(۸) کَمِّلْ لَهٗ ثَوَابَکَ یَوْمَ النُّشُوْرِ (۱۲۹۷ھ)

تو قیامت کے دن انہیں مکمل ثواب عطا فرما۔

(۹) اِمْنَحْهُ جَنَّةً اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ (۱۲۹۷ھ)

تو انہیں جنت عطا فرما جو متقیوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

(۱۰) صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ آلِهٖ وَ اَهْلِهٖ اَجْمَعِیْنَ (۱۲۹۷ھ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہمارے سردار حضرت محمد پر، ان کی تمام آل اور اہل پر درود نازل فرمائے۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی غفر له و حقق امله۔ [1]

(نوٹ) ان تواریخ پیدائش و وصال سے یہ بات روشن ہو کر سامنے آئی

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت ترتیب جدید، ص ۹۴ تا ۹۶، ناشر رضا اکیڈمی، بمبئی

کہ رئیس المتکلمین مفتی نقی علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نقی الثیاب یعنی صالح و ستھرے اعمال سے مزین ہیں۔ پسندیدہ احوال والے اور اعلیٰ قدر و منزلت والے ہیں، وہ اجلِّ محققین اور اجلُّ الاماثل ہیں، وہ شہاب المدققین ہیں، وہ برج شرف کے چاند ہیں، وہ گہن اور رچھائیں کے عیوب سے پاک و بری ہیں۔ وہ افضل سباق العلما اور اقدم الماہرین والکرما ہیں۔

☆☆☆

کرامات

قحط سالی دور ہو گئی

ایک بار بریلی میں بارش نہیں ہوئی۔ مخلوقِ خدا بہت پریشان تھی، تباہ و برباد ہونے لگیں، جانوروں کے لئے چارہ میسر نہیں ہو رہا تھا، اور خشک سالی کے باعث گرانی بہت بڑھ گئی تھی۔ مولانا نقی علی بریلوی رحمۃ اللہ تعلیہ مرجعِ خلائق تھے۔ ایک روز اہل شہر کثیر تعداد میں مولانا کے دولت خانہ پر حاضر ہوئے۔ قحط کے باعث ہونے والی پریشانیوں کا تذکرہ کر کے ملتجی ہوئے کہ ''حضور دعا فرما دیں کہ بارش ہو جائے تاکہ قحط کی تباہی سے بچ سکیں۔'' مولانا بریلوی نے فرمایا ''تم سب میرے ساتھ چلو'' لہذا تمام لوگ مولانا کے ہمراہ چل دئے۔ اہل شہر نے مولانا کو سڑک پر پیدل چلتے نہ دیکھا تھا۔ یہ دیکھ کر لوگ تعجب سے نظریں جمائے دیکھنے لگے، ہجوم مولانا کے ساتھ تھا، لوگ سائل بنے پوچھتے تھے کہ ماجرا کیا ہے؟ جواب ہوتا کہ حضرت بارش ہونے کے لئے دعا کرنے جا رہے ہیں۔

جدھر سے مولانا کا گزر ہوتا بس لوگ شاملِ ہجوم ہوجاتے۔

نمازِ استسقاء کی ادائیگی کے لئے یہ ہجوم عیدگاہ کی طرف رواں دواں تھا، مولانا امیر کارواں تھے۔ایک مقام پر کسی غیر مسلم نے سنا کہ مولانا بارش کے لئے دعا کرنے جارہے ہیں،اس نے پھبتی کسی کہ ''میاں جب تک بارش نہ ہو واپس نہ لوٹنا'' مولانا راستہ طے کرتے ہوئے عیدگاہ بریلی پہنچے۔ پہلے ہی سے مخلوقِ خدا کا اژدہام میدان میں تھا۔شہر کے غیر مسلم بھی عیدگاہ کے باہر اس نظارہ کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔مولانا نماز استسقاء ادا فرمائی، بعد ادائیگیِ نماز جب دعاء کے لئے ہاتھ اٹھایا، یکا یک آسمان پر بادل چھا گئے۔ابھی دعا سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ بارش شروع ہوگئی۔اتنی زبردست بارش ہوئی کہ لوگوں کا گھروں تک جانا مشکل ہوگیا۔

مولانا بریلوی اپنے دولت کدے پر تشریف لائے،تو وہی غیر مسلم جس نے طنز کیا تھا،گھبرایا ہوا آیا اور معافی کی درخواست کی۔مولانا نے خدام سے فرمایا ''کہہ دو تمہارے کہنے کا ہم نے برا نہیں مانا تھا،معافی کے خواسگار ہو تو کہہ دیتے ہیں،معاف کیا۔''

اس روز کے بعد سے لگا تار بارش ہوتی رہی اور شہر و مواضعات کا قحط دور ہوا،مولانا بریلوی کی دعائیں بارگاہ رب العزت میں مقبول ہوتی تھی۔[۱]

---

[۱] حیات مفتی اعظم حصہ اول،ص ۴۱-۴۲،مرتبہ صوفی الحاج اقبال احمد نوری مرحوم و مرزا عبد الوحید بیگ رضوی، ناشر: قادری کتاب گھر،اسلامیہ مارکیٹ، بریلی شریف

روزہ نہ چھوڑنا مولانا نقی علی بریلوی کے بڑے صاجزادے امام احمد رضا نے مولانا کو خواب میں دیکھا، وہ فرماتے ہیں۔ ''احمد رضا اس سال رمضان میں تمہیں بیماری ہوگی، اور زیادہ ہوگی، روزہ نہ چھوڑنا''۔ جب رمضان المبارک آیا تو امام رضا بیمار ہوگئے آپ نے روزے نہیں چھوڑے۔ اور والد ماجد کے حکم کے پابند رہے۔

زمین حاصل ہو گئی مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زمین کے قریب ہی ایک صاحب کی زمین تھی، مگر وہ صاحب مولانا سے کچھ ناراض رہا کرتے تھے۔ انہوں نے زمین فروخت کرنے کا پروگرام بنایا، اور خرید وفروخت کا مسئلہ ایک سودخور کے ہاتھوں طے پایا۔ امام احمد رضا یہ نہیں چاہتے تھے کہ سودخور کی زمین میری زمین کے قریب ہو، امام نے زمین خود خریدنے کا اظہار کیا، انہوں نے انکار کیا۔ ایک دن مولانا نقی علی بریلوی خواب میں تشریف لائے اور کہنے لگے کہ ''مجھے نہیں دیتے، سودخور کو دیتے ہیں، اور ملے گی مجھی کو'' پھر ایسا ہی ہوا۔ [1]

ہم کو تکلیف ہوئی ایک مرتبہ امام احمد رضا قدس سرہ نے کھانا تناول نہ فرمایا۔ کئی دن والدہ ماجدہ اور مولانا نقی علی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں امام احمد رضا نے دیکھا، والدہ نے تو کچھ نہ فرمایا مگر مولانا نے کہا کہ ''تمہارے نہ کھانے سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے'' پھر امام رضا نے کھانا شروع کر دیا۔ [2]

---

[1] (الملفوظ (ملفوظات اعلیٰ حضرت) حصہ سوم ص ۷۹، مرتبہ حضور مفتی اعظم ہند و مولانا نقی علی خان بریلوی ص ۵۴ مؤلفہ مولانا شہاب الدین رضوی بہرائچی)

[2] (الملفوظ (ملفوظات اعلیٰ حضرت) ص ۶۹ رو ۷۰ر، ناشر قادری کتاب گھر، نو محلّہ مسجد بریلوی شریف)

گیارہ درجے تک رضا کو پہنچا دیا امام احمد رضا نے خواب دیکھا کہ مولانا نقی علی کے ساتھ ایک بہت نفیس سواری ہے، جو اونچی بھی تھی، مولانا نے کمر پکڑ کر امام احمد رضا کو سوار کر دیا اور فرمایا ''گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا، آگے اللہ تعالیٰ مالک ہے''۔ اس فرمان سے امام رضا نے یہ نتیجہ نکالا کہ اس سے مراد سرکار حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد آگے فرماتے ہیں: ''میرے خیال میں اس سے مراد غلامی ہے سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی''۔ [۱]

گاؤں کا کام ہو گیا ایک صاحب جو امام احمد رضا قدس سرہ کے رشتہ میں چچا ہوتے تھے، گاؤں کے سارے کام کی ذمہ داری انہیں کے سپرد تھی، مگر کسی موقع پر مولانا نقی علی بریلوی ان سے ناراض ہو گئے اور فرمایا: ''اب سے یہ گاؤں کا کام نہ کریں''۔ مگر امام احمد رضا کو دینی اور تصنیفی مصروفیت نے گھیر رکھا تھا، ان کے یہاں فرصت عنقا، تاہم گاؤں کے کام کے لئے کسی خاص معتمد کی ضرورت تھی، مگر ان صاحب سے زیادہ معتبر و معتمد کوئی نہیں ملا، امام احمد رضا کافی پریشان تھے۔ چونکہ مولانا ممانعت کر چکے تھے۔ ایک روز خواب میں مولانا تشریف لائے، ان صاحب کا ہاتھ پکڑ کر امام رضا کے ہاتھ میں دے دیا۔ مطلب یہ تھا کہ ان کو گاؤں بھیج دیا جائے، چنانچہ صبح ہی کو گاؤں کے کام پر روانہ کر دیا گیا۔ [۲]

---

[۱] مصطفیٰ رضا بریلوی، مفتی: الملفوظ حصہ سوم، ص ۷۰، مرتبہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ، ناشر: قادری کتاب گھر، نومحلّہ مسجد، بریلی شریف و مولانا نقی علی خان بریلوی، ص ۵۵، ناشر: رضا اکیڈمی، بمبئی [۲] ایضاً

مدینہ طیبہ میں حاضری کی بشارت اعلیٰ

حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ حضرت مفتی نقی علی خان موصوف کے ایک بار خواب میں تشریف لانے اور ایک خوشخبری دینے کا واقعہ اس طرح الملفوظ میں بیان فرماتے ہیں:۔

''ایک بار بیمار ہوا اور شدت کا درد ہوا، آنکھ لگ گئی، خواب میں حضرت والد ماجد اور مولوی برکات احمد صاحب مرحوم جو والد ماجد سے پڑھا کرتے تھے، تشریف لائے۔ مولوی برکات احمد صاحب نے پوچھا، مزاج کیسا ہے۔ میں نے کہا درد کی شدت ہے۔ دعا کیجئے کہ ایمان پر خاتمہ ہو جائے۔ یہ کہا ہی تھا کہ والد ماجد کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا: ابھی تو باون برس مدینہ طیبہ میں۔ اب اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں کہ باون برس کی عمر میں مدینہ طیبہ کی حاضری ہوگی۔ چنانچہ دوسری حاضری میں میری عمر باون برس کی تھی۔ یا یہ کہ اس وقت سے باون برس بعد مدینہ طیبہ کی حاضری ہوگی۔ اور خدا سے امید ہے کہ ایسا ہی کرے۔ آمین''۔[۱]

☆☆☆

---

[۱] الملفوظ (ملفوظات اعلیٰ حضرت) حصہ سوم، ص ۶۹، مرتبہ حضور مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان، ناشر: قادری کتاب گھر، نومحلہ مسجد، بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حجۃ الاسلام کے والدِ گرامی مجدّ دِ اسلام امام احمد رضا

اللہ تبارک وتعالیٰ رحمٰن ورحیم ہے، وہی ہادی وکریم ہے، اس کا سب سے بڑا رحم وکرم یہ ہے کہ اپنے بے شمار بندوں کو اس فرشِ گیتی پر صرف اس لیے جلوہ بار فرمایا، تا کہ وہ رشد و ہدایت کا کام کریں، دعوت وتبلیغ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تک پہنچائیں، باری تعالیٰ کے ایسے بندے اپنی پیاری نیند قربان کر کے، اپنے سارے عیش وآرام کو بالائے طاق رکھ کر اور اپنی قیمتی زندگی کو داؤ پر لگا کر تبلیغ وارشاد اور ہدایت ورہنمائی میں لگ جاتے ہیں۔ وہ قرآن وحدیث، فقہ اور تصوف کی خدمت و اشاعت کے ذریعہ اللہ عزوجل ورسول اکرم ﷺ کا پیغام مخلوق تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ اور کبھی وقتِ ضرورت اپنے سینے سے لگا کر معرفتِ الٰہی کے انوار وتجلیات سے قلوب واذہان کو منور ومجلّٰی کرتے ہیں۔

انہیں برگزیدہ ہستیوں میں چودہویں صدی کے مجدّد، مجدِّ دِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدِّث بریلوی بھی ہیں، جنہوں نے اللہ ربُّ العزت کی رحمتوں سے حظِّ وافر اور حضرت رسول اکرم ﷺ اور حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض و برکات سے مالا مال ہو کر دینِ اسلام کی زبردست خدمات انجام دیں۔ وہ متنوع، ہمہ جہت اور برگزیدہ شخصیت تھے، ان کے کارنامے بے شمار ہیں۔ ان کے توسط سے کافی غیر مسلم مسلمان ہوے۔ بے شمار بد مذہب بد مذہبیت وگمراہی سے توبہ کر کے سنیت و صوفیت میں داخل ہو گئے۔ لاکھوں فُسّاق وفُجّار اپنے گناہوں سے تائب ہو کر راہِ

کہ ان دونوں پر بہت کم کام ہوا۔ اور امام احمد رضا قدس سرہ پر اگر چہ بہت کچھ کام ہو چکا ہے، چند سالوں میں ان سے متعلق کئی تصنیفات منظرِ عام پر آ چکیں، کئی یونیورسیٹیوں سے طلبہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر چکے، مگر ابھی بھی یہ موضوع تشنہ لب ہے، اس کے لیے ایک سفینہ چاہئے۔ حقیر بے بضاعت کے قلم سے ان کی مدح کیونکر ہوسکتی ہے۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
ایک سفینہ چاہئے اس بحرِ بیکراں کے لیے

تفصیل کے طالب حضرات درجِ ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔

(۱) حیاتِ اعلیٰ حضرت ۴ رجلد مصنفہ حضرت ملک العلما علیہ الرحمہ

(۲) سوانحِ اعلیٰ حضرت۔ مصنفہ مفتی بدرالدین علیہ الرحمہ

(۳) حیات مولانا احمد رضا مصنفہ پروفیسر مسعود احمد۔ پاکستان

(۴) المیزان، بمبئی کا امام احمد رضا نمبر

(۵) قاری، دہلی کا امام احمد رضا نمبر

(۶) تجلیاتِ رضا۔ از قلم:۔ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ۔ مرتّبہ ڈاکٹر مولانا غلام زرقانی قادری صاحب

وادی رضا کی، کوہِ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے، وہ علاقہ رضا کا ہے

☆☆☆

دوسرا نور

حجۃ الاسلام حیات وشخصیت

قولِ رضا ''انا من حامد'' کے جلوے: چودھویں صدی کی سب سے عظیم شخصیت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں اور بے شمار نعمتوں سے نوازا، علوم وفنون کا ہمالہ بنایا، شریعت مطہرہ کو مضبوطی سے تھامنے کی دولت عطا کی، ترجمان الاسلام اور ناشرِ مسلکِ اہلِ سنت بنایا، عشق رسول ﷺ کا سرمایۂ افتخار بنایا، وہیں آنکھوں کی ٹھنڈک کے طور پر دو عظیم نامور شہزادوں سے بھی نوازا (۱) شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان (۲) سرکار مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان۔ اول الذکر حضرت حجۃ الاسلام سے مشہور انام ہوئے جبکہ دوسرے سرکار مفتی اعظم ہند سے۔

تاجدار اہلسنت سرکار مفتی اعظم ہند کی حیات وشخصیت اور کارنامے قابل مطالعہ کتابیں ''جہانِ مفتی اعظم'' ''خلفائے مفتی اعظم'' اور ''مفتی اعظم کی استقامت وکرامت'' میں پڑھے جاسکتے ہیں۔ سرِ دست مجھے حضور حجۃ الاسلام کی تجلیات ولمعات کو صفحۂ قرطاس پر لانا ہے۔ وہ کوئی معمولی شخص نہیں بلکہ ایک عبقری شخصیت ہیں، وہ ولایت وبزرگی کے تاجور ہیں۔

حجۃ الاسلام حامد رضا خان کون ہیں؟ حامد رضا کسی غیر نافع علم کا عالم نہیں، وہ تو علمِ ہدایت کا عالم ہے، وہ چمنِ رضا کا گل نو بھی ہے اور نو بہار بھی، اسی

لئے تو ان کے چچا عاشقِ رسول استاذِ زمن مولانا حسن رضا خان حسنؔ بریلوی علیہ الرحمہ نے آپ کی شان میں کہا ہے۔

حامد رضا، عالمِ علمِ ہدیٰ نوگلِ گلزارِ جناب رضا

ہاں حامد رضا گلزارِ رضا کا نوگل بھی ہے اور نو بہار بھی۔ وہ شاخ تازہ بھی ہے اور خوشبودار پھول بھی۔ اس کی نو بہاری کا کیا کہنا، اس کا حسن بہار تو خزاں سے کوسوں دور ہے۔ کیونکہ اسے اپنے دادا مفتی نقی علی خاں، باپ امام احمد رضا اور عم محترم حسنؔ بریلوی کی تربیت کا شرف اور دعائے سحر گاہی حاصل رہی ہے، وہ تو اپنے اب وجد (باپ، دادا) کی طرح دین اسلام کا ناصر بھی ہے اور منصور بھی، وہ مؤیِّد بھی ہے اور مؤیَّد بھی۔ وہ دینِ مصطفیٰ کی نصرت و تائید کرنے والا ہے اور اسکی رحمتِ الٰہی اور نصرتِ خداوندی سے تائید کی گئی ہے۔ کیا خوب کہا ہے استاذِ زمن حسنؔ بریلوی نے۔

حسنِ بہار ش زخزاں دور باد چوں اب وجد ناصر ومنصور باد

ترجمہ : اس کا حسنِ بہار خزاں سے دور رہے، وہ اپنے باپ امام احمد رضا اور دادا مولانا نقی علی کی طرح ہمیشہ ناصرِ دین ومنصور رہے۔ (صمصام حسن)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے خلف اکبر حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کے تعلق سے اپنے ایک مصرع میں فرمایا ہے۔

ع۔ حَامِدٌ مِّنِّی اَنَا مِنْ حَامِد۔ یعنی حامد رضا مجھ سے ہے اور میں حامد

رضا سے ہوں۔

یہاں یہ تو ظاہر و باہر ہے کہ حامد رضا مجھ سے ہے یعنی یہ میری اولاد سے ہے لیکن اس کا یہ حصّہ کہ ''میں حامد رضا سے ہوں'' اپنے اندر گہرائی اور زبردست معنویت رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ تو بدیہی امر ہے کہ بیٹے کا وجود باپ سے ہے مگر باپ کا وجود بیٹے سے ہو، یہ عقل وفہم سے بالاتر ہے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنے نواسہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ ''اَلْحُسَیْنُ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ ''۔(حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں) تو جو شخص حضور ﷺ کے اس ارشاد کو سمجھ لے گا وہ امام احمد رضا قدس سرہ کے اس ارشاد کو بھی سمجھ لے گا کہ ''میں حامد رضا سے ہوں''۔

اگر مزید سمجھنا ہو تو مفتی عبدالواجد صاحب دربھنگوی، مقیم الحال ہالینڈ کے درجِ ذیل اقتباس کو پڑھیے، آپ لکھتے ہیں۔

''صرف پیدائش ووفات ہی کا سنہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے روبرو نہیں تھا، بلکہ بعونہ تعالیٰ آپ کو یہ بھی علم تھا کہ آپ کی نسل، بڑے صاحبزادہ (حجۃ الاسلام) ہی کے ذریعہ چلے گی اور اس نسل میں علم وفضل کے تاجدار ہوتے رہیں گے۔ چنانچہ ''الاستمداد'' میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے خود فرمایا۔

حَامِدٌ مِّنِّیْ اَنَاَ مِنْ حَامِدٗ حمد سے ہمد کماتے یہ ہیں۔

اس مختصر سے دو مصرعے میں آپ نے اپنے بڑے صاحبزادہ کی درازیِ

عمر کی طرف بھی اشارہ فرمایا، اسم باسمی ہونے کو بھی ظاہر کیا اور یہ بھی واضح کیا کہ میری عظمت و بلندی کا ڈنکا حامد میاں کی نسل والا فضل سے بجتا رہے گا۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی اولا د نرینہ کا زندہ نہ رہنا اور ان کے ذریعہ رضوی نسل کی افزائش نہ ہونا یقیناً مشیتِ خداوندی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ بفضل الٰہی حضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی عظیم الشان کرامت کا ظہور بھی ہے، کہ جو جو آپ کی زبان کرامت نشان سے نکلا ویسے ہی ہوا''۔ [1]

یہ بھی کیا خوب ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے اپنے مذکورہ شعر میں اپنے شہزادے حامد رضا کا ذکر کر کے ان کی حمد و توصیف بیان کی ہے گویا رضا بریلوی اپنے بیٹے کے حامد (تعریف کرنے والے) ہوئے تو بیٹا (حجۃ الاسلام) بھی کتنا وفا شناس ہے کہ باپ کی طرف سے جو بھی فضل وعنایت کی بارش اس پر ہوئی اس کا اعتراف کیے بغیر نہ رہا اور اس کا برملا اظہار کیا کہ حامد منی ،انا من حامد فرما کر حضرتِ رضا میرے لیے حامد ہیں یعنی میری تعریف فرما رہے ہیں تو میں بھی حامدِ رضا ہوں یعنی رضا کی تعریف کرنے والا اور ان کا شکریہ ادا کرنے والا ہوں۔ چنانچہ اپنے کلام میں حضرت حامد رضا نے یوں اعتراف کیا ہے۔ شعر

''انا من حامد و حامد رضا منی'' کے جلووں سے
بحمد اللہ رضا حامد ہیں اور حامد رضا تم ہو

---

[1] حیات مفسر اعظم ،ص ۲۴، مصنفہ مفتی عبدالواجد صاحب امین شریعت ادارۂ شرعیہ، پٹنہ (بہار)

مخفی نہ رہے کہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کو دوشہزادے ہوئے۔

(۱) مفسر اعظم حضرت مولانا ابراہیم رضا عرف جیلانی میاں (۲) حضرت مولانا حماد رضا عرف نعمانی میاں۔ حضرت نعمانی میاں کی ولادت ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں بریلی شریف میں ہوئی۔

آپ اپنے برادر اکبر حضرت جیلانی میاں سے نو (۹) سال کے چھوٹے تھے اور خوب روئی میں اپنے برادر اکبر کے مشابہ تھے۔آپ اپنے والد گرامی حضور حجۃ الاسلام کے وصال کے بعد نقلِ وطن کر کے کراچی (پاکستان) تشریف لے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ پھر کراچی ہی میں ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں آپ کا انتقال پر ملال ہوا۔وہیں مدفون بھی ہوئے۔آپ کے صاحبزادگان کراچی میں ہیں۔

لیکن شہزادۂ اکبر مفسرِ اعظم حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمۃ اور آپ کی اولاد کے مقدر میں مدرسہ منظر اسلام، خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف اور دارالافتا کی حفاظت وصیانت اور عالم اسلام کی قیادت تھی، لہٰذا آپ نے نقلِ سکونت نہ کیا اور یہیں رہ کر دین وسنیت اور فروغِ سلسلہ میں مصروف عمل رہے۔آج بریلی شریف کی خانقاہ اور اس کی رونق افروزی آپ ہی کے شہزادوں حضرت ریحان ملت مولانا ریحان رضا خان علیہ الرحمہ، حضور تاج الشریعہ شاہ اختر رضا خان دام

ظلہ، قمر ملت ڈاکٹر قمر رضا خان علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا شاہ منان رضا خان منانی میاں مدظلہ اور ان سب کے شہزادوں اور جانشینوں کے دم قدم سے آباد ہے۔

اعلیٰ حضرت کے دوسرے شہزادے سرکار مفتی اعظم نے وارث کے طور پر کسی اولادِ نرینہ کو نہ چھوڑا، آپ کو ایک شہزادہ ہوا، جس کا نام محمد انور رضا تھا، ان کا بچپن ہی میں وصال ہوگیا، جن کی قبر انور حضرت نقی علی خان علیہ الرحمہ کے قدموں میں ہے۔

شہزادۂ حجۃ الاسلام حضور مفسر اعظم محمد ابراہیم رضا جیلانی سرکار مفتی اعظم ہند کے سگے بھتیجے، شاگرد رشید اور داماد ہیں، کیونکہ آپ کی ایک شہزادی کو ان کے بچپن ہی میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے حضرت مفسر اعظم کے نکاح میں حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم سے اجازت لے کر دے دیا تھا۔ سرکار مفتی اعظم نے ان کو ان تمام سلسلے کی خلافت و اجازت دی تھی جو انہیں دلیل العارفین عمدۃ المشائخ سید نا ابوالحسین احمد نوری مارہروی اور سرکار اعلیٰ حضرت قدست اسرارھما سے ملی تھی۔

حضور مفتی اعظم نے اپنے نواسوں حضرت ریحان ملت رحمانی میاں اور حضرت مولانا منان رضا خاں عرف منانی میاں اور حضرت مولانا توصیف رضا خان کو بھی اجازت و خلافت سے شرفیاب کیا اور حضور تاج الشریعہ کو تو اپنا جانشین بھی بنایا۔ یہ سارے شہزادے نجیب الطرفین ہیں۔ باپ کے اعتبار سے حضور حجۃ

الاسلام کی اولاد اور ماں کے اعتبار سے غوث زمن سرکار مفتی اعظم کی اولاد، اس طرح حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ والرضوان کا فیض اگر چہ آپ کے دوسرے نواسوں کو بھی خوب ملا مگر اہلسنت و جماعت کو بھر پور علمی وروحانی فیضان حضور مفسر اعظم اور ان کی اہلیہ مرحومہ کے توسط سے ملا اور مل رہا ہے اور انشاء اللہ الرحمٰن صبح قیامت تک ملتا رہے گا۔ اسی طرح سرکار مفتی اعظم کی دوسری شہزادیوں کے توسط سے ہونے والے نواسوں اور خلفا کے ذریعہ بھی اہلسنت و جماعت کو سرکار اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم کے فیوض وبرکات خوب ملے، مل رہے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ ملتے رہیں گے۔ اس کے تناظر میں مفتی عبدالواجد صاحب کی درجِ ذیل عبارت برمحل ہے۔

''البتہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے اپنے صاجزادۂ اکبر کے بارے میں جیسا فرمادیا تھا ویسے ہی ظہور پذیر ہوا یعنی اعلیٰ حضرت کے علم وفضل کی تقسیم میں جہاں وہ اعلیٰ حضرت کے دست راست اور نائب مطلق قرار پائے، وہیں اعلیٰ حضرت کا حسب ونسب بھی صاجزادۂ اکبر سے جاری ہوا جس کا محملِ اول حضرت جیلانی میاں قدّس سرہٗ کی ذات گرامی تھی، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے صاجزادۂ اکبر کو دعاؤں سے نوازتے ہوئے فرمایا تھا''۔

حامد منی انا من حامد   حمد سے ہمد کماتے یہ ہیں

''انا من حامد'' کا ظہور اول حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ کی ذات پھر ریحان ملت ،تاج الشریعہ، پیر طریقت ،معمار ملت، سجادہ نشین اعلیٰ حضرت صدر سنی جمعیۃ العلما وغیرھم اسی ایک ذات کے انوار ولمعات ہیں، جن سے آج پوری دنیائے سنیت فیضیاب وشادکام ہورہی ہے۔حضرت جیلانی میاں کا وجود مسعود اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی روشن ولایت وکرامت کی کھلی دلیل ہے، جس کو آج سر کی آنکھوں سے واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے'' [۱]

راقم الحروف کہتا ہے کہ اس ظہورِ اول کا دوسرا شگفتہ پھول تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری کی ذات گرامی ہے جو پورے عالم اسلام میں علم وفضل اور رشد وہدایت کا نیّر تاباں بن کر چمک رہے ہیں، جن کی خوشبوؤں سے عالم معطر ہے اور جو ابرِ باراں بن کر برس رہے ہیں اور دنیائے سنیت کو فیضیاب کررہے ہیں۔

بریلی کا علمی طنطنہ: مشہور مورخ مولوی عبدالعزیز بریلوی ''اسلامی مدارس وغیرہ'' کے عنوان سے بریلی کی علمی عظمت کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

''بریلی میں علوم اسلامی کے عروج کا زمانہ حافظ الملک کے عہد

---

[۱] حیات مفسر اعظم

سے شروع ہوتا ہے۔ جب کہ روہیل کھنڈ میں پانچ ہزار علما مساجد ومدارس میں درس دیتے ہیں۔ مولوی حیدر علی لکھتے ہیں ''اگر چہ شہر بانس بریلی بمقابلہ دہلی، لکھنو، آگرہ قصبہ ہے۔ مگر کبھی یہ قصبہ عالموں ، حکیموں ، شاعروں، خوش نویسوں، اور ہنرمندوں سے خالی نہیں رہا ہے''۔ (۳) تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی مولفہ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی، مہران اکیڈمی کراچی ص ۳۵۵)

راقم الحروف کہتا ہے کہ بریلی شریف اگر چہ بہت پہلے قصبہ تھا، مگر اب لمبا چوڑا شہر ہے۔

مکمل سوانح حیات کیوں نہ مرتب ہوئی :

حضرت حجۃ الاسلام اور ہمارے دیگر اسلافِ کرام مثلاً اعلیٰ حضرت ، مفتی اعظم ہند، حضور صدرالشریعہ، حضور صدر الافاضل، شیر بیشۂ اہل سنت، حضرت ملک العلما، حضرت محدثِ اعظم کچھوچھوی، محدثِ اعظم پاکستان وغیرھم کی اسلام وسنیت کی اشاعت میں زرین خدمات رہی ہیں۔ مگر افسوس کہ ان پر خاطر خواہ کام نہ ہوسکا۔ اس کی علت ہماری غفلت شعاری اور حرماں نصیبی بتائی جاتی ہے۔ چنانچہ مولانا محمد احمد مصباحی ناظمِ تعلیماتِ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور یوں رقمطراز ہیں۔

''میں بار بار یہ کہتا ہوں کہ ہمارے بزرگوں نے اپنے ادوارِ حیات میں بڑی زرّیں خدمات انجام دی ہیں مگر ہماری غفلت

شعاری اور حرماں نصیبی یہ رہی ہے کہ ہم نے بروقت ان کی تاریخ لکھنے کا اہتمام نہ کیا اور اگر کچھ تاریخ لکھی گئی تو اس کی باضابطہ تدوین اور بار بار اشاعت وتجدید کی طرف توجہ نہ ہوئی۔ جس کے باعث بے شمار کارنامے یا تو فضائے بسیط کی امانت بن کر رہ گئے یا ہنگامی اخبارات ورسائل کی زینت بنے۔ پھر بوسیدہ اوراق اور مقفّل الماریوں میں ان کا دم گھٹ کر رہ گیا اب بھی ہماری پرانی روش میں کوئی خاص تبدیلی نہیں اور موجودہ اکابر کے ساتھ بھی تقریباً وہی سلوک جاری ہے جو ماضی کے بزرگوں کے ساتھ رہ چکا ہے۔ [1]

جماعت کا یہ وہ حساس پہلو ہے جس کی طرف متعدد افراد نے اشارے کئے ہیں۔ چنانچہ مولانا شہاب الدین رضوی اس حوالہ سے یوں رقمطراز ہیں:

اہل سنت وجماعت کے اکابرین، جنہوں نے ملتِ اسلامیہ کے لیے بے شمار خدمات انجام دیں، مگر ہم ان کے روشن کارناموں کو صفحۂ قرطاس پر سپردِ قلم نہ کر سکے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ''انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوایا'' ان کی تاریخ وتذکرے کئی مجلدات میں تصنیف ہوئے اور ان کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ ماضی کے اوراق الٹ کر دیکھئے، قدیم ریکارڈ اہل سنت اکابرینِ ملت کے

---

[1] تقدیم بر تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ ص ۹۔ ناشر اسلامک ریسرچ سینٹر، کسگران، سوداگران، بریلی شریف

کارناموں سے پُر ہے۔مگر ایک زمانہ گزر گیا،تاریخ سازی کی طرف کوئی توجہ نہ کی گئی۔صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی ،حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی،محدث اعظم محمد میاں کچھوچھوی ،امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری،مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا بریلوی،مبلغِ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی ، صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی ،مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، مولانا قطب الدین برہم چاری،مولانا ہدایت رسول رامپوری وغیرہم کو جو مقام ومنصب ملنا چاہیئے تھا وہ نہ مل سکا،ان کی بیش بہا خدمات دبیز پردوں میں دب کر رہ گئیں۔

ع۔وہ لوگ کیا ہوئے،وہ زمانہ کدھر گیا

ان علماے کرام نے ہر محاذ پر اہلسنت کی نمائندگی کی ،میدانِ عمل ہو یا جہاد،مذہب ہو یا سیاست،انہوں نے اسلام اور بانیِ اسلام حضور اکرم ﷺ کی خاطر جان ومال کو قربان کر دیا۔آج ان کی بے پایاں قربانیوں کو فراموش کر دیا گیا،عوام تو عوام اکثر علما بھی بے خبر ہیں۔متذکرہ علماے کرام نے وہابیت کی آندھی وطوفان میں بھی تحریکیں زندہ رکھیں،طوفان کے تھپیڑوں کے کلیجہ کو چیر دیا،اوران کے قدم کبھی متزلزل نہ ہوئے،ثابت قدمی اوراولوالعزمی سے مردانہ وار مقابلہ کر کے باطل کشتی کو غرقاب کر دیا‘‘۔(تاریخ جماعت رضاے مصطفیٰ)

حقیقت یہ ہے کہ ان اکابرینِ امت پر کام نہ ہوسکا،اس کی اصل وجوہات کئی ہیں۔جس وقت حضور حجۃ الاسلام ،حضور صدر الا فاضل اور حضور محدثِ اعظم کچھوچھوی وغیرھم کا وصال ہوا،اس وقت ہندوستان میں آزادی کی لہر تھی یا اس کے پر آشوب اثرات تھے،مسلمان خصوصاً سنی علما، ادبا اور مؤرخین سخت اضطراب و بے چینی سے دوچار تھے،بہت سے لوگ پاکستان کی طرف منتقل ہورہے تھے۔ان کی املاک اور زمینداری کو کانگریس کی مہم کے تحت ختم کیا جارہا تھا۔کہیں کشت وخون کا بازار گرم تھا،سخت افراتفری کا عالم تھا،اکثر سنّی جیسے آج غربت وافلاس کے شکار ہیں،اس سے کہیں زیادہ اس پر آشوب دور میں حالتِ ابتر میں تھے۔ان وجوہات کے پیش نظر حضور حجۃ الاسلام اور بہت سے اساطینِ امت پر کچھ کام کرنے کا ہمارے علما اور ادبا کو موقع ہی میسر نہ آیا۔ہمارے اس مدعا کی تائید ایک عظیم ادیب جناب شمس بریلوی (پاکستان) کی درجِ ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے،آپ لکھتے ہیں :۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں صاحبزادگان گرامی مرتبت اس معدنِ علم وفضل (اعلیٰ حضرت) کی خدمتِ بابرکت میں ہمہ وقت شرفِ حضوری سے مشرف ہوتے رہتے تھے۔اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ دونوں صاحبزادگان کو اپنی نوازشِ علمی سے سرفراز فرماتے رہتے،چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان دونوں بزرگوں نے اعلیٰحضرت کی تصانیف کی اشاعت اور ترویج میں حتی الوسعی

کوشش فرمائی اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی کو اپنی علمی صلاحیتوں سے کام لے کر شہرتِ دوام کی بلندیوں تک پہونچانے میں کوشاں رہے۔مگر حیف صد حیف کہ جس طرح اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات ، خداداد صلاحیتیں ، کاوشِ فکر ونظر اور تحقیقاتِ علم وفن مدتوں تک منظر عام پر نہ آسکیں۔اسی طرح حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علمی کمالات پردۂ خفا میں ہیں۔

میں حقیقت سے روگردانی نہیں کروں گا کہ اس سلسلے میں ایک بڑی رکاوٹ پاک وہند کے سیاسی حالات تھے، ہند کے مختلف صوبوں خصوصاً اتر پردیش میں کانگریسی حکومت کے قیام نے مسلمانوں کی زندگی کو بہت ہی تلخ بنادیا تھا۔ایک تو مسلمانوں کی عمومی مالی حالت ہی کمزور تھی۔ملازمتوں اور تجارتوں پر ہندو چھائے ہوئے تھے۔مسلمانوں کے لئے روزگار کا حصول ایک بہت ہی اہم مسئلہ تھا۔ زمیندار پیشہ مسلمان کچھ پرسکون حالت میں تھے۔تو ان کی بربادی اور ذہنی اضطراب کی صورت ہندو اکثریت نے یوں نکالی کہ زمین داری کو یک لخت ختم کردیا۔اور ۲۰/سال کی مدت میں ادا ہونے والا معمولی سے معاوضے کی اسناد ان کے حوالے کردی گئیں۔ان پرآشوب حالات میں ایسا ذہنی سکون کہاں میسر تھا کہ اصحابِ فکر ونظر قلم آزماتے اور اپنے بزرگوں کے حالات قلمبند کرتے ۔پھر یہ کہ اہلسنت وجماعت پر من حیث مسلم ،صرف کانگریسیوں کی یورش نہیں تھی بلکہ قادیانیت اور

دیوبندیت کی یورشیں اس پر مستزاد تھیں۔ چند سال اس دورِ ابتلا میں کسی نہ کسی طرح اہلسنت وجماعت نے بسر کئے کہ ۱۹۴۷ء میں تقسیمِ ہند اور قیامِ پاکستان نے مسلمانوں کے اقلیت والے صوبوں میں ایک قیامتِ صغریٰ برپا کردی، ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں گھرانے تباہ وبرباد ہوگئے۔ اس تباہ کاری میں کسے اتنا ہوش تھا کہ اپنے بزرگانِ دین وملت کی داستانہائے حیات کو معرضِ تحریر میں لاتا۔

محلّہ سوداگران میں جہاں آفتابِ رضویت کی ضوفشانیوں سے نگاہیں ہروقت خیرہ رہتی تھیں اور عقیدت مندوں کی آمد ورفت سے ایک میلے کا سماں رہتا تھا۔ وہاں سوائے ایک مردِ مجاہد یعنی مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی اور مسلمان کا قیام نہیں تھا۔ مدرسہ منظرِ اسلام بھی کسی نہ کسی طرح اس گردشِ ایام میں اپنے سالانہ دورِ علمی کو پورا کررہا تھا۔ حقیقت میں ان اسباب وعلل نے اور کچھ ہماری تن آسانی اور عدم دلچسپی نے خانودۂ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے ان علمی کارناموں کو پیش نہیں کیا، جو حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب اور مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب رحمہما اللہ کی یادگار کہے جاسکتے ہیں۔[1]

آپ کی مصروف زندگی شہرت سے گریزاں تھی: اللہ والے دین کا کام صرف اللہ ورسول عزوجل ﷺ کی رضا وخوشنودی کے لیے کرتے ہیں، وہ جنت کی لالچ بھی اس لیے کرتے ہیں کہ اس

---

[1] مقدمہ بر تذکرۂ جمیل ص ۲۱،۲۲

میں اللہ ورسول کی زیارت سے شرف یابی ہوگی، وہ ریاوسمعہ سے دور رہتے، وہ اپنی گم نامی پسند کرتے، اور خودستائی اور شہرت سے گریزاں رہتے ہیں، ایسے ہی خاصانِ خدا میں حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں، وہ سادگی کو پسند کرتے، اپنی مدحت وستائش اور شہرت گریزاں رہتے تھے، ایک ولی اللہ کی یہ عظیم خوبی ایک عینی شاہد کی زبانی دیدہ زیب کیجئے، مولانا شمس بریلوی (پاکستان) رقمطراز ہیں۔

''میں خود ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۰ء تک دارالعلوم منظر اسلام سے وابستہ رہا ہوں اور اس چھ سال کی مدت میں حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جو نوازشیں اور کرم مجھ پر مبذول فرمائے ان کو میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی سادہ مزاجی اور شہرت سے گریز کا مشاہدہ میں نے خود کیا ہے۔ دارالعلوم منظر اسلام کے انتظامی امور خاموشی کے ساتھ انجام دینا اور پھر علمی خدمات میں خاموش انہماک آپ کا وطیرہ تھا۔ ستائش ومدحت آپ کو پسند نہیں تھی۔ مریدین سے صرف وقتی روابط تھے۔ آپ نے کبھی اس طرف توجہ نہیں فرمائی کہ اپنے اوقاتِ یومیہ اور مصروفیاتِ شبانہ روز کو ضبطِ تحریر میں لائیں۔ تصنیف وتالیف کا کام بھی نہایت خاموشی سے انجام دیتے تھے۔ چنانچہ میں نے آپ کی زبان سے کبھی یہ نہیں سنا کہ ''الدولۃ المکیۃ'' کا ترجمہ تحریر فرمارہے ہیں'' [۱]

---

[۱] مقدمہ بر تذکرۂ جمیل ص ۲۳

حضور حجۃ الاسلام کی زندگی کے اس اعلیٰ گوشے پر مولانا شمس بریلوی مرحوم کی درجِ ذیل عبارت سے بھی روشنی پڑتی ہے۔

''میں سمجھتا ہوں کہ حضرت حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے ذکرِ جمیل کے بہت سے پہلو ایسے تھے جن سے بہت کم لوگ واقف تھے۔ خصوصاً آپ کی پاکیزہ علمی زندگی، آپ کی یومیہ مصروفیات، آپ کی شاعری، آپ کی زندگی کے وہ پہلو ہیں جن کا اظہار میں نے آپ کی زبان سے کبھی نہیں سُنا کہ اس میں خودستائی کا پہلو تھا۔ اور حضرت مولانا خودستائی سے بہت نفور تھے''

ولادت باسعادت: مجدد اعظم امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدّس سرہ کے اس فرزند اکبر کی ولادت باسعات ماہِ ربیع الاوّل شریف ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء کی کسی تاریخ میں اپنے جدامجد مولانا مفتی نقی علی خاں بریلوی کے گھر محلّہ سوداگران بریلی شریف (یوپی) میں ہوئی۔

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت کریمہ کس تاریخ میں ہوئی اور کون سا دن تھا، یہ بات پردۂ خفا میں رہ گئی، سارے سوانح نگار اس حوالے سے خاموش ہیں۔ البتہ یہ طے ہے کہ بڑے آن وبان کے ساتھ ماہ مبارک ربیع النور میں آپ اس فرش گیتی پر جلوہ بار ہوئے۔ جس ماہِ مبارک کی شان یہ ہے۔

ربیع الاول امیدوں کی دنیا ساتھ لے آیا

دعاؤں کی قبولیت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ پابندِ شرع ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست عاشقِ رسول بھی تھے، اس لئے ان کا شرعی مزاج اور عشقِ رسول ﷺ ہر معاملے میں انہیں اسی کام پر برانگیختہ کرتا تھا، جو شریعت مطہرہ سے بھی میل کھائے اور جس میں عشق کی جلوہ سامانیاں بھی شامل ہوں، چنانچہ آپ نے اپنے دونوں شہزادوں کا اگرچہ عرفی نام حامد رضا اور مصطفیٰ رضا رکھا مگر اصلی نام یعنی عقیقے کا نام اپنے نبی کے نام پر رکھا ''محمد''۔ یہ وہ اسم شریف ہے جو اللہ عزوجل اور رسول اکرم ﷺ کو بہت محبوب ہے۔ یہ وہی اسم مبارک ہے جسے رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب صاحب لولاک ﷺ کے لیے منتخب فرمایا۔ جس کے معنی ہیں، وہ ذات جس کی خوب تعریف کی گئی۔ یاد رہے کہ جس طرح ابجد کے اعتبار سے کسی حرف کے اعداد ہوتے ہیں، اسی طرح زبر و بینہ کے اعتبار سے بھی اعداد نکالے جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک اہم فن ہے، جو اہل علم ہی کا حصہ ہے۔ یہاں زبر و بینہ کے حوالے سے سیدنا اعلیٰ حضرت کی مہارت ملاحظہ کیجئے اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھتے چلئے کہ آج کچھ عقل کے اندھے نبی اکرم ﷺ کے عطائی علم غیب پر حملہ آور ہیں لیکن ان ہی کے صدقے علام الغیوب منعم حقیقی تعالیٰ وتقدس نے اپنے ولی کامل امام احمد رضا کو جو علم غیب عطا کیا ہے، اس کا جلوہ یہاں ملاحظہ کیجئے۔

زبر و بینہ کے لحاظ سے ''حامد رضا'' میں سات حروف ہیں اور ساتوں کے اعداد۱۳۶۲ھ ہیں اور حضرت حجۃ الاسلام کا وصالِ پرملال بھی ۱۳۶۲ھ میں ہوا۔یعنی حجۃ الاسلام کے بچپن ہی میں جس وقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے حجۃ الاسلام کا عرفی نام رکھا تو انہیں علم تھا کہ میرا یہ بیٹا ۷۰ سال کی طویل عمر پائے گا اور اس کا وصال ۱۳۶۲ھ میں ہوگا۔اس طرح امام احمد رضا کو تو حضرت حامد رضا خاں کے سالِ وفات کی خبر ضرور تھی، جو اطلاع علی الغیب پر دلیلِ ساطع ہے۔

اعداد کی تفصیل یہ ہے

حروف: حا الف میم دال را ضاد الف = حامد رضا

اعداد: ۹ + ۱۱۱ + ۹۰ + ۳۵ + ۲۰۱ + ۸۰۵ + ۱۱۱ = ۱۳۶۲ھ

فقیہِ عصر مولانا مفتی اعجاز ولی خان رضوی کا درجِ ذیل قول اسی کی طرف مشیر ہے۔

''عرف عام میں استعمال کے لیے اعلیٰ حضرت نے حامد رضا نام تجویز کیا۔اس کے اعداد زبر و بینہ میں ۱۳۶۲ھ نکلتے ہیں۔اور یہی حضرت حجۃ الاسلام کا سن وصال ہے۔اللہ اللہ! کتنی شاندار کرامت ہے کہ امام احمد رضا جہاں اپنے صاحبزادے کا نام ''محمد'' (۹۲) سے ولادت کی خبر دی وہاں حامد رضا کہہ کر رحلت کی خبر بھی اسی دن دیدی۔ملخصاً''۔

(مجلّہ رضائے مصطفیٰ کا حجۃ الاسلام نمبر،صفحہ نمبر ۵ر۔بحوالہ حاشیۂ تذکرۂ جمیل ص ۶۰۱)

اس مبارک نام پر نام رکھنے کے فضائل کئی احادیثِ طیبہ میں وارد ہیں۔
ایک حدیث میں آیا ہے کہ کل قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرمائے گا، اے محمد! جنت میں داخل ہوجاؤ، تو جس جس مسلمان کے نام ''محمد'' ہونگے۔ سب جنت کی طرف دوڑ پڑیں گے اور کسی کو ربّ کریم منع نہ فرمائے گا۔ یعنی نبی کریم ﷺ کے نام پر نام ہونے کی برکت سے وہ سب جنت میں داخل ہوجائیں گے۔

اعلیٰ حضرت نے اگر چہ حضرت حجۃ الاسلام کا نام ''محمد'' فیوض وبرکات کے پیش نظر رکھا مگر ایک جہت سے یہ ان کا تاریخی نام بھی ہوگیا۔ کیونکہ لفظ ''محمد'' کے اعداد حروف ابجد کے لحاظ سے ۹۲ ہیں اور آپ کی پیدائش ۱۲۹۲ھ میں ہوئی۔ یہاں امام احمد رضا قدسّ سرہ کا یہ ملفوظ ذہن نشیں کرتے چلئے کہ آپ فرماتے ہیں۔ ''نام وہ ہوں جن کے احادیث میں فضائل آئے ہیں۔ میرے اور میرے بھائیوں کے جتنے لڑکے پیدا ہوئے۔ میں نے سب کا نام ''محمد'' رکھا۔ یہ اور بات ہے کہ یہی نام تاریخی بھی ہوجائے
حامد رضا کا نام محمد ہے اور ان کی ولادت ۹۲ھ میں ہوئی اور اس نامِ مبارک کے عدد بھی بانوے ہیں۔[۱]

یہاں یہ نکتہ ملحوظ خاطر رہے کہ حضور حجۃ الاسلام کا ماہ مبارک ربیع الاول

---

[۱] الملفوظ اول ص ۲۶

شریف میں اس خاکدان گیتی پر جلوہ بار ہونا فالِ حسن پر دال ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت اسی ماہ مبارک میں ہے اور ''۹۲'' آپ ﷺ کے اسم مبارک ''محمد'' کا عدد ہے، لہٰذا حضرت کے سالِ ولادت میں ماہ مبارک ربیع النور اور ''۹۲'' دونوں کی برکتیں شامل ہیں۔

اس اسم مبارک سے حضور حجۃ الاسلام کو بھی اس قدر پیار تھا کہ جہاں بھی اپنا نام لکھتے یا دستخط کرتے یوں لکھتے، محمد معروف بہ حامد رضا۔

نام والقاب : والد گرامی مجدد اعظم فقیہِ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ اور اہل خانہ نے حصولِ برکت وثواب کی غرض سے آپ کا نام اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے نام پر ''محمد'' رکھا، اسی نام پر آپ کا عقیقہ ہوا، انہوں نے ہی عرفی نام حامد رضا متعین کیا۔ اور حسن و جمال، وفورِ علم اور کمال بزرگی کے سبب بڑے حضرت، بڑے مولانا، مفتی زمن، حجۃ الاسلام، شیخ الانام اور جمال الاولیا جیسے پروقار القاب سے ملقب ہوئے۔ مگر علمی دینا میں حجۃ الاسلام سے معروف ومشہور زیادہ ہیں۔ حجۃ الاسلام کے لقب سے حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کے بعد آپ ہی کے حوالے سے کان زیادہ مانوس ہیں۔ حجت کے معنی ہیں ''دلیل'' تو چونکہ آپ کے فتوے دلائل وبراہین سے مزیّن ہوتے تھے، آپ اسلام کی صداقت وحقانیت کو زبردست دلیلوں سے ثابت فرمانے کے عادی تھے، آپ کی تقریریں جامع دلائل سے لبریز ہوتی تھیں، اسی لیے آپ کو یہ خطاب ملا۔ اور یہ خطاب آنجناب کو زیب بھی دیتا ہے۔

پھر یہ کہ آپ کے جمال وخوبصورتی کو دیکھ کر اہل زمانہ بے ساختہ پکار اٹھتے تھے۔

"ھٰذا حجۃ الا سلام" (یہ تو دلیلِ اسلام ہیں)

گویا آپ کی تحریر وتقریر اس قدر دلائل سے مبرہن، دل آویز اور دلپزیر ہوتی کہ آپ خود دلیلِ اسلام اور نشانِ اسلام بن گئے۔ اس طرح آپ دینِ اسلام کے لئے حجۃ وبرہان ہیں۔

خطابات: حجۃ الاسلام جامعِ کمالات و مستجمعِ صفات تھے، جن کا اعتراف کرتے ہوئے وقت کے اکابرِ علما ومشائخ اور عوام نے چیدہ چیدہ القاب وخطابات سے یاد کیا۔ جیسے

۱) **حجۃ الاسلام**

۲) **شیخ الاسلام و المسلمین**

۳) **حجۃ اللّٰہ فی الارضین**

۴) **سند المفسرین**

۵) **سلطان العلما و المحققین**

۶) **امام العلما و الصالحین**

۷) **تاج العلماو الکاملین**

۸) **سندالاتقیا**

۹) **رئیس الفقھا**

۱۰) عمدۃ المحدثین

۱۱) امامُ الوقت

۱۲) شیخِ طریقت

۱۳) رہبرِ شریعت

۱۴) عظیم المرتبت

۱۵) عظیم البرکت

۱۶) آقائے نعمت

۱۷) دریائے رحمت

۱۸) سُلالۃالواصلین

۱۹) احسن العلما

۲۰) نائب اعلیٰ حضرت

۲۱) فخر الاماثل

۲۲) جانشینِ اعلیٰ حضرت

۲۳) شیخ الحدیث

۲۴) شیخ الادب

۲۵) سلطان المناظرین

۲۶) پیشوائے زمن

۲۷) مرجع الخلائق

۲۸) قبلۂ عالم

۲۹) قائدِ اہلسنت

۳۰) فاضلِ معقولات ومنقولات

۳۱) جامعِ معقولات ومنقولات

آپ کا بچپن حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں کی ولادت کا سن ۱۲۹۲ھ بڑا سنہرا تھا، اس وقت آپ کے والد گرامی فقیہ اعظم امام احمد رضا خاں کی عمر کا بیسواں سال تھا، تجدید واحیائے دین کے کام کا آغاز ہو چکا تھا، علمی سطوت نصف النہار پر تھی، آپ کے دادا خاتم المحققین مولانا مفتی نقی علی خاں (متوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) باحیات تھے، ادھر آپ کے دادا پیر ولیِ کامل خاتم الاکابر مولانا سید آل رسول احمدی مارہروی (متوفی ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء) بھی اپنی ولایت وبزرگی سے ایک عالم کو روشن کررہے تھے، اور جس وقت آپ نے آنکھ کھولی تو پورے گھر وشہر میں علمی ماحول تھا۔ پورا قبیلہ علم وعمل اور فضل وکمال کے نور سے جگمگا رہا تھا۔ قرآن وحدیث کی حکمرانی تھی، سنی مسلک اور حنفی مذہب کی تابانی اور قادری مشرب کی جلوہ سامانی تھی، آپ کے پیر ومرشد سرکار نورالعارفین، چشم وچراغِ خاندانِ برکات حضرت مولانا ابو الحسین احمد نوری (متوفی ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) ابر نیساں بن کر فیوض وبرکات برسارہے تھے۔ لہٰذا توفیقِ الٰہی سے آپ نے ان سب کا جام پی لیا اور عالمِ باعمل، رہبرِ شریعت، پیرِ

طریقت، شیخ الانام اور حجۃ الاسلام بن کر چمکے۔

دادی کے لاڈلے : مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی والدہ ماجدہ حجۃ الاسلام سے بہت ہی زیادہ محبت کرتی تھیں۔آپ ان کے لاڈلے پوتے تھے،اس لئے وہ آپ کی ہر خواہش پوری کرتی تھیں۔

حجۃ الاسلام کو گھڑ سواری کا بھی شوق تھا۔آپ کے اس شوق میں دادی صاحبہ کا بھی لاڈو پیار شامل تھا۔اگر دروازے پر کوئی بکاؤ گھوڑا آ جاتا تو مہنگے سے مہنگے دام پر اسے حجۃ الاسلام کے لیے خرید لیتیں۔دادی صاحبہ کے ہوتے کیا مجال کہ کوئی حجۃ الاسلام سے کسی طرح کی باز پرس بھی کر سکتا۔ یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت کو بھی انہیں ڈانٹنے نہیں دیتیں۔

مولانا حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ نے سیرت اعلیٰ حضرت کے ص ۹۱ پر اس مفہوم کو اجاگر کیا ہے کہ کبھی کبھی سیر و تفریح یا شہ سواری کی وجہ سے تعلیم میں تساہل ہو جاتا تو اعلیٰ حضرت آپ پر تادیبی سختی بھی فرماتے لیکن اعلیٰ حضرت کی والدہ محترمہ اپنے لاڈلے پوتے کو اعلیٰ حضرت کی سختی سے بچا لیتیں۔

اس عبارت سے کوئی یہ نہ سوچے کہ شہ سواری و شکار کے شوق کی وجہ ہوائے نفسانی ہو،نہیں بلکہ نیت اچھی ہو،لہو ولعب کی نہ ہو تو یہ کام کارِ خیر ہیں۔ بلاشبہ تیر اندازی اور گھڑ سواری میں کمال حاصل کرنا جہاد فی سبیل اللہ کے لیے معاون ہے، جو شرعاً محبوب و مطلوب ہے۔

لاڈ وپیار کی دوسری مثال : ''اعلیٰ حضرت قبلہ حضرت حجۃ الاسلام کو گھر کے ایک دالان میں پڑھانے بیٹھے۔ وہ پچھلا سبق سن کر آگے سبق دیتے تھے۔ پچھلا سبق جو سنا تو وہ یاد نہ تھا۔ اس پر ان کو سزا دی۔ اعلیٰ حضرت کی والدہ محترمہ جو دوسرے دالان کے کسی گوشے میں تشریف فرما تھیں، انہیں کسی طرح اس کی خبر ہوگئی، وہ حضرت حجۃ الاسلام کو بہت چاہتی تھیں، غصہ میں بھری ہوئی آئیں اور اعلیٰ حضرت کی پشت پر ایک دوہتھڑ مارا اور فرمایا تم میرے حامد کو مارتے ہو، اعلیٰ حضرت فوراً جھک کر کھڑے ہوگئے اور اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا کہ اماں اور ماریئے، جب تک کہ آپ کا غصہ فرو نہ ہو۔ یہ کہنے کے بعد انہوں نے پھر ایک دوہتھڑ مارا۔ اعلیٰ حضرت سر جھائے کھڑے رہے، یہاں تک کہ وہ خود واپس تشریف لے گئیں۔ اس وقت تو جو غصہ میں ہونا تھا ہوگیا، مگر اس واقعہ کا ذکر جب کرتیں تو آبدیدہ ہو کر فرماتیں کہ دوہتھڑ مارنے سے پہلے میرے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے کہ ایسے مطیع وفرماں بردار بیٹے کو، جس نے خود پٹنے کے لیے پیش کر دیا، دوہتھڑ کیسے مارا''۔[۱]

فن شهسواری کی مهارت : حضرت حجۃ الاسلام کو شہ سواری کا بھی بہت شوق تھا، آپ کی زمینداری میں اچھی نسل کے گھوڑے موجود تھے۔ حجۃ الاسلام کی شہ سواری کا ایک واقعہ بڑا مشہور ہے۔ نو جوانی کا عالم تھا، دوپہر کی

---

[۱] سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۹۸، از قلم مولانا محمد حسنین رضا خاں بریلوی قدس سرہ، ناشر امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی، سن اشاعت ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۲ء

گرمی میں آپ محلّہ سوداگران کی مسجد کی فصیل پر کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ اِملی کے درخت کے سایہ میں کھڑے تھے، ناگاہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہوکر آیا اور چیلنج کرنے لگا کہ:

''ہے کوئی جو میرے اس سرکش گھوڑے پر سواری کرے؟''

حضرت حجۃ الاسلام اس کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے آگے بڑھے اور جست لگا کر گھوڑے پر سوار ہوگئے۔ ابتدا میں تو گھوڑے نے شرارت کی، لیکن آپ نے ایڑ لگا کر اسے دوڑنے پر مجبور کر دیا۔ بالآخر گھوڑا آپ کو لے کر ہوا ہوگیا، احباب گھبرا اٹھے اور فوراً جا کر ان کے عم محترم حضرت علامہ حسن رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کو خبر کی ، وہ آئے اور گھوڑے والے کو پکڑا اور فرمایا۔'' اگر میرے بچے کو کچھ ہوگیا تو تیری خیر نہیں''ادھر سرکش گھوڑا حضرت حجۃ الاسلام کا مطیع ہو چکا تھا۔تھوڑی دیر میں وہ اس پر بڑی شان کے ساتھ سواری کرتے ہوئے واپس تشریف لے آئے۔

گھوڑے کا مالک یہ ماجرا دیکھ کر دنگ رہ گیا اور اس نے آپ کی شہ سواری کی بڑی تعریف کی اور آپ کے عمِّ محترم سے معافی طلب کر کے چلا گیا۔[1]

آپ کے عہدِ طفلی اور گھڑسواری میں مہارت کے حوالے سے مولانا ابراہیم خوشتر جماپوری ثم ماریشیشی رقمطراز ہیں۔

---

[1] مقدمہ فتاویٰ حامدیہ، از۔ ڈاکٹر مولانا عبدالنعیم عزیزی بریلوی مرحوم

''آپ کی عمر صرف چھ سال کی تھی کہ آپ کے جد امجد مولانا نقی علی خاں کا انتقال ہو گیا۔ آپ پوتوں میں سب سے بڑے تھے اور اپنی دادی کا سب سے زیادہ لاڈ پیار پایا تھا۔ وہ اپنے ہونہار پوتے پر جان چھڑکتیں اور ہر وقت رئیس بنائے رکھتیں۔ حضرت مولانا حسنین رضا خاں (م ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) ابن استاذِ زمن مولانا حسن رضا خاں (م ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) خود بھی مولانا نقی علی خاں کے پوتے تھے، نے فرمایا کہ دادی مرحومہ کو اپنے بڑے پوتے سے ایک خاص لگاؤ تھا۔ ہر وقت رئیس بنائے رکھتیں، لباس کے لئے نہایت تن زیب کا انتخاب کیا جاتا اور ایک ایک انگرکھا چار چار روپے میں سلتا۔

گھڑ سواری سپہ گری کے لوازمات میں سے ہے۔ صاحب تذکرہ کے اجداد میں پشتوں سے سپہ گری رہی ہے، غالباً اسی کا اثر تھا کہ آپ بچپن ہی سے گھڑ سواری کے شوقین تھے، اور آپ کے اس شوق میں دادی کے لاڈ کا بھی خاصا دخل تھا۔

اگر دروازے پر کوئی بکاؤ گھوڑا آجاتا تو گھوڑے والے کو منھ مانگی قیمت دیکر دادی صاحبہ اپنے پوتے کے شوق کو پورا فرمادیتیں۔ تربیت کے اس مرحلہ میں بھی اجداد کی فطری شجاعت اور سپاہیانہ مہارت کا خاص خیال رکھا گیا، دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جسمانی ورزش بھی ہوتی رہتی۔ زمینداری کی دیکھ بھال کے لئے جہاں بینی اور جہانگیری صلاحیتیں بھی پیدا کر دی گئیں۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام کو عہد طفلی ہی میں وہ ماحول دیدیا گیا

کہ آپ اپنے سلف کے خلفِ نامدار قرار پائے۔'' (تذکرۂ جمیل)

تعلیم وتربیت : آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی فقیہِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی آغوشِ رحمت وشفقت میں ہوئی۔ جس طرح سیدنا اعلی حضرت نے بریلی شریف میں ہی رہ کر تمام علوم وفنون اپنے والد گرامی خاتم المحققین مولانا مفتی نقی علی خاں قدس سرہ سے حاصل کیے، اسی طرح حضرت حجۃ الاسلام نے بھی اپنے والد گرامی ہی سے تمام علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کیے اور علوم وفنون کے آفتاب ومہتاب بن کر چمکے۔ آپ کی خوش نصیبی ہے کہ اعلیٰ حضرت جیسا بافیض محدث وفقیہ اور مشفق باپ ملا، جس نے کافی محنت ولگن اور شفقت سے پڑھایا بھی اور پلایا بھی اور صرف معقولات میں بام عروج تک نہ پہنچایا بلکہ وقت کا عظیم مفسر، محدث، فقیہ اور مایہ ناز ادیب بھی بنایا۔

حضرت حجۃ الاسلام بچپن ہی سے بڑے ذہین وفطین اور طبّاع تھے، اس لئے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے درس لیتے وقت زبردست علمی سوال کرنے کے بھی عادی تھے۔ قسمت سے امام احمد رضا جیسا اعلیٰ دماغ اور معقولات ومنقولات کا بحر ذخار انہیں ملا تھا۔ اس لئے ان سے شافی جواب پاکر مطمئن ہوجاتے۔ درس کے وقت اعلیٰ حضرت کو آپ کے بعض سوالات اس قدر پسند آتے کہ ''قَالَ الْوَلَدُ الْاَعَزُّ'' لکھ کر ان کا سوال اور پھر اپنا جواب متعلقہ کتاب کے حاشیے میں یا کسی دوسرے مقام پر رقم فرمادیتے تھے۔ آپ کی تحصیلِ علم کا آغاز

۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء میں آٹھ سال کی عمر میں ہوا، اگرچہ رسم بسم اللہ خوانی اس سے قبل ہوچکی ہوگی۔ اس کے بعد مسلسل گیارہ سال تک رات دن ایک کر کے محنت وجانفشانی کرتے رہے یہاں تک کہ تفسیر، حدیث، فقہ، علم ادب وغیرہ کتبِ معقولات ومنقولات کو پڑھ کر صرف ۱۹؍سال کی عمر میں ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۴ء میں درسیات سے فارغ التحصیل ہوگئے۔

یہ فیضان نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی   سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

خاندان رضا میں مدتوں سے تربیت کا یہ طریقہ مروج رہا ہے کہ پہلے درسیات کی تکمیل کراتے، ساتھ ہی قرآن وحدیث اوراحکامِ اسلام پر عمل کراتے، محبتِ خدا اور عشقِ رسول گھٹی میں پلا دیتے۔ اس کے بعد درجِ ذیل طریقے اپناتے رہے ہیں (۱) سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت وعظمت دل میں بسانا اور اسکی حفاظت وحمایت کرنا (۲) فرق باطلہ خوارج، شیعہ، وہابی، دیوبندی وغیرہ کی تردید کرنا (۳) فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی کی مشق کرانا (۴) قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی اشاعت کرنا اور مسلک اہلسنت پر ثابت رہ کر اس کی ترویج کرنا۔

ٹھیک اسی طور سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے حضور حجۃ الاسلام کو تربیت دی۔ جب ۱۹؍سال کی عمر میں ۱۳۱۱ھ میں درسیات سے فارغ ہوئے تو فتویٰ نویسی میں لگا دیئے گئے اور یہ سلسلہ ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۵ء سے شروع ہوکر اپنے عمِّ محترم استاذِ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال

۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء تک چلتا رہا۔اس دوران آپ نے اپنے والد گرامی مرجع الخلائق امام احمد رضا کی صحبت میں رہ کر تصنیف وتالیف اور فتویٰ نویسی میں خوب کمال حاصل کرلیا۔ان سالوں میں امام احمد رضا کی خدمت میں حوالے کی کتابیں پیش کرتے رہے، استفتا کے جوابات بھی دیتے رہے، تصنیف وتالیف بھی کرتے اور مضامین بھی لکھتے رہے۔اس کا اندازہ آپ کے فتوے کی اس مہر سے ہوتا ہے جس میں ۱۳۱۲ھ کی تاریخ مندرج ہے۔اور تصنیف کا اندازہ آپ کی تصنیف ''اَلصَّارِمُ الرَّبَّانِیُ عَلیٰ اَسْرَافِ الْقَادِیَانِیْ'' سے ہوتا ہے، جس کو آپ نے ۱۳۱۵ھ میں تصنیف فرمائی تھی۔اور آپ کے مقالات ''تحفۂ حنفیہ، عظیم آباد، پٹنہ'' سے شائع ہوا کرتے تھے۔

چودہویں صدی ہجری کا مقبول ماہنامہ تحفۂ حنفیہ (مخزن تحقیق) جو مخیّر قوم وملت قاضی عبدالوحید حنفی فردوسی عظیم آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی سرپرستی میں عظیم آباد پٹنہ سے شائع ہوتا تھا، آپ کے فتاویٰ اور تصنیفات وہاں قسط وار شائع ہوتے تھے۔

ماہنامہ تحفۂ حنفیہ عظیم آباد، پٹنہ نے حضور حجۃ الاسلام کا ایک معرکۃ الآرا اور جامع فتویٰ رجب المرجب ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں ''فتویٰ عالم ربانی بردخرافاتِ قادیانی'' کے عنوان سے شائع کیا تھا۔جو بعد میں '' اَلصَّارِمُ الرَّبَّانِیُ عَلیٰ اَسْرَافِ الْقَادِیَانِیْ '' کے نام سے رضوی پریس بریلی سے شائع ہوا۔

ایک خاص بات یہ ہے کہ حضور حجۃ الاسلام کی اس وقت صرف ۲۳ر سال کی عمر تھی، آپ فاضل نوجوان تھے۔ اوراس وقت پورے آب وتاب کے ساتھ جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والے غلام احمد قادیانی کو للکارا اورقرآن واحادیث کے دلائل کے ذریعہ اس کی دھجیاں بکھیر کر رکھدیں۔ کیونکہ اس وقت وہ منحوس زندہ تھا۔ اس کی موت ۱۳۲۶ھ /۱۹۰۸ء میں ہوئی، یہ اس ملعون پر دھماکہ خیز فتویٰ تھا، جس کا جواب اس سے نہ بن پڑا۔

بہرصورت مذکورہ نہج پر حضور حجۃ الاسلام تربیت بھی پاتے رہے اور دینِ متین کی خوب خدمت بھی کرتے رہے۔ اور جب آپ کے عمِّ محترم استاذِ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کا ۱۳۲۶ھ میں وصال ہوگیا تو دارالعلوم منظرِ اسلام کے اہتمام کا بارِگراں بھی آپ کے ذمہ آ گیا۔ کیونکہ استاذِ زمن اپنے وصال تک دارالعلوم کے ناظمِ دفتر رہے اور حضور حجۃ الاسلام ناظمِ دارالعلوم۔

اساتذئہ کرام : واضح کیا جاچکا کہ از اول تا آخر حضور حجۃ الاسلام کے استاذ آپ کے والد گرامی جامع معقولات ومنقولات، شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ ہیں، البتہ ۱۳۲۳ھ میں محدث بریلوی کے دوسرے اور تاریخی سفرِ حج وزیارت کے موقع پر پہلی باران کے ہمراہ مکۃ المکرّمہ اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو مکۃ المکرّمہ میں شیخ العلما حضرت علامہ محمد سعید بابصیل قدس سرہ اور مدینہ منورہ میں حضرت علامہ سید احمد برزنجی قدس

سرہ کے حلقۂ درس میں بھی آپ شریک ہوئے۔ وہاں کے اکابر علما ومشائخ نے انہیں اجازتیں اور سندیں عطا کیں۔ حضرت علامہ خلیل خربوطی قدس سرہ نے سندِ فقہِ حنفی عطا فرمائی، جو علامہ سید طحطاوی علیہ الرحمہ سے انہیں صرف دو واسطوں سے حاصل تھی۔

اور سلوک ومعارف اپنے پیر ومرشد سید ابو الحسین احمد نوری سے حاصل کیئے۔

شادی خانہ آبادی : حضور حجۃ الاسلام کی شادی خانہ آبادی جناب وارث علی خاں صاحب کی صاحبزادی ''کنیز عائشہ'' سے ہوئی، حاجی وارث علی مرحوم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی بڑی ہمشیرہ ''حجاب بیگم'' کے شوہر تھے۔ اس طرح حضرت کنیز عائشہ مرحومہ، اعلیٰ حضرت قدسؔ سرہ کی بھانجی اور حضرت حجۃ الاسلام کی پھوپھی زاد بہن ہوئیں۔ آپ ہی وہ خوش نصیب خاتون ہیں جن سے حضور حجۃ الاسلام کو کئی صالح اولاد ہوئی اور حضرت حجۃ الاسلام کا نام ونسب جاری ہوا۔ یہ بھی نہایت عفت مآب، پارسا اور پابندِ شریعت خاتون تھیں، جن کے بطن مبارک سے حضور مفسر اعظم جیلانی اور حضرت مولانا حماد رضا نعمانی میاں جیسی عظیم شخصیتیں جلوہ بار ہوئیں۔

ارشاد رسول ﷺ ہے '' اَلدُّنیَا مَتَاعٌ وَخَیرُ مَتَاعِ الدُّنیَا الْمَرْأَۃُ

الصَّالِحَۃُ ‘‘ (دنیا برتنے کی چیز ہے اور بہترین برتنے کی چیز نیک بیوی ہے)

یہ تو مسلّم ہے ہی کہ سرکار اعلیٰ حضرت اور سرکار مفتی اعظم قدست اسرارھما کی ازواج مقدسہ نہایت پارسا اور تقویٰ شعار تھیں مگر یہ بھی خوش قسمتی ہی ہے کہ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ الرضوان کو بھی عفت مآب اور متقی و پرہیز گار زوجہ مطہرہ ملیں۔

ان کے حوالے سے ایک واقعہ شستہ زبان کی چاشنی سے محظوظ ہونے کے لئے ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مرحوم کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے:

اھلیہ حجۃ الاسلام کی تقویٰ شعاری: ’’اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بڑی بہو یعنی ان کے صاحبزادۂ اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اہلیہ محترمہ (کنیز عائشہ) کو حقیقی معنی میں خانوادۂ رضویہ کی پاک بی بی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ آپ شریعت وسنت اور پردہ کی سخت پابند تھیں۔ نہایت صالحہ اور محترم و مقدس خاتون تھیں، آپ ہی کے تعلق سے حکیم مولوی محمد ادریس خان صاحب قبلہ اپنے خالو مولوی نعمت اللہ صاحب مرحوم، مریدِ اعلیٰ حضرت کی روایت سے ایک واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

’’مولوی نعت اللہ صاحب قبلہ مرحوم آنکھ کے آپریشن کے لیے پنجاب جانے والے تھے۔ اس زمانہ میں بریلی یا آس پاس کے اضلاع میں آنکھ کے

آپریشن کے لیے کوئی اسپتال یا ڈاکٹر نہیں تھا۔لوگ آپریشن کے لیے پنجاب ہی جایا کرتے تھے۔مولوی نعمت اللہ صاحب، پنجاب جاتے وقت اپنے پیرزادے حضرت حجۃ الاسلام کی خدمت میں دعا کے لیے حاضر ہوئے۔حضور حجۃ الاسلام نے دعا کے بعد ان سے فرمایا کہ ''وہاں معلوم کرنا کہ کوئی عورت ڈاکٹر بھی آنکھ کا آپریشن کرتی ہے یا نہیں؟ اگر عورت ڈاکٹر ہو تو پھر میں اپنی اہلیہ کا بھی آپریشن کرادوں''۔

مولوی نعمت اللہ صاحب کی آنکھ کا آپریشن کامیاب رہا۔واپسی پر وہ سلام کے لیے حجۃ الاسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ حضور! پنجاب میں کوئی لیڈی ڈاکٹر آنکھ کا آپریشن نہیں کرتی ہے۔ یہ سن کر حضرت زنان خانے میں تشریف لے گئے اور اہلیہ محترمہ سے بتایا کہ صرف مرد ڈاکٹر ہی آپریشن کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضور کی اہلیہ محترمہ نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ'' کہا اور بولیں کہ ''عمر بھر اندھی بیٹھی رہوں گی، مگر کسی غیر محرم کو چہرہ نہیں دکھاؤں گی اور نہ اپنے جسم پر ہاتھ لگنے دوں گی۔''

سبحان اللہ ! آپ واقعی مقدس خواتینِ اسلام کی عفت وحیا اور پردہ وتقدس کا نمونہ تھیں۔ ایسی ہی مقدس خواتین کے لیے کہا گیا ہے کہ آسمان کی نگاہوں نے انہیں بے پردہ نہیں دیکھا۔

ہاں یہی وہ خاتونِ محترمہ ہیں، جن کے بطنِ مبارک سے حضرت مفسّرِ

اعظم ہند مولانا شاہ ابراہیم رضا خاں جیلانی اور حضرت مولانا حماد رضا خاں نعمانی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما جیسے عظیم وجلیل اور شیخ طریقت پیدا ہوئے تھے۔

خانوادۂ رضویہ کے موجودہ صاحبزادگان وشہزادگان (حضور ازہری میاں، حضرت قمر رضا خاں، حضور منانی میاں، حضور توصیف ملت اور حضور سبحانی میاں وغیرھم) آپ ہی کے پوتے پر پوتے ہیں، جن سے دین وسنیت کی خدمت اور علم کے فروغ کا سلسلہ جاری وساری ہے۔'' [1]

بیعت وارادت اورخلافت : مارہرہ شریف ضلع ایٹہ (یو، پی) نہایت مردم خیز اور متبرک سرزمین ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ کے کئی شہزادے آسودہ ہیں، ان میں ایک سے ایک اولیائے کرام ہیں جن کی ضیابار کرنوں سے کل بھی زمانہ مستفیض ہوا اور آج بھی ہو رہا ہے۔ ان کے علم وفضل، ولایت وکرامت اور فیوض وبرکات کے ڈنکے کل بھی بج رہے تھے، آج بھی بج رہے ہیں اور ان شاء المولیٰ الکریم صبح قیامت تک بجتے رہیں گے۔ ان میں خاتم الاکابر حضرت سید آل رسول احمدی علیہ الرحمہ بھی ہیں، جنہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو اپنی ارادت میں لیا اور خلافت سے نوازا تو انہیں قطب عالم، مفسّرِ اعظم، محدثِ اعظم، فقیہِ اعظم، مجدد اعظم اور امام اہلسنت بنا دیا اور ان کے جانشیں چشم وچراغ خاندانِ برکات نور العارفین سرکارِ نور حضرت علامہ مولانا سید ابو

---

[1] تجلیات حجۃ الاسلام، ص ۴۱ / ۴۲

الحسین احمد نوری مارہروی بھی ہیں جنھوں نے اپنے دامن میں لے کر اور خلافت سے سرفراز فرما کر مولانا مصطفیٰ رضا کو مفتی اعظم بنا دیا (**رضی اللہ تعالیٰ عنھم وارضا ھم عنا**) اور اسی تاجدارولایت سرکارنور حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا حامد رضا خاں نوری کو بیعت وارادت اور اجازت وخلافت کے فیوض وبرکات سے نوازا تو شیخ الانام، حجۃ الاسلام اور مفتیِ اسلام بنا دیا۔

اللہ اللہ! میں قرباں جاؤں اولیائے کرام کی شان ایمانی اور وسعتِ قلبی پر۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے سیدنا اعلیٰ حضرت خود بھی عظیم شیخِ طریقت تھے، قطب الاولیا تھے، آپ کے ہزاروں مریدین وخلفا عالمِ اسلام میں پھیلے ہوئے تھے، مگر اپنے شہزادوں کو خود مرید نہ کیا بلکہ سرکارِنور حضرت نوری میاں کے دامن میں ڈال دیا۔ غالبًا اس میں یہ عقیدت کارفرما ہو کہ میرے پیر خانہ کے فیوض وبرکات تو میرے توسط سے ان شہزادوں کو مل ہی رہے ہیں، تاجدارِاولیا حضرت نوری میاں کے توسط سے بھی ملتے رہیں۔ مگر اس کے ساتھ ادب واحترام اور عجز وانکساری کا عظیم پہلو بھی ضرور اجاگر ہے۔

ایسا وسیع الظرف میں نے فیض العارفین حضرت مولانا غلام آسی پیا علیہ الرحمہ کو بھی پایا، جنھوں نے اپنے شہزادوں کو اپنے حلقۂ ارادت میں نہ لیا بلکہ انہیں اور اپنے برادرزادوں (شہزادگانِ حضور قائدِ اہلسنت) اور برادرزادیوں کو بھی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے قدموں میں ڈال دیا اور حلقۂ بگوشِ ارادت کر دیا۔

قطبِ عالم مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی اپنے مربی خاص، چشم وچراغ خاندان برکات حضرت نوری میاں قدس سرہ کے حکم سے حضرت حجۃ الاسلام کو ان تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے نوازا، جنکی انہیں اپنے شیخِ طریقت حضرت خاتم الاکابر سے اور دیگر علما ومشائخ سے ملی تھی۔ یعنی ۱۳۲۴ھ سے قبل حضرت حجۃ الاسلام کو تمام سلاسل عالیہ، تمام علوم وفنون نقلیہ وعقلیہ، قرآن وحدیث، تفسیر وفقہ، جملہ اوراد ووظائف اور اشغال میں مجاز وماذون فرمایا۔

حضور اعلیٰ حضرت قدسؔ سرہ نے اس کا ذکر ''سندِ مسندِ جانشینی'' میں ۱۸؍ذوالحجہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء کو اپنے مرشدِ برحق خاتم الاکابر سرکار سید آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء) کے عرس سراپا قدس کے روز اس طرح کیا ہے:

''یقیناً میں اپنے عزیز تر بیٹے ''محمد'' معروف بہ مولوی حامد رضا خاں کو تمام سلاسل اور تمام علوم اور سارے اذکار واشغال واوراد واعمال اور اس چیز کی جس کی مجھے اپنے برگزیدہ مشائخ کرام سے اجازت پہونچی، اجازت دے چکا تھا اور میرا یہ اجازت دینا اس کے مرشدِ برحق شیخِ طریقت نور الکاملین، خلاصۃ الواصلین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں قدس سرہ کے حکم سے تھا۔ ملخصاً''۔[1]

---

[1] ترجمہ سند مسند جانشین مرتبہ مفتی عنایت محمد خان غوری ص بحوالہ تذکرۂ جمیل

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کو طریقت ومعرفت کے تیرہ (۱۳) سلاسل کی اجازت وخلافت حاصل تھی تو حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضور مفتی اعظم قدس سرہ کو بھی ان تیرہ (۱۳) سلاسل کی اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔

وہ سلاسل عالیہ درجِ ذیل ہیں۔ان میں سلسلۂ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

نوٹ:۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، حجۃ الاسلام اور سیدنا مفتی اعظم ہند علیھم الرحمۃ والرضوان کا پیر خانہ مارہرہ مطہرہ ضلع، ایٹہ (یو، پی) ہے۔خود اعلیٰ حضرت اور آپ کے والد گرامی خاتم المحققین مولانا مفتی نقی علی خاں کو تاجدارِ مارہرہ شیخِ طریقت مولانا سید آل رسول احمدی قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔حضرت مرشد نے اعلیٰ حضرت کو اسی دن مرید کرنے کے بعد خلافت واجازت سے بھی نواز دیا۔اور آپ کو اپنے جانشیں سرکارِ نور سیدنا ابو الحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے سپرد کر دیا اور ان کی تربیت میں ڈال دیا۔آپ نے اعلیٰ حضرت کو ''چشم وچراغِ خاندانِ برکات'' کے تمغہ سے نوازا،آپ اعلیٰ حضرت کے پورے خانوادے کے شیخ ومرشد ہیں۔برادرِ اوسط استاذِ زمن مولانا حسن رضا خاں، برادرِ خرد مفتی محمد رضا خان اور برادرزادہ مولانا حسنین رضا خاں آپ ہی کے مرید ہیں۔اعلیٰ حضرت نے

حضور حجۃ الاسلام اور سرکار مفتی اعظم کو بھی آپ کے قدموں میں ڈال دیا اور آپ سے مرید کرادیا۔ اور سرکارِ نور کی کرم نوازی کہ ان دونوں کو شرفِ بیعت سے بھی نوازا اور سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ وغیرہ کی اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

اس طرح پورا خانوادۂ رضا مارہرہ مطہرہ سے نسبتِ بیعت وارات اوراجازت وخلافت رکھتا ہے اور اس طور سے یہ خانوادہ رسول اکرم ﷺ کے شہزادگان ساداتِ حسینیہ زیدیہ برکاتیہ نوریہ اور سلسلۂ قادریہ کے فیوض و برکات سے بخوبی مالا مال ہے۔

میری قسمت دیکھئے کتنی بڑی نسبت ملی

قادری ہوں قادری ہوں قادری ہوں قادری

چشم وچراغ خاندان برکات کی نوازش: گزشتہ عبارت سے واضح ہوا کہ چشم و چراغِ خاندانِ برکات نور العارفین سرکارِ نور حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ نے حجۃ الاسلام کو نہ صرف شرفِ بیعت وتمغۂ خلافت سے نوازا بلکہ ہمیشہ اپنے مرید وخلیفہ حجۃ الاسلام کے سر پر آسمان کے شامیانے کی طرح سایہ فگن رہے۔ آپ خواہ مارہرہ مطہرہ میں ہوں یا بریلی شریف تشریف لائے ہوں، خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں، حجۃ الاسلام کی سرپرستی فرماتے رہے اور اپنی توجہات سے نوازتے رہے۔ چنانچہ چشم و

چراغِ خاندانِ برکات (ثانی) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے آپ نے فرمایا کہ ''تم بھی مولانا حامد رضا کو سلسلہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز کردو''۔ پھر کیا تھا اعلیٰ حضرت نے اپنے مربیؒ کے حکم کو بجالایا اور خلافت واجازت سے نواز دیا۔

پھر ایک وقت وہ آیا کہ حضرت سیدنا آل رسول احمدی کے عرس شریف کا مہینہ ہے۔ ۱۸؍ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کی تاریخ ہے۔ اعلیٰ حضرت نے خلافت کے ساتھ تولیت سے بھی نواز دیا۔ اپنی خانقاہ، مدرسہ اور دیگر اوقاف کا متولی اور اپنا جانشیں بنا دیا۔ جیسا کہ ان سب کی صراحت اعلیٰ حضرت نے ''سندِ مسندِ جانشینی'' میں مندرجہ بالا الفاظ میں کی ہے۔

ان دونوں مرشدوں کے توسط سے ملنے والی نعمت عظمیٰ کا اعتراف حجۃ الاسلام نے اپنے مرید وخلیفہ مولانا سید ریاض الحسن صاحب جودھپوری مرحوم (سابق مفتی اعظم حیدرآباد سندھ، پاکستان) کے خلافت نامہ میں بھی کیا ہے۔ خلافت نامہ کی عبارت فارسی میں ہے۔ راقم الحروف یہاں اس کا کچھ ترجمہ پیش کرتا ہے۔

آپ رقمطراز ہیں:

''فکر آخرت اور اس کی جزا میں سرگرداں فقیرِ ناسزا محمد معروف بہ حامد رضا (اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمائے) کہتا ہے کہ حضور پرنور دریائے

رحمت ،آقائے نعمت،قدوۃ الواصلین، سراج السالکین،نور العارفین حضرت سیدنا مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ و کعبہ(اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر ان کے نورانی فیض کی بارشیں برسائے)اورحضورممدوح (نوری میاں) کی سراپابشارت اشارہ پا کرحضرت سیدی و والدی وسندی وملاذی امامِ اہلسنت ،مجدد ماۃِ حاضرہ ،مؤیدِ ملتِ طاہرہ سیدنا مولانا محمداحمد رضا خاں صاحب قبلہ وکعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضا السرمدی (اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشگی کی رضا کے ساتھ راضی ہو) نے بھی اس نااہل سراپاظلم وجہل کو سلسلۂ عالیہ ،قادریہ، برکاتیہ،نوریہ وغیرہ کاماذون ومجاز بنایا''۔

نوٹ: - عجز وانکساری کے طور پرفقیرنا سزا، نااہل،سراپاظلم وجہل وغیرہ کے الفاظ حجۃ الاسلام کے رتبۂ بلند میں چارچاند لگاتے ہیں، کیونکہ جس درخت میں جتنا پھل ہوتا ہےاسی قدراس کی ڈالیاں جھکی رہتی ہیں۔

واضح رہے کہ خاتم الاکابر حضرت آل رسول احمدی نے اپنے نبیرہ نور العارفین سید ابوالحسین احمد نوری کو''چشم و چراغ خاندان برکات'' کا لقب دیا۔اور حضرت نور العارفین نے اپنے وصال سے قبل یہ لقب امام احمد رضا کو دیا تھا۔

رضا کی طرف سے سند جانشینی: حضور حجۃ الاسلام کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدست اسراہم نے اپنا جانشیں اور اپنے تمام اوقاف کا

متولی بنایا تھا۔اس لیے کہ انہوں نے اپنے اس شہزادے کو اس کا اہل اور لائق وفائق پایا تھا۔اسی لئے انہوں نے پہلے حجۃ الاسلام کے پیر ومرشد سیدنا ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ کے ایماء پر انہیں خلافت دی۔ پھر استخارہ اور احباب کے مشورے کے بعد انہیں اپنا جانشیں بھی بنادیا۔چنانچہ اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا سید آل رسول الاحمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس کے دن ۱۸؍ذوالحجہ ۱۳۳۳ھ میں یہ ذمہ داری انہیں سونپی۔اس موقع سے جو عربی میں سندِ مسندِ نشینی عطا کی، اس کے الفاظ خوب جامع اور نہایت وقیع ہیں۔الفاظ ومعانی کی چاشنی سے محفوظ ہونے کے لیے اصل عبارت اور ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔تاکہ امام احمد رضا کی عبارت کی تہہ داری سے حضور حجۃ الاسلام کی شخصیت کا ادراک ہوسکے۔

سند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ ھادی القلوب وغافر الذنوب و ساتر العیوب وکاشف الکروب و افضل الصلاۃ و اکمل السلام علیٰ احب محبوب مصحح الحسنات مقیل العشرات شفیع الحوب وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ عدد النور والستور والطلوع والغروب وبعد فان ربنا تبارک وتعالیٰ ھو الحی الذی لا یموت وکل شیئ سواہ فلا بدیوماً ان یفوت فسبحٰن الذی قھر عبادہٗ بالموت و

تـفرد بالدوام وكـل مـن عـليها فان ويبقى وجه ربك ذو الجلال والاكرام۔ارى شمس عمرى قد تدلت للغروب وآذنت بالرحيل وحسـنبـا الـلّٰه ونعم الوكيل، اساله متوسلا اليه بجاه حبيبه الاكرم وعبـده وصـفيـه غـوثنا الاعظم صلى اللّٰه تعالىٰ على المصطفےٰ و عـليـه وسـلـم ان يختم لى بالحسنىٰ على السنة السنية والدين الا سـنٰـى، فـاطـر الـسـمٰـوات والارض انت ولِيىّٖ فى الدنيا والاٰ خرة تـوفـنـى مسـلـمـا والـحـقنى بالصٰلحين ط رب اوزعـنـى ان اشكر نـعمتك التى انعمت علىَّ و على والدىّ وان اعمل صٰلحاً ترضٰه واصـلـح لـى فـى ذريتـى، انـى تبـت اليك وانـا مـن الـمسلمين والـحـمـد للّٰه رب العٰلمين وقد بقيت فى امراستخلا فى واجلاس احـد عـلى مسند اسلافى اقدم رجلاواُؤخراخرىٰ علمامنى بان الا مـر بـالتثبـت احرىٰ فانى احب سنة ابى بكر وعمر واستعيذ باللّٰه مـن سنة كسرىٰ و قيصر فاستخرت ربى واستشرت ناسا صادقين فـى حبـى فـاشـاروا الـى مـاترى فى اٰخر هذه الحجة وتأيّد ذٰلک بـرؤيـا رأيتُهافى هذا الشهر الكريم ذى الحجة فماهو الا ان شرح الـلّٰـه لذلك صدرى وارجوا ان يكون فيه ان شاء اللّٰه رشد امرى وحسبـنـا اللّٰه و نعم الوكيل وعليه ثم علىٰ رسوله صلى اللّٰه تعالىٰ

علیــه وسـلـم التعـويـل وقـد كنت اجزت ولدى الا عز محمد ن
الـمعروف بالمولوى حامد رضا خان (سلمه الرحمٰن عن طوارق
الـحـدثـان ونـوازغ الشيـطان وجعله خير خلف لسلفه الصالحين
ووفـقـه مـدة عـمـره لـحمايته الدين ونكايته المفسدين وانه ولى
ذلک وخیـر مـالک والحمد لِلّٰه رب العٰلمين) بجميع السلاسل
والعلوم والا ذكاروالاشغال والا وراد والاعمال و سائر ماوصلت
الّى اجازته من مشايخى الا جلاء اولى الا فضال وكان ذلک بامر
شيـخـه نـور الـكـامـليـن سـلالة الواصلين سيدنا السيد الشاه ابى
الـحسيـن احـمـد الـنـورى ميـان صـاحب المارهروى قدس سره
الـنـورى والاٰن متـوكلاً عـلى الرحمٰن جعلته ولىّ عهدى و وارث
السـجادة القادرية من بعدى واجلسته على مسند اسلافى و وليته
امـراوقـافـى واسـأل ربـى وهـو حسبى متضرعا اليه بهذا الحبيب
الـكـريـم عـليـه وعـلـىٰ اٰلـه افـضل الصلاة والتسليم ثم بهذالولى
الاكـرم سيدنا ومولينا الغوث الاعظم ان يرشده لمايحب ويرضاه
ويسـدرصـورتـه ومـعـنـاه ويجعله اهلاً لماتولاه واٰخرته خيرا من
اولاه، اٰميـن، اٰميـن مـجيـب الســائـليـن، اٰميـن والحمد للّٰـه رب
الـعٰـلـميـن وصـلـى الـلّٰـه تـعالىٰ وبارک وسلم علىٰ هذا الحبيب

المرتجیٰ والشفیع المجتبیٰ وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ صلوۃ تحل العقد وتحل المدد وتفرج الکرب وترفع الرتب وتشرح الصدور وتیسر الامور والحمد للّٰہ العزیز الغفور. وکان ذلک یوم عرس سیدی وسندی ومولای و مرشدی و کنزی وذخری لیومی وغدی سیدنا السید الشاہ آل رسول الاحمدی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ بالرضی السرمدی، آمین والحمد للّٰہ رب العٰلمین ۔ ۱۸/ذی الحجۃ الحرام یوم الخمیس ۱۳۳۳ھ ھجرۃ انفس نفیس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قالہ بفمہ نمقہ بقلمہ احد کلاب الباب القادری عبد المصطفیٰ احمد رضا المحمدی السنّی الحنفی القادری البرکاتی غفر اللّٰہ لہ ماجری منہ وما یاتی وحقق املہ واصلح عملہ، آمین، آمین والحمد للّٰہ رب العٰلمین ط۔

ترجمہ

ساری خوبیاں اللہ عزوجل کیلئے جو دلوں کا رہنما، گناہوں کا بخشنے والا، عیبوں کی پردہ پوشی کرنے والا اور غموں کو دور کرنے والا ہے۔اور سب سے بہتر درود اور کامل تر سلام نازل ہو سب پیاروں سے زیادہ پیارے، نیکیوں کے درست کرنے والے ،لغزشوں کے دور کرنے والے اور گناہوں کے بخشوانے

والے (رسول اکرم ﷺ) پر اور ان کی آل واصحاب اور ان کے صاجزادے (غوث اعظم) اور ان کے گروہ پر انوار واسرار اور طلوع وغروب کی تعداد کے مطابق۔

بعد حمد ونعت یقیناً ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہی زندہ ہے جسے موت نہیں اور اسکے ماسوا ہر شے کیلئے ایک دن فنا ضروری ہے تو پاک ہے وہ جس نے اپنے بندوں کو موت سے مغلوب کیا اور ہمیشگی سے متفرد ہوا۔ (زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا)۔ میں دیکھ رہا ہوں اپنے آفتابِ عمر کو کہ غروب کے قریب پہونچا اور اس نے کوچ کا اعلان کر دیا (اور ہمارے لئے کافی ہے اللہ بہتر کام بنانے والا)۔ میں اُسی سے مانگتا ہوں اُس کے حبیب اکرم کی وجاہت کے وسیلے سے اور اس کے برگزیدہ بندے حضور غوث اعظم کے صدقے میں (اللہ تعالیٰ درود وسلام بھیجے مصطفےٰ ﷺ پر پھر اُن پر)۔ میرا خاتمہ خیر وخوبی کے ساتھ روشن سنّت اور بہت درخشاں دین پر کرے (اے آسمانوں اور زمین کے بنانیوالے! تو میرا دنیا اور آخرت میں کام بنانے والا ہے مجھے مسلمان اُٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں) اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے اور یہ کہ میں وہ بھلا کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میری ذریت کی اصلاح فرما۔ میں نے تیری

طرف توبہ ورجوع کیا اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔اور ساری خوبیاں ہیں پروردگار عالم کیلئے۔

مجھے اپنی جانشینی اور کسی کو اپنے بزرگوں کی مسند پر بٹھانے کا کام باقی رہا۔ اسمیں میں پس وپیش کرتا رہا یہ جان کر کہ اسمیں پختگی زیادہ بہتر ہے کیونکہ حقیقتاً میں حضراتِ شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سنّتِ کریمہ کو دل سے پیار کرتا ہوں اور میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی قیصر وکسریٰ کی روش سے۔تو میں نے اپنے رب کریم سے استخارہ کیا اور اپنے سچّے مخلص احباب سے مشورہ چاہا تو انھوں نے مجھے اُس طرف اشارہ کیا جو اس سند کے آخر میں دیکھو گے اور اسکی تائید مجھے اُس خواب سے ہوئی جو میں نے اس ماہ ذی الحجہ مبارکہ میں دیکھا تو اس کیلئے اللہ نے میرا سینہ کھول دیا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اس میں ان شاء اللہ میرے کام کی سچی سیدھی راہ ہے (اور ہمارے لئے اللہ کافی اور بہتر کام بنانے والا ہے) اور اُسی پر پھر اُسکے رسول ﷺ پر بھروسہ ہے۔ بلاشک میں اپنے عزیز تر بیٹے محمد معروف بمولوی حامد رضا خاں کو (اللہ تعالیٰ اسے اچانک حادثوں اور شیطان کے کوچوں سے محفوظ رکھے اور مولائے کریم اُسے سلف صالحین کا بہتر جانشیں بنائے اور تمام عمر اُسے حمایتِ دین وردِّ مفسدین کی توفیق عطا فرمائے۔ بلاشبہ وہی مولیٰ تعالیٰ، اس کا مددگار اور بہتر مالک ہے (پروردگار عالم ہی کیلئے حمد ہے) تمام سلسلوں اور تمام علوم اور سارے اذکار واشغال اور اوراد واعمال کی اور ہر اس چیز کی کہ جس کی مجھے

اپنے برگزیدہ مشائخ کرام سے اجازت پہونچی، اجازت دے چکا تھا اور میرا اجازت دینا اسکے مرشدِ برحق شیخِ طریقت نور الکاملین، خلاصۃ الواصلین سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ النوری کے حکم سے تھا اور اب میں اپنے مہربان اللہ پر توکّل کرتے ہوئے اسے اپنا ولی عہد اور اپنے بعد وارثِ سجادۂ قادریہ بناتا ہوں۔ اور اسے اپنے مشائخ کی مسند پر متمکن کرتا ہوں اور اپنے تمام اوقاف کا متولّی بناتا ہوں اور اپنے رب سے گڑگڑا کر دعا کرتا ہوں اور وہی مجھے کافی ہے بوسیلۂ حضور حبیبِ اکرم سیدِ عالم ﷺ اور ولی مکرم سیدنا مولینا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ وہ اسکی رہنمائی فرمائے، اس چیز کی طرف جو اسے محبوب و پسندیدہ ہے اور اس کے ظاہر و باطن کو سنوارے اور اس کا اہل کرے جو اسکے سپرد کیا گیا ہے اور اسکی دنیا سے آخرت کو بہتر فرمائے۔ الٰہی یونہی کر، یونہی کر، اے مانگنے والوں کی التجا قبول فرمانے والے! قبول فرما۔ اور حمد اللہ کیلئے اور صلوۃ وسلام اور اسکی برکتیں حضور پُر نور حبیبِ مرتضےٰ شفیعِ مجتبےٰ اور انکی آل واولاد اور اصحاب اور ان کے شہزاد غوث اعظم اور اس کے گروہ پر ایسی صلاۃ وسلام اور برکت نازل ہو جو گرہ کھول دے اور مدد نازل کرے اور غم دور کرے اور رتبہ بڑھائے اور سینے کھولے اور کاموں میں آسانی کرے اور تمام حمد ہے اللہ غالب بخشش فرمانے والے کے لئے۔ یہ اجازت میرے سردار و مرشدِ برحق دریائے رحمت آقائے نعمت سیدنا شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس سراپا قدس کے دن

(اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشگی کی رضا کے ساتھ راضی ہے۔ آمین و الحمد للہ رب العلمین)۔ ۱۸؍ذی الحجہ ۱۳۳۴ از ہجرت انفسِ نفیس حضرت محمد ﷺ بروز جمعرات عمل میں آئی ہے۔ اسے کہا اپنے منھ سے اور لکھا اپنے قلم سے سگِ آستانۂ قادری عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں سنّی حنفی برکاتی نے، اللہ تعالیٰ اسکے گزشتہ و آئندہ گناہ بخشے اور اسکی مرادیں برلائے اور اسکے کام بنائے، آمین، آمین یارب العلمین۔

ترجمہ از نیاز مند عنایت محمد خاں غوری غفرلہٗ فیروزی پوری

(مجاز و ماذون سلسلہ عالیہ قادریہ)

☆☆☆

سندِ جانشینی کی جہت سے رفعتِ شان

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے حضور حجۃ الاسلام کو اپنا جانشیں بناتے وقت جو ''سندِ مسندِ جانشینی'' عطا کی ،اسے آپ نے ملاحظہ کیا۔ اسے حجۃ الاسلام کے ایک خلیفۂ مجاز مولانا عنایت محمد خاں غوری علیہ الرحمہ (فیروز پور، پنجاب) نے اپنے مایۂ ناز رسالہ ''سند مسند جانشینی'' میں حضور حجۃ الاسلام کی حیات ہی میں شائع کیا تھا۔اس کے آغاز میں وہ رقمطراز ہیں:

''اس سندِ مبارک کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت قبلہ ،مجدّ دِ دوراں ،غوثِ زماں امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہ کے حسنِ انتخاب کا جہاں پتہ چلتا ہے، وہاں حضور پرنور سیدنا حجۃ الاسلام علامہ بریلوی مدظلہ زیبِ سجادہ رضویہ کی رفعتِ شان وجلالتِ مکان مہرِ نیمروز وماہِ نیم ماہ کی طرح عالم آشکار ہوتی ہے، سبحان اللہ!اس بے نظیر سندِ اجازت اور بے مثال خلافت کا کیا کہنا، کیوں نہ ہو؟ یہ امام اہلسنت قدس سرہ کے جانشیں وخلیفۂ اعظم کی مثالِ خلافت ہے،''۔

مرشد طریقت اور اعلیٰ حضرت سے توسل

ان لوگوں کے لیے خوش نصیبی ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں اور اپنے نبی حضرت سید نا محمد مصطفیٰ خیرا لوریٰ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو پورے وثوق ویقین کے ساتھ مان لیں اور اس پر عمل پیرا بھی ہو جائیں۔اس

طرح وہ عقیدے کے لحاظ سے سنی صحیح العقیدہ ہوں۔پھر فقہ واجتہاد میں تقلید کے اعتبار سے چاروں مذاہب میں حضرت نعمان بن ثابت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب نعمانی (مذہب حنفی) کو اپنائیں کیونکہ سب سے اعلیٰ مسلک ومذہب یہی ہے۔ نیز مشرب کے اعتبار سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے دامن کو تھام لیں، ان سے بھرپور عقیدت ومحبت اور ارادات رکھیں۔ایسے لوگوں کی دنیا وآخرت دونوں بآسانی وبخوبی سنور جاتی ہیں، وہ دونوں جہاں میں کامیاب وکامران رہتے ہیں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے درج ذیل اشعار میں اسی مفہوم کو واضح کیا ہے۔ترجمہ کے ساتھ وہ اشعار ملاحظہ کیجئے:

۱ حَسۡبِیۡ مِنَ الۡخَیۡرَاتِ مَا اَعۡدَدۡتُّہٗ   یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ فِیۡ رِضَا الرَّحۡمٰنِ

۲ دِیۡنُ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ خَیۡرِ الۡوَرٰی   ثُمَّ اعۡتِقَادِیۡ مَذۡھَبَ النُّعۡمَانِ

۳ وَعَقِیۡدَتِیۡ وَاِرَادَتِیۡ ومَحَبَّتِیۡ   لِلشَّیۡخِ عَبۡدِالۡقَادِرِ الۡجِیۡلَانِیۡ

(فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم، ص۲۹۰، رسالہ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات)

ترجمہ:- اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

۱) قیامت کے دن مجھے وہ نیکیاں کافی ہیں جو میں نے رحمٰن کی رضا وخوشنودی کے لیے مہیا کی ہیں۔

۲) کہ نبیِ کونین حضرت محمد خیر الوریٰ ﷺ کے دین کو میں نے اختیار

کر لیا ہے پھر مذہب نعمان بن ثابت یعنی مذہب حنفی کی صحت پر میرا اعتقاد اور اس پر عمل ہے۔

۳) اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مجھے عقیدت ومحبت اور ارادت ہے۔

محبتِ خدا، عشقِ رسول اور عقیدتِ سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی سے لبریز اس کلام کو دیکھنے کے بعد حضرت حجۃ الاسلام کے جذباتِ دینی بھی ابھر آئے اور انہوں نے اس میں ان دو مرشدوں سے توسل کے اشعار کا اضافہ کیا، جن سے انہوں نے فیوض پائے۔ ایک تو اپنے پیر ومرشد نور العارفین حضرت سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری، مارہرہ شریف اور دوسرے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدست اسرارہم۔ کیونکہ ایک مرشدِ بیعت وخلافت ہونے کے اعتبار سے تو دوسرے استاذ اور مرشدِ خلافت اور مجدد اعظم ہونے کے اعتبار سے محسن اور فیوض وبرکات سے نوازنے والے ہیں۔ چنانچہ رضا قدس سرہ کے مذکورہ کلام پر تضمین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد

عَقِیۡدَتِیۡ وَاِرَادَتِیۡ وَمَحَبَّتِیۡ لِلشَّیۡخِ عَبۡدِالۡقَادِرِ الۡجِیۡلَانِیۡ

انا انشدت وزدت فیہ

۱ وَتَشَبُّثِیۡ بِذُیُوۡلِ عَبۡدِ الۡمُصۡطَفٰی اَحۡمدۡ رَضَا خَان رَحۡمَۃِ الرَّحۡمٰنِ

۲ وَتَوَسُّلِیْ وَتَوَدُّدِیْ وَاِرَادَتِیْ   بِاَبِی الْحُسَیْنِ اَحْمَدَ النُّوْرَانِیْ

یعنی میرے والد گرامی اعلیٰ حضرت قدس سرہ السامی نے تو یہ فرمایا کہ ''مجھے شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی سے عقیدت ومحبت اور ارادت ہے'' اور میں نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے یہ اشعار کہے۔(جن کا ترجمہ یہ ہے)۔

۱) اور میں نے عبدالمصطفیٰ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، جورحمٰن کی رحمت کے مظہر ہیں، کے دامن کومضبوطی سے تھام لیا ہے۔

۲) اور سیدنا ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے لیے وسیلہ ہیں اور مجھے ان سے محبت وارادت ہے۔

ان تشریحات کی روشنی میں قارئین خود اندازہ لگائیں گے کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں اور شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا مفتی محمد حامد رضا خاں کورسولِ اکرم ﷺ، ان کے لائے ہوئے دین اسلام، امام اعظم ابوحنیفہ،ان کے مذہبِ حنفی ،سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی اور مشربِ قادری،سیدنا ابوالحسین احمد نوری اور دیگر مشائخِ طریقت ومرشدین سے کس قدر عشق ومحبت اور گہری عقیدت ولگاؤ تھا۔اور یہ مسلّم ہے کہ جوان برگزیدہ شخصیتوں کے دامنوں کوتھام لے گا وہ راہِ حق پر ہوگا اور فلاحِ دارین پائے گا۔وہ کبھی بہک نہ سکے گا۔اسی لیئے تو عرض کیا:

تیرے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

(واضح رہے کہ مذکورۃ الصدر تین اشعار میں سے پہلے دو شعر حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے ہیں۔ جیسا کہ امام اعظم علیہ الرحمہ کی حیات پر انوکھی کتاب مناقبِ الامام الاعظم مصنفہ امام حافظ الدین کردری ص ۱۱۸ میں ہے۔ اور آخری شعر رضا بریلوی کا ہے، جو ان پر تضمین کرتے ہوئے فرمایا۔ بعد کے دو شعر حجۃ الاسلام کے ہیں)۔

حج وزیارت

جسے چاہا اپنا بنالیا، جسے چاہا در پے بلالیا یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے

حج بھی نماز، روزہ اور زکوۃ کی طرح اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے اور اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے، بہت سی عبادتیں تو صرف لسانی یا جسمانی یا مالی ہیں مگر یہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں عبادات کی تینوں قسمیں جمع ہیں۔ یہ لسانی، جسمانی اور مالی تینوں طرح کی عبادتوں پر مشتمل ہے۔ یہ صاحبِ استطاعت، عاقل بالغ مسلمان مرد وعورت پر عمر میں ایک بار فرض ہے۔ یہ وہ نیکی ہے جس کے بارے میں بے شمار فضائل وارد ہیں۔

بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جس نے حج کیا اور رفث یعنی فحش کلام اور فسق وفجور نہ کیا، تو وہ گناہوں سے پاک ہوکر ایسا لوٹا جیسے اس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ نیز نبی اکرم

ﷺ نے ارشاد فرمایا، کہ حاجی اپنے گھر والوں میں سے چار سو افراد کی شفاعت کریگا اور گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے اس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔(رواہ البزار)

اسی طرح رسول اکرم ﷺ کے دربار میں حاضری اور آپ کے روضہ کی زیارت بے شمار فضائل وبرکات کی حامل ہے۔جس کا تذکرہ کئی حدیثوں میں ہے۔ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

"مَنْ زَارَقَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ"

(جس نے میرے روضہ کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی) اسی لیے دور صحابۂ کرام سے لے کر اب تک کے سارے مسلمان خصوصاً عاشقانِ رسول حج کے ساتھ ساتھ روضۂ رسول ﷺ پر حاضری کو ضروری اور اپنے لیے سعادتِ دنیوی واخروی اور باعثِ صد افتخار وانبساط سمجھتے رہے ہیں۔ یہ خوش عقیدہ مسلمان اور محبِّ خدا ورسول عزوجل و ﷺ کے لیے دولتِ عظمیٰ ہے۔ چونکہ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم محبِ خدا اور عاشق رسول تھے، اس لیے یہ حضرات دودو بار حج وزیارت سے شرفیاب ہوئے۔اوران کو ہر بار کافی دنوں تک خانۂ خدا کعبۃ اللہ شریف کے جوار اور روضۂ رسول وگنبد خضریٰ کے چھاؤں میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ وہ سعادت ہے،جس کی حسرت ہر دل میں ہے اور جس کے لیے ایک عاشق مدتوں بلکتا، روتا اور سسکتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ اس کی کیفیات یوں بیان کرتے ہیں:

یا دمیں جسکی نہیں ہوشِ تن وجاں ہم کو
پھر دکھادے وہ رخ اے مہرِ فروزاں ہم کو

پھر اٹھا ولولۂ یادِ مغیلانِ عرب
پھر کھنچا دامنِ دل سوئے بیابانِ عرب

باغِ فردوس کو جاتے ہیں ہزارانِ عرب
ہائے صحرائے عرب، ہائے بیابانِ عرب

دیر سے آپ میں آنا نہیں ملتا ہمیں
کیا ہی خود رفتہ کیا جلوۂ جاناں ہم کو

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا نازِ دوا اٹھائے کیوں

شکرِ خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح وظفر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرادیے
اصلِ مراد حاضری اس پاک در کی ہے

دھوم دیکھی ہے درِکعبہ پہ بیتابوں کی
ان کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو

زینت کعبہ میں تھا لاکھ عروسوں کا بناؤ
جلوہ فرمایہاں کونین کا دولہا دیکھو

امام احمد رضا ہند میں رہ کر بھی مدینے میں رہا کرتے تھے اور جب مدینہ میں درِاقدس پہ حاضری نصیب ہو جائے تو کیا کیفیت ہو۔ چنانچہ یہ عاشق صادق ایک بار دربار عالی میں حاضر ہے، دل میں دیدار محبوب کی حسرت ہے، پہلی رات دیدار نہ ہوا تو اپنی ناکامی پر درد وکسک کے ساتھ درجِ ذیل اشعار نذر کیے، اس کے ساتھ ہی قسمت بیدار ہوگئی اور زیارتِ سرورکائناتﷺ سے شرفیاب ہو گیا۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں ترے دن اے بہار پھرتے ہیں
اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

اسی محبِّ خدا، عارف باللہ اور عاشقِ مصطفیٰ عزوجل ﷺ امام احمد رضا کے شہزادے ہیں شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں، آپ کے دل میں محبت کی شمع روشن ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ نے ایسے گھر میں آنکھ کھولی جہاں محبتِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ کی دھوم تھی، قدم قدم پر عشق وسرمستی کا نعرۂ سرمدی تھا ،اسی جذبۂ محبت اور عشق والفت سے سرشار ہو کر حجۃ الاسلام نے عرض کیا۔

اب تو مدینے لے بلا، گنبدِ سبز دے دکھا
حامد و مصطفیٰ رضا ہند میں ہیں غلام دو

حاضری سرکار کی التجا وتمنا دیکھئے، پھر اس حاضری کی نیازمندانہ ادائیں بھی کس قدر لذت آشنا ہیں، ملاحظہ کیجئے۔

حضورِ روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر، بند آنکھیں، لب پر میرے درود وسلام ہوگا

چنانچہ حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کا جذبۂ شوق اور سوزشِ عشق رنگ لائی اور ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں اپنی والدۂ محترمہ اور عم محترم مولانا محمد رضا خان وغیرھما کی معیت میں حج وزیارت سے شرفیاب ہوئے۔

آپ کے اس سفر مبارک کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے ساتھ حج وزیارت کرنے کا شرف ملا۔ ساتھ میں ان علمائے کرام اور مشائخ کرام کی زیارت کرنے، ان کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے استفادہ کرنے کا زرین موقع فراہم ہوا جو اعلیٰ حضرت کے مداح وقدرداں ہوئے اور ان سے اجازتیں اور خلافتیں حاصل کیں۔ نیز الدولۃ المکیہ کی تبییض کرنے اور حسام الحرمین پر تقریظ لکھوانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

بلاشبہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا سایۂ عاطفت آپ کے اس سفر کے لیئے فال حسن ثابت ہوا۔ کیونکہ اس سال دیوبندیوں کے کچھ گرگے مکہ شریف میں پہنچ

کر کچھ گل کھلانا چاہ رہے تھے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب اور حضرت مولانا سلامت اللہ رامپوری کے خلاف دھوکا دے کر کچھ علمائے مکہ سے فتویٰ لینے جا رہے تھے۔ مگر امام احمد رضا کے اس سال حج کے لیے پہنچنے کے سبب ان کا سارا منصوبۂ خدع وفریب ادھورا رہ گیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا آغاز میں حضور حجۃ الاسلام کے ساتھ حج وزیارت کے لیئے جانے کا ارادہ نہ تھا مگر توفیقِ الٰہی اور عنایت رسالت پناہی نے مساعدت کی اور حج وزیارت کے لئے عرب شریف پہنچ گئے۔ سوال یہ ہے کہ امام احمد رضا تو اس سے قبل حجِ فرض ادا کر چکے اور زیارت روضۂ رسول سے بھی سرفراز ہو چکے تھے پھر یہ سفر کیسا؟ اس کا ایک جواب مولانا امجد رضا امجدؔ، ادارۂ شرعیہ پٹنہ نے یہ دیا کہ امام احمد رضا قدس سرہ کو پروردگار عالم نے اپنے دین کی خدمت اور اپنے محبوب ﷺ کی عظمت و رفعت کی حفاظت کے لئے چن لیا تھا، ان گستاخانِ رسول کے دھوکہ وفریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے منجانب اللہ انہیں اشارۂ غیبی ہوا اور وہ مکہ و مدینہ پہنچا دئے گئے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ امام احمد رضا ایک ایسے محبّ خدا اور عاشقِ رسول کا نام ہے جو ہر آن عشق ومحبت کی چاشنی چاہتے، اس کے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتے تھے، جب وہ حجاج کرام مولانا محمد رضا اور حجۃ الاسلام وغیرھما کو رخصت کرنے لکھنو گئے تو عشق نے مہمیز لگائی، دل میں مغیلانِ عرب کی یاد کا ولولہ اٹھا اور قلب نے پکارا کہ اے احمد رضا اس بار تم زائرینِ مدینہ کے صرف ہمراہی بن کر

رہ گئے، انہیں رخصت کرنے والوں میں شامل ہوئے، مگر خود مدینہ نہ پہنچے، یہ تو تمہاری محرومی قسمت ہوگی، بس دل کی صدا کیا تھی کہ امام احمد رضا بے چین ومضطرب ہوگئے۔ ایک پل بھی چین نہیں۔

چنانچہ ان زائرینِ مکہ ومدینہ کو لکھنؤ سے رخصت کرکے والدہ محترمہ سے اجازت لینے بریلی شریف واپس آئے بعدِ اجازت فوراً روانہ ہوگئے اور صرف ہمراہِ زوّار مدینہ نہ رہے، بلکہ زوّارِ مدینہ بن گئے۔ اس ولولۂ یاد اور عشق و اضطراب کی کیفیت سے آشنا ہونا چاہتے ہوں تو اس کی تفصیل ملک العلما کی زبانی سماعت کیجئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

''جامعِ حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری غفرلہ عرض کرتا ہے کہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا محمد رضا خاں صاحب برادر اصغر اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر اور حضور کی اہلیہ محترمہ ۱۳۲۳ھ میں حج وزیارت کے لیے روانہ ہوئیں تو حضور جھانسی[۱] (بلکہ لکھنو) تک ان کو پہنچانے تشریف لے گئے کہ وہاں سے بمبئی میل پر وہ لوگ روانہ ہوں گے، جو سیدھا بمبئی جائے گا اور کہیں بدلنا نہ ہوگا اس وقت تک اعلیٰ حضرت کا قصد حج وزیارت کے لیے سفر کا بالکل نہ تھا کہ حجِ فرض ادا ہو چکا تھا، زیارت سے مشرف ہو چکے تھے، صرف ان کی مشایعت (ہمراہ جانا) مقصود تھی اسی درمیان میں اعلیٰ

---

[۱] یہاں قلم ناسخ سے جھانسی کا لفظ حیات اعلیٰ حضرت میں لکھ گیا ہے، حق یہ ہے کہ یہاں لکھنو کا لفظ ہے۔ جیسا کہ الملفوظ میں اس کی صراحت ہے

حضرت کو اپنی نعتیہ غزل یاد آ گئی، جس کا مطلع ہے۔

گزرے جس راہ سے وہ سیدِ والا ہوکر
رہ گئی ساری زمیں عنبرِ سارا ہوکر

اس کا ایک شعر یہ ہے۔

وائے محرومیِ قسمت کہ میں پھر اب کے برس
رہ گیا ہمرہِ زوّارِ مدینہ ہو کر

اس کا یاد آنا تھا کہ دل بے چین ہو گیا اور وہی ہوا جس کو حضور نے دوسری غزل میں فرمایا ہے۔

پھر اٹھا ولولۂ یادِ مغیلانِ عرب
پھر کھنچا دامنِ دل سوئے بیابانِ عرب

اسی وقت حج وزیارت بلکہ خاص زیارتِ سرورِ عالم ﷺ کا قصد مصمم فرمایا۔ لیکن والدہ ماجدہ کی اجازت کے بغیر سفر مناسب نہ جانا، اس لئے ان کی گاڑی چھوٹنے کے بعد بریلی واپس تشریف لائے اور والدہ ماجدہ سے اجازت کے لیے حاضرِ خدمت ہوئے۔ جب اجازت مل گئی تو مطمئن ہوئے، ورنہ لکھنو سے واپسی کے بعد بہت پریشان نظر آتے تھے۔ اجازت مل جانے کے بعد سامانِ سفر مکمل فرمایا اور روانہ ہوئے۔ حسنِ اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کے پہنچنے تک وہ جہاز روانہ نہ ہوا تھا، سب لوگ ایک ہی جہاز میں روانہ ہوئے اور یہ سفر مبارک بخیر وخوبی انجام پایا "[1]

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت نسخۂ جدیدہ، ص ۱۳۶/۱۳۵ مصنف ملک العلما حضرت مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ، ناشر: رضا اکیڈمی۔ بمبئی

جنوں خیز عشق ووارفتگی شوق اور وصلِ جانِ جاناں کے لئے قلق واضطراب کی کہانی خود عاشق کی زبانی ملاحظہ کر لیجئے۔ وہ خود الملفوظ میں فرماتے ہیں:

''یہاں سے ننھے میاں (برادر اصغر) اور حامد رضا خاں (خلف اکبر) مع متعلقہ بارادۂ حج روانہ ہوئے، لکھنو تک ان لوگوں کو پہنچا کر میں واپس آ گیا، لیکن طبیعت میں ایک قسم کا انتشار رہا۔ ایک ہفتہ یہاں رہا طبیعت سخت پریشان رہی۔ ایک روز عصر کے وقت زیادہ اضطراب ہوا اور دل وہاں کی حاضری کے لیے زیادہ بے چین ہوا۔ بعد مغرب مولوی نذیر احمد صاحب کو اسٹیشن بھیجا کہ جا کر بمبئی تک سکنڈ کلاس رزرو کرالیں کہ نماز کا آرام رہے۔ سکنڈ کلاس کا کمرہ رزرو کر دیا۔ عشا کی نماز سے اول وقت فارغ ہو لیا، شکرم بھی آ گئی، صرف والدہ ماجدہ سے اجازت لینا باقی رہ گئی، جو نہایت اہم مسئلہ تھا اور گویا اس کا یقین تھا کہ وہ اجازت نہ دیں گی، کس طرح عرض کروں۔ اور بغیر اجازت حج نفل کرنا حرام۔ آخر کار اندر مکان میں گیا۔ دیکھا کہ حضرت والدہ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرماتی ہیں، میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا، وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھیں اور فرمایا: کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور! مجھے حج کی اجازت دے دیجئے۔ پہلا لفظ جو فرمایا یہ تھا کہ ''خدا حافظ'' یہ انہیں دعاؤں کا اثر تھا۔ میں الٹے پیروں باہر آیا اور فوراً سوار ہو کر اسٹیشن پہنچا۔ ملخصاً''۔[1]

خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے فضل الٰہی سے

---

[1] الملفوظ حصہ ثانی ص ۴/۳ ناشر: قادری مشن نو محلّہ مسجد، بریلی شریف

نبی اکرم ﷺ اور اپنے سرکاروں کے طفیل جہاں اور ہزاروں خوبیاں پائیں وہیں حج وزیارت کی سعادت سے بھی شرفیاب ہوئے بغیر نہ رہ سکے جب کہ اُس زمانے میں حج کرنا آج کی طرح آسان نہ تھا۔ پانی کے جہاز سے سمندر کی لہروں سے دوچار ہوکر سفر طے کیا جاتا اور جانے آنے میں مہینوں لگ جاتے تھے۔اس کے باوجود حضور حجۃ الاسلام کو دوبار حج وزیارت سے فیضیاب ہونے کے زرین مواقع ملے۔

پہلا حج ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں کیا،اور وہ بھی وقت کی سب سے عظیم عبقری شخصیت اپنے والد گرامی مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کی معیت میں اس شرف سے مشرف ہوئے۔

یہ حقیقت واقعیہ ہے کہ جو شخص محبت کے ساتھ قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہے اسکے اندر بار بار تلاوت کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اسے ہر بار نیا لطف ملتا ہے، اسی طرح محبتِ خدا اور عشق مصطفیٰ سے سرشار ہوکر جو ایک بار حج وزیارت سے شرفیاب ہوجاتا ہے، اس کا دل بار بار اس سے فیضیاب ہونے کی بابت کچوکے لگاتا ہے ۔چنانچہ آپ پر پھر مولائے کریم کی نوازشات وعنایات ہوئیں ، بلاوا آیا اور ۱۳۳۴ھ میں دوبارہ حج وزیارت سے شادکام ہوئے۔شوق دیدار اور حاضری مدینہ کا اشتیاق کتنا شدید تھا؟ آپ خود ہی کہتے ہیں:

اسی تمنّا میں دل پڑا ہے، یہی سہارا ہے زندگی کا بلالو مجھ کو مدینے سرور نہیں تو جینا حرام ہوگا

آپ کے پہلے حج وزیارت کے حوالے سے مولانا عبدالمجتبیٰ شہید مرحوم یوں رقمطراز ہیں:

''یہ حج آپ کا علمی وتحقیقی میدان میں عظیم حج تھا، اور جو کارہائے نمایاں آپ نے اس حج میں ادا فرمایا''الدولة المکیہ '' کی ترتیب ہے، جسے فاضل بریلوی قدس سرہ نے صرف آٹھ گھنٹے کی قلیل مدت میں قلم برداشتہ لکھا۔ مذکورہ کتاب کے اجزا حضور حجۃ الاسلام کو دیتے جاتے، آپ ان کو صاف کرتے جاتے تھے۔ پھر اس کا ترجمہ بھی آپ نے ہی کیا'' [۱]

نوٹ:- آپ کے دوسرے حج کے بارے میں بعض کتابوں میں ۱۳۲۴ھ لکھا ہے۔ یہ کمپوزر کی غلطی ہے، حقیقت یہ ہے کہ آپ نے دوسرا سفرِ حج ۱۳۳۴ھ میں فرمایا۔

رضا کی معیت میں حامد رضا

حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں قدس سرہ کو مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کے ساتھ سفر وحضر میں اکثر مقام پر رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ خواہ ردِّ ندوہ کے لئے پٹنہ ہو یا سفرِ جبلپور، بمبئی اور جدہ شریف کا سفر ہو یا مکۃ المکرّمہ اور مدینہ طیبہ کا۔ ہر جگہ ان کی معیت میں رہ کر شرفیاب ہوتے رہے۔ جب ۱۳۲۳ھ میں امام احمد رضا نے دوسرا حج اور حجۃ الاسلام حامد رضا نے

---

[۱] تذکرۂ مشائخ قادریہ، ازقلم مولانا عبدالمجتبیٰ شہید مرحوم

پہلا حج کیا تو مناسک حج سے فراغت کے بعد حرم شریف کے کتب خانہ میں جانے اور کتابیں مطالعہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ جس کے محافظ ایک جید عالم دین مولانا سید اسماعیل مکی تھے (علیہ الرحمۃ والرضوان)۔ چنانچہ یہ دونوں باپ بیٹے وہاں پہنچے۔ اب پورا واقعہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی زبانی سماعت کیجئے۔ اور اعلیٰ حضرت اور حجۃ الاسلام کے تبحر علمی اور عربی دانی کا اندازہ لگائیے۔

ہاں اس سے قبل یہ مسئلہ ذہن نشیں کر لیجئے کہ حج کے دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ حاجیوں کو حکم ہے کہ زوال کے بعد رمی جمار کرے یعنی منیٰ میں شیاطین کو کنکر مارے۔ حنفیوں کے نزدیک زوال سے پہلے رمی جمار کرنا مکروہ وخلافِ مذہب ہے۔ اب آگے کی گفتگو سماعت کیجئے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ الملفوظ میں فرماتے ہیں۔

''پہلے روز جو حاضر ہوا تو حامد رضا ساتھ تھے۔ محافظِ کتب حرم ایک وجیہ وجمیل عالمِ نبیل مولانا سید اسماعیل تھے۔ یہ پہلا دن اُن کی زیارت کا تھا۔ حضرت مولانا موصوف سے کچھ کتابیں مطالعہ کے لئے نکلوائیں۔ حاضرین میں سے کسی نے اس مسئلہ کا ذکر کیا کہ ''قبلِ زوال رمی کیسی؟'' مولانا نے فرمایا یہاں کے علما نے جواز کا حکم دیا ہے۔ حامد رضا خاں سے اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مجھ سے استفسار ہوا۔ میں نے کہا خلافِ مذہب ہے۔ مولانا سید صاحب نے ایک

متداول کتاب کا نام لیا کہ اس میں جواز کو علیہ الفتویٰ لکھا ہے۔میں نے کہا کہ ممکن ہے کہ روایت جواز ہو مگر علیہ الفتویٰ ہرگز نہ ہوگا۔وہ کتاب لے آئے اور مسئلہ نکالا او راسی صورت سے نکلا جو فقیر نے گذارش کی تھی۔علیہ الفتویٰ کا لفظ نہ تھا۔حضرت مولانا نے کان میں جھک کر مجھے پوچھا کہ یہ کون ہے؟اور حامد رضا کو بھی نہ جانتے تھے مگر اس وقت گفتگو انھیں سے ہو رہی تھی۔لہٰذا ان سے پوچھا۔انھوں نے میرا نام لیا۔نام سنتے ہی حضرت مولانا وہاں سے اُٹھ کر بے تابانہ دوڑتے ہوئے آکر فقیر سے لپٹ گئے''۔ [۱]

اس واقعہ کے تعلق سے مولانا ابراہیم خوشتر رضوی حامدی جماپوری کا تبصرہ بھی ملاحظہ کر لیجئے۔فرماتے ہیں:

''امام احمد رضا کے حضور وہ بھی ایک مکی عالم نبیل محافظِ کتبِ حرم مولانا سید محمد اسماعیل سے رمی قبل زوال کے عدمِ جواز پر حضرت حجۃ الاسلام نے فصیح عربی میں گفتگو کا حق ادا کر دیا۔اور''**اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ**'' کا وہ شاندار مظاہرہ پہلی بار حرم مکہ میں کیا کہ معاصر علما کا قول قولِ فیصل قرار پایا''

''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھے تو وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں تھے'' (مولانا حسنین رضا خاں،خلیفۂ اعلیٰ حضرت کا ارشاد [۲])

---

[۱] الملفوظ،حصّہ دوم ص۸۔۹ [۲] تذکرۂ جمیل،ص۱۲۵-۱۲۶۔مصنف مولانا ابراہیم خوشتر،جماپور،مونگیر(بہار)

مکہ معظّمہ میں رضا کا دست راست

حجۃ الاسلام مکۃ المکرّمہ اور مدینہ منورہ، غرض کہ عرب وعجم ہر جگہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے معاون اور دست راست رہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفل الفقیہ الفاہم اور الدولۃ المکیہ کی تمہیدیں لکھنے میں، الدولۃ المکیہ کا مبیضہ تیار کرنے میں اور ان پر اور حسام الحرمین پر تقریظات لکھوانے میں پیش پیش رہے۔ ان سارے امور کو ایک نائبِ اعلیٰ حضرت اور دستِ راست کی حیثیت سے آپ نے بخوبی انجام دیا۔

مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں حضور اعلیٰ حضرت کے زیرِ عاطفت آپ کا رہنا بہت ساری فتوحات کا حامل ہوا۔ جہاں آپ کو علما ومشائخِ مکہ ومدینہ کی زیارت کا شرف اور استفادہ کے سنہرے مواقع حاصل ہوئے تھے، وہیں حضور اعلیٰ حضرت کی جو قدر دانی علمائے مکہ ومدینہ (زادھما اللہ شرفاً وعدلاً) نے کی اور آپ کو بحر العلوم اور مرجع خلائق سمجھ کر آپ سے فتوے حاصل کیے، حدیث وفقہ کی سندیں اور سلسلوں کی اجازتیں حاصل کیں، ان سارے واقعات کو اپنے سر کی آنکھوں سے حجۃ الاسلام نے دیکھا۔ جسے کفل الفقیہ الفاہم اور الاجازات المتینۃ کی تمہیدوں میں اختصار کے ساتھ انہوں نے بیان بھی کیا ہے۔ کفل الفقیہہ الفاہم کی تمہید کا ترجمہ یہاں ملاحظہ کریں۔ آپ فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''سراہے گئے حمد کئے گئے (اللہ تعالیٰ) کی وہ حمد کرتا ہوں جو سب سے بہتر حمد کرنے والے (حضرت مجتبیٰ) نے کی۔ اور درود وسلام بھیجتا ہوں اُن پر جو بکثرت سراہے ہوؤں سے زیادہ سراہے گئے ہیں۔ جن کا نام پاک احمد ہے۔ حمد ونعت کے بعد جبکہ چودہویں رات کے روشن چاند کی طرح سیر کیلئے ہند کی پستی سے بلندئ حج مکہ معظّمہ وزیارتِ حرمِ حبیبِ مصطفیٰ امید گاہِ پسندیدہ برگزیدہ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی طرف سال گذشتہ سے پہلے سال دوسری بار وہ متوجہ ہوئے جو اہلسنت تابندہ وجماعتِ سنت کے امام ہیں۔ اور موجودہ صدی کے مجدّد، ملّتِ پاکیزہ کے ناصر، نور ایمان کی بلندی، چشمِ عمائد کی پتلی۔ وہ کہ زمانے کی آنکھ نے ان کا مثل نہ دیکھا۔ قطبِ مکان وغوثِ زمان وبرکتِ وجود۔ آیاتِ الہیہ سے ایک آیت، میرے سردار، استاذ ووالدوجاپناہ حضرت مولانا حاجی جناب احمد رضا خاں اللہ عزوجل ہم پر اُن کے فیضِ بسیار بار کے چھینٹے ڈالے جب تک کلیوں پر بلبلیں چہکیں اور میں ان کے شمار عیال میں داخل انکے آنچلوں دامنوں سے متمسک تھا تو میں نے دیکھے عزت کے وہ امتیاز جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص کیا اور اُن پر انعام کا دامن ڈالا اپنے حرمت والے شہر (مکہ معظّمہ) اور اپنے حبیب سرور عالم کے شہر (مدینہ طیبہ میں) (ان پر سب سے بہتر درود وسلام جب تک رات ودن باقی رہیں) دونوں شہر مکرم کے لوگوں نے ان کی تعظیم و

توقیر وتکریم وخاطر داری کی اوران کے مخالفوں پراُن کومدد کی۔اوران مفسدوں کو کہ دین سے ایسے نکل گئے جیسے آٹے سے بال، مغلوب کیا۔اوران کی ذلیل خباثت کے پردے چاک کئے۔تو وہ مفسد غضبِ الٰہی کے مستحق ہوئے۔اور خسارے میں رہے۔اورڈرائے گئے کہ بری صبح ہوئی۔اورشیطان کی اولاد ذلّت کے غار میں بھاگی۔جیسے بھڑکے ہوئے گدھے کہ شیر سے بھاگے ہوں۔اوران مفسدوں کے پردے چاک ہوئے۔اورعیب کھل گئے۔اوران کی ذلت فاش ہوئی۔اوران کی گرمی روپوش اوران کی آگیں خاموش ہوئیں اورانکے چہرے مارے گئے اوراُن کے بیل ذبح کئے گئے اورحضرت ممدوح (امام احمد رضا) سے علماء کرام، اتقیاءعظام بڑے بڑے مشاہیر کمالِ عزت اورنہایتِ احترام سے ملے اوران کیلئے گواہی دی کہ وہی سردارویکتاوامام ہیں۔بلکہ اُن کے ہاتھ پاؤں چومے اوراُن سے حدیث مسلسل بالاولیّہ سُنی اورحدیث کی کتابوں،صحاح ستہ وسنن ومسانید ومعاجیم اورچاروں مصافحوں کی اجازت لی۔یہاں تک کہ اُن کے ہاتھ پر بیعت کی اورسلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں منسلک ہوئے۔اور یہ تمام باتیں چھوٹی اوربڑی سب اُن عمائدِ علماء واکابرِ کبرا کے اصراروں سے ہوئیں۔یہ خدا کافضل ہے جسے چاہے دے اوراللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔حضرت ممدوح (امام احمد رضا) کے تذکرہ سے کان خوش ہوئے اوراُن کی خوشبوئے فضل سے ہر مجلس ومنزل مہک اٹھی، اوراُن کے فیض کا شہرہ اطراف وآفاق میں بلند ہوا تو

قلوب بڑے شوق سے اُن کے آرزومند ہوئے مگران کے علوم کی خوشبو پھیلنا اور اُن کے مشکِ فہوم کا خوب مہکنا رسالہ مبارکہ ''الدولة المكية بالمادة الغيبيه'' سے ہوا جسے غیبی وہابیہ کے جوابِ سوالات میں تصنیف فرمایا تو اُن کے گروہوں کو بھگا دیا۔ اور ہاتھ باہر نکالنے کی حاجت نہ ہوئی اور اُن کے سرودُم قطع کیئے اور تلوار نیام کی نیام ہی میں رہی۔ یہ کتاب اور جوابات صرف تین جلسوں میں تمام ہوئے جن کا مجموعہ دس گھنٹے بھی نہ تھا۔ تو یہ نہ تھا مگر اللہ عزوجل کی طرف سے کرامت وخارقِ عادت مگروہ حضرت ممدوح کیلئے تو دستور وعادت کے مثل ہے جسکا ایسے افادوں میں اُن سے بار بار تجربہ ہوا (اللہ اُن کیلئے وہ سب سے بہتر خوبی اور اس پر بھی زیادت پوری کرے) تو یہ رسالہ ایک فوری نگاہ فرماں پذیر اور بلاغت ترقی گزیں سے لکھ دیا سیراب رواتیوں سے جلوہ ریز اور گوہرین دانشوں سے زیور پوش تو وہ علما اس کے بلند نوروں سے ضیاء گیر ہوئے اور انھوں نے یقین کیا کہ مصنّف کا قدم مشاہیر علوم معقول ومنقول میں بلند ہے۔ تو اُن کے پاس حاجتوں کے ناقے روکے اور انکی طرف طلب کے جمازے (رکاب) سرگرم تیز کیئے۔ اور بہت مسائل میں اُن سے فتوے چاہے تو مصنّف نے چمکتی نورانی طبیعت سے انکو جواب دیئے۔ ازاں جملہ وہ بارہ مسئلے کہ ذہنوں کو آزمائیں اور آدمی کا مقام کھولیں اور قیمت بانچیں اور میدان کے معرکوں میں سواروں کی قدر بتائیں بعد اسکے کہ وہ علما ان مسائل میں صغار وکبار سے بحث کر چکے تھے اور ان

کے لئے بڑی بھرن اور شبنم سب سے پانی مانگ چکے تھے اور لوگوں نے آئے بلے کر کے ٹال دیا تھا۔ ایسے مسائل کا جواب مصنف ممدوح نے بروز شنبہ شروع فرمایا اور اتوار کو پھر بخار آگیا تو روز دوشنبہ پہر دن چڑھے سے تمام فرما دیا۔ ۲۳ رمحرم الحرام ۲۴ھ کو اللہ عزوجل کے حرمت والے شہر (مکہ معظّمہ) میں تو بڑے احسان والے اللہ کے فضل سے پیاس کے وقت مینہ (بادل) آیا۔ اور اسکی خواہش دو عالموں کی طرف سے ہوئی تھی۔ ایک فاضل پاکیزہ کامل مکمل مصلائے حنفی کے امام مولانا شیخ عبداللہ میرداد مکی قادری رضوی شیخ الخطبا وسردارِ امامانِ باعظمت حضرت شیخ احمد ابوالخیر کے صاحبزادے ہیں۔ (اللہ عزوجل اُن کو ہر مضرت سے محفوظ رکھے)۔ دوسرے اُن کے استاد فاضل کامل سب بری باتوں سے یکسو وکنارہ گزیں مولانا شیخ حامد احمد محمد فاضل جداوی وہ دشمن وگمراہ کے شر سے محفوظ رہیں اور اللہ تعالیٰ انھیں اور ہمیں بدمذہب کتوں اور بھونکنے والے کے بھونکنے سے بچائے۔ اور ہمیں اور انھیں سب تہلکوں اور گرنے کی جگہوں سے محفوظ رکھے۔ اور ہم سب کو اپنے فضلِ سیراب کے چھینٹوں سے سیراب کرے۔ اور ان کے دل اور میرے دلِ پژمردہ کو تر وتازہ کرے۔ اور ان کی اور ہماری سب برائیاں بخش دے اور ہم سب کو بار بار اپنے کرم والے گھر اور اپنے حبیب نہایت مہربان رحم والے ﷺ کے مزار کی طرف بار بار بتکرار حاضری پہ حاضری عطا فرمائے۔ قبول اور برکتوں کے ساتھ۔ ان کی عزت کا صدقہ جو نیکیوں کو صحت بخشنے

والے ہیں اور لغزشوں کے معاف فرمانے والے، بھلائیوں کے رہنما، ہر گناہ و بدی مٹانے والے، اللہ تعالیٰ ان کے آل واصحاب اور پاک بیبیوں پر درود بھیجے۔

مصنف نے رسالہ کا نام ''**کفل الفقیہِ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم**'' (۱۳۲۴ھ) رکھا۔

ہاں وہ رسالہ یہ ہے اور اللہ کے لئے حمد ہے اس کی نعمتوں پر۔ اور درود وسلام افضلِ انبیاء اور اُن کے آل واصحاب اور تمام احباب پر اور ہم پر اُن کے ساتھ اور اُن کے سبب اور اُن کے گروہ میں اور اُن کے صدقہ میں اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں پر جو اُن میں زندہ ہیں اور جو مر گئے ایسا ہی کر، اے پروردگار سارے جہان کے۔

اسے اپنے منھ سے کہا اور اس کے مضمون پر گواہی دیتا ہوا نبی ﷺ کے کرم اور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مہربانی سے اپنے رب کی رحمت اور اس کے محبوب کی نعمت کے امیدوار محمد نے جس کا عرف حامد رضا بریلوی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اپنے سیراب کرنے والے گھاٹ سے پانی پلائے اور اسے پژمردہ کرنے والی گرمی کے شر سے بچائے۔''

یہاں تک تو ''کفل الفقیہ الفاہم'' کی تمہید کی عبارت تھی، اب ''**الاجازات المتینہ**'' کی تمہید کی روشنی میں امام احمد رضا پر حجۃ الاسلام کی معلومات ملاحظہ کریں۔ آپ فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اللہ کو ہیں اور وہ کافی ہے۔سلام اللہ کے ان بندوں پر جنہیں اُس نے چنا۔خاص کر اس محبوب پر جو امید گاہ، شفاعت کنندہ اور انتخاب فرمودہ ہیں۔نیز آپ کی آل واصحاب پر جو صدقِ وفا اور نورِ صفا والے ہیں۔اور اُن کے ساتھ ہم پر بھی (سلامتی اتار) اے وہ ذات جس نے وعدہ کیا تو پورا کیا اور دھمکی دی تو معاف فرمایا۔حمد وصلوٰۃ کے بعد حقیقت یہ ہے کہ مولیٰ سبحانہٗ وتعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص فرماتا ہے اور اپنی جلیل الشان نوازشوں کے ساتھ اس پر احسان کرتا ہے اور اس کے لئے ایسی بڑی بڑی نعمتیں پسند فرماتا ہے جس سے عقلوں اور فہموں کو حیرت ہوتی ہے بلکہ ان کی قدر ومنزلت کا اندازہ وہم وگماں بھی نہیں کرسکتے۔اور اُن سے الطاف کا اصل سبب حبیب کریم ﷺ کا وہ بابرکت احسان ہے جو آپ کی فضیلت والی نعمتوں کے کامل حسن کا کرشمہ ہے۔وہ حبیب جو غنی ہیں دوسروں کو غنی کرتے ہیں، سخی ہیں دوسروں کو دیتے ہیں، ابوالقاسم ہیں دوسروں میں نعمتوں کی تمام قسمیں بانٹتے ہیں (آپ اور آپ کی آل واصحاب پر افضل درود اور اکمل سلام اترے) کیونکہ آپ ہی بندوں کے لئے سب سے بڑے وسیلہ اور اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے خلیفہ ونائب ہیں۔دنیا میں اور آخرت میں سب خزانوں کی کنجیاں آپ ہی کو عطا ہوئی ہیں۔مولیٰ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے خزانے آپ کے دستِ کرامت میں رکھ دیئے ہیں۔تو کوئی بھلائی کسی کیطرف

نہیں جاتی مگر آپ کے پاس سے ہوکر اور کوئی عطیہ کسی کو نہیں پہنچتا مگر آپ سے نسبت پا کر۔ ان اشعار کے قائل پر اللہ تعالیٰ رحمتیں اتارے اور اجر کامل بخشے۔

ترجمۂ اشعار:۔ ’’سنتے ہو باپ قربان ہو اُن پر جو اس وقت بھی بادشاہ اور سردار تھے جبکہ حضرت آدم پانی اور مٹی میں تھے۔ وہ جب کسی امر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کا خلاف نہیں ہوسکتا۔ سارے جہان میں کوئی ایسا پیدا نہیں ہوا جو آپ کے ارادے کو بدل سکے‘‘۔

عارف ربانی سیدی ابوالحسن محمد البکری الصدیقی الامام سے خدا راضی ہو۔ وہ کیا فرماتے ہیں۔

ترجمۂ اشعار:۔ ’’جتنی رحمتیں اللہ رحمٰن نے بھیجی ہیں یا بھیجے گا وہ چڑھتی ہوں یا اترتی، ملکوت میں ہوں یا ملک میں، خاص ہوں یا عام سب میں واسطہ اور اصل آنحضرت ﷺ ہیں جو طٰہٰ بھی ہیں اور مصطفیٰ بھی، اللہ کے بندے بھی ہیں اور نبی بھی، مختار بھی ہیں اور مرسل بھی، یہ ایسی حقیقت ہے جسے ہر عقل مند جانتا اور مانتا ہے‘‘۔

بالخصوص دین کی نعمتیں! وہ روز اوّل سے روز آخرت تک جتنی بھی ہیں، سب حضور (علیہ السلام) کے واسطہ سے ہیں۔ اس امر کی دلیل واضح ہے اور رب العالمین کا یہ ارشاد ہے۔

ترجمۃ الآیتین مع التفسیر بین الہلالین:۔ ’’میرے رسول اپنی امت کو

پاک کرتے ہیں اور انھیں کتاب وحکمت کا علم عطا کرتے ہیں۔ ان میں سے اوروں کو بھی (جو قیامت تک آئیں گے) پاک کرتے ہیں اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے (بعد میں پیدا ہوئے) اور وہی عزت وحکمت والا ہے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے (سورۃ الجمعہ رکوع ۱) اور سب تعریف اللہ رب العلمین ہی کو ہیں۔"

اس آیت میں قیامت تک آنے والے جن اوروں کا ذکر ہوا ہے اُن میں فضل وکمال کے اندر سبقت لے جانے والوں میں ایک ایسا عظیم الشان جلیل المرتبت شخص بھی ہے جس کو اس کے مقدس پیغمبر نے بے اندازہ نعمتیں بخشی ہیں وہ پیغمبر جو اوّل بھی ہیں اور آخر بھی ہیں، باطن بھی ہیں ظاہر بھی، فاتح بھی ہیں خاتم بھی، کائنات میں (من حیث الخلقت) پہلے بھی ہیں اور نبیوں میں (من حیث البعثت) پچھلے بھی (صلوات اللّٰہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین) اور اُن کی بخشی ہوئی نعمتیں سمندر کی طرح بے اندازہ ہیں جس طرح اس کا پانی بتمامہ نکالا نہیں جا سکتا، یونہی وہ نعمتیں ختم نہیں ہو سکتیں۔ اللہ عظیم کی قسم وہ گنی نہیں جا سکتیں۔ رب کریم نے چاہا تو کسی حد پر نہ رکیں گی، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے اُن میں اضافہ نہیں رُکے گا، کیوں کہ کریم جب دینے لگتا ہے تو دیتا ہی جاتا ہے اور جب کسی کو اپنے آستانۂ کرم سے لینے کا عادی بنا دیتا ہے تو لینے دینے کی یہ رسم برقرار رکھتا ہے۔ اسکے فضل وانعام کے دستر خوانوں کی مہربانیاں منقطع نہیں

ہوا کرتیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس حبیب جیسا فضل وکرم میں، جود وسخا میں دوسرا کون ہے؟ آپ امید گاہ ہیں، آپ کی سخاوت عام ہے، آپ کی ذات سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم دائماً ابداً)

ترجمۂ شعر:- آپ اس عیب سے پاک ہیں کہ امیدوارِ کرم آپ کی کرم نوازیوں سے محروم کردیا جائے یا آپ کی پناہ میں آنے والا ناکام واپس جائے۔

اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے دامنِ رحمت سے لپٹنے والوں پر درود ورحمت نازل فرمائے بمقدار آپ کی بخشش اور نوال کے، نعمت و افضال کے، مرتبہ اور جلال کے، حُسن اور جمال کے، فضل اور کمال کے۔

اس جلیل المرتبت شخص سے مراد میرے والد محترم ہیں جو بزرگی والوں کے بزرگ، روشن سنّت اور سُنّی جماعت کے امام، اس چودھویں صدی کے مجدّد، پاکیزہ ملت کے مددگار اور نورِ ایمان کے بلند نشان ہیں۔ یعنی حضرت مولانا الحاج الشیخ احمد رضا خاں (اللہ تعالیٰ ہم پر اُن کے ابرِ فیض بار کی بارشیں نازل فرمائے جب تک کہ کلیوں پہ بلبلیں چہکیں)

ہوا یوں کہ حضرت والد ماجد (اللہ تعالیٰ آپکے نورِ فیض کو کامل اور پیشوائی کو دائم فرمائے) پر جب بموقعِ حجِ ثانی جو پہلے حج سے احسن ثابت ہوا اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب نے احسان فرمایا۔ (وہ حبیب جنہیں حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہے جن کی سب دعائیں قبول ہوتی ہیں، جو دوسروں کی التجائیں منظور فرماتے ہیں

(صلى الله عليه وسلم وعلىٰ آله وصحبه وشرف وكرم) اور آپ پر بارانِ کرم کو اتارا، نعمتوں کی وہ بارشیں لگا تار نازل فرمائیں کہ مقربِ بارگاہ کردیا اور اہلِ کرم کا محبوب بنا دیا اور اہل حرم کے دلوں میں باعزت، باعظمت جگہ مرحمت فرمادی کہ وہاں کی بہت بڑی جلیل القدر شخصیتوں نے آپ کی بہت بڑی تعظیم وتوقیر کی۔ حق تعالیٰ کی قسم کہ حضرت والد ماجد کو مطلوب شہرت نہ تھی۔ انھوں نے اس کے حصول کا کوئی طریقہ اختیار نہ کیا، اپنے دل کو اس کے سبب کی جانب مائل نہ ہونے دیا لیکن بایں ہمہ حضرت جناب محمد مصطفےٰ ﷺ نے آپ کو مشہور کرنے کا ارادہ فرمالیا اور آنحضرت ﷺ کی مراد متخلف نہیں ہوسکتی کیونکہ حضور کی مراد اللہ کی مراد ہے اور حضور کا چاہا اللہ کا چاہا ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ حضور کا رب حضور کی مراد پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے (ﷺ) فبناءً علیہ والد ماجد نے اگر چہ گوشہ نشینی اور گمنامی کو پسند کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین میں آپ کی مقبولیت رکھدی گویا مکہ مکرمہ میں کارکنانِ قضاوقدر سے ندا کروا دی گئی کہ اہلِ صفا جلدی چلو! مصطفیٰ (ﷺ) کا غلام آیا ہوا ہے۔ تو ہم نے وہاں کے علماء کرام کو آپ کی جانب تیز تیز آتے اور اکابر عظماء کو آپ کی تعظیم وتوقیر میں جلدی کرتے دیکھا۔ بعض آپ کے علمی انوار حاصل کرنے کیلئے آئے۔ بعض صرف برکتِ ملاقات کی غرض سے پہنچے، کسی نے آکر مسئلہ پوچھا اور فتویٰ طلب کیا۔ کسی بزرگ نے اپنا لکھا ہوا فتویٰ دکھایا (اور تصدیق وتقریظ چاہی) یہاں تک کہ باعزت لوگوں،

ممتاز شخصیتوں نے آپ سے برکتِ اجازت چاہی اور بڑی شان والے اکابر بیعت وطریقت میں داخل ہوئے اور اہل کرم بزرگ بلند مرتبہ، پیشوا، فرمانروا، باہیبت، کبیر الشان عظیم المکان، معزز علمائے حرم، اہل کرم میں اتنے معظم کہ اُن کی جانب انگلیوں سے اشارے ہوتے ہیں، سے گفتگو کرتے وقت جبکہ حضرت والد ماجد نے ادباً اُن کے گھٹنے کو چھونا چاہا تو وہ بولے ''اَنَا اُقَبِّلُ اَرْجُلَكُمْ وَنِعَالَكُمْ، كَثَّرَ اللّٰهُ فِيْ الْاُمَّةِ اَمْثَالَكُمْ'' (میں آپ کے قدموں اور جوتوں کو بوسہ دوں، اللہ تعالیٰ اس امّت میں آپ جیسے علما کو بکثرت کرے)

تو ہم نے بحمدہ تعالیٰ اپنی آنکھوں سے (والد صاحب کی وسعتِ علمی کا وہ منظر دیکھا جسکی خبر رب المشرقین نے اپنے نبی ﷺ کی بابت قرآن مجید میں دی۔

ترجمۂ آیت:- ''میرے رسول اپنی امّت کو پاک کرتے ہیں اور انھیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں'' اور ان میں سے اوروں کو بھی (جو قیامت تک آئیں گے) پاک کرتے ہیں او رعلم عطا فرماتے ہیں جو اگلوں سے نہ ملے (بعد میں پیدا ہوئے) اور وہی عزت وحکمت والا ہے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (سورۃ الجمعہ رکوع ۱)۔

والد صاحب کی خدمت میں نعمتِ اجازت حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے جو مستجیز حاضر ہوئے اُن کا نام مولانا السید عبد الحی بن السید الکبیر

الشریف عبد الکبیر الکتانی الفاسی ہے، موصوف محدث المغرب، جلیل المنصب، سردارِ فاضل، عالمِ کامل، صاحبِ فضل مبین ہیں۔ علم حدیث میں اور اس کے علاوہ دیگر علوم دینیہ میں ساٹھ کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں۔ آپ مکہ مکرمہ میں حج بیت اللہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے بغیر کسی سابق تعارف وسابق ملاقات کے والد ماجد کی خدمت میں ۲۶/ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو پیغام بھیجا کہ میں آپکے نورِ علم سے مقتبس ہونے کے لئے آنا چاہتا ہوں۔ اس دن والد محترم ''وہابیوں'' کے رد میں ''الدولة المکیه بالمادة الغیبیه''(۱۳۲۳ھ) لکھنے میں مصروف تھے۔ اور تین دن میں کتاب کی تصنیف وتبیض کے مکمل کرنے کا علماء کرام سے وعدہ فرما چکے تھے۔ بوجہِ ملاقات کتاب کی تکمیل میں تاخیر کا خوف تھا۔ اس لئے آپ نے سید صاحب (حفظہ الاحد) کی خدمت میں معذرت پیش کی اور جواب ارسال کیا کہ کل تک (انشاء الملک الوہاب) کتاب مکمل ہوجائے گی تو میں پرسوں خود حاضر ہوجاؤں گا۔ سید صاحب نے دوبارہ کہلا بھیجا کہ کل مدینہ منورہ جارہاہوں کرایہ کے اونٹ لے لئے ہیں۔ کل دوپہر بعد روانگی کا پروگرام بن چکا ہے تو حضرت والد ماجد نے کتاب کی تکمیل خدائے فتاح کے سپرد کی اور سید صاحب موصوف کو تشریف لانے کی اجازت دیدی۔ سنتے ہی سید محترم خوش ہوئے اور صبح کے وقت تشریف لے آئے۔ انہوں نے آتے ہی والد ماجد سے اجازتِ حدیث حاصل کی اور حدیث مسلسل بالاولیت کا سماع کیا۔ پھر اولیاءِ کبار

کے سلاسلِ طریقت کی اجازتیں لیں۔ والد ماجد نے تمام اجازتیں اُن کی منشاء کے مطابق لکھکر مرحمت فرمائیں۔ یہ مجلس دوپہر تک رہی۔ پھر سید صاحب نماز ظہر کے فوراً بعد مدینۃُ المصطفیٰ (ﷺ) کی جانب روانہ ہوگئے۔ موصوف کے ساتھ ایک جوانِ صالح، علم دین کا طالب ''حسین جمال بن عبدالرحیم'' بھی تھا۔ اس نے سید صاحب سے کچھ پیچھے رہ کر اجازتِ حدیث طلب کی۔ چونکہ مدینہ طیبہ کی جانب اُن حضرات کی روانگی کا وقت قریب تھا۔ اس لئے والد ماجد نے اُسے زبانی اجازت دیکر فرمایا کہ سید صاحب کے نسخے کی نقل لے کر اپنا نام لکھ لینا یہ اجازت کا پہلا نسخہ ہے۔ اس تاخیر کے ساتھ ساتھ والد صاحب کو بخار بھی دوبارہ ہوگیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے وقت سے پہلے کتاب مکمل فرمادی۔ اور والد صاحب نے مسوّدہ صاف فرما کر (حسبِ وعدہ) علماءِ امجاد کے پاس بھیج دی۔

پھر اگلے دن یعنی بتاریخ ۲۸/ذی الحجہ والد صاحب کی زیارت کے لئے حضرت مولانا الشیخ صالح کمال تشریف لائے، یہ برگزیدہ علماء کرام کے سردار ہیں ۔ ان کے ساتھ فضل وکمال کے گھرانے ''دحلان'' کے دیگر اہل علم اور اصحاب فضیلت بھی تھے۔ انھوں نے بھی اجازتیں مانگیں۔ آپ نے سب کو زبانی اجازتیں بخشیں اور جلیل القدر علامہ (صالح کمال) کی جلالتِ شان اور عظمتِ مکان کے پیش نظر اُن کے لئے سندِ اجازت لکھنے میں کافی توقف فرمایا۔ وہ جب ملتے سند کا مطالبہ فرماتے اور تقاضے پر تقاضا کرتے۔ یہاں تک کہ اُن کی خاطر

سند کا الگ بڑا نسخہ ارشاد فرمایا۔ جس کا تاریخی نام ''الا جازات الرضویہ لمبجل مکۃ البھیہ'' تجویز کیا۔ اس نسخے کو اجازات کا جامع اور پوری طرح کامل بنایا۔ اس میں شیخ کا ذکر بڑے حسین الفاظ میں کیا۔ تو نسخہ ثانیہ ایسا حسین ہوگیا کہ ہر زیبائش سے مستغنی نظر آنے لگا۔ پھر مولیٰ سبحانہٗ وتعالیٰ نے والد ماجد کے درمیان اور سید، بزرگ، علامہ، دانشمند، کثیر الفہم، باجمال، مولانا السید اسمٰعیل خلیل محافظِ کتبِ حرم شریف کے درمیان پہلی ملاقات میں چہرے پہ نگاہ پڑتے ہی فوق العادۃ محبت فی اللہ پیدا فرمادی۔ کیونکہ (بمطابق حدیثِ مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۴۲۵) روحیں متعلق بالا جسام ہونے سے پہلے جمع کئے ہوئے لشکر کی صورت ہوا کرتی ہیں (تو جو عالمِ ارواح میں متعارف ہوں وہ عالم اجسام میں بھی متعارف و مانوس ہوجاتی ہیں) بعد از ملاقات سید صاحب نے بھی سند مانگی تو والد ماجد نے اُن کو بھی اور اُن کے بھائی سید مصطفیٰ خلیل کو بھی وہی نسخہ ثانیہ جامعہ مرحمت فرمایا۔ (اللہ تعالیٰ ان سب کو عزت وعظمت بخشے) البتہ ان کے ناموں کے ساتھ اُن کی شان کے لائق کلماتِ مدح وثنا لکھے۔ پھر آپ نے تیسرا نسخہ باعمل عالم، حاویِ فروع واصول شیخ احمد خضراوی کے لئے لکھا۔ بعد ازاں مستجیزین کا تانتا بندھ گیا، سندیں طلب کرنے والے علما و مشائخ پے درپے آنے لگے تو حضرت والد ماجد نے اُن کے لئے سند کا چوتھا نسخہ تالیف فرمایا جو مختصر بھی ہے اور جامع بھی۔ اور تھوڑے الفاظ پر مشتمل ہونے کے باوجود نافع بھی اور آپ نے مجاز

کے نام کی جگہ خالی چھوڑ کر اس نسخے کی متعدد نقلیں کروالیں۔ جب کوئی عالم دین سند لینے آتے تو والد ماجد خالی جگہ اُن کا نام لکھ کر یہ نسخہ اُن کے حوالے کر دیتے اس طرح اختصار کے ساتھ اجازت بخشتے ۔لیکن بایں ہمہ متعدد اہلِ کرم نے بڑا نسخہ مانگا اور وہ اس ''نسخۂ کبریٰ'' کے لائق وحقدار تھے۔ والد ماجد نے بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ان حضرات میں سے بعض کو جناب شیخ صالح کمال کے سپرد کیا کہ اُن کے پاس سے لکھوالیں۔ اور بعض سے وعدہ فرمایا کہ وطن پہنچ کر بھیجیں گے۔تو دوسرا نسخہ جو بڑا ہے اور چوتھا نسخہ جو چھوٹا ہے مگر جامع ، یہ دونوں علماءِ اعلام کے ناموں کی گنتی کے مطابق مرتب کئے گئے۔تو ہم مختلف ناموں کے محل میں مختلف عبارات ذکر کریں گے اور اُن کے ساتھ تاریخِ اثبات بھی لکھیں گے جو آخر میں ذکر کی گئی۔ پھر آپنے حضرت علامہ صالح کمال کے شاگرد شیخ عبدالقادر الکردی کے لئے اور اُن کے سعادت مندلڑکے عبداللہ فرید کیلئے پانچواں نسخہ مرتب کیا۔ جبکہ انھوں نے عریضہ بھیج کر اپنے لئے اور اپنے استاد علامہ صاحبِ افضال (صالح کمال) کے لئے اجازت نامہ طلب کیا۔ پھر چھٹا نسخہ سید محمد عمر المطوف بن سید جلیل ابو بکر الرشید (المرحوم بکرم المتعال) کے لئے لکھا بعد ازاں آپ عالی بارگاہ مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے وہاں کے علماء کرام نے بھی مکہ مکرمہ کے علماء کرام کی طرح آپ کا استقبال پورے اکرام واجلال کے ساتھ کیا۔ یہاں تک کہ علامۂ اجل مولانا الشیخ محمد عبدالحق الہٰ آبادی (مجاورِحرمِ مکہ

معظّمہ) نے ایک دن حضرت والد ماجد سے کہا ''میں سالہا سال سے مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوں۔ ہندوستان سے ہزاروں انسان آتے ہیں۔ان میں اہلِ علم ،اہلِ صلاح، اہلِ تقویٰ سب ہوتے ہیں۔انھیں دیکھا کہ وہ بلدہ مبارکہ کی گلیوں میں گھومتے ہیں۔کوئی اُن کی طرف دھیان نہیں کرتا۔لیکن آپ کی مقبولیت کی عجیب شان دیکھتا ہوں کہ بڑے بڑے علما عظما آپ کی طرف دوڑے آرہے ہیں۔اور تعظیم بجالانے میں جلدی کررہے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔اور مدینہ منورہ میں بھی متعدد علماء کرام نے اجازتیں مانگیں آپ نے اکثر کو صرف زبانی اجازتیں دیں۔ کیونکہ ''غلامِ مصطفیٰ'' (امام احمد رضا) بارگاہِ مصطفیٰ (علیہ افضل صلوات اللہ) میں ایسا مشغول ہوگیا کہ ماسوائے مصطفیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اسی بناء پر بعض علما سے وعدہ فرمایا کہ وطن جا کر سندِ اجازت بھیجیں گے۔ یہ وعدہ فاضلِ کامل حضرت مولانا عمر بن حمدان محرمی مدرسِ حرمِ نبوی کے لئے اور صاحبِ سیادت وشرافت لائقِ لطافت ونظافت مولانا سید مامون البری کے لئے تھا۔ ہاں سید جلیل الشان ،سعادت مند، صاحبِ ستائش موصوف بالشرف والفضائل مولانا الشیخ محمد سعید شیخ الدلائل کے لئے ساتواں نسخہ اس وقت قلمبند فرمایا جبکہ بلدۂ جمیلہ سے کوچ کرنے کا وقت آگیا اور اُن سے وعدہ کیا کہ وطن پہنچ کر تفصیل بھیجوں گا۔ پھر جب وطن پہونچے تو کتابیں لکھنے، فتنے مٹانے

میں ایسے مصروف ہو گئے کہ سندیں بھیجنے میں دیر لگ گئی۔اس پر کئی خطوط بطور یادِ دہانی حرمین طیبین سے بریلی تشریف لائے۔اب ہم وہ خطوط مختصراً ذکر کرتے ہیں اور ایک دوسرا خط بھی ذکر کریں گے جو خوبیوں سے بھرے ہوئے جلیل الشان سید صاحب کی طرف سے آیا تھا۔تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حضرت والد ماجد کے درمیان اور سید صاحب موصوف کے درمیان (بحمد اللہ الودّاد) کتنا مضبوط رابطہ اور کیسا حسین اتحاد تھا۔‘‘

مولانا طرابلسی کو مسکت جواب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے دوسرے سفرِ حج میں حضرت حجۃ الاسلام ان کے ساتھ جب مدینہ شریف پہونچے تو ’’الدولة المكية‘‘ پر تقریظ کا کام چل رہا تھا۔بعض جگہ مفتی شافعیہ حضرت مولانا سید احمد برزنجی کو شکوک ہوئے۔امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کے اطمینان بخش جوابات دیئے۔پھر ایک رات ان کے شاگرد شیخ عبد القادر طرابلسی آئے انہیں نائب اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام نے ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا۔چنانچہ الملفوظ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

’’ایک رات ان کے شاگرد شیخ عبد القادر طرابلسی شلبی کہ مدرس ہیں،فقیر کے پاس آئے اور بعض مسائل میں کچھ الجھنے لگے۔حامد رضا خاں نے انہیں جواب دیئے۔جن کا جواب وہ نہ دے سکے اور وہ بھی سینہ میں غبار لے کر

اٹھے۔ان کا غبار مجھے معلوم ہو گیا تھا،جس کی میں نے پرواہ نہ کی۔انصاف پسند تو اس کے ممنون ہوتے ہیں جو انہیں صواب کی طرف راہ بتائے نہ یہ کہ بات سمجھ لیں ،جواب نہ دے سکیں اور بتانے سے رنجیدہ ہوں‘‘۔[1]

واضح رہے کہ یہ سب گفتگو فصیح و بلیغ عربی میں تھی،جس سے امام احمد رضا اور مولانا حامد رضا کی عربی دانی پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔

☆☆☆

[1] الملفوظ حصہ دوم ص۳۹-۴۰ مرتبہ مفتی اعظم مصطفےٰ رضا خاں قدس سرہ۔ ناشر قادری مشن نو محلّہ،مسجد بریلی شریف

تیسرا نور

حجۃ الاسلام امام احمد رضا کی نظر میں

حجۃ الاسلام گلِ تازہ اور شاخِ تازہ ہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے قصیدہ ''آمال الابرار '' میں بہت سے علما ومشائخ کی شان میں منقبت کے اشعار پیش کیے ہیں جنہیں تحریک جدوہ پٹنہ کے جلسہ میں پڑھا گیا تھا اور بہت مقبول ہوا تھا، اس میں حجۃ الاسلام کے بارے میں بھی درجِ ذیل شعر کہا ہے۔ جس میں وضاحت کی ہے کہ مولانا حامد رضا اپنے آباء واجداد کے پودوں سے ایک قیمتی پودا اور تازہ شاخ ہیں۔ فرماتے ہیں:

وَفِیْ دَوْحِ الْعُلیٰ حَامِدُ رَضَا مِنْ	غِرَاسِ جُدُوْدِہِ الْغُصْنُ الْجَدِید
اور بلندی کے عظیم درختوں میں حامد رضا	اپنے اجداد کرام کے نہال (پودہ) سے شاخ تازہ

حجۃ الاسلام نائب امام احمد رضا

حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خاں ہر لحاظ سے اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت کے مظہر تھے۔ وہ بلاشبہ نائب اعلیٰ حضرت تھے، ان کے جانشیں اور وارث وامین تھے۔ عالم وفاضل، ادیب وخطیب اور محقق ومفتی تھے، ایک عظیم مصنف تھے، نہایت دیندار اور پرہیزگار تھے، ماں باپ کے بڑے فرماں بردار تھے۔ اعلیٰ حضرت کی تحریک اوران کے ہر کام میں معاون ومددگار رہے۔ ہر گھڑی ان کے ہمدم وہمراز

(۱؎ قصیدہ آمال الابرار وآلام الاشرار ص ۱۳)

اور پیروکار رہے اوران کے دست راست اور وکیل رہے۔

یہ آپ کی وہ خوبیاں ہیں جن کے سبب اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے بے حد محبت فرماتے اور آپ پر ناز کرتے تھے اور ایسے لائق وفائق ،ذی ہوش اور دیندار بیٹے پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جیسے باپ کو نازاں ہونا بھی چاہئے تھا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نے ایک وقف نامہ کی رجسٹری میں حضرت حجۃ الاسلام کو متولی قرار دیتے ہوئے یہ تحریر فرمایا:

’’مولوی حامد رضا خاں پسر کلاں جو لائق ، ہوشیار اور دیانتدار ہیں، متولی کر کے قابض و دخیل بحیثیت تولیت کاملہ کر دیا‘‘۔

بلاشبہ اعلیٰ حضرت جیسی عبقری شخصیت اور علم وفن کے بحر ناپیدا کنار اور فضل وکمال کے تاجدار کا جانشیں وہی شخص بن سکتا تھا جو علم کا سمندر ہو، لائق وفائق ہو، ذکی و ہوشیار اور دین دار ہو، چنانچہ خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام اور خلف اصغر سرکار مفتی اعظم ان ساری صفات حمیدہ سے متصف تھے۔اس لیے یہ دونوں یکے بعد دیگرے سرکار اعلیٰ حضرت کے نائب وجانشیں بنے اور اس خانقاہ اور مرکز علم وعقیدت کی گدی کو سنبھال لیا۔اس کی حفاظت وصیانت کی بلکہ اسے کافی فروغ وترقی دی۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ ہر فتنے کا جواب بن کر جلوہ بار ہوئے تھے۔لٰہذا قادیانیوں ،دیوبندیوں ،ندویوں، نیچریوں اور غیر مقلدوں کا نہ صرف منہ توڑ جواب دیا، بلکہ ان کی خوب سرکوبی کی۔حضرت حجۃ الاسلام بھی ان کی ہر تحریک

میں شانہ بشانہ ساتھ رہے۔

اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعدان بد مذہبوں اور شدھی فتنوں نے میدان خالی سمجھ کر اسلام و سنّت پر منظّم ہوکر حملہ کیا۔ ایسے نازک موڑ پر حضرت حجۃ الاسلام اور سرکار مفتی اعظم نے کمان سنبھالی او راسلام و سنیت کی آبرو رکھ لی،اپنے مجاہدانہ کارناموں سے مرکزیت کی آب وتاب کو نہ صرف بحال رکھا، بلکہ اسے فروغ واستحکام بخشا۔زیب سجادہ اور مظہراعلیٰ حضرت ہونے کی حیثیت سے اسلام وسنیت کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ نچوڑ کر رکھ دیا۔اس جہاد میں خلفائے اعلیٰ حضرت،حضور صدرالافاضل،حضور صدرالشریعہ،حضور برہان ملت، حضور محدث اعظم اور حضور شیر بیشۂ اہلسنت وغیرھم، ان کے علاوہ حضور اشرفی میاں اور تاج العلما حضرت محمد میاں قدست اسرارھم آپ کے قدم بہ قدم رہے۔سنیوں کے ایمان واسلام کی بھرپور حفاظت کی۔

اسی لیےتو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا تھا۔

حامدمنی انا من حامد حمد سے ہمد کماتے یہ ہیں
میرا امجد مجد کا پکا اس سے بہت کچپاتے یہ ہیں
میر انعیم، آل رحمٰن برہان حق شرق پہ برق گراتے یہ ہیں

ع ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر۔

بلکہ لاکھوں رحمتیں ان سب اساطین امت پر جنہوں نے پانی سے نہیں

اپنے خون جگر سے گلشن اسلام کی آبیاری کی۔

واضح رہے کہ جس طرح حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان سے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ بہت پیار ومحبت فرماتے تھے، اسی طرح سیدی وشیخی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے بھی خوب محبت فرماتے تھے۔ اس کے شواہد بے شمار ہیں۔ ایک بار اپنے شاگرد رشید اور خلیفۂ مجاز حضرت ملک العلما علیہ الرحمہ سے اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

''جیسے مصطفیٰ ویسے تم''

یعنی اے ملک العلما جیسے میرا شہزادہ خوبیوں کا مالک اور میری آنکھوں کا تارا ہے ویسے ہی تم محاسن کا حامل اور میرے پیارے ہو۔ [۱]

حامد رضا نہیں ،احمد رضا ہی کہا جائے

بہت سے خوش قسمت صوبہ جات کو جس طرح یہ شرف حاصل ہے کہ ان میں سرکار اعلیٰ حضرت، حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم کے قدمِ میمنت پڑے ہیں، اسی طرح بہار کی سرزمین کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ ان تینوں آفتابِ علم ومعرفت کے قدم مبارک اس پہ پڑے ہیں۔ سرکار اعلیٰ حضرت نے تو پٹنہ اور آرہ کو اپنے قدوم میمنت سے نوازا اور حضرت حجۃ الاسلام نے اپنے والد گرامی اعلیٰ حضرت کی معیت میں عظیم آباد پٹنہ میں ندوہ کے خلاف ہونے والے

---

[۱] حضرت ملک العلما حیات وخدمات ازقلم محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی

جلسہ منعقدہ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں شامل ہوئے پھر پوکھریرا اور گنگٹی، ضلع سیتا مڑھی میں اسی سنہ میں اور اس کے علاوہ مضافاتِ دربھنگہ و مظفر پور میں ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں اپنے فیوض و برکات کے دریا بہائے، جن میں کمتول ضلع دربھنگہ اور چھوٹا (رضانگر) ضلع دربھنگہ کا قیام بھی شامل ہے۔

اور سرکار مفتی اعظم اور حضور مفسر اعظم قدست اسرارھما کا تو کہنا ہی کیا وہ تو بے شمار مقامات کو اپنے قدوم کے فیضان سے سرشار کرتے رہے اور اسلام وسنیت کے جام ہائے لبالب سے سیراب کرتے رہے

بہار میں بیت الانوار گیا، سہسرام، پوکھریرا اور رضا باغ گنگٹی کو یہ شرف حاصل رہا ہے کہ آغاز ہی سے ان مقامات کے علمائے کرام اور مشائخ فخام اعلیٰ حضرت اور آپ کے خانوادے سے بڑی عقیدت رکھتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان مقامات کی سنیت الحمدللہ مضبوط و مستحکم ہے۔ ان مقامات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، ان جگہوں میں علمائے اہلسنت پہنچتے تھے اور انہیں مرکز بنا کر دور دور تک کا دورہ کر کے اسلام وسنیت کو فروغ دیتے تھے۔ بعد میں علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی نگری جمشید پور کو بھی اکابر علما کے ورود مسعود کا مرکز بننے کا شرف حاصل ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے وفورِ عقیدت و محبت کا یہ نتیجہ ہے کہ پوکھریرا کے عظیم بزرگ حضرت مولانا عبدالرحمٰن محبیؒ علیہ الرحمہ جن کا مزار پرانوار آج بھی

زیارت گاہِ انام ہے، نے سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو ایک جلسے میں شرکت کے لیے دعوت دی۔ بے پناہ مصروفیت کے سبب اعلیٰ حضرت وہاں پہنچ نہیں سکتے تھے مگر مومن وہ ہے جو دوسرے مومن کا دل نہ توڑے، چنانچہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان کی اور اہل پوکھریرا کی دلجوئی بایں طور کی کہ اپنے لختِ جگر حضرت حجۃ الاسلام کو اپنا قائم مقام بنا کر ایک مکتوب گرامی کے ساتھ وہاں روانہ کیا۔

الفاظ کی چاشنی سے محظوظ ہونے کے لیے درجِ ذیل اقتباس کو پڑھ جائیے۔اعلیٰ حضرت نے حضرت محبّی میاں کو تحریر فرمایا:

''اگرچہ میں اپنی مصروفیت کی بنا پر حاضری سے معذور ہوں مگر حامد رضا کو بھیج رہا ہوں، یہ میرے قائم مقام ہیں، ان کو حامد رضا نہیں، احمد رضا ہی کہا جائے'' (تذکرۂ جمیل ص ۱۲۲)

ان جملوں سے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا سے اعلیٰ حضرت کی حد درجہ محبت وشفقت کا بھی اظہار ہے اور ان کے عظیم المرتبت اور لائق وفائق ہونے کا بھی۔نیز آپ کے نائبِ اعلیٰ حضرت،مظہرِ امام احمد رضا ہونے پر واضح دلیل ہے۔

حامد رضا کا ھاتھ میرا ھاتھ ھے

ان سے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کے دل میں وفورِ محبت وشفقت اور ان کے لائق وفائق ہونے کا بین ثبوت یہ بھی ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے

ان کو اپنا جانشیں بھی بنایا، نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت بھی کی پھر اپنے وصال سے ایک ہفتہ قبل جمعہ کے دن وہ لوگ جو اس غرض سے آئے کہ ہم اعلیٰ حضرت سے مرید ہوں گے، انہیں آپ نے ہدایت کی کہ حامد رضا سے مرید ہو جاؤ بلکہ یوں فرمایا:

''ان کی بیعت میری بیعت ہے، ان کا ہاتھ میرا ہاتھ، ان کا مرید میرا مرید ، ان سے بیعت کرو''۔[1]

ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے سارے کے سارے شاگرد اور خلفا اپنے علم و عمل میں تفوق اور گونا گوں خوبیوں کے سبب آپ کے نزدیک قابل فخر تھے، مگر کتاب مستطاب ''الاستمداد'' میں آپ نے اپنے تلامذہ اور خلفا کی فہرست میں سب سے پہلے اپنے اس چہیتے شہزادے، شاگرد اور جانشیں ہی کا نام نامی اسم گرامی ذکر کیا ہے۔ اس سے اعلیٰ حضرت کے نزدیک ان کے قرب پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔

میری طرف سے مولانا حامد رضا مرید کریں

آخر ایام میں امام احمد رضا کافی علالت سے دوچار ہونے لگے۔ اس لئے سرد علاقہ بھوالی میں رمضان المبارک کے روزے ادا کرنے چلے گئے۔ وہاں سے واپسی پر بھی علالت و نقاہت رہی۔ اتنے میں آپ کے پیر و مرشد محدث

---

[1] تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۱۲۷۔ از مفتی شفیق شریفی الہٰ آبادی

وقت خاتم الاکابر حضرت مولانا سید آل رسول احمدی مارہروی (م۱۲۹۶ھ) کے عرس کی تاریخ (۱۸/ذوالحجہ ۱۳۳۹ھ) آ گئی، آپ نے اس میں زوردار تقریر فرمائی، مسلمانوں کو نصیحتیں فرمائیں اور آخر میں حدیث کے الفاظ ''فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ '' کی اتباع میں یہ بھی فرمایا، کہ آئندہ ہمیں تمہیں شاید ایسا موقع نہ ملے، اس لیے جو یہاں موجود ہیں وہ بغور سنیں اور جو موجود نہیں ہیں ان تک مری باتیں پہونچا دیں۔اس پر سارے سامعین بدحواس ہو کر رونے لگے اور سب کے ذہن میں یہ بات آ گئی کہ اب اعلیٰ حضرت ہمارے درمیاں نہیں رہیں گے۔ ہمارا ساتھ عنقریب چھوڑ دیں گے۔ پھر کیا تھا، لوگ جلد جلد مرید ہونے لگے، وصال کے آخر وقت تک مرید ہونے والوں کا تانتا لگا رہا۔مرد وعورت کا جمِ غفیر رہتا۔ایسے موقع سے اعلیٰ حضرت نے فراست مومنانہ سے کام لیا، حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم کو تو پہلے ہی خلافت دیدی تھی، اور حجۃ الاسلام کو اپنا جانشیں اور جائیداد کا متولی بھی بنا دیا تھا مگر اس کا عملی جامہ پہنا کر اس کا دلکش منظر بھی پیش کرنا چاہا۔ بیعت واردات کے خواہشمندوں کو ان دونوں شہزادوں کے قدموں میں ڈال دیا۔اب اصل واقعہ کو عینی شاہد حضرت مولانا مفتی محمد حسنین رضا خاں نوری بریلوی علیہ الرحمہ کے پرکشش الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔وہ رقمطراز ہیں:

''غرض یہ کہ آج لوگ متنبہ ہو گئے کہ یہ اب ہم میں رہنے والے نہیں۔ اب لوگوں نے بیعت ہونے کی جلدی کی۔ ہر وقت آستانۂ رضویہ پر مرید ہونے

والے مردوں اور عورتوں کا جم غفیر رہنے لگا تو حکم دیا کہ میری طرف سے مردوں کو حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب مرید کریں۔اور عورتوں کو مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب بیعت کریں۔ یہ سلسلہ روزِ وفات تک برابر جاری رہا۔باہر کے لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ بھی آ کر بیعت ہوئے‘‘۔ [1]

حجۃ الاسلام پر نگاہِ اعلیٰ حضرت

مولانا اعجاز ولی خاں علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ شعبان ۵۷ھ میں بڑے مولانا صاحب (حضرت حجۃ الاسلام) بیمار ہوئے۔حافظ عبدالکریم صاحب نے خواب میں اعلیٰ حضرت کو دیکھا۔فرماتے ہیں یہ دعا کرو۔انشاء اللہ تعالیٰ اچھے ہوجائیں گے۔’’اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلَامًا عَلیٰ عَبْدِکَ حَامِدْ رَضَا‘‘سب قرابت والوں نے دعا کی اور کثرت سے دعا کی،اللہ تعالیٰ نے صحت دی۔

ان ہی کا بیان ہے کہ جب بڑے مولانا صاحب بیمار ہوئے،اسی زمانہ میں والدہ صاحبہ نے اعلیٰ حضرت کو خواب میں دیکھا،فرماتے ہیں۔مجھے تو کہا ہوتا ،ادھر والدہ صاحبہ نے مجھے حاضری کے واسطے بھیجا۔میں نے عرض کی،اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی‘‘۔ [2]

نوٹ:۔مذکورہ دعا کا ترجمہ یہ ہے:اے اللہ! تو اپنے بندہ حامد رضا پر خوب سلام نازل فرما،اسے سلامتی عطا فرما۔

---

[1] سیرت اعلیٰ حضرت ص ۱۳۴ ۔ازقلم مولانا مفتی حسنین رضا خاں نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ناشر امام احمد رضا اکیڈمی،بریلی شریف [2] حیات اعلیٰ حضرت،جلد سوم،ص ۱۷۱

حجۃ الاسلام پر اعلیٰ حضرت کی شفقت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا یوں تو سارے اہل خانوادہ سے بہت محبت فرماتے تھے، بلکہ سارے سنیوں سے محبت فرماتے تھے خواہ اپنا ہو کہ بیگانہ۔ ہر شخص یہی سوچتا تھا کہ اعلیٰ حضرت مجھ سے بہت محبت فرماتے ہیں، مجھے محبوب رکھتے ہیں، البتہ یہ بھی مبنی بر حقائق ہے کہ اولاد میں حضور حجۃ الاسلام اور سرکار مفتی اعظم سے اور اہل خاندان میں برادر اوسط استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں، برادر اصغر مولانا محمد رضا عرف ننھے میاں اور برادر زادہ مولانا حسنین رضا خاں اور جناب رضا حسین سے بہت محبت فرماتے تھے، چنانچہ مکتوب وصایا میں یہ وصیتیں کیں۔

''اور اب میں تم تین کو چھوڑتا ہوں۔ تم (حضرت حجۃ الاسلام) ہو، مصطفیٰ رضا ہیں، تمہارا بھائی حسنین ہے۔ سب مل کر کام کرو گے تو خدا کے فضل سے کر سکو گے۔ اللہ تمہاری مدد فرمائے گا''۔[۱]

''ننھے میاں سلمہ کی نسبت جو خیالات حامد رضا خاں کے ہیں، میں نے تحقیق کی، سب غلط ہیں، اور وہ جو احکام بے اصل۔ یہ شرعی مسئلہ کہتا ہوں، نہ رو ورعایت سے، ان کی غلط فہمی ہے، ان پر ان کی اطاعت ومحبت واجب ہے۔ اور ان پر بھی ان سے محبت وشفقت لازم۔ جو اس کے خلاف کرے گا اس سے میری روح ناراض ہوگی۔ پھر آگے املا کرواتے ہیں:-

''رضا حسین، حسنین اور تم سب محبت واتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباعِ شریعت نہ چھوڑو۔[۲]

---

[۱] (حیات اعلیٰ حضرت سوم ص ۲۸۶) [۲] (حیات اعلیٰ حضرت سوم ص ۲۸۶۔ وصایا شریف ص)

حامد رضا شبیہِ پاکِ رضا تھے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نہایت وجیہ اور حسین وجمیل رخِ تاباں کے مالک تھے۔ اسی لیے حضور حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم بھی بفضلہٖ تعالیٰ بہت خوبصورت تھے۔ یہ بلاشبہ اعلیٰ حضرت کی بہترین یادگار کے ساتھ ساتھ ان کے کامل شبیہِ پاک اور مظہرِ اتم بھی تھے۔ جن لوگوں نے ان انوار وتجلیات سے معمور ومنور چہروں کو قریب سے دیکھا یا معلوم کیا وہ یہی بیان کرتے ہیں اور طالبانِ حُسن رضا جوان پاک شبیہوں کو دیکھ کر تسکینِ قلب وروح حاصل کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے۔

مرشدی مولائی قبلہ حضرت حامد رضا چشمِ بددور، آپ ہی ہیں زیب دیوانِ رضا
دیکھتے ہیں چشمِ حسرت سے شبیہ پاک کو آپ ہی سے لیتے ہیں تسکین جویان رضا

(مولانا مفتی عنایت محمد خاں غوری

شاگرد ومرید وخلیفہ حجۃ الاسلام۔ فیروز پور، پنجاب)

رضا نے بہت بڑی ذمہ داری سونپی

اعلیٰ حضرت ایک عظیم ذمہ دار شخصیت کا نام ہے۔ وہ زندگی بھر دینی ذمہ داریاں نبھاتے رہے اور دمِ واپسی بھی خدمتِ دین کی فکر آپ کی دامن گیر رہی اور اس عظیم ذمہ داری کو حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم کو سونپا۔ چنانچہ وصال سے قبل اپنے ملفوظ وصایا میں ایک وصیت یہ بھی کی کہ:

''اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے کرم سے اس گھر سے فتویٰ نکلتے نوے برس سے زائد ہوگئے میرے دادا صاحب (مفتی رضا علی خاں) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مدت العمر یہ کام کیا، جب وہ تشریف لے گیے تو اپنی جگہ میرے والد ماجد (مفتی نقی علی خاں) قدس سرہ العزیز کو چھوڑا۔ میں نے چودہ سال کی عمر میں ان سے یہ کام لے لیا پھر چند روز بعد امامت بھی اپنے ذمہ لے لی۔ غرض کہ میں نے اپنی صغرسنی میں کوئی بار ان پر نہ رہنے دیا۔ جب انہوں نے رحلت فرمائی تو مجھے چھوڑا، اور میں تم تین کو چھوڑ تا ہوں۔ تم (حضرت حجۃ الاسلام) ہو، مصطفےٰ رضا ہیں، تمہارا بھائی حسنین ہے۔ سب مل کر کام کرو گے تو خدا کے فضل سے کر سکو گے۔ اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ (حیات اعلیٰ حضرت جلدسوم ص ۲۸۶)

راقم الحروف فقیر قادری عرض کرتا ہے کہ ان تینوں نے اعلیٰ حضرت کی دی ہوئی دینی واسلامی ذمہ داریوں کو آخرِ دم تک نبھایا اور اس میں کوئی کسر نہ رکھی۔ حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا اور مفتی اعظم مصطفےٰ رضا نے فتاویٰ نویسی، تصنیف وتالیف، درس وتدریس، بیعت وارشاد، منظر اسلام، مظہر اسلام اور جماعت رضائے مصطفےٰ کے پلیٹ فارم سے اور مولانا حسنین رضا خاں نے درس وتدریس، تصنیف وتالیف، پریس اور قومی قیادت کے ذریعہ خوب ذمہ داری نبھائی۔

امام احمد رضا اور ذکر حامد و مصطفےٰ

مولانا اعجاز رضوی علیہ الرحمہ کی روایت کے مطابق ایک مقام پر امام احمد

رضا قدس سرہ نے ایسے الفاظ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا کی اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایسے صیغوں سے درود وسلام بھیجا ہے کہ تلمیح کے طور پر احمد رضا کا ذکر آ جاتا ہے اور آپ کے صاحبزادے مصطفیٰ رضا اور حامد رضا کا بھی، اس تلمیح سے جہاں امام احمد رضا کی جودتِ طبع، ذہانت وفطانت اور زبان عربی پر دسترس کا پتہ چلتا ہے وہیں حضرت مولانا حامد رضا اور سیدی مصطفیٰ رضا خاں سے محبت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ مولانا احسان الحق لائکپور (پاکستان) ''**الاجازات المتینہ**'' کے آخر میں رقمطراز ہیں۔

''**الاجازات المتینة**'' کے ایک قلمی نسخہ میں قلت (میں نے کہا) سے پہلے مولانا اعجاز الرضوی علیہ الرحمہ کی ایک عبارت دیکھنے میں آئی جسے مع ترجمہ ذکر کیا جاتا ہے۔

''**بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم .احمد رضا ک و اصلی و اسلم علی مصطفاک وعلی کل حامد رضاک وعلی کل من و الاہ و والاک. قال شیخنا و استاذ ناالمجدد الا عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ عنا**''۔

ترجمہ:- اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان بہت رحمت والا ہے۔ تعریف کرتا ہوں یا اللہ! تری رضا کی اور درود وسلام بھیجتا ہوں تیرے مصطفیٰ پر اور ہر اس شخص پر جو تیری رضا کا مداح (حامد) ہے۔ اور اس پر بھی جو اس سے اور تجھ

سے محبت رکھتا ہے۔ ہمارے شیخ، ہمارے استاد (چودھویں صدی کے) مجدد اعظم نے فرمایا (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور انہیں ہمت عطا فرمائے)۔ (ترجمہ از عابد حسین نوری)

وقتِ وصال سورۂ یٰسٓ و رعد پڑھنے کا شرف

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے وصال سے قبل وصایا شریف قلمبند کروائیں جن میں سے ایک وصیت یہ تھی کہ جب نزع کا وقت آئے تو میرے پاس سورۂ یٰسین شریف اور سورۂ رعد شریف پڑھی جائیں۔ (وصایا شریف) چنانچہ حضور حجۃ الاسلام نے اس پر عمل کیا۔ اعلیٰ حضرت نے نزع کے وقت فرمایا۔ بیٹھے کیا ہو یٰسین شریف پڑھو' حضرت شاہزادۂ اعظم مولانا حامد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی علیہ الرحمہ نے وضو کر کے یٰسین شریف پڑھی پھر سورۂ رعد شریف سنائی۔'' [1]

واضح رہے کہ غالباً ان سورتوں کی تلاوت کا شرف ہمارے سرکار مفتی اعظم سیدنا مصطفیٰ رضا قدس سرہ کو بھی ملا۔ وصایا شریف میں حضرت مولانا حسنین رضا خان علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں۔

''پھر ذرا وقفہ سے برادر معظم حضرت مولانا مولوی محمد رضا خان صاحب سے ارشاد فرمایا: وضو کر آؤ، قرآن عظیم لاؤ۔ ابھی وہ تشریف نہ لائے

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت سوم ص ۳۰۴ وص ۲۸۱

تھے کہ برادرم مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب سلمہ سے پھر ارشاد ہوا۔ اب بیٹھے کیا کر رہے ہو، یٰسین شریف اور سورۂ رعد شریف تلاوت کرو۔ اب عمر شریف چند منٹ رہ گئے ہیں۔ حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں۔

مزار پر سات بار اذان دینے کا شرف

حجۃ الاسلام علیہ الرحمتہ و الرضوان کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ وصیت کی تھی کہ وصال کے بعد میری قبر کے سرہانے الم تا مفلحون اور پائنتی آمن الرسول تا آخر سورہ پڑھیں۔ اور سات بار آواز بلند حامد رضا خاں اذان کہیں۔'' تو الحمد للہ! حضور حجۃ الاسلام نے اس وصیت پر عمل کیا اور قبر انورِ اعلیٰ حضرت پر ساتھ بار اذان دی۔

(نوٹ) اذان قبر کے ثبوت کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی کتاب مستطاب ''ایذان الاجر فی اذان القبر'' اور مفتی احمد یار خاں کی ''جاء الحق'' کا مطالعہ بہت مفید رہے گا۔

رضا کی نماز جنازہ حامد رضا نے پڑھائی

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے وصال سے دو گھنٹہ پندرہ منٹ قبل جو وصایا شریف لکھوائیں۔ ان میں یہ لکھوایا کہ غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو۔ حامد رضا خاں وہ دعائیں کہ فتاوی میں لکھی ہیں، خوب ازبر کرلیں تو وہ نماز (جنازہ) پڑھائیں، ورنہ مولوی امجد علی۔'' اس وصیت کے مطابق حجۃ الاسلام کو

اعلیٰ حضرت کے نماز جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل ہوا اور فتاوی رضویہ جلد چہارم میں جو دعائیں لکھی ہوئی ہیں انہیں آپ نے اس نماز میں پڑھیں۔ یہ دعائیں خود امام احمد رضا کے معمولات میں تھیں اور یہ احادیث میں مروی ہیں۔ عام طور پر صرف ایک دعا نماز جنازہ میں لوگ پڑھتے ہیں مگر اعلیٰ حضرت ان سب دعاؤں کو پڑھا کرتے تھے۔اس لیے انہیں اپنی نماز جنازہ میں بھی پڑھنے کی تلقین فرمائی۔تاکہ ساری حدیثوں پر عمل ہو اور ان سب کا ثواب ملے۔

اخبار ذوالقرنین بدایوں، بابت ۷/نومبر ۱۹۲۱ء میں اعلیٰ حضرت کے سانحۂ ارتحال اور نماز جنازہ وتدفین کی رپورٹ لکھی ہوئی ہے' اس میں یہ بات بھی مندرج ہے۔

''اور بعد نماز ظہر حضرت مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم نے بعدِ تلقینِ ترکیبِ نماز حسبِ وصیت نماز جنازہ پڑھائی اور تکبیر سوم کے بعد ادعیہ جو معمولۂ مولانا مرحوم (امام احمد رضا) تھیں، پڑھیں، مقتدیوں کو بعد دعائے معمولی کے آہستہ آہستہ آمین کہنے کی ہدایت بھی فرمائی۔ پھر وہاں سے اسی شان وشوکت کے ساتھ واپسی ہوئی' جنازہ کے سامنے نعت خوانی اور درود شریف پڑھتے ہوئے، محلّہ سوداگران لائے اور حضرت والا مولانا مولوی شاہ حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر مولانا مرحوم

کے مکان میں سپرد خاک کیے گئے۔'' [۱]

اس صراحت کے بعد ان لوگوں کے قول کا بطلان ثابت ہوگیا جنھوں نے لکھا کہ اعلیٰ حضرت کی نماز جنازہ حضور صدر الشریعہ نے پڑھائی۔شاید بعض لوگوں کو حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمتہ والرضوان کے ایک سوانح نگار کی اس تحریر سے شبہ ہوا ہو جو آج کل بہار شریعت کے ساتھ مقدمہ کے طور پر شائع ہوتی ہے،اس سوانح نگار نے امام احمد رضا کی مذکورہ وصیت کی کچھ اس طرح توضیح کی ہے کہ کم پڑھے لکھے کو تو یہ گمان ہوسکتا ہے مگر اہل علم کو ایسا نہیں ہوسکتا۔حال ہی میں علمائے بریلی کی ایک تحریر راقم الحروف کی نظر سے گزری جس میں دلائل کے ساتھ انہوں نے اس قول کو باطل قرار دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی نماز جنازہ حضرت حجۃ الاسلام نے ہی پڑھائی ہے۔

بیانِ شانِ رضا بزمانِ حامد رضا

دعوت نامۂ چھلمِ اعلیٰ حضرت کے آئینے میں

''امہ زد بزمیں مریخ بہ گلو خنجر''

طپید مہر درخشاں بخون خود زمین

شد است تیرہ زسیلے رخ مہ انور

بجائے دف زدہ ناہید سینہ و زانو

بآب دادہ عطارد زگریہ صد دفتر

---

[۱] حیات اعلیٰ حضرت سوم ۳۴۳

محترم جناب..شاہ عزیز حسین صاحب زید مجد ہم

حضور پر نور امام اہل سنت مجدد مانۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، رأس العرفا، رئیس الاتقیا، شیخنا وشیخ الکل مفتی العرب والعجم سیدنا وسندنا اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی (افاض اللّٰہ علیہ من شأبیب رضوانہ و اسکنہ فی بحبوحۃ جنانہ) فانی فی اللہ باقی باللہ نے سیر فی اللہ فرما کر تجلیاتِ صفاتِ حق سے فنائے فنا کے جلوے دکھائے اور سیر من اللہ میں مسندِ ارشاد پر نزولِ اجلال فرما کر تکمیلِ ناقصاں ورشد وارشاد کے خورشیدِ تاباں چمکائے۔ پھر سیر الی اللہ سے فنائے مطلق و دنیائے دنی سے انقطاعِ کلی کا وقتِ محقق آیا، زبانِ شوق نے لقائے محبوب حقیقی کے لیے ''اِخْتَرْتُ الرَّفِیْقَ الْاَعْلیٰ'' کا مزہ لیا، پیامِ وصال پر جانِ مشتاق نے ہزار جان سے لبیک کہا، اور ۲۵ / ماہ صفر ۴۰ھ یوم جمعہ مبارکہ ۲ / بج کر ۳۸ / منٹ پر وصلِ محبوب کے لیے ہم ہجراں نصیب، اسیرانِ غمِ فراق سے پردہ فرمایا۔ اِناللّٰہ و اناالیہ راجعون۔

عجب دردیست جانم رانمی دانم کہ چوں گریم
دلا خوں شو کہ تا برحال خود یک لحظہ خوں گریم

سفرِ آخرت کے وقت سفر کی پوری دعائیں اور کلمہ طیبہ پڑھا، ''اللہ اللہ'' زبان مبارک سے برابر جاری رہا۔ دمِ آخر ادھر جنبشِ لب ختم ہوئی، ادھر طائرِ روح نے قفسِ عنصری سے پرواز فرمائی۔ اس میں ایک لمحہ کا فرق نہ ہوا۔ ۱۲ / بج کر ۲۱ / منٹ تک وصیت نامہ مرتب کرایا۔ آخر میں فرمایا کہ وقت ملے نہ ملے لاؤ دستخط کردیں۔ بعدِ دستخط

خود تحریر فرمایا بصحتِ حواس وَاللّٰہُ شَہِیْدٌ وَ لَہُ الْحَمْدُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ وَآلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَ صَحْبِہِ الْمُکَرَّمِیْنَ وَ ابْنِہٖ وَ حِزْبِہٖ اِلٰی اَبَدِ الْآبِدِیْنَ آمِیْن وَ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

اپنے دست اقدس سے لکھی اور پچھلا کلمہ جو زبان مبارک سے نکلا، جس کے نکلتے ہی روح مبارک جسم اطہر سے پرواز کرگئی۔ ''کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوْالْجَلاَلِ وَالْاِکْرَامِ'' تھا۔

جیبی گھڑی سامنے رکھی تھی، وصایا پر عمل کرنے کے لیے گھڑی دیکھ کر فرمایا وقت ہے اب یہ کرو، حتّٰی کہ یٰسین شریف اور اس کے بعد سورۂ رعد پڑھنے کے لیے فرمایا، لفظ لفظ کامل توجہ سے سنا، اور جہاں اشتباہ ہوا اعادہ کرایا، جس سے معلوم ہوتا کہ وقت وفات اور منٹ منٹ کی خبر ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ الشریف نے چار ماہ بائیس روز پیشتر آیت شریفہ ''وَیُطَافُ عَلَیْھِمْ بِاٰنِیَۃٍ مِنْ فِضَّۃٍ وَاَکْوَابٍ'' فرمادی۔ ''ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُوْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوْالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ''۔مزار پر انوار متصل مسجد رضوی خانقاہ رضویہ میں کا حضور وجان نور بنا۔ ہفتم ماہ فاخر ربیع الآخر یوم پنج شنبہ ۸/دسمبر ۲۱ھ کو عرس چہلم ہوگا۔اسی تاریخ میں سجادہ نشینی عمل میں آئے گی۔اور باذنہ تعالیٰ یادگار حضور اعلیٰ حضرت قبلہ و تعمیر مزار و خانقاہِ رضویہ کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا۔اطرافِ ہند سے حضراتِ مشائخ کرام وعلمائے اعلام، عمائد ورؤسائے ذوی الاحترام کرم فرمائیں گے، اور خواجہ تاشان سلسلہ عالیہ رضویہ حصول انوار و

برکات کے لیے شرکت باعثِ شرف وسعادت جانیں گے۔امید کہ براہ کرم تشریف لائیں،اور تاریخ ووقتِ آمد سے گدایانِ آستانہ کو مطلع فرمائیں۔تار و خطوطِ تعزیت اس کثرت سے آرہے ہیں کہ ان کے جواب سے معذوری ہے۔ہم اپنے تمام برادرانِ طریقت ومسترشدانِ حضور اعلی حضرت،حضرات مشائخ وعلما وعمائد ورؤسا واعزہ واحبابِ اہل سنت کا جنھوں نے اس عظیم سانحہ مفجعہ میں ہمدردی فرمائی اور ہمارے دل دردمند کی تسکین کے لیے خطوط وتار بھیجے، ان کا تہ دل سے شکریہ کیا جاتا ہے۔خصوصاً ان حضرات کرام کا جنھوں نے شاندار جلسہائے فاتحہ منعقد فرمائے،تلاوتِ مصحف کریم ایصال ثواب میں خاص اہتمام واحتشام سے کام لیا۔فَجَزٰیھُمُ اللّٰہُ جَزَاءً حَسَنًا وَالسَّلَامُ خَیْرُ خِتَامٍ۔

گدایانِ آستانہ رضویہ

فقیر محمد حامد رضا قادری وفقیر مصطفٰے رضا مہتمم عرس رضویہ

(نوٹ) اخباروں نے جو خط چھاپا محض جعلی تھا ''وَ کَفٰی بِا اللّٰہِ شَھِیداً'' اس کے رد میں جعلی خط والوں پر خدا کی لعنت چھاپ کر یہاں سے شائع کیا گیا،وہ یقیناً ہمارا ہے۔ [1]

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت،جلد سوم،ص ۲۷۴۔نیز حال میں ادارۂ شرعیہ پٹنہ کی میٹنگ میں شرکت کے لئے پٹنہ پہنچا تو گرامی قدر جناب مولانا سید احمد رضا صاحب نے اپنے دادا کی تصنیف حیاتِ ظفر عطا کی،آپ کے دادا یعنی سید عزیز حسین علیہ الرحمہ بھاگلپوری حضرت ملک العلما قدس سرہ کے نہایت عزیز شاگرد رشید تھے،اور نہایت مصلب سنی اور مبلغ دین تھے، حضرت سید موصوف کے نام مذکورہ مکتوب کا ارسال کیا جانا اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ بریلی شریف کے مذکورہ تاجداروں اور سید موصوف کے درمیان دین وسنیت کے حوالے سے گہرے مراسم تھے۔

مندرجہ بالا تحریر حجۃ الاسلام حامد رضا اور مفتی اعظم مصطفٰی رضا کی جانب سے مشترکہ تحریر ہے۔اس سے مندرجہ ذیل باتوں کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

(۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تصوف وسلوک کی راہ سے سیر من اللہ اور سیر الی اللہ کی منزلیں طے کر کے سیر فی اللہ کی اعلیٰ منزل پر فائز تھے،آپ نے فنا فی الشیخ ،فنا فی الغوث ،فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کے مدارج اس طرح طے کیے کہ فانی فی اللہ ہوکر باقی باللہ کے درجۂ علیا پر فائز ہوئے۔

(۲) اعلیٰ حضرت کو مجددیت وقرب الٰہی کے منصب پر فائز ہونے کے سبب حسنِ خاتمہ کی دولتِ لازوال ملی ،وقتِ سفر کی احادیث طیبہ میں مروی دعائیں، کلمہ طیبہ اور ''اللہ اللہ'' پڑھتے پڑھتے دنیائے فانی سے کوچ کرنا آپ کے خاتمہ بالخیر کا پتہ دیتا ہے۔کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہوا۔مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ ۔(جس شخص کی زبان سے آخر وقت میں ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، مُحَمَّدُ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' صادر ہوا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

(۳) اس تحریر سے بھی واضح ہے کہ حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم اعلیٰ شان رکھنے کے باوجود انکساری و عاجزی کا پیکر ہیں اور جن لوگوں نے اعلیٰ حضرت کے وصال پر تعزیتی خطوط اور تار بھیجے انہیں صدمات اور مصروفیات کے سبب جواب نہیں دے سکے تو ان سے معذرت کے طلب گار ہوئے اور یہ محبوب بندوں کی علامتیں ہیں۔

(۴) اعلیٰحضرت کے وصال مبارک پر تعزیت نامہ بھیجنے والوں اور اعلیٰ حضرت کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی وفاتحہ کرنے والوں اور جلسہائے تعزیت منعقد کرنے والوں کا حدیث رسول ﷺ ''مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ'' کے پیشِ نظر شکریہ ادا کیا۔

(۵) اسی ۱۳۴۰ھ میں اعلیٰ حضرت کے وصال سے چند ایام قبل حجۃ الاسلام کی طرف منسوب کرکے کوئی بد مذہب ایک جعلی خط شائع کر دیتا ہے کہ حجۃ الاسلام اپنے والد امام احمد رضا کے مسلک سے منحرف ہوگئے ہیں، تو اس کی تردید کئی طرح سے حجۃ الاسلام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پہلے اخباروں میں تردیدی بیان شائع کرتے ہیں۔ پھر اعلیٰ حضرت کے چہلم شریف کے دعوت نامہ میں اس تردید نامہ کو شائع کرکے امت مسلمہ کو گمراہیت سے بچاتے ہیں۔

(۶) امام احمد رضا قدس سرہ کے حوالے سے یہ توصیف نامہ اور دعوت نامہ دونوں بھائی، حضور حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم کی طرف سے ہے، اس لیے اس سے ان دونوں کے درمیان اتحاد واتفاق، محبت والفت اور یگانگت کا پتہ ملتا ہے۔ اور اس کی دعوت بھی کہ ہر بھائی کو مل جل کر کام کرنا چاہیۓ۔

حجۃ الاسلام پر افترا اور اس کی تردید

۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کا زمانہ گاندھیوں اور وہابیوں دیوبندیوں کی شرانگیزیوں کا زمانہ تھا، افترا پردازی اور کذب بیانی ان کے نزدیک کوئی خاص

بات نہ تھی۔ یہ مسلم حقیقت ہے کہ جو جتنا شر انگیز اور بد مذہب ہوتا ہے وہ اتنا ہی بڑا کاذب اور افترا پرداز ہوتا ہے۔ چنانچہ اس دور میں بھی جب وہ اعلیٰ حضرت اور حجۃ الاسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو حضور حجۃ الاسلام کے حوالے سے ایک بات گڑھی اور اخبار ''الخلیل بجنور'' میں شائع کر دیا۔ فضل الٰہی سے چند ہی دنوں میں اس کی قلعی کھل گئی اور شر انگیز لوگوں کا منہ کالا ہو گیا۔

اس کی تفصیل ملک العلما حضرت مولانا مفتی ظفر الدین بہاری علیہ رحمۃ الباری سے سماعت کیجئے۔ آپ رقم طراز ہیں۔

''کچھ ہی دن پہلے ان لوگوں نے شہزادہ اکبر (حامد رضا) کے نام سے ایک اعلان اخبار ''الخلیل بجنور'' میں شائع کرایا تھا کہ وہ اپنے والد ماجد صاحب کے طریقے کو غلط جانتے ہیں، اور اس سے توبہ و رجوع کرتے ہیں وغیر ذٰلک۔ مگر اس کی عبارت ایسی لچر اور ذلیل تھی کہ جو شخص بریلی شریف کی تحریرات پڑھے ہوئے، رسائل و تصنیفات دیکھے ہوئے ہے، وہ اولین نگاہ میں سمجھ سکتا ہے کہ یہ تحریر بریلی والوں کی ہرگز نہیں، چہ جائیکہ صاحب زادگان کرام میں سے کسی کی ہو۔ چنانچہ اس پرچہ کو لیے ہوئے ایک صاحب میرے پاس پہونچے، اور کہا کہ مولانا! اب آپ بھی توبہ کر کے ہم لوگوں میں شامل ہو جائیے۔ دیکھیے! خان صاحب کے صاحبزادے نے اپنے والد کے عقائد و خیالات سے توبہ و رجوع کیا ہے۔ یہ ۲۰؍ اکتوبر ''الخلیل بجنور'' دیکھیے۔ میں نے شروع سے اخیر تک اس مضمون

کو پڑھا۔سطر سطر بلکہ لفظ لفظ ببانگ دہل کہہ رہا تھا کہ یہ مضمون ہرگز شاہزادہ اکبر کا نہیں۔جب میں پڑھ چکا تو وہ بولے کہیے آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا کہ میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ یہ مضمون ہرگز صاحبزادہ کا نہیں ہے، کسی نے گڑھ کر ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔باپ کے خلاف بیٹا رائے قائم کرسکتا ہے، بلکہ خود اپنے سابق خیال کو غلط سمجھ کر اس سے علیحدہ ہوسکتا ہے، مگر یہ ناممکن ہے کہ خلافت کمیٹی میں آنے کے ساتھ ہی قابل شخص نا قابل ہو جائے۔بہترین لکھنے والا، بچوں جیسی عبارت لکھنے لگے۔آپ چونکہ بریلی کی طرز تحریر سے واقف نہیں، اس لیے اس کو سچ سمجھ سکتے ہیں۔لیکن ایک میں کیا، بریلی کا کوئی تعلیم یافتہ ایک سرسری نگاہ کے بعد ہی حضرت صاحبزادہ صاحب کی تحریر قرار نہیں دے سکتا۔ان لوگوں کی تحریر کا ڈھنگ ہی دوسرا ہوتا ہے۔چنانچہ چند دنوں کے بعد اخبار دبدبہ سکندری نمبر ۹/ مورخہ ۳۱/ اکتوبر میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف سے اس کا رد شائع ہوا، جس کی نقل حسب ذیل ہے۔

جعلی خط والوں پر خدا کی لعنت

یہ خط اخبار ''الخلیل'' مطبوعہ ۲۰/ اکتوبر ۱۹۲۱ء میں میرے نام سے توبہ ورجعت کا شائع ہوا، اس کی نسبت اس سے بہتر کیا کہہ سکتا ہوں جو قرآن کریم نے تعلیم فرمایا کہ ''لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ'' ۔ واحد قہار اور اس کے حبیب مالک ومختار اور اس کے جملہ انبیائے اطہار، اور تمام ملائکہ ابرار علیہ وعلیہم افضل

الصلاۃ و السلام کی ہزار در ہزار بے شمار لعنتیں اس خبیث کذّاب، ذریتِ شیطان، بچہ ابلیس پر، جس نے میری طرف یہ ملعون جعلی خط بنایا اور شائع کرایا۔ اگر اس کے لیے واقفیت ہے تو کذابین و ملاعنہ وہ اصلِ خط پیش کریں ورنہ لعنتِ الٰہی کے گہرے گڑھے میں گریں۔ بے شرم قہر زدوں نے بیش خویش یہ مولوی عبدالباری صاحب کی توبہ کا معاوضہ گڑھا ہے۔ منہ چڑھانے سے چغد انسان نہیں ہوسکتا۔ اللہ عزوجل شاہد ہے کہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ اپنے والد ماجد دامت برکاتہم العالیہ کو حقیقی، سچا، امامِ اہل سنت، مجددِ مأۃِ حاضرہ، مؤیدِ ملتِ طاہرہ، ناصرِ سنتِ ظاہرہ، صاحبِ حجۃِ قاہرہ جانتا ہوں۔ ''وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْداً'' اور نہ صرف میں، بلکہ بحمدہ تعالیٰ جماعتِ اہلِ سنت عرب و عجم میں ایسا ہی جانتے مانتے ہیں۔ اور نام نہاد خلافت کہ اس کے لیڈروں کے اقرار سے حقیقۃً سوراج کمیٹی بلکہ سوراج معدوم کے وجود سے پہلے اس کی پیشگی بیٹی ہے ؎

از ستر خلافت خر سوراج بجست

درگاندھی کیپ ترک ترکست

آزاد و محمد علی و شوکت گفت

گر ترک آیند تیغ گیریم بدست

جس میں اسلام اور شرعی احکام کند چھری سے ذبح کیے گئے، اور اتباع بعض آیات کا نام دکھا کر کثیر آیات و ارشادات الٰہیہ سخت بے باکی سے پامال

کئے۔جس کا نمونہ کتاب مستطاب ''الحجۃ المؤتمنہ'' کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔اس کے لیڈروں میں سے بعض کو خالص مرتد جانتا ہوں،اور باقی کو گمراہ،یا ان گمراہوں کے پھندے میں پھنستے ہوئے جاہلان افتادہ درچاہ۔وَ اللّٰہُ عَلٰی مَانَقُوْلُ وَکِیْلٌ'' ۔اللہ ورسول جانتے ہیں کہ یہ جو کچھ میں نے لکھا اسلام واحکام شریعت سے ہے،نہ انگریزوں کی طمع یا خوف یا رورعایت سے۔اس میں جو جھوٹ کہتا ہو،اور جو باتباعِ شیطان بدگمانی کریں،اور جو اتہام رکھتے ہیں،ان سب پر غضبِ الٰہی ہو۔یہ جعلی تحریر میری سخت دل آزاری اور توہینِ مذہبی دینی و دنیوی شدید نقصان رسانی کے لیے شائع کی گئی۔والی اللہ المشتکیٰ ۔فقیر حامد رضا قادری غفرلہ۔

۱۸/صفر ۱۳۴۰ھ میں جب یہ تحریر شائع ہوئی،اور وہ اخبار میرے پاس پہونچا،اس وقت میں نے ان صاحب کو لے جا کر دکھایا کہ دیکھیے،میرا کہنا سچ ہوا،حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف سے اس کا ردشائع ہوا۔اب اس کو پڑھیے اور اس تحریر کو اس سے ملائیے۔کیا یہ دونوں تحریریں ایک شخص کی ہوسکتی ہیں؟ کہاں اس تحریر کی خوبی فصاحت و بلاغت،اور کہاں اس کا مہمل پن اور بطالت؟اس کو پڑھ کر ان کو اقرار کرنا پڑا کہ جس کی یہ تحریر ہے،اس کی تحریر وہ نہیں ہوسکتی ہے۔یہ کسی نے ضرور افترا کیا ہے۔'' [۱]

اس واقعہ اور اس کے مثل دیگر واقعات سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ بد

---

[۱] حیات اعلیٰ حضرت،جلد سوم،ص ۳۱۴/تا ۳۱۶

مذہب لوگ بڑے افترا باز اور جھوٹے ہوتے ہیں،اس لیے کبھی کبھی فقیر کہتا ہے کہ جو مذہب والا جتنا باطل ہوگا اتنا ہی جھوٹا ہوگا۔یہی حال ظاہر الغادری کا ہے (غادری غین سے نہ کہ قاف سے،غدر،غدار اور غادر سے ماخوذ ہے) یہ نہات جھوٹا،عیار،مکار اور ذوالوجہین ہے۔

تحریک ردندوہ میں حجۃ الاسلام کی شمولیت

راقم الحروف اپنے بچپن میں اپنے والد گرامی مولانا محمد یونس قادری رضوی حامدی علیہ الرحمہ سے سنا کرتا تھا،''پرانے شکاری نیا جال لائے۔''اس وقت تو اس کا مطلب پورے طور پر نہ سمجھ میں آیا بعد میں اس کا انکشاف ہوتا گیا۔ندویوں، وہابیوں، دیوبندیوں اور طاہریوں کے کرتوت پر نظر ڈالیں گے تو آپ کے سامنے بھی درج بالا مقولہ ضرور واضح ہوتا نظر آئے گا۔چودھویں صدی کے کچھ عوام کی بدقسمتی کہ عیاریوں اور مکاریوں کے ساتھ بد مذہبیت کے جال میں پھانسنے کے لیے ندوہ العلما کی شکل میں ''نیا جال'' بچھایا گیا اور اس میں بہت سے عوام پھنس گئے۔اس کی سب سے زیادہ تردید سرخیل کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی اور تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی اور ان کے رفقا نے کی اور سب سے زیادہ مالی تعاون حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہار شریف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے آستانۂ عالیہ کے سجادہ نشیں حضرت پیر طریقت مولانا امین احمد فردوسی کے مرید خاص ہمدرد قوم وملت صوفی مولانا قاضی محمد عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی مرحوم مہتمم مدرسہ ابر کرم اہل سنت ومنتظم ماہنامہ ''تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ نے کیا۔چنانچہ

تحریک ندوہ کے رد میں قاضی صاحب موصوف نے ''دربار حق و ہدایت'' کے نام سے پٹنہ میں سات روزہ کانفرنس منعقدہ ۷؍تا ۱۳؍رجب ۱۳۱۸ھ مطابق یکم نومبر تا ۷؍نومبر ۱۹۰۰ء پیر طریقت مولانا امین احمد فردوس بہار شریف کی سرپرستی میں منعقد کرائی، جس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی وغیرہما نے شرکت کی۔ اس تحریک میں حجۃ الاسلام کی بھی شمولیت رہی ہے۔ چونکہ وہابیت و دیوبندیت کے بعد ندوہ چودہویں صدی کا عظیم فتنہ تھا، جس کی سرکوبی ضروری تھی اس لئے ندوہ تحریک کا مختلف محاذ سے محاسبہ ومقابلہ بھی ہوا۔ مناسب ہے کہ اس حوالے سے کچھ تفصیلات پیش کردی جائیں۔ تفصیلات ملاحظہ کیجئے۔

''مسلمانوں میں افترا و اختلاف کی آگ بھڑکانے کے لیے پرانے شکاریوں نے اپنے خیر خواہوں، مولوی محمد علی مونگیری، مولوی شبلی اعظم گڑھی وغیرہ سے ۱۳۱۱ھ میں ایک نیا جال بنوایا، جس کا نام ندوۃ العلما ہے۔ مکاروں اور عیاروں نے اس خوبصورت جال میں سنیوں کی کثیر تعداد کو پھانس لیا۔ انتہا یہ کہ بہت سے سنی علما ندوہ کے دھوکے اور فریب میں آکر اس کے ممبر بن گئے۔ ندوہ کو اگرچہ ایک اسلامی مذہبی درسگاہ ظاہر کیا گیا، لیکن اس کے باوجود اس کی بنیادی اینٹ ایک انگریز حکمراں کے ہاتھ سے رکھوائی گئی۔ شیخ محمد اکرام، ایم، اے اپنی کتاب شبلی نامہ ۱۷۸ میں لکھتے ہیں:

''ندوہ کی تاریخ میں ۱۹۰۸ء کا سال ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔اس صوبۂ یوپی کے گورنر (انگریز لفٹننٹ) نے دارالعلوم کی وسیع عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اور (انگریزی) حکومت کی طرف سے ندوہ کو بعض مقاصد کے لیے پانچ سو روپیہ ماہوار امداد ملنی شروع ہوئی۔''

مولوی شبلی اعظم گڑھی جو ندوہ کے کرتا دھرتا تھے۔انہوں نے اس موقع پر اپنی انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بیان دیا ہے کہ

''یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ترکی ٹوپیاں اور عمامے دوش بدوش نظر آتے تھے۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ مقدس علما عیسائی فرمانروا کے سامنے دلی شکر گزاری کے ساتھ ادب سے خم تھے۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ شیعہ وسنی ایک مذہبی درسگاہ کی رسم ادا کرنے میں برابر کے شریک تھے۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی درسگاہ کا سنگ بنیاد ایک غیر مذہب (انگریز گورنر) کے ہاتھ سے رکھا جارہا تھا۔غرض یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی سقف کے نیچے نصرانی،مسلمان،شیعہ،سنی ،حنفی، وہابی، رند، زاہد، صوفی، واعظ،خرقہ پوش اورکج کلاہ سب جمع تھے۔'' (شبلی نامہ ص ۱۴۰)

''مولوی شبلی صاحب ندوہ کی تحریک کے ذریعہ ایک طرف اسلام و

سنت کی روح کچل رہے تھے اور دوسری طرف اپنے ماہوار
رسالہ ''ندوہ'' میں انگریزوں کی اطاعت وفرمابرداری کا سبق پڑھا
رہے تھے۔'' الخ [1]

''یہ دینی جلسہ صرف دیندار علماء ومشائخِ اہلسنت کا ہوتا تو واقعی بہت مفید ہوتا اور ہندوستان کے تمام اہل سنت اس سے اتفاق کرتے، مگر دنیا پرست علما نے اس کو ایک مذہبی جلسہ کے بجائے دنیا کمانے، دین ضائع کرنے اور لوگوں کو صلح کل بنانے کی تحریک بنادی۔ چنانچہ اس جلسہ کے ایک معتبر وثقہ راوی جو اس تحریک میں شریک تھے، نے ان لفظوں میں اس کا نقشہ کھینچا ہے۔

شوال ۱۳۱۱ھ میں پہلا اجلاس ہوا۔ یہ اجلاس اپنی شان اور اجتماع میں خود اپنی نظیر تھا۔ ایک شان یہ تھی کہ ہر فرقہ کے صنادید علما شریکِ جلسہ تھے۔ علمائے حنفی کے علاوہ اہل حدیث میں سے ابراہیم آروی، مولوی محمد حسین بٹالوی، شیعہ مجتہدین میں مولوی غلام الحسنین کنتوری شریک جلسہ تھے۔

اور ظاہر ہے کہ جب مختلف الخیال مختلف عقیدہ کے لوگ مدعو ہیں اور ہر مذہب والا اپنے مذہب کو حق جانتا ہے تو یقیناً ہر ایک وہی بولی بولے گا، جس کا وہ معتقد ہے۔ ایسی صورت میں عام مسلمانان شرکائے جلسہ کو اس جلسہ سے فائدہ پہنچے گا یا سراسر نقصان؟ چنانچہ پہلے ہی جلسہ میں مولوی غلام حسنین کنتوری مجتہدِ

---

[1] سوانح اعلیٰ حضرت ۱۴۴۔۱۴۵۔ مصنفہ مولانا بدرالدین احمد رضوی مرحوم۔ ناشر رضا اسلامک مشن نزد نومحلّہ مسجد بریلی شریف

روافض نے مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلافصل بیان کیا اور یہ کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے خم غدیر پران کے سرعمامۂ خلافت باندھا۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجد دِمأ ۃ حاضرہ فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز بھی وہاں تشریف فرما تھے،آپ نے حضرت الاسدالاسندالاشد الارشد حضرت مولاناوصی احمد محدث سورتی کو اشارہ سے بلایا اورفرمایا کہ یہ کیا ہورہا ہے؟اسی وقت وہ دونوں حضرات اٹھے اور حضرت استاذالعلما مولانا لطف اللہ صاحب علیگڑھی کی خدمت میں پہنچے اورفرمایا کہ یہ کیسا جلسہ ہے اور کیا ہورہا ہے؟ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ صبح سے میں بھی تو یہی چھینک رہاہوں۔چنانچہ ناظمِ ندوہ مولانا محمد علی صاحب کو کہا گیا اوراس کی شناعت ظاہر کی۔‘‘ [۱]

’’اس کے بعد باضابطہ علمائے اہل سنت کی طرف سے ندوہ کی اصلاح کا مطالبہ ہوتا رہا،مگر ندوہ بجائے اصلاح اپنی بدعقیدگی پر اور مستحکم ہوتا گیا، اعلیٰ حضرت نے بھی باضابطہ رسائل لکھ کراس کی شناعت سے مسلمانوں کو باخبر کرنے کا منصوبہ بنایا اوراسے ایک عالمگیر تحریک بنادی،اس تحریک کا نتیجہ تھا کہ ندوہ کی ظاہری ٹھاٹ باٹ دیکھ جو حضرات شریک ہوگئے تھے،وہ اس سے علیحدہ ہوگئے اورصرف وہ لوگ بچ گئے جوآزادخیال تھے یاخاص ارکانِ ندوہ تھے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ کے یہ وہ

---

[۱] حیات اعلیٰ حضرت ترتیب جدید حصہ دوم ص ۱۶۹۔۱۷۰۔مصنفہ ملک العلما حضرت علامہ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ناشر رضا اکیڈمی،ممبئی

کارنامے ہیں، جن کی علمائے عرب وعجم نے مدح وستائش کی، اور وقعت وعظمت کی نظر سے دیکھا اور انہیں مسلمانوں پر عظیم احسان مانا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: رسالہ مبارکہ ''فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین'' اور رسالہ ''مکتوبات علما وکلام اہل صفا'' جس میں اکابر ومشاہیر کے دوسو دو خط درج ہیں۔'' [۱]

''عمائدینِ ندوہ نے جب جمہورِ اہلِ سنت کی روش کو بھلا کر، راہِ ضلال اختیار کی تو سب سے پہلے حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ندوۃ العلما سے علیحدگی اختیار کر لی اور رفتہ رفتہ اہل سنت کے سارے اکابر اس تحریک سے دامن کش ہو گئے۔ جب اہل ندوہ نے شہر عظیم آباد پر جو ہمیشہ سے لکھنؤ کا ہم پلہ رہا ہے، اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لیے ہاتھ پیر مارنے شروع کیے، تو اہل بہار کو ان کے منحوس سائے سے بچانے کے لیے حضرت قاضی عبد الوحید فردوسی عظیم آبادی علیہ الرحمہ نے پہل کی اور سرگرمِ عمل ہو کر میدان میں آئے۔

حضرت مولانا سید شاہ محمد حسین قادری فضل رحمانی، سجادہ نشیں درگاہ ماموں بھانجہ، حاجی پور، ویشالی نے ایک کتاب ''تہدیدُ الندوہ'' لکھی ہے، جس میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اکابرین اہل سنت تحریک ندوہ سے کیوں الگ

---

[۱] حیات اعلیٰ حضرت ترتیب جدید حصہ دوم ص ۲۰۱-۲۰۲۔ مصنفہ ملک العلما حضرت علامہ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ناشر رضا اکیڈمی، ممبئی (ملخصاً)

ہوئے۔اور پٹنہ سیٹی سے ’’جدوۃ العلما‘‘ کی تحریک کس لیے شروع فرمائی۔کتاب مذکور کے صفحہ۲ پر ’’شناعتِ ندوہ‘‘ کی سرخی لگا کر،ان لفظوں میں ندوہ کے مفاسد شمار کرائے ہیں:

’’اقرارِ ضروریاتِ دین بیکار،اور قیدِ مذہب فضول ہے۔مجرد کلمہ گوئی اسلام کے لیے کافی ہے۔ہر مدعیِ اسلام،کسی مذہب کا کیوں نہ ہو،راہ راست پہ ہے،اس سے اتحاد واتفاق چاہئے،اس کی اہانت،اس کا رد نفسانیت ہے۔شیعہ اصول میں سنیوں سے متفق اور غیر مقلدین سنی ہیں‘‘

یہی وہ نظریات فاسدہ اور خیالات باطلہ ہیں،جن سے اکابرین اہلسنت نے بیزاری کا اعلان فرمایا اور اہلِ ندوہ سے رجوع کا مطالبہ کیا۔لیکن بار بار کے مئواخذہ کے بعد بھی ان کے سروں پر جوں نہ رینگی۔جب اصلاحِ عقائد کی کوئی سبیل پیدا نہ ہوئی تو مجبور ہوکر وہ ایک متبادل تحریک لے کر جوش وولولے کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔‘‘ [۱]

’’ندوۃ العلما کے مفاسد کا سب سے زیادہ نوٹس امام احمد رضا فاضل بریلوی اور تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی نے لیا اور اس کی تردید میں سب

---

[۱] بحوالہ حیات اصدق ص ۲۱۱ تا ۲۱۳ مصنفہ مولانا سید رکن الدین اصدق،ناشر: مکتبہ نعیمیہ مٹیا محل،دہلی۔

سے زیادہ مالی اور اشاعتی تعاون قاضی محمد عبدالوحید صاحب مرحوم (م ۱۳۲۶ھ۔ ۱۹۰۸ء) نے کیا۔

اصلاحِ ندوہ کا سب سے بڑا ہندوستان گیر مظاہرہ حضرت مولانا شاہ امین احمد فردوسی، سجادہ نشیں بہار شریف کے زیر صدارت ۱۶/۱۷/۱۸/رجب ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۰/۱۱/۱۲/ نومبر ۱۹۰۰ء کو عظیم آباد پٹنہ میں ہوا، اس کے تمام اخراجات حامیٔ سنن، ماحی فتن، ندوہ شکن، ندوی فگن قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی نے خود برداشت کیے۔

''علمائے کرام نے ندوے کے رد میں کوئی بات اٹھا نہ رکھی۔ تحریری رد میں بھی کامل حصہ اور دوسو کے قریب کتابیں اور رسالے تصنیف فرما کر مفت تقسیم کیے۔ ایک ہزار کے قریب اشتہار کی اشاعت کی۔ جلسوں کی رودادیں طبع کرا کر شہر در شہر پہنچائیں، مصارف کا اندازہ ایک لاکھ روپیے سے اوپر کا ہے۔ پچاس ہزار روپیے سے اوپر تو شخص واحد حضرت مولانا قاضی عبدالوحید علیہ الرحمہ رئیس پٹنہ نے خاص اپنی ذات سے خرچ کیے۔'' (محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی، اعلام ضروری، بحوالہ حاشیہ تذکرۂ جمیل ص ۱۱۹۔۱۲۰)

''اس میں (جلسہ جدوہ میں) ملک کے ہر گوشے کے اکابرِ علما و اعاظم مشائخ جیسے حضرت تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی، مجددِ دین وملت اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی، مولانا سید اسماعیل حسن شاہ صاحب

مارہرہ شریف، استاذ العلما مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جونپوری، رئیس المحد ثین مولانا وصی احمد محدث سورتی، مولانا ظہور الحسن صاحب فاروقی رامپوری، مولانا سید شاہ محمد فاخر صاحب الہٰ آبادی، مولانا عبدالسلام صاحب جبلپوری وغیرھم نے شرکت فرمائی۔ [۱]

ان تفصیلات کے بعد یہ ذہن نشیں کر لیجئے کہ ندوہ کے خلاف تحریکِ جدوہ میں تقریباً ایک ہزار علماء ومشائخ نے شرکت کی جن میں اصحابِ بدر کی تعداد کے موافق تین سوتیرہ (۳۱۳) اکابرِ علما واعاظمِ مشائخ کے اسمائے گرامی حضرت ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری نے حیاتِ اعلیٰ حضرت حصہ دوم میں شمار فرمائے ہیں۔ اس میں ہمارے ممدوح حجۃ الاسلام حضرت مولانا مفتی حامد رضا خاں قدس سرہ کا بھی نام نامی اسم گرامی بھی شمار فرمایا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کو اس دینی کارِاہم میں اپنے والد گرامی وقار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی معیت میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ان دونوں بزرگ کے مزاج میں خوب ہم آہنگی تھی، وہ اعلیٰ حضرت کے مزاج سے بخوبی آشنا تھے۔ چنانچہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ بابت جمادی الاخریٰ ورجب ۱۳۱۹ھ میں ہے،

”مجدد مأۃ حاضرہ مؤیدِ ملت ظاہرہ امام اہلسنت والا حضرت جناب مولانا حاجی محمد احمد رضا خانصاحب سنی حنفی قادری برکاتی

---

[۱] تذکرۂ جمیل، ص ۱۱۹-۱۲۰، مصنفہ مولانا ابراہیم خوشتر علیہ الرحمہ، ماریشس

بریلوی دام فیضہ القوی کا بیان ہدایت نشان ہو ہی رہا تھا کہ فاضل نوجوان مولانا مولوی محمد حامد رضا خان سلمہ المولی المنان نے آکر کان میں کچھ کہا کہ کچھ ندوی حضرات آگئے ہیں۔'' ۱؎

''پھر امام احمد رضا نے ندویوں کے غیر اسلامی افکار کا شدید رد فرمایا اور یہ بیان رات بارہ بجے تک جاری رہا۔'' ۲؎

''یہ بیان آٹھ بجے شب سے نماز عشا پڑھتے ہی شروع ہوا تھا۔ ابتدائی بیانات ہی میں وقت بارہ کے قریب پہونچا۔'' ۳؎

تحریک جدوہ میں شمولیت کے حوالے سے تاریخ میں تو صرف اس قدر بات معرض تحریر میں آسکی کہ وہ امام احمد رضا جنہیں اس جلسہ میں ''مجدد'' کے خطاب سے یاد کیا گیا وہ تفاسیر و نکات سے بھر پور ولولہ انگیز تقریر فرمار ہے تھے کہ :

''فاضل نوجوان مولانا مولوی محمد حامد رضا خان سلمہ المنان نے آکر کان میں کہا کہ ''کچھ ندوی حضرات آگئے ہیں'' معاً عنانِ عزیمت جانبِ اظہارِ مکائدِ ندوہ پھیری اور امام احمد رضا ان کا اشارہ پا کر ندوہ کا رد کرنے لگے۔''۴؎

مگر ادھوری بات رکھنے اور تشنہ لب چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ اس لیے ہم یہاں اس کے ضمن میں امام احمد رضا کی تقریر منیر کا ایک اقتباس پیش کرنے کی

۱؎ تذکرۂ جمیل ص ۱۴۱، مصنفہ مولانا ابرہیم خوشتر علیہ الرحمہ ۲؎ حوالہ مذکورہ ص ۱۲۸

۳؎ حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول ص ۴۱۰ ۴؎ جیسا کہ حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول کے ص ۴۰۱ پر مندرج ہے

سعادت حاصل کرتے ہیں تاکہ اس بحرِ ذخار کے وفورِ علم کی تابانی سے ہم اپنے گوشۂ دل کو منور کرسکیں۔

امام احمد رضا نے اس تاریخ ساز جلسہ میں خطبہ کے بعد یہ آیت کریمہ ''لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ'' پڑھی۔ پھر اس کی تمہیدی تفسیر کی طرف ملتفت ہوئے۔ اسکا ترجمہ یہ ہے۔

''بیشک اللہ نے سچ کردیا اپنے رسول کا سچا خواب۔ بیشک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے''

یہ آیت صلحِ حدیبیہ سے متعلق ہے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حدیبیہ کا قصد فرمانے سے قبل مدینہ طیبہ میں خواب دیکھا تھا کہ آپ مع اصحاب کے مکہ معظّمہ میں بامن داخل ہوئے اور اصحاب نے سر کے بال منڈائے، بعض نے ترشوائے۔''

اب آگے کی تفصیل اعلی حضرت کی درج ذیل تقریر میں ملاحظہ کیجئے۔ خاص بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی کے اس خواب کو کئی طرح تاکید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اول لام تاکید، دوم قد کے ساتھ، سوم لفظ حق سے۔ یہ ہے تقریر کا حصہ:

''یوں ہی جب صلح حدیبیہ ہوئی، اور مسلمان اس سال مکہ معظّمہ جانے سے بازرکھے گئے، یہ امران پر، بالخصوص اَشَدُّهُمْ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ امیر المومنین عمر

فاروق اعظم پر سخت شاق گزرا۔حضور پرنور ﷺ کو رب عزوجل نے سفرحدیبیہ سے پہلے خواب دکھایا تھا کہ حضور مع صحابۂ کرام مسجد الحرام میں بامن وامان داخل ہوئے ،اورمناسکِ حج ادافرمائے۔

صحابہ کا گمان تھا کہ اس خواب کی تصدیق اسی سفر میں واقع ہوگی۔جب اس سال واپسی کی ٹھہری،امیرالمومنین فاروق اعظم خدمتِ اقدسِ حضورسید عالم ﷺ میں حاضر ہوئے،اورعرض کی:

یارسول اللہ! کیا ہم حق پراور ہمارے دشمن باطل پرنہیں؟

فرمایا:ضرور۔

عرض کی: کیاہمارے شہدا جنت میں،اوران کے مقتولین نار میں نہیں؟

فرمایا: کیوں نہیں!

عرض کی: پھرہم اپنے دین میں دبتی کیوں رکھیں؟

فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں،اوراس کی نافرمانی نہ کروں گا؛اوروہ ضرور میری مدد فرمائے گا۔

عرض کی۔کیا حضور نے ہمیں خبر نہ دی تھی،کہ ہم کعبہ معظّمہ جائیں گے اورطواف بجالائیں گے؟

فرمایا:ہاں!خبر دی تھی،پھرکیایہ فرمادیا تھا کہ اسی سال؟

عرض کی :نہ۔

فرمایا: تو ضرور تم کعبے جاؤ گے، اور طواف بجالاؤ گے۔

فاروق اعظم اس تمنا پر کہ شاید صدیق سفارش کریں، اور ان کی مراد کہ کفار سے جہاد اور بالجبر داخلیٔ کعبہ معظّمہ ہے، حاصل ہو جائے۔ خدمتِ صدیق میں حاضر ہوئے، اور گذارش کی:۔

کیا تم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟

فرمایا: ضرور

کہا: کیا ہمارے شہدا جنت میں، اور ان کے مقتولین نار میں نہیں؟

فرمایا: کیوں نہیں۔

کہا: پھر ہم اپنے دین میں دبتی کیوں رکھیں؟

فرمایا: اے شخص! وہ اللہ کے رسول ہیں، اور اس کی نافرمانی نہ کریں گے، اور وہ ضرور ان کی مدد فرمائے گا۔ ان کی رکاب تھام لے، کہ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔

کہا: کیا ہمیں خبر نہ دی تھی، کہ ہم کعبہ معظّمہ جائیں گے، اور طواف بجالائیں گے؟

فرمایا: ہاں! خبر دی تھی، پھر کیا یہ فرمادیا تھا کہ اسی سال؟

کہا: نہ!

فرمایا: تو ضرور تم کعبے جاؤ گے۔۔۔اور طواف بجالاؤ گے۔

دیکھو بعینہ حرف بحرف وہی جواب ہیں، جو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمائے۔۔۔یہ وہی بات ہے کہ قلبِ صدیقی آئینۂ قلبِ حضور سید الکائنات ہے۔صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وبارک وکرم۔آیت کریمہ میں اسی خواب کا ذکر ہے۔

یہاں سے تفسیرات کی طرف رجوع کی

متعلقِ تفسیر صرف اسقدر بیان ہوا تھا کہ باآں کہ خطاب مصدقین سے ہے، نہ منکرین سے۔قرآن عظیم کو اپنے نبیِ کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی تصدیقِ خواب وتسکینِ اصحاب میں کس قدر اہتمام ہے کہ اسے طرح طرح سے موکد فرمایا۔

اول:تو ''صَدَقَ اللّٰہُ'' خود ہی جملہ بدیہی الصدق تھا کہ صدق کی نسبت حضرتِ عزت کی طرف واجب الصدق ہے،کذب وہاں محال بالذات ہے۔امکان کا ماننے والا گمراہ، بدذات ہے۔

ثانیاً:'قد'

ثالثاً:'لام'

رابعاً:'بالحق' سے اس کی تاکیدیں ارشاد ہوئیں۔۔۔پھر رؤیا کا بیان اور اس کے متعلق لطائفِ حکمیہ کا تبیان،اور یہ کہ خوابِ انبیا وحی ہوتی ہے اور اس پر خوابِ سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا بیان اور اس کے سبب ذبحِ ولد پر اقدام کہ بے نص قطعی قطعاً حرام۔تو خوابِ انبیا ضرور نصِ قاطع کی طرح مثبتِ احکام۔

یہی بیان ہورہا تھا کہ فاضل نوجوان مولانا مولوی محمد حامد رضا خان سلمہ المنان نے آکر کان میں کہا کہ کچھ ندوی حضرات آگئے ہیں، معاعنانِ عزیمت جانب اظہار مکائد ندوہ پھیری کہ۔

وعدۂ الٰہیہ صادق آیا۔ سال آئندہ کہ مکہ معظّمہ فتح ہوا، لوگ فوج درفوج دینِ خدا میں داخل ہوئے۔

اسلام کی ترقیاں، صحابہ کی جاں نثاریاں، ہجرت کے احوال، نصرت ذی الجلال کا بیان کیا کہ

اس وقت ظہورِ مددِ عظیم وفتحِ مبین کیا محلِ عجب تھا؟ مولیٰ عزوجل نے اس وقت اپنے محبوب اکرم ﷺ کی وہ نصرت ظاہرہ، باہرہ، قاہرہ زاہرہ فرمائی، جب ظاہری سامان اصلاً نہ تھا۔ فوج، نہ لشکر، نہ ہتھیار، نہ مقاتلے میں اذنِ پروردگار اور ایک جہان برسرِ پیکار۔ جب کفار نے دارالندوہ میں جماؤ کیا، مصطفےٰ ﷺ کے خلاف مشورے ہوئے۔ شیخ نجدی ملعون، پیرمرد بن کرآیا؛ اور اس گمراہ انجمن کارکن اعظم بنا۔ مگرانجام کیا ہوا کہ ''جَعَلَ کَلِمَةَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡ السُّفۡلیٰ وَ کَـلِـمَةُ اللّٰهِ هِیَ الۡعُلۡیَا'' اللہ تعالیٰ نے کافروں کا قول پست وذلیل فرمایا، اور اللہ ہی کا بول بالا ہے۔ اور ہمیشہ سنت الٰہیہ ہے کہ باطل کے لیے ابتدا میں ایک صولت ہوتی ہے کہ صادق وکاذب کا امتحان ہو: لِیَهۡلِکَ مَنۡ هَلَکَ عَنۡ بیّنَةٍ وَیَـحۡـیٰ مَنۡ حَیَّ عَنۡ بَیّةٍ'' انجام کار ظفر ونصرت نصیبۂ اہل حق ہے: قُـلۡ جَاءَ

الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ہ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا ہ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ہ

اسی کی مثالوں میں اس ندوہ ہالکہ کا پچھلا جانشیں، اس ندوہ پسیں کا ابتداً خروج اور نیچریوں، رافضیو ں، وہابیوں، غیر مقلدوں کے جرگوں سے اس کا عروج اور روزِ جلسۂ دستار بندی مدرسہ فیض عام کانپور کے پچھلے دنوں بنائے ندوہ کی پہلی اینٹ رکھی جاتی تھی، علمائے اہل سنت کا اسی وقت خلاف فرمانا۔ مفتی لطف اللہ صاحب کا مقاصدِ ندوہ کے ضلالِ مبین ومضرِ مسلمین ہونے پر اقرار کرنا اور کہنا کہ میں بھی صبح سے یہی چھینک رہا ہوں۔ میری کوئی نہیں سنتا۔ پھر جو حالتیں اس کے جلسات پر وارد ہوئیں، جوصریح ضلالتیں اس کی رودادوں میں سال بسال بڑھتی گئیں۔ علمائے اہل سنت کا ناظم وغیرہ مدعیانِ سنت کو اولاً بنرمی و خوشامد، پابندیِ مذہبِ اہلِ سنت کی طرف بلانا، پھر بعدِ جواب صاف علانیہ رد و خلاف فرمانا، ندویوں کا جواب سے عاجز آنا، ''فتاوی السنہ'' کا مرتب ہونا، پھلواروی صاحب رکنِ رکین ندوہ کا بریلی آنا، طعام و کلام دونوں دعوتوں کا دیا جانا، پھلواروی صاحب کا دعوتِ طعام قبول و دعوتِ کلام سے صراحتہً عدول کر جانا، اور صاف لکھ دینا کہ میں مردِ میدانِ مناظرہ نہیں۔ پھر باوصف وعدہ طعام میں بھی حاضر نہ آنا، دوبارہ بلایا جانا، دستوں کا بہانا فرمانا، حالانکہ نئے اور پرانے شہر دونوں میں روزانہ وعظ کو جانا، وہاں اس حالِ اسہال کا مانع نہ آنا، پھر بعد تقاضائے بسیار وشدتِ انتظار بمشکل تمام حضرات کا تشریف لانا، مجمع میں فتاویٰ

السنہ سنایا جانا، پھلواروی صاحب کا تمام جوابوں کو تسلیم فرمانا، پھر یہ گفتگو پیش آنا:
جب جواب حق ہیں، مہر کیجیے! کہا: اس میں صاف ندوہ کا نام لکھا ہے، لہٰذا مہر نہیں کرسکتا۔ کہا گیا بہت اچھا، سوالات میں بجائے ندوہ زید وعمرو لکھ کر جوابوں کی تصدیق کیجیے، کہا: کتاب لیے جاتا ہوں، پندرہ دن کی مہلت دیجیے۔ ان سوالوں کے بھی جواب خود اپنے قلم سے لکھ کر بھیج دوں گا۔ فرمایا گیا، پندرہ دن نہیں، مہینہ بھر کی مہلت سہی۔ الحمد للہ کہ آپ کو ان گمراہوں کی ضلالت تو مسلم رہی۔ کہا: مولانا! ضلالت نہ فرمایئے، مداہنت فرمایئے۔ جلسہ تو ان ٹالے پر ختم ہوا، مگر مہینہ نہ سال، برسیں گزریں۔ جواب نہ دینا تھا نہ دیا۔

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا
تمام رات قیامت کا انتظار کیا

ان تمام مطالب اور ندوے کی ضلالتِ اقوال وشناعتِ مقاصد ومفاسد ومکائد کا حال بوضاحت تام بیان کیا۔'' (حیات اعلیٰ حضرت اول، ص ۳۹۸ تا ۴۰۳)

☆☆☆

چوتھا نور

سلاسل طریقت اور علوم وفنون کی اجازتوں کے بیان میں

حضور حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم جس طرح بیعت وارشاد اور خلافت و جانشینی کے لحاظ سے صاحب الکمالات اور مجمع السلاسل بزرگ ہیں، اسی طرح قرآن و حدیث، تفسیر و اصول تفسیر، حدیث و اصول حدیث، فقہ و اصول فقہ اور دیگر علوم وفنون میں جہاں ایک امام کی حیثیت رکھتے ہیں وہیں ان علوم وفنون کی اجازتیں بھی آپ کو ان علوم کے ماہرین اساتذۂ کرام اور مشائخ عظام سے حاصل تھیں۔ اجازت سے نوازنے والے ایسے بلند پایہ چوٹی کے علمائے کرام و مشائخ عظام ہیں کہ قلم یہ لکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ **فَنِعْمَ الْمُجِیْزُوْنَ وَنِعْمَتِ الْاِجَازَۃُ** (تو کتنے اچھے ہیں اجازت دینے والے مشائخ اور کتنی جید وعمدہ ہے ان کی دی ہوئی اجازت)

سلسلۂ تلمذ دہلوی مارہروی۔ (الف) حجۃ الاسلام نے امام احمد رضا بریلوی سے شرف تلمذ حاصل کیا، انہوں نے اپنے شیخ سید آل رسول احمدی مارہروی علیہ الرحمہ سے، وہ اپنے استاد شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے وہ اپنے استاذ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے اور اپنے دیگر مشائخ کرام سے۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

(ب) حجۃ الاسلام۔۔۔امام احمد رضا۔۔۔سید ابوالحسن احمد نوری مارہروی۔۔۔صوفی شاہ علی حسین مرادآبادی۔

سلسلۂ تلمذ آبائی بریلوی:۔ حجۃ الاسلام اپنے والدگرامی امام احمد رضا محدث بریلوی سے۔۔۔وہ اپنے والدگرامی مولانا مفتی نقی علی خاں بریلوی سے۔۔۔وہ اپنے والدگرامی مفتی رضا علی خاں بریلوی سے۔۔۔وہ مولانا خلیل الرحمٰن خاں محمد آبادی سے۔۔۔۔۔وہ فاضل محمد سندیلی سے۔۔۔ وہ بحرالعلوم ابوالعیاش عبدالعلی لکھنوی سے۔علیہم الرحمۃ والرضوان

سلسلۂ تلمذ خیرآبادی۔ مجاہد جنگ آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمتہ والرضون، جہاں انگریز کو ہندوستان سے نکال باہر کرنے کے تعلق سے،ان کی حکومت کے خلاف فتویٰ دینے کے حوالے سے مشہور ومعروف ہیں،وہیں علمی حلقہ میں بھی کافی مشہور ہیں،علوم وفنون کی کافی ترویج واشاعت کی،کافی تلامذہ پیدا کیے حتیٰ کہ استاذِ مطلق کا خطاب پایا،کئی کتابیں تصنیف کیں۔فلسفہ میں ہدیہ سعیدیہ کافی مشہور ہے اور اسماعیل دہلوی سے مناظرہ کیا اور اس کے خلاف کئی کتابیں تصنیف کیں۔آپ کی تحقیق الفتویٰ اورامتناع النظیر خاصی مشہور زمانہ ہیں۔آپ کے علم و فن اور فضل وکمال کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بج رہا تھا۔فضل الٰہی سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے توسط سے حضور حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم کو آپ کے سلسلۂ تلمذ میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہے یعنی ان دونوں بزرگوں کو سلسلۂ تلمذِ خیرآبادی میں

بھی داخل ہونے کی فضیلت حاصل ہے۔جس کا خلاصہ یہ ہے۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا نے علم حاصل کیا اور اجازت لی امام احمد رضا سے،انہوں نے کتابیں پڑھیں اور اجازت لی مولانا عبد العلی خاں رامپوری سے،انہوں نے علامہ فضل حق خیر آبادی سے۔

مکی سلسلۂ تلمذ:۔ حجۃ الاسلام اپنے والد گرامی امام احمد رضا سے۔۔۔وہ امن والے شہر مکہ مکرمہ کے شیخ العلما محدث وفقیہ مولانا سید احمد بن زین بن دحلان مکی قدس سرہ الملکی سے۔۔۔وہ شیخ عثمان دمیاطی وغیرہ سے۔

حجۃ الاسلام۔۔۔وہ امام احمد رضا سے۔۔۔وہ عظیم الشان فقیہ مکہ معظّمہ میں احناف کے مفتی سید عبدالرحمٰن سراج مکی سے۔۔۔وہ مولانا جمال بن عبداللہ بن عبداللہ مفتی مکہ سے۔

اس سند کی خوبی یہ ہے کہ حجۃ الاسلام سے امام بخاری تک صرف بارہ واسطے ہیں (حیات اعلیٰ حضرت)

مدنی سلسلۂ تلمذ:۔ حجۃ الا سلام امام احمد رضا سے۔۔۔وہ صاحبِ برکت،صاحبِ صلاح سید حسین بن صالح جمال اللیل مکی سے۔۔۔وہ شیخ عابد سندی مدنی سے۔۔۔

اور بلا شبہ ان اجازات کے بعد دونوں بزرگوں اور ان کے مشائخ ذوی الاحترام کے لیے بڑے فضل وشرف کی بات ہے،کیونکہ تمام علوم دینیہ میں ان

سب کا سلسلہ نبیِ رحمت ﷺ تک متصل ہو گیا اور قرآن مجید، تفاسیر جلیلہ، احادیث طیبہ، فقہ اور اصولِ فقہ کے فیوض و برکات سے مالا مال ہو گئے۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ اور رسول اکرم ﷺ کی عنایت کاملہ کی آغوش میں چلے گئے، ان کی عاقبت بن سنور گئی۔ اور ابرار و صالحین اور مفلحین میں ان کا ہمیشہ کے لیے شمار ہو گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کن کن علوم و معارف کی اجازتیں حضور حجۃ الاسلام اور سرکار مفتی اعظم کو حاصل تھیں۔ اس تعلق سے اس کی تفصیل یہ ہے۔

تمام علوم دینیہ و علوم آلیہ، قرآن و حدیث، فقہ اور اصول وغیرہ کی۔ حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم نے اپنے اساتذۂ کرام اور شیوخ عظام پر قرأت کی اور اسی اعلیٰ وجہ کے ساتھ قرآن کریم کی روایت، نبی رحمت ﷺ کی احادیث طیبہ کی روایت ان کے لیے صحیح و ثابت ہے۔ حدیث کی ان تمام قسموں کی روایت و اجازت ثابت ہے جنہیں صحاح، سنن، مسانید، جوامع، معاجیم اور اجزا کہا جاتا ہے۔ نیز محدثین کے مسلک کے مطابق اور ان کے جلیل القدر اماموں کے روشن طریقے کے مطابق اصول حدیث کی جتنی کتابیں ہیں، ان کی روایت بھی حضور حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہند کے لیے صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ ساتھ ہی فقہ حنفی کی روایت و اجازت بھی ان کے لیے ثابت ہے۔۔۔۔ فقہ حنفی کا بہت اعلیٰ مقام ہے۔ یہ نہایت عمدہ بھی ہے اور مکمل بھی۔ صاف و شفاف بھی ہے اور فقہوں میں

منتخب و چنیدہ بھی۔ جانتے ہو اس کی سند کہاں تک پہنچتی ہے۔اس کی سند امام الائمہ، کاشف الغمہ ، سراج الامہ، مالک الاَ زِمَّۃُ ،امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچتی ہے۔ یہ امام اعظم ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالی عنہ کی تصریح کے مطابق میری اور اپنے جملہ مقلدین کی شفاعت فرمانے والے ہیں۔ بلاشبہ یہ امام اعظم اللہ کے ایسے عارف اور اس کی بارگاہ کے ایسے مقرب ہیں کہ انکے علم وعمل اور فضل وکمال کی اصل (جڑ) قائم وثابت ہے۔اور اس کی شاخیں بھی ثابت وقائم ہیں کہ وہ اگتی اور پھیلتی رہتی ہیں۔اور امام اعظم اور سیدنا عبداللہ بن مسعود کے توسط سے اس کی سند رسولِ اکرم ﷺ تک پہنچتی ہے۔ بایں طور کہ امام اعظم ابو حنیفہ اپنے استاد امام حماد بن سلیمان سے روایت کرتے ہیں۔وہ اپنے استاد یکتائے زمانہ امام ابراہیم نخعی سے۔۔۔وہ علم وسخا کے دو دریاؤں سیدنا امام اسود تابعی اور سیدنا امام علقمہ تابعی سے اور یہ دونوں ان عظیم صحابیِ رسول سے رویت کرتے ہیں جو علم سے بھری ہوئی گٹھری ہیں اور رسولِ اعظم ﷺ کے اہل بیت میں شمار کیے گئے ہیں۔۔۔اور جنہیں رسولِ اکرم ﷺ کی نعلین اور تکیہ ڈھونے کا شرف حاصل ہونے کے سبب صاحب النعلین والوسادہ کے عظیم لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔جن کے بارے میں حضور نے فرمایا یہ میری امت کے لیے جو چیز پسند کرے وہ میں اس کے لئے پسند کرتا ہوں اور جس چیز کو یہ ناپسند کرے میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ان کا لقب مد ہے۔یعنی سیدنا

عبداللہ بن مسعود رضی عنہ و عنھم الکریم الودود۔اور یہ روایت کرتے ہیں رسولوں کے سردار،اور شرع مطہر کے شارع اور ائمہ ءدین پر ان کی شان کے لائق اور ان کے مقلدین پر بھی احکام شرعیہ کے فیضان کی بارش برسانے والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے،اور وہ وحی کے امین جبرئیل علیہ الصلو اۃ والسلام سے اور آپ اللہ تعالیٰ سے جو جلال،عزت اور جمال کا بادشاہ ہے،جلّ جلالہ وعم نوالہ۔تو کل اکیس علوم ہیں جن کی روایت حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم کے لیے صحیح و ثابت ہیں۔وہ درج ذیل ہیں:۔

(۱)علم قرآن (۲)علم تفسیر (۳)علم حدیث (۴) اصول حدیث (۵)فقہ حنفی (۶) کتبِ فقہِ جملہ مذاہب (۷)اصول فقہ (۸)علم العقائد والکلام (۹) جدل مہذب (۱۰)علم نحو (۱۱)علم صرف (۱۲)علم معانی (۱۳)علم بیان (۱۴)علم بدیع (۱۵)علم منطق (۱۶)علم مناظرہ (۱۷)علم فلسفہ (۱۸)علم تکسیر (۱۹)علم ہیئت (۲۰)علم حساب (۲۱)علم ہندسہ

ان تمام علوم کی اجازت حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے دی اور انہیں ان کے والد گرامی امام العلما خاتم المحققین مفتی نقی علی خاں قدس سرہ نے دی،اور دوسرے مشائخ نے بھی۔

انکے علاوہ اور بھی دس علوم کی اجازت آپ کو حاصل تھی:۔

(۱)قرأت (۲)تجوید (۳)تصوف (۴)سلوک (۵)اخلاق

(۶)اسماء الرجال (۷)سیر (۸)تواریخ (۹)لغت (۱۰)ادب مع جملہ فنون۔کل اکتیس علوم ہوئے،ان علوم جلیلہ کی دونوں قسموں کی اجازتیں آپ کو ملیں بلکہ ان علوم میں جتنے متون،شروح،حواشی،اور جتنے رسائل علمائے متقدین و متاخرین نے تصنیف کیے ہیں ان سب کی اجازت حاصل ہے۔ان مذکورہ دس علوم کے بارے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے الاجازات المتینہ میں رقم فرمایا کہ

''میں نے ان علوم کو اساتذہ سے بالکل نہ پڑھا،پر نقاد علمائے کرام سے مجھے اجازت حاصل ہے''۔

اس کے علاوہ بھی چودہ علوم ہیں جن کی اجازت حجۃ الاسلام اور سرکار مفتی اعظم کو حاصل تھی۔یہ وہ علوم ہیں جنہیں امام احمد رضا نے کسی استاد سے پڑھ کر حاصل نہ کیا بلکہ ان پر ربِ قدیر نے ایسا فضل فرمایا کہ محض کتب بینی اور نظر وفکر کے استعمال سے حل کرلیا،کسی پر اعتماد کرکے اس کے حضور زانوئے تلمذتہہ کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔گویا اپنے اقران میں آپ ان علوم کے خود موجد تھے اور ان کی گود میں صرف انہیں کو بیٹھنا نصیب ہوا۔وہ چودہ علوم یہ ہیں۔

(۱) ارثماطیقی (۲) جبر ومقابلہ

(۳) حساب ستینی (۴) لوغارثمات

(۵) علم التوقیت (۶) مناظرہ ومرایا

(۷) علم الاکر (۸) زیجات

(۹) مثلث کروی (۱۰) مثلث مسطح

(۱۱) ہیأۃ جدیدہ (۱۲) مربعات

(۱۳) حصۂ جفر (۱۴) حصۂ زائرجہ

تو یہاں تک کل پیتالیس (۴۵) علوم ہوئے۔ ان کے علاوہ نظم عربی، نظم فارسی، نظم ہندی، نظم عربی، نثر فارسی، نثر ہندی کا انشا، خط نسخ اور خط نستعلیق کے علوم میں بھی ماہر تھے۔ اور جن کی اجازتیں انہیں حاصل تھیں۔

(۱) قرآن عظیم کے خواص (۲) اسماے الٰہیہ

(۳) دلائل الخیرات (۴) حصن حصین

(۵) قصر متین (۶) اسماء اربعینیہ

(۷) حزبُ البحر (۸) حزبُ البّر

(۹) حزبُ النصر (۱۰) سلسلہ شاذلیہ کے تمام احزاب

(۱۱) ایک لاکھ چار رولیوں کا حرز (۱۲) حرزُ الامیرین

(۱۳) حرزِ یمانی (۱۴) دعاء مغنی

(۱۵) دعاء حیدری (۱۶) دعاء عزرائیلی

(۱۷) دعاء سریانی (۱۸) قصیدہ خمریہ جسکا مشہور نام قصیدہ غوثیہ ہے

(۱۹) صلوٰۃ غوثیہ (صلواۃ الاسرار) (۲۰) قصیدہ بردہ

(۲۱) دعاء بشمخ (۲۲) تکبیر عاشقاں

(۲۳) نیم تکبیر (۲۴) ارسال الہواتف

حدیث ''مسلسل بالا ولیت'' کی سند

یہ حدیث حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم کو اپنے مرشد گرامی کی طرف سے تین سندوں کی ساتھ حاصل ہوئی ہے۔ پہلی سید شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی طرف سے، دوسری شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی طرف سے اور تیسری مولانا صوفی احمد حسن مرادآبادی کی طرف سے ہے۔

حدیث مسلسل بالا ولیت کی تعریف: اگر ہر راوی '' هُوَ اَوَّلُ حَدِيْثٍ سَمِعْتُهُ مِنْهُ''(یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے اپنے استاذ و شیخ سے سنی) کے کلمہ پر متفق ہو تو اس کو مسلسل بالا ولیت کہتے ہیں۔ جیسے ذیل میں آنے والی حدیث کے بارے میں حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے اپنے شیخ امام احمد رضا سے سنی۔ اور ہر راوی کی روایت تسلسل کے ساتھ رہتی ہے، اس لیے مسلسل ہوئی۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی سند

حجۃ الاسلام و مفتی اعظم

(۱) شاہ ابوالحسین احمد نوری و اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

(۲) سید شاہ آل رسول مارہروی

(۳) سید آل احمد اچھے میاں مارہروی

(۴) سید شاہ حمزہ بن سید آل محمد بلگرامی ثم مارہروی

(۵) سید طفیل محمد اترولی

(۶) سید مبارک فخر الدین بلگرامی

(۷) شیخ ابوالرضا ابن اسمٰعیل دہلوی نواسہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی

(۸) شیخ عبد الحق محدث دہلوی

(۹) شیخ عبد الوہاب بن فتح اللہ بروجی

(۱۰) شیخ محمد بن افلح الیمنی

(۱۱) شیخ وجیہ الدین عبد الرحمٰن بن ابراہیم علوی

(۱۲) شیخ شمس الدین سخاوی

(۱۳) شیخ الشہاب ابو الفضل احمد بن علی العسقلانی علامہ ابن حجر

(۱۴) ابو الفضل عبد الرحیم بن حسین العراقی

(۱۵) شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد التدمیری

(۱۶) ابو الفتح محمد بن محمد بن ابراہیم المیدومی

(۱۷) ابو الفرج عبد اللطیف بن عبد المنعم الحرانی

(۱۸) حافظ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی الجوزی

(۱۹) ابو سعید اسمٰعیل بن ابی صالح احمد بن عبد الملک نیشاپوری

(۲۰) ابو صالح احمد ابن عبد الملک المؤذن

(۲۱) ابوطاہر محمد بن محمد محمش الزیادی

(۲۲) ابوحامد احمد بن محمد بن یحیٰی بن بلال البزار

(۲۳) عبدالرحمٰن بن بشیر بن الحکم

(۲۴) سفیان بن عُیینہ

(۲۵) سفیان بن عمر بن دینار

(۲۶) ابوقابوس مولیٰ عبداللہ بن عمرو بن العاص

(۲۷) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ تَبٰرَکَ وَ تَعَالیٰ اِرْحَمُوْا مَنْ فِیْ الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِیْ السَّمَاءِ (حضرت عبداللہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر رحمٰن تبارک وتعالیٰ رحم فرماتا ہے، تم ان پر رحم کرو جو زمین پر ہیں تو تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان پر ہے)۔(الاجازات المتینہ ،ص از۱۹۵ تا ۱۹۹)

شاہ عبد العزیز دھلوی کی سند

حجۃ الاسلام (۱) شاہ ابوالحسین احمد نوری و امام احمد رضا (۲) سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی (۳) شاہ عبد العزیز دہلوی (۴) شاہ ولی اللہ دہلوی (۵) سید عمر (۶) شیخ عبد اللہ بن سالم البصری (۷) شیخ یحیٰی بن محمد شاوی

(۸) شیخ سعید بن ابراہیم الجزائری المفتی معروف بہ قدورہ (۹) شیخ محقق سعید بن محمد المقری (۱۰) شیخ محمد تجّی الوہرانی (۱۱) شیخ سید ابراہیم التازی (۱۲) شیخ ابو الفتح محمد بن ابوبکر بن الحسین المراغی (۱۳) شیخ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی (۱۴) ابوالفتح محمد بن محمد بن ابراہیم البکری المیدومی۔

اس کے بعد سند اور متن وہی ہے جس کا ذکر سندِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی میں ہوا۔

مولینا صوفی احمد حسن مراد آبادی کی سند

☆ حجۃ الاسلام ☆ شاہ ابوالحسین احمد نوری و اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی ☆ مولانا احمد حسن صوفی مرادآبادی ☆ شیخ احمد بن محمد الدمیاطی ☆ شیخ محمد بن عبدالعزیز ☆ شیخ ابوالخیر بن عموس الرشیدی ☆ شیخ الاسلام اشرف زکریا بن محمد الانصاری۔

اس کے بعد شیخ الشہاب ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تک سند اور متن وہی ہے جس کا پہلے ذکر ہوا۔

اس سند کو حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری نے عالی قرار دیا اور تحریر فرمایا کہ میرے اور شیخ حافظ زین الدین عراقی کے درمیان اس میں صرف چھ واسطے ہیں۔ اور پہلی سند میں بارہ اور دوسری میں گیارہ ہیں۔

الحدیث المسلسل بالضِیَافَۃِ (ضیافۃ الاسودین)

اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر راوی بیان کرتا ہے کہ میرے شیخ نے یہ حدیث روایت کرتے ہوئے پانی اور کھجور کی ضیافت سے بھی نوازا۔ پانی اور کھجور کو اہل عرب ''اسودین'' کہتے ہیں۔ اس لئے اس حدیث کو حدیث مسلسل بضیافۃ الاسودین کہا جاسکتا ہے۔ اس حدیث میں ضیافت کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جس نے ایک مومن کی ضیافت کی اس نے گویا حضرت آدم کی ضیافت کی۔ جس نے دو کی ضیافت کی اس نے گویا حضرت آدم وحوا کی ضیافت کی۔ جس نے تین مسلمانوں کی ضیافت کی اس نے گویا حضرت جبرائیل، میکائیل، اسرافیل کی ضیافت کی۔ چار کی صورت میں توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن پڑھنے کا ثواب حاصل کیا۔ اور پانچ کی صورت میں گویا پیدائش عالم سے قیامت تک پانچوں نمازیں باجماعت ادا کیں۔ اور چھ کی حالت میں گویا اولادِ اسمٰعیل سے ساٹھ غلام آزاد کیے۔ سات کی صورت میں اس پر جہنم کے ساتوں دروازے بند کئے گئے اور آٹھ میں جنت کے آٹھوں دروازے اس پر کھول دیئے گئے۔ نو کی حالت میں اللہ تعالیٰ اس کے لئے تمام گنہگاروں کے عدد کے برابر نیکیاں تحریر فرماتا ہے۔ اور جس نے دس مومنوں کی ضیافت کی اللہ تعالیٰ اس شخص کو نماز پڑھنے والے، روزہ رکھنے والے، اور قیامت تک حج کرنے والے کے ثواب کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے۔

شیخ شمس الدین بن الجزری نے اس حدیث کو غریب قرار دیا۔ مگر اس کی سند میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز دہلوی اور شاولی اللہ دہلوی جیسے محدثین کا پایا جانا اس حدیث کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔

اس حدیث کی سند بھی حضرت حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم کو دونوں طریقوں سے (شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور شاہ عبد العزیز دہلوی سے) حاصل ہے۔

الحدیث المسلسل بالمصافحہ

اس حدیث میں ہر رادی اپنے مروی عنہٗ (جس سے وہ روایت کر رہا ہے) سے مصافحہ کرتا ہے۔ اور یہ مبارک سلسلہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تک پہونچا ہے کہ انہوں نے ریشم سے زیادہ نرم ہاتھ والے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔

اس روشن حدیث کی سند بھی حضرت حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم کو دونوں طریقوں (طریقِ شیخ عبد الحق محدث دہلوی، طریقِ شیخ شاہ عبد العزیز دہلوی) سے حاصل ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو اپنے مرشد برحق حضرت ابو الحسین احمد نوری مارہروی سے مصافحہ جِنّیہ، مصافحہ خضریہ، مصافحۂ معمریہ اور مصافحۂ منامیہ کے اسناد کی اجازت بھی حاصل ہے۔ یہ اجازت آپ کو اپنے والد گرامی وقار امام احمد رضا محدث بریلوی سے بھی حاصل ہے۔ [۱]

---

[۱] تذکرۂ جمیل ص ۲۷۰ و ۲۷۱ ملخصاً

حدیث مسلسل بالاولیت اوراس کی اجازت کی تفصیل

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا اور سرکار مفتی اعظم ہند کی خوش قسمتی دیکھئے کہ سرکارِ نور سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی اور سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا قدست اسرارہم کے توسط سے کئی سندوں کے ساتھ یہ حدیث آپ دونوں تک پہنچی اور اس کی اجازت آپ دونوں کو حاصل تھی۔ایک سند شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی طرف سے اور ایک شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی طرف سے۔اوراس حدیث مسلسل بالاولیت کی اجازت حضور حجۃ الاسلام اورسرکار مفتی اعظم کوسرکار ابوالحسین کی طرف سے تیسری سند کے ساتھ بھی ملی جو بقول امام احمد رضا،''نہایت عالی و بلند ہے''۔لہٰذا ہم یہاں اس سند کا ذکر''الاجازات المتینہ'' کے حوالے سے کرتے ہیں بقیہ دوسندوں کی تفصیل''الاجازات المتینہ'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حدیث مسلسل بالاولیت کی تیسری سند

''الاجازات المتینہ'' میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں۔

''میں نے کہا کہ حدیث مسلسل بالاولیت کی یہ تیسری سند بھی مجھے حاصل ہے جو بہت عالی ہے۔مجھ سے حدیث بیان کی ہمارے جلیل القدر آقا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی نے (اللہ تعالیٰ ہم سب کوان کے معنوی اورصوری

نور سے منور فرمائے)انہوں نے فرمایا: ہم سے حدیث بیان کی افضل العلما، اورع الاتقیا مولانا احمد حسن صوفی مرادآبادی رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔انہوں نے فرمایا: رحمت والی حدیث جو مسلسل بالاولیت ہے ہم سے بیان کی شیخ، عبادت گزار احمد بن محمد دمیاطی جو ابن عبدالغنی نام سے مشہور ہیں اور یہ پہلی حدیث ہے جو ایک جماعتِ اہل علم کی موجودگی میں میں نے ان سے سنی۔انہوں نے فرمایا: ہم سے حدیث بیان کی لمبی عمر والے محمد بن عبدالعزیز نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی اور انہوں نے تمام مرویات کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا: ہم سے حدیث بیان کی لمبی عمر والے شیخ ابوالخیر بن عموس رشیدی نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی اور انہوں نے اپنی تمام مرویات کی ربیع الاول ۱۰۰۲ھ میں اجازت دی۔اورفرمایا: ہم سے حدیث بیان کی شیخ الاسلام اشرف زکریا بن محمد انصاری نے ،اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔۔۔۔۔انہوں نے فرمایا: ہم سے حدیث بیان کی خاتم الحفاظ ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی،انہوں نے فرمایا،خبر دی ہم کو حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔

سند دیگر :اور مجھے خبر دی شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد تدمری

نے بھی اور اجازت دی اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے روایت کی۔انہوں نے اور عراقی دونوں نے فرمایا کہ ہم سے حدیث بیان کی ابوالفتح محمد بن محمد میدومی نے اور اجازت دی۔عراقی نے کہا کہ یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی اور تدمری نے کہا کہ یہ پہلی حدیث ہے جس کے درس کے وقت میں ان کے پاس حاضر تھا۔انہوں نے فرمایا، ہم سے حدیث بیان کی ابوالفرج عبداللطیف حرانی نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔انہوں نے فرمایا، ہم سے حدیث بیان کی حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔انہوں نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی ابوسعید اسماعیل بن ابی صالح احمد نیشاپوری نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔انہوں نے فرمایا، ہم سے حدیث بیان کی میرے والد ابوصالح احمد بن عبد الملک مؤذن نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔انہوں نے فرمایا: ہم سے حدیث بیان کی ابوطاہر محمد بن محمد زیادی نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔انہوں نے فرمایا: ہم سے حدیث بیان کی ابو حامد احمد بن محمد بزار نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔انہوں نے فرمایا حدیث بیان کی ہم سے عبدالرحمٰن بن بشر نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔انہوں نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی سفیان بن عیینہ نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔انہوں نے

سفیان بن عمرو بن دینار سے روایت کی انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کے آزاد کردہ غلام ابو قابوس سے۔ انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت کی کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''رحم کرنے والوں پر اللہ رحمٰن تبارک وتعالیٰ رحم فرماتا ہے، تم زمین پر رہنے والے پر رحم کروتو تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان پر ہے۔'' [1]

اس مسلسل بالاولیت حدیث کی اہمیت وخوبی کا اندازہ اس سے لگایئے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے کئی علماء ومشائخ نے اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی سے اس کی اجازتیں طلب کیں اور اعلیٰ حضرت نے انہیں اپنی تمام مرویات کے ساتھ ساتھ اس کی بھی اجازتیں دیں۔

حدیث مسلسل بالاولیت اور حجۃ الاسلام:

مسلسل بالاولیت بہت اہمیت کی حامل حدیثِ رسول ہے۔ جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے توسط سے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا اور سیدنا مفتی اعظم مصطفیٰ رضا تک پہنچی اور آپ سے لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اس کی اسناد تسلسل کے ساتھ ہے، کہیں پر انقطاع نہیں۔ اس کی ایک خاص خوبی ہے کہ ہر راوی کو اس کے استاذ وشیخ نے پہلی بار جو حدیث بیان کی تو انہوں نے اس حدیث کو بیان کیا۔ وہی حدیث مسلسل بالاولیت کہلاتی ہے۔ اس لیے اس کی تعریف یہ کی گئی ہے۔

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے الاجازات المتنة لعلماء بكة و المدينة ۔ مکہ ومدینہ کے علماء ومشائخ کی خواہش وطلب پر امام احمد رضا نے انہیں اجازتیں وخلافتیں دیں۔ ان اجازت ناموں کو حضور حجۃ الاسلام نے اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔

''ادائے حدیث کے صیغوں میں سے ایک صیغہ مثلاً راوی کہے''
سمعتُ''یا حالات قولیہ میں سے ایک قول مثلاً راوی کہے **سمعتُ فلاناً یَقُوْلُ اَشْھَدُ بِاللّٰہِ**''، یا حالات فعلیہ میں سے ایک فعل مثلاً راوی کہے''**حَدَّثَنِیْ وَھُوَاٰخِذٌ بِلِحْیَتِہٖ**''ہر راوی پر متفق ہوتا ہے تو اس سند کو مسلسل کہا جاتا ہے اور اگر ہر راوی لفظ اول کے ساتھ بیان کرے مثلاً کہے۔

''**ھُوَاَوَّلُ حَدِیْثٍ سَمِعْتُہٗ مِنْہُ**''(یعنی یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی)اور اس پر ہر راوی متفق ہو تو اس کو مسلسل بالاولیت کہتے ہیں۔جیسے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا نے کہا کہ یہ پہلی حدیث ہے جسے میں نے اپنے والد گرامی امام احمد رضا سے سنی اور امام احمد رضا نے کہا کہ یہ پہلی حدیث ہے جسے میں نے اپنے شیخ سید آل رسول احمدی سے سنی۔ان راویوں کے بیانات کا سلسلہ حضور صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک ہے تو یہ حدیث مسلسل بالاولیت کہلاتی ہے۔اور حدیث مسلسل بالاولیت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''**اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ،اِرْحَمُوْامَنْ فِیْ الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِیْ السَّمَآءِ**''۔

ترجمہ:۔رحم کرنے والوں پر اللہ رحم فرماتا ہے،تم زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا)۔

اگر مسلمان اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان عالیشان پر عمل کرلیں تو بہترین نظام قائم ہوجائے، دنیا سے ظلم وستم ختم ہوجائے اور ہر طرف امن وامان کا دور دورہ ہوجائے، پھر تو کوئی شوہر اپنی بیوی پر ظلم نہ کرے، کوئی بیوی اپنے شوہر کے حق میں تکلیف دہ بات نہ کرے، کوئی بھائی دوسرے بھائی یا بہن کے حق کو نہ مارے، کوئی پڑوسیوں کو نہ ستائے پھر تو دور صحابہ کی یادتازہ ہوجائے۔

(نوٹ) آسمان والا سے مراد اگر اللہ تعالیٰ ہو تو اس کا مطلب آسمان کا مالک ہے، کیونکہ یہ مسلم عقیدہ وایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر رہنے یا کسی مکان وجگہ میں ہونے سے پاک ہے۔ وہ تو آسمان وزمین میں ہونے اور ہر زمان و مکان اور جہت سے پاک ہے، یہ سب چیزیں حادث وفانی ہیں اور اللہ تبارک تعالیٰ باقی، قدیم اور لافانی ہے۔ وہ پاک پروردگار تو اس وقت بھی تھا جب زمین و آسمان کچھ نہ تھا اور اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وللہ المثل الاعلیٰ۔ اور اگر اس سے مراد فرشتے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں، کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

چار مصافحوں کا بیان

امام احمد رضا، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم کو چار مصافحوں کا بھی شرف حاصل تھا۔

(۱) مصافحہ خضریہ (۲) مصافحہ جنیہ

(۳) مصافحہ معمریہ (۴) مصافحہ منامیہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور مفتی اعظم سیدی مصطفیٰ رضا قدست اسرارہما نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے مصافحہ کیا اور انہوں نے ان دونوں کو مذکورہ چاروں مصافحے کی اجازتیں دیں۔اور اعلیٰ حضرت نے فرمایا، میں نے اپنے شیخ و مرشد سید آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصافحہ کیا اور انہوں نے اپنے شیخ و استاذ عبد العزیز محدث دہلوی سے مصافحہ کیا اس طرح آخر کے شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا۔اس طرح اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم کا سلسلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مصافحہ کے اعتبار سے بھی تسلسل کے ساتھ متصل ہے۔اور بلاشبہ یہ بڑے فضل و شرف کی بات ہے۔کیونکہ ان مصافحات کے معنی یہ ہوئے کہ حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم نے گویا رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا۔

اس حوالے سے ”الاجازت المتینہ“ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ ایک مقام پر مکہ و مدینہ کے علماؤ و مشائخ کو مذکورہ اجازت دیتے ہوئے اور ان مصافحوں سے شرفیاب ہونے پر ازخود نازاں ہوتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

”مجھے بحمدہ تعالیٰ ان چاروں مصافحوں کے ذریعہ ربِّ ذوالجلال کے خلیفۂ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ رسالت تک ہونے کا شرف حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے آل کرام پر درود وسلام بھیجے۔“ [1]

راقم الحروف محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی کہتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم، رسول اکرم ﷺ اور مشائخ عظام کے طفیل مذکورہ مصافحوں، سلاسل

---

[1] الاجازات المتینہ مترجم مشمولہ رسائل رضویہ ص ۱۸۵ ترجمہ از مولانا محمد احسان الحق قادری، لاہور، پاکستان

اور علوم کی اجازتیں میرے مرشدِ خلافت حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں بریلوی دامت برکاتہم العالیہ نے مجھے بھی عنایت فرمائیں۔اور باضابطہ مصافحہ کر کے اجازتیں دیں اور یہ فرمایا کہ جن جن چیزوں کی سرکار مفتی اعظم نے مجھے اجازتیں دیں،ان سب کی اجازتیں میں نے تمہیں دیں۔فللہ الحمد۔

ان مصافحوں میں مصافحہ جنّیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا سلسلۂ اسناد غانم نامی ایک تابعی جنّ تک پہنچتا ہے جن کا کہنا ہے کہ میں نے ایک ایسے صحابیِ رسول جنّ سے مصافحہ کیا جنہوں نے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا تھا۔

اور ایک مصافحہ خضریہ ہے،جس کے سلسلۂ اسناد میں حضرت خضر علیہ السلام ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا تھا۔

تیسرا مصافحہ معمریہ ہے،جس میں معمر صحابی رسول کا تذکرہ ہے جنہوں نے کافی عمر پائی تھی۔

چوتھا مصافحہ منامیہ ہے۔اس میں شیخ ابوالحسن علی باغوزائی کا تذکرہ ہے جنہوں نے منام یعنی خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ سے مصافحہ کرنے کا شرف حاصل کیا۔

اب ان چاروں مصافحہ کی تفصیل اعلیٰ حضرت سراپا رحمت کے نوک قلم سے ملاحظہ کیجئے۔آپ ’’الاجازات المتینہ‘‘ میں رقمطراز ہیں:۔

چار مصافحوں کی تفصیل

مصافحہ جنیہ کی سند

میں نے حضرت الشیخ (سید آل رسول احمدی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصافحہ کیا۔انہوں نے فرمایا، میں نے الشیخ عبد العزیز سے مصافحہ کیا۔انہوں نے اپنے والد سے مصافحہ کیا۔انہوں نے فرمایا میں نے سید عبداللہ بن عیدروس بن الشیخ علی العیدروسی سے مصافحہ کیا۔انہوں فرمایا میں نے سید مصطفیٰ العیدروسی کے صاحبزادے سید جعفر الصادق سے مصافحہ کیا۔انہوں نے فرمایا میں ۱۰۹۸ھ میں غانم نامی ایک جن سے مصافحہ کیا۔اس جن نے ایک دن مسجد میں نماز عصر میرے والد (قدس سرہٗ) کے ساتھ پڑھی۔نماز کے بعد والد صاحب نے حکم دیا کہ وہ مجھ سے مصافحہ کرے کیونکہ اس جن نے والد صاحب کو بتایا تھا کہ ''سورۃ الجن'' میں اللہ تعالیٰ نے جنوں کی جس جماعت کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک ایسے جن نے اس سے مصافحہ کیا ہے جس نے سات سو سال سے زیادہ عمر پائی اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ و السلام سے مصافحہ کرنے کا شرف حاصل کیا۔(اور سب تعریفیں اللہ کو ہیں)

مصافحہ خضریہ کی سند

مصافحہ خضریہ کی سند شاہ ولی اللہ تک وہی ہے جس کا ذکر مصافحہ جنیہ میں ہوا۔شاہ ولی اللہ نے فرمایا شیخ عبداللہ بن سالم البصری المکی کے نواسے السید عمر نے مجھ سے مصافحہ کیا اور میرا ہاتھ اچھی طرح دبایا اور فرمایا یہ دبانا تاکیدِ صحبت کے لیے ہے۔انہوں نے فرمایا مجھ سے میرے نانا الشیخ عبداللہ نے یونہی مصافحہ کیا۔ان کے استاذ الشیخ محمد بن محمد بن سلیمان نے ان سے یونہی مصافحہ کیا۔ان کے شیخ ابو عثمان سعید بن ابراہیم الجزائری معروف بقدورۃ نے ان سے یونہی

مصافحہ کیا۔ان سے ابوسعید بن احمر المقر ی القریشی نے یونہی مصافحہ کیا۔ان سے ان کے شیخ سیدی احمد جّی الدھرانی نے یونہی مصافحہ کیا۔ان سے ان کے شیخ سیدی سالم التازی نے یونہی مصافحہ کیا۔ان سے ان کے استاذ شیخ صالح الزوادی نے یونہی مصافحہ کیا۔ان سے فقیہ، صالح' حافظ العصر سیدی عبد اللہ بن محمد بن موسیٰ العیدروسی نے یونہی مصافحہ کیا۔اورانہوں نے مصافحہ کرنے کی روایت اپنے شیخ استاذ ابوعبداللہ بن محمد بن جابر الغسانی سے بیان کی ۔انہوں نے الامام الربانی ابو عبداللہ محمد بن علی المراکشی مشہور بابن علیوات سے۔انہوں نے ابوعبداللہ الصوفی سے۔انہوں نے الامام العالم ابوالعباس احمد بن البنا سے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ولی ابوعبداللہ الہز میری سے۔انہوں نے سیدنا ابوالعباس الخضر علیہ السلام سے۔انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

مصافحہ معمریہ کی سند

مصافحہ معمریہ کی سند الشاہ ولی اللہ (علیہ الرحمۃ) تک وہی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔انہوں نے فرمایا مجھ سے مصافحہ کیا ابوطاہر نے۔ان سے مصافحہ کیا شیخ احمد النخلی نے۔انہوں نے فرمایا مجھ سے مصافحہ کیا شیخ عبدالرحمٰن نے جو حاجی رمزی کے نام سے مشہور ہیں۔انہوں نے فرمایا مجھ سے مصافحہ کیا شیخ حافظ علی الاذبہی نے۔انہوں نے فرمایا مجھ سے مصافحہ کیا دو بزرگوں نے شیخ محمود الاسفرائنی اور سید امیر علی الہمد انی نے۔ان دونوں نے فرمایا ہم سے مصافحہ کیا معمر صحابی ابوسعید الحبشی نے۔انہوں نے فرمایا مجھ سے مصافحہ کیا نبی اکرم سید عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے۔

مصافحہ منامیہ کی سند

’’جو تفصیل مصافحہ خضریہ میں صالح الزوادی تک گزری وہی یہاں ہے۔انہوں نے مصافحے منامیہ کی روایت کی عزالدین بن جماعۃ سے۔انہوں نے شیخ محمد شیرین سے۔انہوں نے شیخ سعید الدین الزعفرانی سے۔انہوں نے اپنے والد محمود الزعفرانی سے۔انہوں نے ابوبکر السواسی اور ناصر الدین علی بن ابو بکر ذوالنون الملیطی سے۔اوران دونوں نے محمد بن اسحاق القونوی سے۔انہوں نے شیخ اکبر محی الدین ابن العربی سے۔انہوں نے الشیخ احمد بن مسعود شداد المقری الموصلی سے۔انہوں نے شیخ علی محمد الحائکی الباہری سے۔انہوں نے شیخ ابوالحسن علی الباغوزائی سے۔انہوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی،آپ نے اپنے دست اقدس کی انگشتانِ مبارکہ میرے ہاتھوں کی انگلیوں میں ڈال کرفرمایا:اے علی! میری انگلیوں میں انگلیاں ڈال،جومیری انگلیوں میں انگلیاں ڈالے گا جنت میں جائے گا۔اورآپ گنتے گئے یہاں تک کہ سات تک پہنچے پھر مجھے جاگ آ گئی،اس وقت میری انگلیاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس انگلیوں میں تھیں۔الشیخ التازی نے فرمایا جو(شیخ)کسی (مرید) کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر مصافحہ کرے اسے یہ کہنا چاہیے’’میری انگلیوں میں انگلیاں ڈال،جومیری انگلیوں میں انگلیاں ڈالے گا جنت میں جائے گا‘‘۔

الٰہی ! ہم کواور سب اہل سنت کو جنت نصیب فرما۔آمین‘‘

ان صالحین کی اتباع میں محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی اللہ عزوجل سے یہ دعا کرتا ہے کہ یا اللہ حضور مفتی اعظم سیدنا مصطفیٰ رضا اور حضور تاج الشریعہ سے ارادت اور مصافحہ اور حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا سے خلافت اور مصافحہ کے طفیل مجھے ، میرے والدین کریمین ، زوجہ ، تمام اولاد ، خویش و اقارب اور جمیع اہل سنت و جماعت کو صالحین و مفلحین میں شمار فرما کر جنت نصیب فرما۔آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ و آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

ادعیۂ و وظائف کی اجازت

حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم کو درج ذیل وظائف و معمولات اور دعاؤں کی بھی اجازتیں تھیں۔

(۱) قرآن عظیم کے خواص (۲) اسماء الٰہیہ
(۳) دلائل الخیرات شریف (۴) حصن حصین
(۵) قصر متین (۶) اسماء اربعینیہ
(۷) حزب البحر (۸) حزب البر
(۹) حزب النصر (۱۰) سلسلہ شاذلیہ کے تمام احزاب
(۱۱) ایک لاکھ چار ولیوں کا حزب (۱۲) حرز الامیرین
(۱۳) حرز یمانی (۱۴) دعاء مغنی
(۱۵) دعاء حیدری (۱۶) دعاء عزرائیلی
(۱۷) دعاء سریانی (۱۸) قصیدہ خمریہ ، جس کا مشہور نام قصیدۂ غوثیہ ہے

(۱۹) صلوۃ غوثیہ جسے صلوۃ الاسرار کہا جاتا ہے، جو بخشنے والے ربِّ غفار کے اذن سے حاجت برآری کے لیے مجرب ہے۔

(۲۰) قصیدہ بردہ (۲۱) دعاء بشمخ

(۲۲) تکبیر عاشقان (۲۳) نیم تکبیر

(۲۴) ارسال الہواتف

ان کے علاوہ اس قسم کی اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جنکی اجازتیں انہیں حاصل ہیں۔ بلکہ ان تمام اذکار، اشغال، اوفاق اور اعمال کی اجازت انہیں حاصل ہے جو سید ابوالحسین احمد نوری اور امام احمد رضا تک ان کے مشائخ اور آقاؤں کی جانب سے پہنچے یا جنھیں انہوں نے اپنی فکر و کوشش سے استخراج کیا ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ اپنی مراد کے موافق بلکہ اس سے زیادہ پایا۔

حجتہ الاسلام اور تیرہ سلاسل طریقت کی اجازتیں

مشائخ طریقت سے تسلسل کے ساتھ سلاسلِ طریقت بہت ہیں۔ خوش قسمتی سے کسی کو ان کی اجازت ملتی ہے۔ اگر کسی کو ایک سلسلہ کی اجازت مل جاتی ہے تو اس پر وہ ہمیشہ نازاں و فرحاں رہتا ہے اور اسے اس کا حق بھی ہے۔ مگر امام احمد رضا، حضور حامد رضا اور سیدی مصطفیٰ رضا اپنے مشائخ کرام قدست اسرارہم کے فیوض و برکات سے سرشار ایسے خوش نصیب ہیں جنھیں تیرہ تیرہ سلسلوں کی اجازتیں حاصل تھیں۔ اس لئے یہ حضرات عند اللّٰہ و عند الرسول مُخلِصین و مُخلَصین اور مقبولین و مفلحین میں شمار کئے گئے، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کو ان سلسلوں کی اجازتیں اپنے شیخ و مرشد سرکارِ نور مولانا

سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی اور سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدست اسرارھم سے ملی تھیں۔جس طرح کہ سرکار مفتی اعظم کو ملی تھیں۔وہ تیرہ سلاسل طریقت درج ذیل ہیں۔

(۱) طریقہ علیہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ جدیدہ

(۲) قادریہ آبائیہ رضویہ قدیمہ

(۳) قادریہ اہدلیہ

(۴) قادریہ رزاقیہ

(۵) قادریہ منوریہ

(۶) چشتیہ نظامیہ قدیمہ

(۷) چشتیہ جدیدہ

(۸) سہروردیہ واحدیہ

(۹) سہروردیہ فضلیہ

(۱۰) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ

(۱۱) نقشبندیہ علائیہ علویہ (جو حضرت سید کریم ابوالعلا اکبرآبادی کی طرف منسوب ہے)

(۱۲) سلسلہ بدیعیہ

(۱۳) علویہ منامیہ

یہ تیرہواں سلسلہ علویہ منامیہ حضرت علی کرَّمَ اللہ وجہہ الکریم اور منام یعنی خواب کی طرف منسوب ہے۔اسی لئے اس کو علویہ منامیہ کہتے ہیں۔اس کی

فضیلت کے حوالے سے درج ذیل عبارت دلنشیں کرنے کے قابل ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

"یہ آخری سلسۂ بیعت میرے تمام سلسلوں میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ میں نے اپنے شیخ ومرشد سید آل رسول احمدی کے ہاتھ پر بیعت کی، انہوں نے صرف اس سلسلہ میں شاہ عبدالعزیز دہلوی کے ہاتھ پر بیعت کی تاکہ ہم قریب والے چشمے سے سیراب ہوکر پئیں جو بہت سیراب کرتا ہے۔ انہوں نے اپنے سچے خواب میں اہل ایمان کے امیر اور مسلمانوں کے آقا ومولیٰ سیدنا علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی (اللہ تعالیٰ ان کے پرنور چہرے کو عزتیں بخشے)۔ انہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی جن کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ اور جن کی بیعت اللہ کی بیعت ہے یعنی ہم سب کے آقا، ہم سب کے مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پر بیعت کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ پر، آپ کی آل واصحاب پر اور آپ کے سب گھر والوں اور سارے لشکر پر درود وبرکت اور سلام نازل فرمائے۔ اور شرافت وکرامت بخشے، تو بحمد اللہ تعالیٰ صحیح بخاری کی اعلیٰ سند کی طرح یہ سند بھی ثلاثی ہے (تین واسطوں والی ہے) جو اس عاجز بندے احمد رضا سے جلیل الشان آقا (حضرت رسول اکرم) تک صرف تین واسطوں سے پہنچتی ہے (علیہ افضل الصلوۃ والسلام بالتبجیل) تو اے میرے پیارے مستجیز (اجازت لینے والے) آپ حضرات کے لیے یہ سند بواسطۂ بندۂ عاجز (امام احمد رضا) رباعی

ہوگی،جس طرح صحیح مسلم کی اعلیٰ سند رباعی (چار واسطوں والی حدیث) ہے۔(امام بخاری اور امام مسلم پر رحمتِ باری ہو)

حضرت شاہ شیخ عبد العزیز دہلوی نے اس خواب کی شرح میں ایک اچھا رسالہ اور شاندار پمفلٹ بھی لکھا ہے۔اور تمام حمد اللہ کے لیے ہے،اس کی اچھی اور لطیف نعمتوں پر۔[1]

الانتباہ :۔ بخاری شریف میں کچھ حدیث ثلاثی ہیں، کچھ رباعی اور کچھ خماسی۔اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث امام بخاری کو تین راویوں کے واسطوں سے ملی تو یہ بخاری کی ثلاثی حدیث ہے۔بخاری میں یہ چند ہی حدیث ہیں جنہیں یہ خوبی حاصل ہے،اور رباعی اس حدیث کو کہتے ہیں کہ محدث کسی حدیث کو روایت کرے تو اس سلسلۂ اسناد میں اس کے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان صرف چار راویوں کا واسطہ ہو یعنی درمیان میں چار ہی راوی ہوں۔اور خماسی میں پانچ راوی ہوتے ہیں۔

مسلم شریف میں کچھ حدیثیں رباعی ہیں، کچھ خماسی اور کچھ دوسری۔مسلم شریف کی رباعی بھی بہت اہم مانی جاتی ہے کیونکہ صرف چار واسطوں سے وہ حدیث حضور تک پہنچتی ہے۔مسلم شریف میں رباعی کی تعداد کوئی زیادہ نہیں لیکن یہ بات محقق ہے کہ صحیح بخاری کی ثلاثیات اور صحیح مسلم کی رباعیات بہت اعلیٰ اور خاص اہمیت وقبولیت کی حامل مانی جاتی ہیں۔کیونکہ بہت ہی کم واسطوں سے یہ احادیث امام بخاری و امام مسلم تک پہنچیں،جس طرح حضور غوث اعظم رضی اللہ

---

[1] ترجمہ از عربی الاجازات الرضویہ لمجبلِ مکۃ البھیۃ (۱۳۲۳) مشمولہ بہ الاجازات المتینہ ۔مترجم علامہ محمد احسان الحق قادری رضوی، لائل پور (پاکستان)

تعالیٰ عنہ کی شخصیت پر لکھی جانے والی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف ان کے تعلق سے لکھی جانے والی دوسری کتابوں میں بہت اعلیٰ اور مستند مانی جاتی ہے کیونکہ اس میں راویوں کا واسطہ کم ہے۔ اس میں بھی ثلاثیات اور رباعیات ہیں صرف تین اور چار واسطوں سے اس کے مصنف علامہ ابوالحسن علی شطنوفی تک اس کی روایتیں پہنچی ہیں۔

ہمارے ممدوح حضور حجۃ الاسلام اور ان کے برادر اصغر حضور مفتی اعظم کو یہ شرف حاصل ہے کہ امام مسلم کی رباعیات کی طرح صرف چار واسطوں سے ان تک مذکورہ سلسلہ کی بیعت و اجازت حاصل ہوئی۔ کیونکہ انہیں سید آل رسول احمدی مارہروی کے پوتے اور جانشیں سیدنا ابوالحسین احمد نوری مارہروی اور ان کے مرید وخلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے توسط سے اس سلسلہ کی اجازت ملی، لہٰذا آپ کو اعلیٰ سند کے ساتھ یہ شرف حاصل ہوا۔ وللہ الحمد

اور محمد عابد حسین قادری نوری کو پانچ واسطوں سے نبی رحمت ﷺ سے بیعت وارادت ہے، تو یہ خماسی کا شرف رکھتی ہے۔ اور چھ واسطوں سے اجازت و خلافت کا سلسلہ پہنچتا ہے۔ کیونکہ مجھے بیعت وارادت سرکار مفتی اعظم قدس سرہ سے اور اجازت وخلافت حضور تاج الشریعہ، حضور امین شریعت اور حضور محدث کبیر وغیرہم سے حاص ہے۔ وللہ المنۃ

حضرت حجتہ الاسلام کے سلاسلِ طریقت کی تفصیل

اب آپ کے سلاسل طریقت کی تفصیل مولانا ابراہیم خوشتر کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے، آپ رقمطراز ہیں:

آپ کے مرشد گرامی وقار حضرت نور العارفین مولانا سید ابوالحسین احمد نوری (م ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء) نے اور مرشد گرامی ہی کے حکم سے آپ کے والد نامدار امام احمد رضا قادری برکاتی نے آپ کو تمام سلاسل عالیہ اور تمام علوم عقلیہ نقلیہ، جملہ وظائف، اوراد واشغال میں ماذون ومجاز فرمایا۔

امام احمد رضا نے اس کا ذکر سندِ مَسنَدِ جانشینی میں ۱۸/ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ ۱۹۱۵ء کو اپنے مرشد، سراپا فضل وکمال سید آل رسول احمدی (م ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۹ء) کے روزِ عرس سراپا قدس اسطرح کیا ہے۔

''بلاشک میں اپنے عزیز تر بیٹے محمد معروف بمولوی حامد رضا خاں کو تمام سلاسل اور تمام علوم اور سارے اذکار واشغال اور اوراد واعمال اور ہر اس چیز کی جسکی مجھے اپنے برگزیدہ مشائخ کرام سے اجازت پہنچی اجازت دے چکا تھا اور میرا اجازت دینا اس کے مرشد برحق شیخِ طریقت نور الکاملین خلاصۃ الواصلین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ النوری کے حکم سے تھا۔'' [۱]

طریقت ومعرفت کے جن تیرہ سلاسل میں آپ کو اجازت وخلافت حاصل تھی وہ یہ ہیں۔ (۱) قادریہ برکاتیہ جدیدہ (۲) قادریہ آبائیہ قدیمہ (۳) قادریہ اہدلیہ (۴) قادریہ رزاقیہ (۵) قادریہ منوریہ (۶) چشتیہ نظامیہ قدیمہ (۷) چشتیہ جدیدہ (۸) سہروردیہ قدیم (۹) سہروردیہ جدید (۱۰) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ (۱۱) نقشبندیہ علائیہ علویہ (۱۲) بدیعیہ (۱۳) علویہ منامیہ۔

---

[۱] سند مسند جانشینی، ص ۸، مرتبہ عنایت محمد خاں غوری مرحوم۔ اردو ترجمہ مختصراً۔

ان میں افضل السلاسل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ ہے، جو مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم کا شجرۂ طریقت

شجرۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ

(۱) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲؍ربیع الاول ۱۱ھ۔ مدینہ طیبہ
(۲) مولائے کائنات حضرت علی	۲۱؍رمضان ۴۰ھ۔ نجف اشرف
(۳) سیدنا امام حسین	۱۰؍محرم ۶۱ھ۔ کربلا
(۴) سیدنا امام زین العابدین	۱۸؍محرم ۹۴ھ۔ مدینہ طیبہ
(۵) سیدنا امام محمد باقر	۷؍ذی الحجہ ۱۱۴ھ۔ مدینہ طیبہ
(۶) سیدنا امام جعفر صادق	۱۵؍رجب ۱۴۸ھ۔ مدینہ طیبہ
(۷) سیدنا امام موسیٰ کاظم	۵؍رجب ۱۸۲ھ۔ بغداد شریف
(۸) سیدنا امام علی رضا	۲۱؍رمضان ۲۰۳ھ۔ مشہد مقدس
(۹) سیدنا شیخ معروف کرخی	۲؍محرم ۲۰۰ھ۔ بغداد شریف
(۱۰) سیدنا شیخ سری سقطی	۱۳؍رمضان ۲۵۳ھ۔ بغداد شریف
(۱۱) سیدنا جنید بغدادی	۲۷؍رجب ۲۹۷ یا ۲۹۸ یا ۲۹۹ھ۔ بغداد شریف
(۱۲) سیدنا ابوبکر شبلی	۲۷؍ذی الحجہ ۳۳۴ھ۔ بغداد شریف
(۱۳) سیدنا عبد الواحد تمیمی	۲۶؍جمادی الاخریٰ ۴۲۵ھ۔ بغداد شریف
(۱۴) سیدنا ابو الفرح طرطوسی	۳؍شعبان ۴۴۷ھ۔ بغداد شریف

(۱۵) سیدنا ابوالحسن علی ہکاری	یکم محرم ۴۸۶ھ۔ بغداد شریف
(۱۶) سیدنا ابوسعید مخزومی	۷؍شعبان ۵۱۳ھ۔ بغداد شریف
(۱۷) سیدنا غوث اعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم	۱۱؍یا ۱۷؍ربیع الاخر ۵۶۱ھ۔ بغداد شریف
(۱۸) سیدنا عبدالرزاق	۶؍شوال ۶۲۳ھ۔ بغداد شریف
(۱۹) سیدنا ابوصالح نصر	۲۷؍رجب ۶۳۲ھ۔ بغداد شریف
(۲۰) سیدنا محی الدین ابونصر	۲۷؍ربیع الاول ۶۵۶ھ۔ بغداد شریف
(۲۱) سیدنا سید علی	۲۳؍شوال المکرّم ۷۳۹ھ۔ بغداد شریف
(۲۲) سیدنا سید موسیٰ	۲۶؍صفر المظفر ۷۸۱ھ۔ بغداد شریف
(۲۳) سیدنا سید حسن	۲۳؍شوال ۷۳۹ھ بغداد شریف
(۲۴) سیدنا سید احمد جیلانی	۱۹؍محرم ۸۵۳ھ بغداد شریف
(۲۵) سیدنا بہاء الدین	۱۱؍ذی الحجہ ۹۲۱ھ۔ دولت آباد، دکن (ہند)
(۲۶) سیدنا ابراہیم ایرجی	۵؍ربیع الاخر ۹۵۳ھ۔ درگاہ محبوب الٰہی، دہلی
(۲۷) سیدنا محمد بھکاری بادشاہ	۹؍ذی قعدہ ۹۸۱ھ۔ کاکوری، لکھنؤ
(۲۸) سیدنا قاضی ضیاء الدین	۲۱؍رجب ۹۸۹ھ قصبہ نیوتنی، لکھنؤ
(۲۹) سیدنا شیخ جمال الاولیاءؒ	شب عید الفطر ۱۰۴۷ھ۔ قصبہ کوڑا، جہان آباد، ضلع فتح پور ہنسوہ (یوپی)

(۳۰) سیدنا سید میر محمد کالپوی ۶؍شعبان ۱۰۷۱ھ۔کالپی شریف

(۳۱) سیدنا سید میر احمد کالپوی ۱۹؍صفر ۱۰۸۴ھ۔کالپی شریف

(۳۲) سیدنا فضل اللہ کالپوی ۱۴؍ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ۔کالپی شریف (یوپی)

(۳۳) سیدنا سید شاہ برکت اللہ ۱۰؍محرم ۱۱۴۲ھ۔مارہرہ شریف

(۳۴) سیدنا سید شاہ آل محمد ۱۶؍رمضان ۱۱۶۴ھ۔مارہرہ شریف

(۳۵) سیدنا سید شاہ حمزہ ۱۴؍رمضان ۱۱۹۸ھ۔مارہرہ شریف

(۳۶) سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں ۱۷؍ربیع الاول ۱۲۳۵ھ۔مارہرہ شریف

(۳۷) سیدنا شاہ آل رسول ۱۸؍ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ۔مارہرہ شریف

(۳۸) سیدنا ابوالحسین احمد نوری ۱۱؍رجب ۱۳۲۴ھ۔مارہرہ شریف

(۳۹) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ۔بریلی شریف

(۴۰) (الف) حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں

۱۷؍جمادی الاول ۱۳۶۲ھ بریلی شریف

(ب) حضور مفتی اعظم سیدی مصطفیٰ رضا نوری ۱۴؍محرم الحرام ۱۴۰۲ھ۔بریلی شریف

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاہم عنا)

اس طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے لے کر حجۃ الاسلام اور سرکار مفتی اعظم تک کل چالیس محبوبانِ خدا ہیں۔شجرہ شریف پڑھنے سے چالیس مقربانِ بارگاہِ الٰہی کے ناموں کا ذکر ہوتا اور ان کے توسل سے دعائیں مانگنے کا

شرف ملتا ہے اور درود والا شجرہ شریف پڑھا جائے تو چالیس سے زائد بار درود و سلام پڑھنے کا بھی ثواب ملتا ہے۔ان دونوں کے مریدین مثلاً حضور مفسر اعظم، حضور ریحان ملت، حضور تاج الشریعہ، مولانا شیخ محمد یونس رضوی اور محمد عابد حسین قادری نوری ۴۱ ویں نمبر پر آتے ہیں اور چالیس اور اکتالیس کا عدد یقیناً متبرک اور اہمیت کا حامل ہے، جو اہل علم پر مخفی نہیں۔حضور مفسر اعظم، حضور ریحان ملت، حضور تاج الشریعہ اور محمد عابد حسین نوری کا سلسلہ ۳۹/واسطوں سے حضور پرنور نبی اکرم ﷺ تک پہنچتا ہے۔

سلسلہ چشتیہ نظامیہ قدیمہ کے مشائخ کرام مندرجہ ذیل ہیں

سلسلہ چشتیہ نظامیہ قدیمہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	وصال	مدفن
۱	حضور سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم	۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
۲	حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم	۲۱/رمضان ۴۰ھ	نجف اشرف
۳	خواجہ حسن بصری	۴/محرم ۱۱۱ھ	بصرہ
۴	خواجہ عبد الواحد بن زید	۲۷/صفر ۱۷۰ھ	بصرہ
۵	خواجہ فضیل بن عیاض	۲۶/جمادی الاولیٰ ۱۸۱ھ	مکہ معظّمہ
۶	خواجہ حذیفہ مرعشی	۲۴/شوال ۲۵۲ھ	مرعش، شام
۷	خواجہ ہبیرہ بصری	۷/شوال ۲۷۹ھ	بصرہ

۸	خواجہ ممشاد علی دینوری	۴؍محرم ۲۹۹ھ	دینور، عراق
۹	خواجہ ابواسحٰق شامی چشتی	۲۴؍ربیع الثانی ۳۲۹ھ	عسکہ، شام
۱۰	خواجہ ابواحمد ابدال چشتی	۱۰؍جمادی الثانی ۳۵۵ھ	چشت
۱۱	خواجہ محمد بن احمد چشتی	ربیع الثانی ۴۱۱ھ	
۱۲	خواجہ ناصر الدین ابویوسف بن محمد چشتی	۴؍ربیع الاول ۴۵۹ھ	
۱۳	سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری	۶؍رجب ۶۳۳ھ	اجمیر شریف
۱۴	حضرت قطب الدین بختیار کاکی	۱۴؍ربیع الاول ۶۳۴ھ	دہلی
۱۵	حضرت فرید الحق والدین گنج شکر	۵؍محرم ۶۶۴ھ	پاکپٹن
۱۶	حضرت خواجہ نظام الدین بدایونی	۱۷؍ربیع الثانی ۷۲۵ھ	دہلی
۱۷	حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی	۱۸؍رمضان ۷۵۷ھ	
۱۸	حضرت سید جلال بخاری مخدوم جہانیاں	۷۵۸ھ	
۱۹	میر سید راجو قتال		
۲۰	مخدوم شیخ سارنگ	۸۵۵ھ	لکھنؤ
۲۱	حضرت شاہ مینا	۴؍صفر ۸۷۴ھ	
۲۲	شیخ سعد بڈھن خیرآبادی	۸۸۲ھ	خیرآباد
۲۳	شاہ صفی	۱۹؍محرم ۹۳۳ھ	سائی پور
۲۴	شاہ حسین	۹۷۶ھ	سکندرہ

۲۵	میر عبدالواحد	۳۰؍رمضان ۱۰۱۷ھ	بلگرام شریف
۲۶	شاہ عبدالجلیل	۸؍صفر ۱۰۵۷ھ	مارہرہ شریف
۲۷	شاہ اویس	۲۰؍رجب ۱۰۹۷ھ	بلگرام شریف
۲۸	شاہ برکت اللہ عشقی	۱۰؍محرم ۱۱۴۲ھ	مارہرہ شریف
۲۹	آل محمد	۱۶؍رمضان ۱۱۶۴ھ	〃
۳۰	سید شاہ حمزہ	۱۴؍رمضان ۱۱۹۸ھ	〃
۳۱	سید آل احمد اچھے میاں	۱۷؍ربیع الاول ۱۲۳۵ھ	〃
۳۲	سید شاہ آل رسول	۱۸؍ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ	〃
۳۳	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	۱۱؍رجب ۱۳۲۴ھ	مارہرہ شریف
۳۴	شاہ امام احمد رضا قادری برکاتی	۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ	بریلی شریف
۳۵	(الف) مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں	۱۷؍جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ	بریلی شریف
	(ب) حضور مفتی اعظم مصطفیٰ رضا نوری	۱۴؍محرم الحرام ۱۴۰۲ھ	بریلی شریف

قدست اسرارہم [۱]

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ امر بھی واضح ہوا کہ امام احمد رضا قدس سرہ کو جہاں سلسلۂ عالیہ قادریہ کی اجازت وخلافت حاصل تھی وہیں سلسلۂ چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کی بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ لہٰذا معاندین کا یہ الزام باطل و بے بنیاد ہے کہ امام احمد رضا کو حضرت معین الدین چشتی سے عقیدت نہ تھی، تفصیل کے لئے دیکھئے ثنائے خواجہ بزبان امام احمد رضا۔

☆☆☆

۱؎ بقیہ تفصیلات تذکرۂ جمیل مصنفہ مولانا ابراہیم خوشتر رضوی علیہ الرحمہ میں ملاحظہ کریں۔
اور یہی تفصیل ہمارے شیخ ومرشد مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں نوری کے تمام سلاسل طریقت میں بھی ہے۔

پانچواں نور

فضائل وخصائل کے آئینے میں

حسن و جمال: حضرت حجۃ الاسلام بڑے خوبصورت اور شکیل ووجیہ تھے، چہرہ بڑا نورانی، تابناک، پر وقار اور پر کشش تھا، گلابی رخِ زیبا پر ایسی جاذبیت کہ دیکھیے تو دیکھتے رہ جائیے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ اپنی صلاحیت اور خطابِ لا جواب کے سبب حجۃ الاسلام یعنی اسلام کی دلیل سے مشہور تھے، تو صورت وسیرت کے اعتبار سے بھی دلیلِ اسلام تھے۔ آپ کا نورانی چہرہ برہان تھا، اسلام کی حقانیت، اہل سنت کی صداقت کی حجت و برہان تھا۔ ہم نے آپ کو نہ دیکھا البتہ آپ کے برادرِ اصغر سرکار مفتی اعظم کے جمال جہاں آرا کو ضرور دیکھا ہے، آپ بھی بڑے خوبرو، بڑے شکیل اور وجیہ تھے۔ آپ کے رخِ انور کی نورانیت ولایت ومحبوبیت کی غمازی کرتا ہے۔ لہٰذا آپ کی زیارت سے شرفیاب ہونے والے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور حضرت حجۃ الاسلام کی مقناطیسی صورت کا اندازہ کر لیتے ہیں۔ ہاں حضرت حجۃ الاسلام کی زیارت ہم نہ کر سکے مگر جن لوگوں نے ان کی زیارت کی وہ گواہی دیتے ہیں کہ آپ کے حسن و جمال کا عالم یہ تھا کہ نظر پڑتے ہی لوگ آپ کے عاشق وشیدائی ہو جاتے تھے۔ ان کے جلوۂ رنگیں کی بہاروں میں گم ہو جاتے تھے۔ یعنی:

تمہارے حسن کی تصویر کوئی کیا کھینچے
نظر ٹھہرتی نہیں عارضِ منور پر

یہی وجہ ہے کہ کتنے عیسائی پادری اور دیگر غیر مسلم آپ کے رخ زیبا کو ہی دیکھ کر آغوشِ اسلام میں آ گئے۔ کئی بد مذہب، وہابیت، دیو بندیت سے تائب ہو گئے۔ زہرہ جمال رخِ تاباں کی کرشمہ سازی تو دیکھئے کہ ایک بار آپ کا گوالیار تشریف لے جانا ہوا۔ آپ جب تک وہاں رہے، ہر روز وہاں کا راجہ صرف آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتا تھا۔ اور آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر محوِ حیرت رہا کرتا تھا۔ مولانا عبدالنعیم عزیزی مرحوم رقمطراز ہیں:

''جے پور، چتوڑ گڑھ، اودے پور اور گوالیار کے راجگان آپ کے دیدار کے لیے بے تاب رہا کرتے تھے۔ اور جب راجگان میں سے کسی کے شہر میں بسلسلۂ پروگرام یا مریدین و متوسلین کے یہاں تشریف لے جاتے تھے تو وہ آپ کی زیارت کے لیے امنڈ پڑتے تھے، کئی بد مذہب اور مرتدین صرف آپ کے چہرۂ زیبا ہی کو دیکھ کر تائب ہو گئے۔'' [1]

اور ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں ہے:

''یونہی ایک مرتبہ آپ سفر سے تشریف لائے، اسٹیشن پر آپ جس وقت اترے تو اسی وقت عطاء اللہ بخاری بھی اترا، اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون

---

[1] مقدمہ فتاویٰ حامدیہ، ص ۷۲

بزرگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جانشیں حضرت مولانا حامد رضا خان ہیں۔ یہ سن کر کہنے لگا کہ میں نے مولوی تو بہت دیکھے مگر ان سے زیادہ حسین کسی مولوی کو نہ پایا۔'' [۱]

رخ زیبا : حسن و جمال اور پرکشش رخ زیبا علماء و مشائخ کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، جس کی طرف قلوب انسانی کھنچتے چلے جاتے ہیں۔ خاص طور پر نورِ ایمان والے چہروں کی تابشیں تو مقناطیسی ہیں۔ گدائے قادری نے حضور احسن العلماء مارہروی اور سرکار مفتی اعظم ہند علیہما الرحمۃ و الرضوان کا جلوۂ زیبا اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، بلا شبہ وہ زہرہ جمال تے۔ بلکہ جن لوگوں نے بھی دیکھا، یہی کہا ''گلاب سا چہرہ پھولوں سا بدن''۔ گدائے قادری کو حضور حجۃ الاسلام کے دیدار کا شرف حاصل نہ ہوا، مگر جن اکابرینِ امت نے ان کی زیارت کی، ان سب نے بیک زبان ہوکر یہی کہا کہ ایسا چہرہ کسی کا نہ دیکھا۔ آپ جس لباس کو زیب تن فرماتے معلوم ہوتا کہ اس سے آپ کو زینت حاصل نہ ہوئی بلکہ آپ سے اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگ گئے۔ بلفظ دیگر کسی لباس سے آپ کی خوبصورتی میں اضافہ نہ ہوا بلکہ آپ سے لباس کو جگمگاہٹ ملی۔ دیکھئے مولانا ابراہیم خوشتر جنہوں نے اپنے سر کی آنکھوں سے آپ کے جمال جہاں آرا کو بار بار دیکھا ہے، وہ کیا کہتے اور حوالوں کی روشنی میں کیا لکھتے ہیں؟

---

[۱] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بابت جون ۱۹۶۳ء، ص ۱۸، تذکرہ مشائخ قادریہ، ص ۴۸۸، مولفہ مولانا عبدالمجتبیٰ مرحوم

''ہندوستان کے اکابر علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ نگاہوں نے حجۃ الاسلام سے زیادہ حسین چہرہ نہیں دیکھا۔ پھر اس پر لباس کی سج دھج مزید برآں تھی۔ جو لباس بھی آپ زیب تن فرماتے وہ بھی آپ کے جمال سے جگمگا اٹھتا۔ جس مقام سے گزر ہوتا تو لوگ حسنِ صوری دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے اور سارا ماحول غزل خواں ہوتا ع

''دم میں جب تک دم ہے دیکھا کیجئے''

ان کی شگفتہ باتوں کا یہ عالم ہوتا کہ منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ اہل مجلس کا یہ حال ہوتا کہ ''وہ کہیں اور سنا کرے کوئی''حسنِ خدا داد ایسا کہ جس محفل میں ہوتے وہی جانِ محفل ہوتے۔ نگاہیں کھلی کی کھلی رہ جاتیں اور آنے والا شخص بے خودی میں پکار اٹھتا

''ما هٰذا بشرا ان هٰذا الا ملک کریم''

ان کا حسن و جمال، عمامہ کی بندش، داڑھی کی وضع قطع اور پاکیزہ صاف ستھرا لباس اور بزرگی دلوں کو مسخر کر رہی تھی۔ وہابیہ وشیعہ حضرات نے کہا کہ ایسی نورانی صورت آج تک دیکھی نہ گئی اور نہ ایسی مدلل تقریر سنی۔ [1]

آپ نہایت حسین وجمیل شخصیت کے مالک تھے، سرخ وسفید چہرہ، اس پر سفید ریش اور آپ کا قدِ بالا ہزاروں لاکھوں کے مجمع میں پہچان لیا جاتا تھا۔ [2]

---

[1] مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی م ۱۴۰۳ھ، ۱۹۸۳ء، معارف رضا ص ۲۰۱

[2] مقدہ بر تذکرۂ جمیل از ادیب شہیر شمس بریلوی

’’حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا چہرۂ مبارک نورِ مصطفوی ﷺ کے جلووں سے ایسا روشن تھا کہ بس دیکھنے والے کا یہی دل کرتا کہ وہ حضرت کے شمع کی طرح روشن چہرہ کو دیکھتا ہی رہے۔ اور آپ کی یہ زندہ کرامت تھی کہ کئی بڑے بڑے ہندو کایست ۱۹۳۴ء میں اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس شریف کے موقع پر صرف آپ کا شمع کی طرح روشن چہرہ دیکھ کر ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ یہ روشن چہرہ بتاتا ہے کہ یہ حق وصداقت اور روحانیت کی تصویر ہیں۔

علامہ نور احمد قادری ایم اے فارسی۔ تاریخ اسلام انٹرنیشنل ایلبشنیر ایم او ایل۔ ایل ایل بی۔ ایچ پی۔ ایچ یو ایم کے ریل ای۔ اے یو کے آنرز۔‘‘ [1]

حسنِ سیرت اور فضل و کمال: ’’حضرت حجۃ الاسلام کا چہرہ خوبصورت تھا، اسی طرح ان کا دل بھی حسین تھا۔ وہ ہر اعتبار سے حسین تھے۔ صورت وسیرت، اخلاق وکردار، گفتار ورفتار، علم وفضل، تقویٰ وزہد سب حسین و خوبصورت، حجۃ الاسلام بلند پایہ کردار اور پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے، متواضع اور خلیق، مہربان اور رحیم وکریم، اپنے تو اپنے بیگانے بھی ان کے حسنِ سیرت اور اخلاق کی بلندی کے معترف تھے۔ البتہ آپ دشمنانِ دین وسنیت اور گستاخانِ خدا ورسول کے لیے برہنہ شمشیر تھے اور غلامانِ مصطفیٰ کے لیے شاخِ گل کی مانند

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی۔ ص ۸، مطبوعہ کراچی

لچک داراورنرم۔

شب برأت آتی تو سب سے معافی مانگتے۔حتی کہ چھوٹے بچے،بچیوں، خادماؤں،خادموں اورمریدوں سے بھی فرماتے کہ اگرمیری طرف سے کوئی بات ہوگئی ہوتو معاف کردواورکسی کا حق رہ گیا ہوتو بتادو۔آپ ''اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَ الْبُغْضُ لِلّٰہِ'' اور'' اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ'' کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔آپ اپنے شاگردوں اورمریدوں سے بھی بڑے لطف وکرم اورمحبت سے پیش آتے تھے اور ہرمریداورشاگردیہی سمجھتا تھا کہ حضور مجھ سے ہی زیادہ محبت کرتے ہیں۔

ایک بارکا واقعہ ہے کہ آپ لمبے سفر سے بریلی واپس ہوئے۔ابھی گھرپر اترے بھی نہ تھےاورتانگہ پر بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ بہاری پور بریلی کے ایک شخص نے،جس کا بڑا بھائی آپ کامریدتھااوراس وقت بسترِ علالت پر پڑا ہوا تھا۔آپ سے عرض کیا کہ حضور روز ہی آکر دیکھ جاتا ہوں لیکن چونکہ حضورسفر پر تھے،اس لئے دولت کدے پرمعلوم کرکے ناامید لوٹ جاتا تھا۔میرے بھائی سرکار کے مرید ہیں اورسخت بیمار ہیں،چل پھرنہیں سکتے۔ان کی بڑی تمنا ہے کہ کسی صورت سے اپنے مرشد کا دیدارکرلیں۔

اتنا کہنا تھا کہ آپ نے گھر کے سامنے تانگہ رکوا کراسی پر بیٹھے ہی بیٹھے اپنے چھوٹے صاحبزادے نعمانی میاں صاحب کوآواز دی اورکہا سامان اتروالو،

میں بیمار کی عیادت کر کے ابھی آتا ہوں۔اور آپ فوراً اپنے مرید کی عیادت کے لیے چلے گئے۔

بنارس کے ایک مرید آپ کے بہت منہ چڑھے تھے اور آپ سے بے پناہ عقیدت بھی رکھتے تھے اور محبت بھی کرتے تھے۔ایک بار انہوں نے دعوت کی، مریدوں میں گھرے رہنے کے سبب آپ ان کے یہاں وقت سے کھانے میں نہ پہنچ سکے۔ان صاحب نے کافی انتظار کیا اور جب آپ نہ پہنچے تو گھر میں تالا لگا کر اور بچوں کو لیکر کہیں چلے گئے۔آپ جب ان کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ تالا بند ہے۔مسکراتے ہوئے لوٹ آئے، بعد میں ملاقات ہونے پر انہوں نے ناراضگی بھی ظاہر کی اور روٹھنے کی وجہ بھی بتائی۔آپ نے بجائے ان پر ناراض ہونے یا اسے اپنی ہتک سمجھنے کے انہیں الٹا منایا اور دلجوئی کی۔

آپ خلفائے اعلیٰ حضرت اور اپنے ہم عصر علما سے نہ صرف محبت کرتے تھے بلکہ ان کا احترام بھی کرتے تھے۔جبکہ بیشتر آپ سے عمر اور تقریباً سبھی علم و فضل میں آپ سے چھوٹے اور کم پایہ کے تھے۔ساداتِ کرام خصوصاً مارہرہ مطہرہ کے مخدوم زادگان کے سامنے تو بچھ جاتے تھے اور آقاؤں کی طرح ان کا احترام کرتے تھے۔حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے آپ کو بڑی انسیت تھی اور دونوں میں اچھے اور گہرے مراسم بھی تھے، ان کو آپ نے ہی ''شبیہِ غوثِ اعظم'' کے لقب سے سب سے پہلے یاد کیا۔آپ ہر جلسہ اور

خصوصاً بریلی کی تقریبات میں ان کا بہت شاندار تعارف کراتے تھے۔ محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بھی اچھے مراسم تھے۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی اور صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب کو بہت مانتے اور چاہتے۔ شیرِ بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خان صاحب سے بڑے لطف وعنایت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ آپ کی شادی میں حضور حجۃ الاسلام نے شرکت کی۔ حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور پر بھی خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ ان کی دعوت پر اپنے فرزندِ اصغر حضرت نعمانی میاں کے ہمراہ ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ میں آپ مبارکپور تشریف لے گئے۔

آپ کو اپنے داماد، شاگرد اور خلیفہ حضرت مولانا تقدس علی خان سے بھی بڑی محبت تھی۔ مولانا تقدس علی خان سفر میں آپکے ہمراہ رہا کرتے تھے"۔ [۱]

لوگوں کی آپ سے محبت کیوں؟: محبت تین وجہوں سے کی جاتی ہے۔(۱) حسن و جمال (۲) فضل و کمال (۳) جود ونوال۔ جو نہایت حسین وخوبصورت ہو یا علم وعمل اور فضل وکمال سے مزین ہو یا جود وبخشش اور سخاوت اس کی عادت ہو، تو دلوں کا کھینچاؤ اس کی طرف بڑھنے لگتا ہے، لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور یہ خاص فضلِ مولیٰ اور عطیۂ ربانی ہے۔

---

[۱] ماہنامہ حجاز جدید، دہلی، بابت اپریل ۱۹۸۹ء، ص ۵۰۔۵۱، تذکرۂ مشائخ قادریہ ص ۴۸۴/۴۸۵، مقدمہ فتاویٰ حامدیہ ص ۲۷

ارشادربانی ہے''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۔''(یقیناً جن لوگوں نے ایمان لایا اور نیک اعمال کیے،عنقریب رحمٰن لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے گا)۔ جب ان میں سے ایک خوبی کسی کے اندر ہوتو قلوب واذہان نثار ہونے لگتے ہیں تو جس کے اندر یہ تینوں خوبیاں بیک وقت جمع ہو جائیں ان سے محبت و وارفتگی کا عالم کیا ہوگا؟ بلاشبہ ملائکہ اور جن وانس محبتوں کی سوغات لٹانے لگتے ہیں اور رب تبارک و تعالیٰ کے فرمان عالی شان کے مطابق زبانوں پر ان کے چرچے ہونے لگتے ہیں۔''فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ ''(توتم میرا ذکر کرو میں تمہارا چرچا کروں گا)۔ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ و الرضوان فضلِ الٰہی اور برکتِ رسالت پناہی سے الحمد للہ! ان تینوں خوبیوں کے جامع تھے، وہ نہایت زہرہ جمال تھے کہ انہیں دیکھ کر ستارے جھک جائیں، چلتے مسافرین رک جائیں اور ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہیں۔ وہ ایسے صاحب علم وعمل اور فضل وکمال تھے کہ اس کا اعتراف ایک عالم نے کیا ہے۔ صرف اہل ہند نہیں بلکہ اہل عرب نے بھی کیا ہے۔آپ صاحبِ جود ونوال اور سخی ابنِ سخی تھے۔ راہِ خدا میں سب کچھ لٹا دینے والے تھے۔ اسی لیے آپ سے ہر ایک محبت کرتا، اپنے بھی اور بیگانے بھی۔ آپ کے اندر وہ جاذبیت وکشش تھی کہ لوگ پروانہ وار نثار ہو جاتے تھے۔ آپ کے مداحوں میں کئی عبقری شخصیتیں نظر آتی ہیں۔ جن میں راحتِ انس وجاں نبی

اکرم ﷺ کے شہر، طیبہ مقدسہ کے رہنے والے حضرت مولانا حبیب احمد مدنی بھی ہیں [۱]۔ وہ صرف نثر میں نہیں، نظم میں بھی عقیدت و محبت کا شگفتہ پھول پیش کر رہے ہیں۔ یہ دیکھئے ۱۳۴۹ھ میں حضور حجۃ الاسلام سخت علیل ہو گئے، کئی دن ہسپتال میں رہنا پڑا اور ڈاکٹر کے مشورے سے آپریشن بھی کرایا گیا۔ اسیرِ محبت حضرت مولانا حبیب احمد مدنی علیہ الرحمہ بھی دیگر فدائیوں کی طرح آپ کی علالت سے بے چین و مضطرب ہو گئے اور آپ کی صحت و عافیت کے

---

[۱] **مولانا حبیب احمد مدنی:** مولانا حبیب احمد مدنی، تعلیم کے حصول کے لیے مدینہ منورہ سے امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ میں تشریف لائے۔ چونکہ عرب اور خصوصاً مدینہ منورہ میں امام احمد رضا کا تذکرہ سن رکھا تھا کہ ''وہ علم حدیث، تفسیر اور فقہ میں ماہر ہیں۔ اس وقت ان جیسا عالم نہیں''۔۔۔ علماء کی مجالس میں امام احمد رضا کے اذکار نے ان کو ہندوستان آنے پر مجبور کر دیا۔ مدینہ منورہ سے بریلی کا قصد کر کے جب ہندوستان وارد حال ہوئے تو اس وقت امام احمد رضا کا وصال ہو چکا تھا۔ جب وہ بریلی پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ جن کے لیے یہاں آئے ہیں وہ تو اللہ کو پیارے ہو گئے، مگر ان کے صاحبزادگان اور تلامذہ اور خلفاء اپنے اپنے عہد کے یگانۂ روزگار ہیں۔ مولانا حبیب احمد مدنی کو صرف تکمیل حدیث و فقہ کرنی تھی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کی خدمت میں رہ کر تکمیل حدیث کی سند حاصل فرمائی، مولانا مدنی کے ہم سبق دوست مولانا ابرار حسن صدیقی بھی اس زمانے میں مولانا حامد رضا بریلوی سے سبق لے رہے تھے۔ دونوں کے باہم ملاپ سے مولانا مدنی کی اردو درست ہوگئی۔ اور آگے چل کر انشاپرداز ادیب کہلائے۔☆ دارالعلوم منظر اسلام کے بعد مولانا صدیقی کی وجہ سے وہ تلہر ضلع شاہجہانپور چلے گئے۔ وہاں پر کافی دنوں قیام پذیر رہ کر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

دورانِ قیام تلہر کچھ اردو میں مضامین لکھنے کی شروعات کی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ایسا نوازا کہ جماعت رضائے مصطفٰے نے مولانا مدنی کو اپنے ''شعبہ صحافت'' میں رکھا۔ جماعت رضائے مصطفٰے میں آنے کے بعد ہر ماہ مضامین لکھتے، اور پروف ریڈنگ کا کام زیادہ تر انجام دیتے رہے۔ مولانا صدیقی کی ہمراہی نے ایک شاندار ادیب بنا دیا۔ اپنے مضامین کی اصلاح، مولانا صدیقی سے کراتے تھے۔

۱۳۴۹ھ میں مولانا حامد رضا کی طبیعت سخت خراب ہوئی اور کئی دن ہسپتال میں رہنا پڑا، اور ڈاکٹر کے مشورے سے آپریشن کرایا گیا۔ مولانا مدنی نے مولانا حامد رضا کی صحت و سلامتی کے لیے ایک دعائیہ نظم تحریر فرمائی۔ اس نظم کے مطالعے سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ مولانا حامد رضا خان سے بہت زیادہ محبت و عقیدت رکھتے تھے اور کیوں نہ محبت ہو کہ وہ ان کے مربی استاد تھے۔

باقی حالات کا علم نہ ہو سکا، آخری عمر میں وہ تلہر ہی تشریف لے گئے۔ اس کے بعد وہ کیا مدینہ منورہ واپس چلے گئے یا نہیں؟ کچھ معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ (تاریخ جماعت رضائے مصطفٰی، ص ۳۳۵/۳۳۶)

لیے درجِ ذیل دعائیہ نظم پیش کی، اس کے مطالعہ سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کا وجود مسعود کتنا قیمتی ہے اور آپ کی شیدائی کیسی کیسی ہستیاں ہیں۔ اختصاراً ملاحظہ ہو:

اے سنیوں کے پیشوا، حامد رضا، حامد رضا
کیا نام ہے پیارا ترا، حامد رضا حامد رضا
جلتے رہیں گے حاسدیں تیرے ہمیشہ بالیقیں
پھولے پھلے گا تو سدا، حامد رضا حامد رضا [۱]

مولانا حبیب مدنی کی دعائیہ نظم:

دین کے پیشوا شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
وارثِ مصطفیٰ شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نائبِ مرتضےٰ شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
قادری رہنما شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
جانِ احمد رضا شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
تیرے بندے یہ کرتے ہیں تجھ سے دعا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
آئے طیبہ سے ایسی نسیمِ شفا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بزمِ رضوی رہے تیرا روشن دیا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا

---

[۱] باغ فردوس گلزار رضوی، از رشحات قلم مولانا سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ، بحوالہ تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص ۳۶۵، از مولانا شہاب الدین رضوی

باغِ جنت رہے یوں ہی پھولا پھلا　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پار بیڑا ہو دریائے غم سے مرا!　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
وہ مبارک گھڑی جلد سب کو دکھا　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
تیری رحمت سے ہم کو یہ ہے آسرا　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
گڑگڑا کر ترے آگے ہے التجا　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
صدقہ عیسیٰ نفس پیارے محبوب کا　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بہرِ صدیق اور رفیق حرا　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پئے فاروق، عثمان امامِ وریٰ　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بہرِ مولیٰ علی شاہِ ملکِ ولا　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پئے خیرہ خیر النسا سیدہ فاطمہ　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بہرِ حسنین جان و دلِ مصطفیٰ　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پئے غوث وریٰ محی دین ہدیٰ　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نوری سرکار مارہرہ کا واسطہ　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
سنیو! آؤ مل کر کہیں برملا　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
خیریت سے رہیں مصطفیٰ رضا　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
شاہ اچھے میاں پیر کا واسطہ　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نکلے ہر لمحہ دل سے دعائے حبیبؔ　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا [1]

---

[1] ماہنامہ یادگار رضا بریلی، ص ۱۵۔۱۶، بابت صفر المظفر ۱۳۴۹ھ، بحوالہ تاریخ جماعت رجائے مصطفیٰ، ص ۳۳۶، ۳۳۷، مرتبہ مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ناشر اسلامک ریسرچ سینٹر، ۵۸ کسگران، محلّہ سوداگران، بریلی شریف

واضح رہے کہ مولانا حبیب احمد مدنی اور حجۃ الاسلام کے دیگر خیر خواہوں نے معلوم نہیں قبولیت کی کس گھڑی میں دعائیں کیں کہ بارگاہ الٰہی میں پورے طور پر مستجاب ہوئیں، حضور حجۃ الاسلام بالکل صحت یاب ہو گئے اور اس کے بعد تیرہ (۱۳) سال تک بقید حیات رہے۔ مولانا حبیب احمد مدنی مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے، رسولِ اکرم، رحمتِ عالم ﷺ کے جوار رحمت میں رہنے والے تھے، پھر کیوں نہ ایسے عشق ومحبت والوں کی دعائیں بابِ اجابت سے ٹکراتیں۔

زھد و تقویٰ: حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نہایت متقی اور پرہیزگار شخصیت کے مالک تھے۔ علمی وتبلیغی کاموں سے فراغت پاتے ہی ذکرِ الٰہی اور اوراد ووظائف میں مصروف ہو جاتے۔

ایک بار آپ کے جسمِ اقدس میں ایک پھوڑا نکل آیا، جس کا آپریشن ناگزیر تھا۔ ڈاکٹر نے بیہوشی کا انجکشن لگانا چاہا تو آپ نے سختی کے ساتھ منع فرما دیا اور صاف کہہ دیا کہ میں نشے کا انجکشن نہیں لے سکتا۔ بالآخر ہوش کے عالم میں ہی دو تین گھنٹے تک آپریشن ہوتا رہا، آپ درود شریف کا ورد کرتے رہے۔ اور کسی بھی درد وکرب کا اظہار نہ ہونے دیا۔ یہاں تک کہ آپ کا آپریشن ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر آپ کی ہمت واستقامت اور تقویٰ پر ششدر رہ گیا۔ [۱]

تواضع و انکساری: رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اَکْرِمُوا الضُّیُوْفَ'' (مہمانوں کی عزت واکرام کرو) اور ایک حدیث میں فرمایا: ''لَیْسَ

---

[۱] ماہنامہ حجاز جدید دہلی بابت اپریل ۱۹۸۹ء، ص ۵۱، تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص ۴۸۵، مقدمہ فتاویٰ حامدیہ، ص ۴۷/۴۳

مِنّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَ لَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا ''(وہ شخص ہماری سنت پر نہیں ہے جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور بڑے کی عزت واحترام نہ کرے)۔

ان احادیثِ طیبہ پر حجۃ الاسلام کا پورا عمل تھا، آپ کی زندگی پیکرِ تواضع و انکساری رہی، رسول اکرم ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے میں تیز گام رہی۔

تواضع کی کھانی شیخ الدلائل کی زبانی: مدینہ منورہ سے بحیثیتِ مہمان، وقت کے ایک عظیم تاجدار حضرت شیخ الدلائل مدنی علیہ الرحمہ آپ کے یہاں بریلی شریف تشریف لاتے ہیں، اس وقت شہنشاہِ علوم و فنون، پیکرِ زہد وتقویٰ، تاجدارِ ولایت بایں جبہ و دستار کس طور کی تواضع و انکساری اور اخلاق کریمہ پیش کرتے ہیں، ان ہی کی زبانی سنیے، وہ فرماتے ہیں:

''حجۃ الاسلام نورانی شکل وصورت والے ہیں۔ میری اتنی عزت کرتے کہ جب میں مدینہ طیبہ سے ان کے یہاں گیا تو کپڑا لے کر میری جوتیاں تک صاف کرتے۔ اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے، ہر طرح خدمت کرتے۔ کچھ روز کے قیام کے بعد جب میں بریلی شریف سے واپس عازمِ مدینہ ہونے لگا تو حضرت حجۃ الاسلام نے فرمایا، ''مدینہ طیبہ میں سرکارِ اعظم میں میرا اسلام عرض کرنا اور یہ شعر

اب تو مدینے لے بلا، گنبدِ سبز دے دکھا
حامد و مصطفیٰ تیرے ہند میں ہیں غلام دو [1]

---

[1] تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص ۴۸۴،

منکسرُ المزاج متواضع طبیعت: حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَيَطْلُعُ فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيْعِ خَلْقِهٖ اِلَّا لِمُشْرِكٍ اَوْ مُشَاحِنٍ رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَة وَ رَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ وَ فِي رَوَايَتِهٖ اِلَّا اِثْنَيْنِ مُشَاحِنٍ وَ قَاتِلِ نَفْسٍ۔ ؎۱	ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات میں تجلیٔ رحمت (دنیا والوں پر) نازل کرتا ہے، تو اپنی ساری مخلوق کو بخش دیتا ہے لیکن مشرک اور کینہ رکھنے والے کو نہیں بخشتا۔ اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ مگر کینہ رکھنے والے اور جس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے، کو نہیں بخشے گا۔

اور بیہقی شریف کے حوالے سے الدر المنثور جلد ۶، صفحہ ۲۷ میں ہے ''وَلَا اِلٰی قَاطِعِ رَحِمٍ'' یعنی رشتہ کاٹنے والے پر اللہ نگاہِ رحمت نہیں فرماتا۔ اور بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ عداوت یا جذبۂ انتقام جس کے دل میں ہو اسے نہیں بخشا جاتا۔ ؎۲

اس حدیث شریف پر عمل کرتے ہوئے امام احمد رضا نے اپنی زندگی کا یہ معمول بنا لیا تھا کہ جونہی شب برأت کا موقع آتا، اپنے اور بیگانے کے پاس پہونچتے اور ان سے معافی مانگتے، یہاں تک کہ چھوٹوں سے بھی کہتے کہ تم مجھے

؎۱ مشکوۃ شریف ص ۱۱۵ ؎۲ مبارک راتیں، ص ۲۶۔۲۷، مصنفہ مفتی محمد نظام الدین، مبارک پور

معاف کردو۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہوتو بخش دو۔ تیرا کوئی حق مجھ پر آتا ہواور مجھ سے اس کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی ہوتو معاف کردو۔ مذکورہ حدیثِ رسول ﷺ اور سنتِ امام احمد رضا پر عمل کرتے ہوئے حضور حجۃ الاسلام نے بھی اپنی زندگی کا اصول بنالیا کہ جونہی شب برأت کا موقع آتا آپ ہر ایک سے معافی مانگتے، معافی مانگنے کا انداز دیکھنے سے تعلق رکھتا۔ بڑے تو بڑے چھوٹے چھوٹے بچوں سے بھی بڑی لجاجت کے ساتھ علم وفضل کے یہ تاجدار معافی مانگ رہے ہیں۔ یہ آپ کی منکسر المزاجی، تواضع وعاجزی اور خوش اخلاقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا آپ کے قدموں پر گرتی نظر آرہی ہے۔ اور ''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ'' (جو اللہ کی رضا کے لئے تواضع وعاجزی پیش کرے اللہ اس کو سر بلند کر دیتا ہے) کے جلوے نظر آرہے ہیں۔

مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم صاحب استاذ دار العلوم منظر اسلام بریلی نے اس حوالے سے ایک اچھا خاکہ پیش کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''حضور حجۃ الاسلام نہایت متواضع، منکسر المزاج اور وسیع اخلاق کے مالک تھے۔ سب کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتے، دینی طالب علموں، فقیروں اور حاجت مندوں پر بہت شفقت فرماتے۔ علمائے اہلسنت کا بہت احترام فرماتے تھے۔ دین کی خدمت کا کوئی کام دیکھ کر اور اہلسنت کی کوئی انجمن دیکھ کر یا اس کے قیام کی خبر سن کر بہت خوش ہوتے تھے۔

شب برأت آتی تو ظہر سے لے کر شام تک سب سے معافی مانگتے حتیٰ کہ چھوٹوں سے بھی فرماتے کہ اگر میری طرف سے کوئی بات ہوگئی ہو تو مجھے معاف کردو۔ آپ کے اخلاق سے بڑے بڑے علما بھی متاثر ہوتے تھے۔ اور آپ سے بڑی محبت فرماتے۔ حضرت حجۃ الاسلام بڑے صابر اور مستقیم المزاج تھے۔'' [1]

مہمان نوازی: مہمانوں کی خدمت اور ان کی قدر دانی کی بے شمار فضیلتیں احادیث طیبہ میں ملتی ہیں۔ بلا شبہ یہ خوش اخلاقی کی ایک قسم ہے، جس سے انسان کو سر بلندی و سرخروئی حاصل ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خاندان کو جہاں اور خوبیوں سے ربِ ذوالمنن نے نوازا ہے، وہیں یہ فضل و شرف بھی بخشا ہے کہ آپ کا خاندان مہمان نوازی میں سبقت لے جانے والا رہا ہے۔ آپ خود اس میں امتیازی شان رکھتے تھے، جس کے کئی واقعات حیاتِ اعلیٰ حضرت وغیرہ میں ملتے ہیں۔ آپ کا دولت خانہ مہمانوں کے لیے مہمان خانہ اور طلبۂ اسلام کے لیے لنگر خانہ تھا۔ آج تو اس کی جھلک تاج الشریعہ اور حضرت سبحانی میاں کے لنگر خانے میں بھی نظر آتی ہے، مگر راقم الحروف نے سرکار مفتی اعظم اور حضور ریحان ملت علیہما الرحمۃ والرضوان کا دور بھی ۱۹۸۶ھ سے قبل کئی بار بریلی شریف پہنچ کر ملاحظہ کیا ہے۔ کیا ہی ان حضرات کے مہمان خانے، لنگر خانے اور مہمان نوازی کی شان تھی، یہی وجہ ہے کہ رضا نگر میں مزارِ اعلیٰ حضرت

---

[1] جہان ریحان، ص ۶۱، از قلم مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم

کے ارد گرد نام کا بھی کوئی ہوٹل نہ تھا۔ حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم اعلیٰ حضرت کے صحیح جانشیں تھے، تو مہمان نوازی کی جہت سے بھی جانشیں تھے، ان کے اندر وہ تمام خصوصیات تھیں جو ایک متبعِ سنت عالمِ دین کے جانشیں کے اندر ہونی چاہئیں۔ ہر آنے والا آپ کے دستر خوان سے فیضیاب ہوتا، ہر غریب و محتاج طالبِ علم کے لیے آپ کا دروازہ کھلا رہتا۔ محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد کے طعام کا انتظام حجۃ الاسلام نے اپنے گھر ہی میں کیا تھا، یہاں تک کہ لوگ ان کو حامدی خانوادے کا فرد سمجھنے لگے۔

مہمانوں میں معاصر علما بلکہ اصاغر علما کی بھی خوب قدر دانی فرمائی۔ ان کی ضروریات کا خاص خیال رکھتے۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ جو کام خُدّام اور کارکنوں کو کرنا چاہئے وہ کام مہمان نوازی کے طور پر خود کرتے تھے۔ یہ دیکھیے مولانا شاہ عارف اللہ قادری میرٹھی (متوفی ۱۳۹۹ھ) روایت کرتے ہیں:

''دار العلوم منظر اسلام کا عظیم الشان اجلاس بریلی شریف میں ہو رہا تھا، علما کا ہجوم تھا، مریدین، معتقدین اور زائرین کا جم غفیر تھا۔ ہر شخص کی پذیرائی کا اس کی حیثیت کے مطابق انتظام تھا کہ علی الصباح میں (مولانا عارف اللہ قادری) نے دستک کی آواز سنی، دروازہ جو کھولا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ خود حضرت حجۃ الاسلام وضو کے لیے گرم پانی کا لوٹا لیے کھڑے ہیں۔''

اللہ رے کوئے دوست کی روشن جمالیاں
ہر ذرہ ہے تجلیِ ایمن لیے ہوئے

حرص و ہوس سے دور شانِ بے نیازی: عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین بھیجا تاکہ وہاں سے جزیہ کا مال لائے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اہل بحرین سے جزیہ پر صلح کی تھی اور ان پر علا بن حضرمی کو امیر و عامل بنایا تھا۔ تو حضرت ابوعبیدہ بحرین سے کافی مال (ایک لاکھ روپئے اور ساز وسامان) لے کر آئے۔ جب انصاری صحابہ نے حضرت ابوعبیدہ کی آمد کی خبر سنی تو وہ لوگ رسول اکرم ﷺ کی اقتدا میں نماز فجر پڑھنے کے لیے (مسجد نبوی) میں آئے۔ جب حضور نے نماز سے فراغت حاصل کی اور ان پر نظر پڑی تو انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا پھر ارشاد فرمایا، میں گمان کرتا ہوں کہ تم لوگوں نے ابوعبیدہ کے کچھ مال لے کر آنے کی خبر سنی ہے، ان صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! حضور نے فرمایا، تم خوش ہو جاؤ اور آرزو کرو اس چیز کی جو تمہیں خوش کرے، اللہ کی قسم! میں تمہارے بارے میں محتاجی سے نہیں ڈرتا ہوں لیکن اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تمہارے اوپر دنیا کی دولت کشادہ کر دی جائے گی، جس طرح تم سے پہلی امتوں پر کھول دی گئی، تو تم اس کی طرف راغب ہو جاؤ گے، جس طرح وہ راغب ہو گئیں۔ اور وہ دنیا تم کو ہلاک و برباد کرے گی جس طرح ان سب کو ہلاک کر دیا۔ [۱]

اس حدیث سے واضح ہوا کہ دنیوی دولت کی حرص و ہوس ہلاکت کا سبب ہے۔ اسی طرح طولِ امل یعنی زیادہ امید و آرزو کی مذمت اور قلتِ امل کے زہد

---

[۱] بخاری شریف جلد ثانی، ص ۲ ۵۷

ہونے کا ذکر حدیث شریف میں وارد ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا یَزَالُ قَلْبُ الْکَبِیْرِ شَابًّا فِیْ اِثْنَیْنِ فِیْ حُبِّ الدُّنْیَا وَ طُوْلِ الْاَمَلِ ۔ (بوڑھے کا دل دو چیز کے بارے میں جوان اور قوی رہتا ہے ایک محبتِ دنیا اور دوسری طولِ آرزو میں۔[1]

اسی طرح یہ حدیث بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس امت کی پہلی صلاح و درستگی (آخرت کے معاملے میں) یقین اور (دنیا کے معاملے میں) زہد ہے۔ اور اس امت کا پہلا فساد بخل اور امل ہے (یعنی بخالت اور طولِ آرزو)۔ (مشکوۃ جلد ثانی، ص ۴۵۰)

سفیان ثوری سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب سے دریافت فرمایا: اربابِ علم (علما) کون ہیں؟ جواب دیا، اربابِ علم وہ ہیں جو اپنے علم پر عمل کریں۔ پھر دریافت فرمایا کہ علما کے دلوں سے علم کو کون سی چیز نکال دیتی ہے؟ جواب دیا، طمع ولالچ۔

اسی لیے ہر دور میں صوفیۂ عظام اور اولیاءِ کرام دنیا کی محبت اور حرص و ہوس سے دوری اختیار کرتے رہے اور طولِ امل سے اجتناب کرتے رہے۔ یہ حجۃ الاسلام کے والد گرامی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہیں، ان سے کہا گیا کہ نانپارہ

---

[1] متفق علیہ، مشکوۃ جلد ثانی ص ۴۵۰

کے نواب کی مدح میں آپ کچھ اشعار لکھ دیں۔ ظاہر ہے کہنے والے کا مقصد یہی تھا کہ نواب صاحب کی مدح وستائش بیان کر دیں وہ آپ کو داد و دہش سے خوب نوازیں گے۔ مگر اعلیٰ حضرت نے کہا کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ میں کسی اہل دول یا نواب کی مدح وتعریف کروں۔ اپنے کریم آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا گدا و فقیر ہوں، میرا دین پارۂ نان نہیں، بلکہ میرا دین اپنے آقا ﷺ کی مدح وثنا کرنا ہے۔ ان کے نان پر پلتا ہوں، لہٰذا ان کی مدح ونعت کہوں گا۔ اگر میں روٹی اور دولت کے لیے کسی نواب یا اہلِ ثروت کی تعریف کر دوں تو یہ میرے لیے بلا و آفت ہوگی، ایسا مجھ سے ہرگز نہ ہوگا۔ چنانچہ اس مفہوم کو انھوں نے یوں ادا کیا:

کروں مدحِ اہلِ دول رضاؔ، پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ ناں نہیں

اسی حرص وہوس سے دور، توکل علی اللہ اور شانِ استغنا والے اعلیٰ حضرت کے مظہر اتم کا نام ہے حجۃ الاسلام، شیخ انام مولانا حامد رضا خان۔ ان کی شانِ استغنا دیکھئے کہ نظام حیدر آباد کی طرف سے ہزاروں روپئے کی لالچ دی گئی، وہاں کے دار الافتا کے لئے ''مفتی اعظم'' کے منصب کی لالچ دی گئی، مگر آپ نے یہ کہکر اسے قبول نہ کیا کہ میں اپنے جس کریم کے دروازے کا خادم ہوں، وہی میرے لیے کافی ہے، ملازمت پکڑ کر دنیا طلبی میں نہ لگوں گا۔ آپ کو نواب رامپور نے بھی پچاس ہزار روپئے خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ کے لیے

دینے کی لالچ دی، بار بار خطوط بھیج کر اصرارِ پیہم کیا مگر واہ رے آپ کی شانِ استغنا! ایک مرتبہ بھی اس کی طرف نگاہ نہ اٹھائی، ایک صاحب نے اس زمانے میں بارہ سو روپئے ماہوار دینا چاہا مگر آپ نے اسے بھی ٹھکرا دیا۔ جبکہ اس زمانے میں بارہ سو روپئے کی کافی وقعت واہمیت تھی۔ اس زمانے میں اس کی اہمیت آج کے پچاس ہزار سے کم نہ ہوگی۔

آپ کے اسی صبر وتوکل، شان استغنا اور دیگر صفاتِ عالیہ کو دیکھ کر سیف الاسلام مولانا منور حسین کو اعترافِ حقیقت کے بغیر نہ رہا گیا۔ آپ لکھتے ہیں:

''ان (اعلیٰ حضرت) کے صاحبزادے حضرت مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ جن سے مجھ کو چند دن فیض حاصل کرنے کا موقع ملا، بڑے حسین وجمیل، بڑے عالم، بے انتہا خوش اخلاق تھے۔ ان کی خدمت میں بھی نظام حیدر آباد نے دار الافتا کی نظامت کی درخواست کی اور اس سلسلے میں کافی دولت کا لالچ دیا تو آپ نے فرمایا کہ میں جس دروازۂ فدائے کریم کا حقیر ہوں میرے لیے وہی کافی ہے۔''[1]

ہمارے مدعا کی تائید مولانا وجاہت رسول صاحب کے نام حضور حجۃ الاسلام کے ایک مکتوب سے بھی ہوتی ہے۔ یہ ۱۳۵۲ھ کی بات ہے جب کہ مولانا وجاہت رسول صاحب نے ایک پیش کش کرتے ہوئے ایک مکتوب آپ کے

---

[1] تقویت، ص ۶۹، از سیف الاسلام مولانا منور حسین، بحوالہ تذکرۂ جمیل

پاس ارسال کیا تو آپ نے اس کے جواب میں درجِ ذیل کلمات لکھے۔ ملاحظہ ہو:

عزیزم مولوی وجاہت رسول سلمہ کا خط دیکھا۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں دونوں جہان کی نعمت و دولت سے سرفراز کرے۔ ان کی ہمدردی کا شکریہ۔ دل سے دعائے خیر کے سوا کیا ہوسکتا ہے مگر فقیر کوئی زر پرست، دنیا دار، عبد الدرہم، عبد الدینار فقیر نہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کی روش میرے لیے بہترین اسوہ ہے۔ میں نے ناظم نلگنڈہ عزیزِ محترم منشی شیخ محمد حسین صاحب مرحوم کی تحریک پر جب بارہ سو روپئے ماہوار کی جگہ پر نظر نہ کی تو اب چھ سو روپئے کی ملازمت کر کے کیا دنیا طلبی کروں گا؟ نواب رامپور نے پچاس ہزار روپئے خانقاہ شریف کے نام سے دینے کا لالچ دیا اور بار باران کے خطوط بنامِ فقیر آئے مگر الحمدللمولیٰ تعالیٰ کہ فقیر نے اصلاً توجہ نہ کی۔ مولیٰ تعالیٰ دینِ حق کا خادم رکھے اور اس کی سچی خدمتوں کی توفیقِ رفیق فرمائے اور خلوصِ نیت و اخلاصِ عمل کے ساتھ خالصاً لوجہ اللہ خدمتِ دینِ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم پر چلائے، اسی پر مارے اور اسی پر محشور فرمائے۔ آمین! میں جب کبھی حیدرآباد گیا، ان سے ملوں گا، انہیں مطلع کروں گا، یہ میرا کام نہیں کہ میں اپنی مبالغہ آمیز تعریفوں کے اشتہار چھپوا کر وہاں بھیجوں اور دنیا سازی سے طلبِ دنیا کا جال بچھاؤں۔ جب جاؤں گا اپنے کسی عزیز کے یہاں قیام کروں گا، جس سے میرا روحانی یا خون کا رشتہ ہوگا۔ بڑے بڑے رؤسا سے

میرا کوئی علاقہ وواسطہ نہیں۔رہی دین کی خدمت وہ جس طرح میرا رب مجھ سے لے، میں اس کے لیے ہر وقت حاضر ہوں۔والدعاء

فقیر محمد حامد رضا خان

غفرلہ، خادم سجادہ وگدائے آستانہ رضویہ بریلی،

دوم شعبان الخیر،۱۳۵۲ھ بروز دوشنبہ۔[1]

یہ استغنا کا وہ اعلیٰ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں میں سے کسی کسی کو عطا فرماتا ہے۔

نہ تخت وتاج میں، نہ لشکر وسپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

حجۃ الاسلام کے جملے پر غور فرمائیں: میں فقیر ضرور ہوں مگر دنیا دار فقیر نہیں۔اللہ و رسول کے در کا فقیر ومحتاج ہوں۔ میں زر پرست نہیں خدا پرست ہوں۔ میں عبدالدرہم اور عبدالدینار نہیں کہ روپئے پیسے کے پیچھے بھاگوں بلکہ میں عبداللہ اور عبدالرسول ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اور رسول اللہ ﷺ کی غلامی واطاعت میں لگا رہنا میرا کام ہے۔اور آپ کی زندگی کا یہ کتنا روشن باب ہے کہ بڑے سے بڑے رؤسا سے آپ کا کوئی علاقہ وواسطہ نہیں۔جبکہ پیٹ کے بندے لوگ رؤسا کے ہی دروازے پر دستک دینے میں اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔

---

[1] وجاہت رسول قادری ابن مولوی حاجی وزارت رسول حامدی کے نام مکتوب کی موصولہ فوٹو کاپی

کتنے سچے جانشیں ہیں کہ فرماتے ہیں، ''میں عبدالدرہم وعبدالدینار نہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کی روش میرے لیے بہترین روش ہے۔'' یہیں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جس ذات گرامی (اعلیٰ حضرت) کی روش پر چل کر حجۃ الاسلام اس قدر کامیاب وکامراں رہے، مخلِصین و مخلَصین میں شمار ہوئے، تو وہ خود اسوۂ حسنہ والی ذات گرامی کیسی عظیم ہوگی۔ پھر خود کو فقیر الی اللہ اور خادمِ دین سے موسوم کرنے والے کی آرزو بھی کس قدر بلند ہے کہ لکھتے ہیں:

''مولیٰ تعالیٰ دینِ حق کا خادم رکھے اور اس کی سچی خدمتوں کی توفیقِ رفیق فرمائے۔ اور خلوصِ نیت واخلاصِ عمل کے ساتھ خالصاً لوجہ اللہ خدمتِ دینِ نبی کریم ﷺ کی سنت پر چلائے، اسی پر مارے اور اسی پر محشور فرمائے۔ آمین!''

آپ نمونۂ اسلاف تھے: حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ و الرضوان اپنے وقت کے رئیس العلما، تاج الاتقیا، آفتابِ شریعت ومعرفت، شیخ المحدثین، راس المفسرین، مفکرِ اسلام، عالمِ علوم اسلامیہ و ماہرِ علوم عقلیہ تھے، بلکہ اعلمِ علمائے ہند تھے۔ آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ کے چالیسویں امامِ ہدایت اور شیخِ طریقت ومعرفت ہیں۔ مجددِ اعظم، امامِ اہلسنت، محدثِ عالم، شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ القوی کے خلفِ اکبر اور مجاز و جانشیں ہیں۔ آپ اپنے اسلاف وآباؤ اجداد کے مکمل نمونہ تھے، رسول اکرم ﷺ کی سنتوں پر سختی سے عمل پیرا تھے، اپنے

والدِ ماجد کی تمام خوبیوں کے جامع اور آئینہ دار تھے، آپ کی عبقری شخصیت اسلام کی جیتی جاگتی تصویر تھی، آپ کمالاتِ ظاہری کے ساتھ کمالاتِ باطنی کے بھی جامع تھے، اپنے عہد کے لاثانی اور بے نظیر مدرس تھے، آپ کا تفسیر و حدیث کا درس خاص طور پر مشہور تھا۔ اور عربی ادب میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ شعر و ادب کا بہت نازک اور پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ نے مسلکِ اہلسنت اور سلسلۂ عالیہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی بے مثال خدمات انجام دیں اور ساری عمر مسلمانانِ عالم کی فلاح و ترقی کے لے کوشاں رہے۔ آپ کے خصائل و عادات سے متعلق مولانا عبدالمجتبیٰ مرحوم لکھتے ہیں:

''آپ اپنے اسلاف و آباؤ اجداد کے مکمل نمونہ تھے، اخلاق و عادات کے جامع تھے۔ آپ جب بات کرتے تو تبسم فرماتے ہوئے بات کرتے۔ لہجہ انتہائی محبت آمیز ہوتا، بزرگوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت کا برتاؤ، آپ کی سرشت کے نمایاں جوہر تھے۔ ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے۔ درود شریف کا اکثر ورد فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر آپ کو نیند کے عالم میں بھی درود شریف پڑھتے دیکھا گیا۔ آپ کی طبیعت انتہائی نفاست پسند تھی۔ چنانچہ آپ کا لباس آپ کی نفاست کا بہترین نمونہ ہوتا تھا۔ انگریز اور اس کی معاشرت کے آپ اپنے والد ماجد کی طرح شدید مخالف رہے۔ اور اس کی مخالفت میں نمایاں کام انجام دیا۔''

(تذکرۂ مشائخ قادریہ)

حجۃ الاسلام کا تصلب فی الدین: حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ خود فرماتے ہیں:

''وہ (امامِ اہل سنت، اعلیٰ حضرت) یقیناً اللہ کے سچے محبوب، عاشقِ رسول، سچے نائبِ غوث الوریٰ جل جلالہ ﷺ وعلیٰ ابنہ الکریم و بارک وسلم تھے اور بحمدہ تعالیٰ! انہوں نے مجھے سچا جانشیں کیا۔ اور میں نے مولانا عبد الباری لکھنوی کے ساتھ ان (اعلیٰ حضرت) ہی کی روش برتی، جبکہ وہ لکھنو کے ریلوے اسٹیشن پر میرے استقبال کے لئے آئے تھے اور ان کے ہمراہ لکھنؤ کے بڑے بڑے جاگیر دار اور رؤساء وعلما سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ میری گاڑی کے آنے پر میرے سیکنڈ کلاس کے ڈبے کے پاس بسرعت آئے اور جب میں اترا، انہوں نے سلام کیا، میں نے جواب نہ دیا، انہوں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا، میں نے ہاتھ مصافحہ کو نہ دیا، میں ویٹنگ روم کی طرف بڑھا، وہ میرے پیچھے پیچھے آئے اور دیر تک میری شرکت کے لیے اصرار کرتے رہے۔ میں نے صاف کہہ دیا کہ جب تک میرے اور آپ کے درمیان مذہبی صفائی نہ ہو جائے، میں آپ سے نہیں مل سکتا، نہ آپ کے جلسے میں شرکت کروں، نہ آپ سے میل جول رکھوں۔ اور بحمدہ تعالیٰ! میری اس روش سے انہیں متاثر ہونا پڑا اور انہوں نے صدر الافاضل مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کے بالمشافہ توبہ نامہ تحریر فرمایا، اس کے بعد میں ان سے ملا۔ عزیزی مولوی حشمت علی صاحب اس کے شاہد ہیں۔''[1]

---

[1] فتاویٰ حامدیہ، ص ۴۳۰

حضرت حجۃ الاسلام کی روش سے متعلق مندرجہ بالا عبارت نے ہمیں باور کرایا کہ حضور حجۃ الاسلام نہایت متصلب سنی تھے، کسی بد مذہب سے سلام و مصافحہ نہیں کرتے، اس کے سلام کا جواب بھی نہیں دیتے، اس سے میل ملاپ نہیں کرتے تھے، لہٰذا ہم تمام سنیوں کو ایسی ہی روش اختیار کرنی چاہئے۔ اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

نثر میں حمدِ الٰہی اور رسولِ پاک سے توسل:

وہ مسلمان بہت خوش نصیب ہے جو منعمِ حقیقی اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کی خوب حمد بجالائے اور وہ خاصانِ خدا جو ہمارے محسن اور وسیلہ ہیں کہ انہیں کے ذریعہ خدائے ذوالمنن کا قرب اور اس تک رسائی ہوسکتی ہے، انہیں کے وسیلے سے روزیاں ملتی ہیں، شفائیں ملتی اور بلائیں بھاگتی ہیں، انہیں کے صدقے بارشیں ہوتیں، ان کا بھی احسان بے شمار مانا جائے، ان کے وسیلہ ہونے کا بار بار اقرار کیا جائے، اور جہاں موقع میسر ہو ان کا ذکر چھیڑا جائے۔ حضرت حجۃ الاسلام چونکہ آستانۂ اعلیٰ حضرت کے پروردہ ہیں، وفا شناس ہیں، اس لیے بار بار حمدِ الٰہی بیان کرتے اور اپنے محسنوں خصوصاً نبیِ پاک صاحبِ لولاک ﷺ اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوب یاد کرتے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نوازشات کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے اراکین کی حسنِ کارکردگی پر ان

کی حوصلہ افزائی اور انہیں مبارکباد دیتے ہوئے آج سے تقریباً اسّی سال قبل حضرت حجۃ الاسلام نے ایک تحریر دی تھی، اس میں عربی زبان میں ایک جامع اور وقیع خطبہ لکھنے کے بعد تمہید میں ایسی وفا شعاری کا خطبہ پڑھا جو ایک وفا شعار اور عاشق ہی کا حصہ ہوسکتا ہے، رقمطراز ہیں:

''گدائے آستانہ عالیہ رضویہ نوریہ قدسیہ، فقیرِ ناسزا، سراپا معصیت وخطا، محمد المعروف بحامد رضا القادری الرضوی النوری البریلوی (سقاہ ربہ من نمیر منهل کرمہ المروی و حماہ عن حرشر مزوی) عرض رسا، حمد اس کے وجہ کریم کو، جس نے ہمیں سرکارِ دو عالم، خلیفۃ اللہ الاعظم ﷺ کے بندگانِ بارگاہِ بےکس پناہ میں کیا، اور سیدنا غوث المعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حلقہ بگوشی کا فخر بخشا۔ اور امام اہلسنت، مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ نور اللہ مرقدہ کی گدائیِ آستانہ کا تاجِ شاہانہ ہمارے سر پر رکھا۔'' ؎

عہد ما بالب شیریں دہنان بست خدائے
ماہم بندۂ وایں قومِ خدا وندانند [1]

حجة الاسلام کا عشقِ رسول: حضور حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خان، جہاں اور بہت سے خصائلِ حمیدہ سے متصف تھے، وہیں اپنے والد ماجد کی طرح زبردست عاشقِ رسول ﷺ بھی تھے۔ آپ کے عشق ومحبتِ رسول ہی کی کارفرمائی تھی کہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ آپ کا

[1] تاریخ جماعت رضائے مصطفے، ص ۴۱۰، مرتبہ مولانا شہاب الدین رضوی، ناشر اسلامک ریسرچ سنٹر، محلّہ سوداگران، بریلی شریف

عشق سچا تھا، جس کے جلوے عیاں نظر آتے تھے، رسول اکرم ﷺ کے دینِ متین کی خدمت کے لیے اپنی حیاتِ مستعار کو وقف کر دیا۔ دربارِ رسالت کے ایک پہرہ دار اور عاشق ہونے کی حیثیت سے ناموسِ رسالت کی حفاظت وصیانت میں پوری زندگی گزار دی، رسالت مآب ﷺ کی عظمت والفت کا سکہ دلوں میں بٹھا دیا۔ اور گستاخانِ رسول ﷺ کی طرف سے اٹھنے والے اعتراضات کے جوابات دیئے۔ عظمتِ رسول کے حوالے سے خود کو قربان کر دیا۔ یہ عشق ومحبت ہی کی جلوہ گری ہے کہ اپنے آقا ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں نعت کی کئی سوغات پیش کیں اور ہمیشہ کے لیے مداحانِ رسول ﷺ کی فہرست میں اپنا نام لکھا گئے۔ عشقِ رسول کے حوالے سے اس عاشقِ رسول کے جذبۂ دروں، درد و کسک اور تڑپ کو ان کے اس شعر میں بھی دیکھا جا سکتا ہے جو حضوری کی کیفیت کی عکاسی کرتا ہے۔ عرض کناں ہیں:

حضورِ روضہ ہوا جو حاضر، تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر، آنکھیں بند، لب پر میرے درود وسلام ہوگا

اوراد و وظائف سے شغف: ذکرِ الٰہی کے کلمہ اور نبیِ پاک صاحبِ لولاک ﷺ پر درود وسلام کو وقتوں کی پابندی کے ساتھ پڑھنے اور اسے اپنا معمول بنا لینے کو ورد و وظیفہ کہتے ہیں، اگر بندہ کئی ورد و وظیفہ اپنے معمولات میں رکھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ورد و وظیفہ ہی نہیں، اوراد و وظائف کا پابند ہے۔ قرآن

کریم، احادیث طیبہ اور معمولاتِ مشائخ میں بے شمار اذکار اور دعاؤں کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، جن کو بندگانِ خدا اپنا کر اپنی زندگی میں روحانی نکھار لاتے ہیں، انہیں ان کے ذریعہ معرفتِ الٰہی کا نور اور قلب کا سرور حاصل ہوتا ہے، جہنم سے نجات ملتی ہے اور جنت ان کا ٹھکانہ بنتا ہے۔ ان سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، بیماریاں دور ہوتی ہیں اور شفاءِ کامل ملتی ہے۔ اذکار اور دعاؤں کے بہترین مجموعہ ''الوظیفۃ الکریمہ'' کی ترتیب کے وقت اس کی تمہید میں خود حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

''بارگاہِ کرمِ سیدِ اکرم ﷺ سے حضور پُر نور سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں جو مبارک دعائیں ہمیں پہنچیں اور وہ اذکار و اشغال کہ درِّ مکنون کی طرح خاندانِ عالیہ میں مخزون تھے، برادرانِ اہلسنت و خواجہ تاشانِ قادریت و رضویت کے لیے شائع کرتے اور دعوے سے کہتے ہیں کہ ان کا عامل دین و دنیا کی برکتوں سے مالا مال ہوگا، ہر بلا و آفت سے محفوظ رہے گا۔''

تو جس طرح حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے دوسروں کو وظائف و معمولات کے ذریعہ یادِ الٰہی کرنے کی تلقین فرمائی، ٹھیک اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ خود ان پر عمل پیرا نظر آئے۔

آپ صرف پنجوقتہ نمازِ باجماعت کے پابند نہ تھے بلکہ ان کے علاوہ نوافل کے بھی پابند تھے۔ آپ کی زندگی کے لیل و نہار ملاحظہ فرمانے والے حضرات

بیان کرتے ہیں کہ

''حضرت حجۃ الاسلام، عابدِ شب زندہ دار اور تہجد گزار بزرگ تھے، اور اوراد و وظائف کے عامل تھے۔ آپ اپنے والد ماجد امام احمد رضا کی طرح دنیوی معاملات سے کنارہ کش رہتے، جائیداد اور مالی امور اپنے فرزندِ اکبر مفسر اعظم مولانا محمد ابراہیم خان جیلانی میاں کے سپرد کر دئے تھے، جو وقت عبادت و ریاضت اور اوراد و وظائف سے بچتا وہ مذہبِ حق اہلسنت و جماعت کے استحکام اور اس کی اشاعت میں صرف ہوتا۔ فتوی نویسی، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، ارشاد و تبلیغ، دار العلوم منظر اسلام کے اہتمام اور اس کے فروغ و استحکام میں مشغول رہتے۔''

یہی وجہ ہے کہ آپ کا رنگ آپ کے شاگردوں، مریدوں اور خلفا پر بھی چڑھ جاتا تھا، سرکار مفتی اعظم ہند، محدث اعظمِ پاکستان مولانا سردار احمد رضوی، مولانا ابرار حسن تلہری، مولانا تقدس علی خان، محدث احسان علی مظفر پوری، مولانا محمد ابراہیم خوشتر اور مولانا محمد یونس رضوی مدھوبنی اور ان کے علاوہ ان کے خواجہ تاشوں میں جس کسی کی زندگی کو آپ پڑھیں گے یہ خوبیاں ان کے اندر ضرور پائیں گے، نمازوں کی پابندی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں سے محبت و لگاؤ، ان پر پابندی، اوراد و وظائف کی پابندی اور خدمتِ دین ان کا شیوہ ہے۔

چھٹا نور

درس وتدریس اور تبحر علمی کے حوالے سے

نرالی شانِ تدریس: درس وتدریس کا کام نہایت دشوار امر ہے، یہ جتنا دشوار تر ہے آج اتنا ہی اسے آسان سمجھا جاتا ہے۔ عام طور پر مدرسین یہ سمجھتے ہیں کہ درسگاہ میں طلبہ آئے، کتاب کا ترجمہ کردیا، کچھ مفہوم سمجھا دیا پھر انہیں بھگا دیا۔ جبکہ ہر ایک استاذ کی ذمہ داری ہے کہ درسگاہ میں روزانہ مطالعہ کرکے بیٹھے، پہلے پوری توجہ کے ساتھ عبارت خوانی ہو، علم نحو، علم صرف اور علم لغت کا اجرا کرایا جائے، ترجمہ سلیس کیا جائے، عبارت کی ایسی تشریح کی جائے کہ طلبہ کو ذہن نشیں ہو جائے۔ عبارت کے بین السطور میں کوئی اعتراض پیدا ہو رہا ہو تو اس کو دفع کیا جائے، تعارض کو رفع کیا جائے اور اگر کوئی بات مختلف فیہ ہو تو فریقین کے دلائل کی وضاحت کی جائے پھر اپنے موقف کو دلائل سے مبرہن کیا جائے۔ استاذ محنتی و مخلص اور مشاق ہو، طلبہ کے اعتراضات پر چیں بہ جبیں نہ ہو بلکہ خوش دلی کے ساتھ ان کا جواب دے کر انہیں مطمین کرے، افہام وتفہیم کا ملکہ ہو، مطالعہ وسیع ہو تاکہ طلبہ کے قلوب واذہان پر اچھے اثرات مرتب ہوں، مگر وقت کا المیہ ہے کہ مدرس بہت مل جاتے ہیں، استاذ خال خال نظر آتے ہیں، لیکن فضلِ مولیٰ سے حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کے اندر وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو ایک

استاذ کے اندر ہونی چاہئیں۔ وہ اپنی ان خوبیوں کی بنیاد پر وقت کے امام غزالی، امام رازی، شیخ محقق دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، استاذِ مطلق علامہ فضل حق خیر آبادی اور امام احمد رضا محدث بریلوی تھے اور جس طرح حضور صدر الشریعہ، حضرت صدر الافاضل، حضرت مفتی اعظم ہند اور حضور حافظ ملت علیہم الرحمہ اپنے اپنے وقت میں استاذ العلما اور جلالۃ العلم سے مشہورِ انام ہوئے، یہ حجۃ الاسلام اور شیخ الانام سے مشہور ہوئے۔

معقولات و منقولات کے ماہر استاذ: ادیبِ شہیر مولانا عبدالنعیم عزیزی مرحوم رقمطراز ہیں:

''آپ نے دارالعلوم منظر اسلام میں باقاعدہ درس وتدریس کا آغاز فرمایا اور تفسیر و حدیث کے علاوہ معقولات و منقولات میں اعلیٰ درجے کی کتابیں اس شان سے پڑھائیں کہ شاید و باید ہی کوئی ایسا پڑھائے۔'' ۱؎

آپ کی تدریسی شان وشوکت کا اندازہ آپ کی تدریسی مصروفیت سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔آپ اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں:

''اس سال بوجہ حدیث شریف پڑھانے کے، فقیر کو قطعاً فرصت نہ ملی، درمیانِ سال میں مدرسِ اول دارالعلوم منظرِ اسلام، بعض احباب کے اصرار سے میرٹھ بھیج دیئے گئے، درس فقیر کے سر رہا۔'' ۲؎

۱؎ حجۃ الاسلام ایک مختصر تعارف، مشمولہ فتاویٰ حامدیہ، ص ۴۸، از قلم مولانا عبدالنعیم عزیزی مرحوم

۲؎ تذکرۂ جمیل ص ۱۸۱، از مولانا ابراہیم خوشتر مرحوم

''حضور حجۃ الاسلام تدریس کی دنیا میں عظیم شان رکھتے تھے۔آپ ایک ماہر، تجربہ کار مدرس اور مشفق استاذ تھے۔افہام وتفہیم کا نرالا انداز پایا تھا، دورانِ درس کسی بھی مسئلہ پر ایسی تقریر فرماتے جو آسانی سے طلبہ کو ذہن نشیں ہو جاتی۔علم تفسیر میں درسِ نظامی کی مشکل ترین کتاب ''تفسیر بیضاوی'' اس کے علاوہ شرح چغمینی وغیرہ کے درس میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، ایک بار ایسا بھی ہوا کہ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے چند اہم مدرسین مدرسہ چھوڑ گئے تو حضور حجۃ الاسلام نے علوم وفنون کی تمام اہم کتابیں خود پڑھانی شروع کر دی اور اس طرح پڑھائیں کہ ان مدرسین کا وہ خیال غلط ثابت ہوا جو یہ کہتے تھے کہ ہمارے بغیر طلبہ مدرسہ چھوڑ دیں گے، بلکہ آپ کی تدریسی مہارت اور علمی قابلیت کا شہرہ سن کر بہت سے دوسرے قابل طلبہ دار العلوم میں مزید داخل ہوئے۔'' ؎۱

صاحبِ ''تذکرۂ اکابر اہلسنت'' کی تصریح کے مطابق ''طلبہ آپ کے پڑھانے سے بہت خوش ہوئے، دار العلوم کی رونق باقاعدہ قائم رہی اور اہل علم پر آپ کے علمی دبدبہ کی دھاک قائم رہی''۔اور ماہر رضویات پروفیسر مسعود مرحوم پاکستان بھی اسی حقیقت کے ترجمان ہیں۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''برسہا برس دار العلوم منظر اسلام میں درسِ حدیث دیا،علم وفضل میں اپنے والد ماجد کا آئینہ تھے۔'' ؎۲

؎۱ ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بابت اپریل ۱۹۸۶ء،ص ۲۵،تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۴۹۴

؎۲ مقدمہ علی الاستمداد علی اجیاد الارتداد ص ۲۳،از قلم ماہر رضویات مرحوم

اور پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی فرماتے ہیں: ''درسیات کی تکمیل والد ماجد (اعلیٰ حضرت) سے کی اور فارغ التحصیل ہوکر علوم مروّجہ اور تفسیر و حدیث میں سندِ فضیلت حاصل کی۔ ایک بلند پایہ خطیب، شعلہ بار مقرر اور معروف مدرسِ علومِ دینیہ کی حیثیت سے شہرت پائی۔ تفسیر وحدیث کی تدریس میں خصوصیت کے ساتھ مشہور ہوئے، تفسیرِ بیضاوی کے درس میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ عربی ادب اور فارسی، اردو، عربی نظم ونثر میں کمال حاصل کیا۔[۱]

آپ نے سیدنا اعلیٰ حضرت قدّس سرہ کے حکم سے اپنے برادرِ اصغر سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اور اپنے چچازاد بھائی علامہ حسنین رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کو بھی پڑھایا۔

علامہ حسنین رضا خان عاشق رسول، استاذ زمن علامہ حسن رضا خان علیہ الرحمہ کے شہزادے اور سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے محبوب بھتیجا اور خلیفہ ہیں۔ آپ اعلیٰ حضرت کے وصایا شریف کے مرتب، حسام الحرمین کے مترجم اور سیرت اعلیٰ حضرت کے مصنف ہیں۔

اور حضور مفتی اعظم قدس سرہ مشہور انام ہیں۔ ان کی حیات طیبہ اور کارنامے پر دسیوں کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

---

[۱] حاشیہ علی الاستمداد در بیان ذکر احباب ودعاء احباب، ص ۸۷، از قلم پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی، پاکستان

حجۃ الاسلام جیسا عالم اودھ میں نہیں: حضور حجۃ الاسلام کے دور اور بعد کے ادوار کے علمائے کرام اور مشائخ عظام کا یہ تجزیہ ہے کہ حجۃ الاسلام اپنے دور میں سب سے بڑے عالمِ دین وسنت ہیں، ان کا کوئی ثانی نہیں، وہ اپنے اقران پر بھاری ہیں اور خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اکابرِ خلفا کی موجودگی میں فرمایا:

''ان جیسا عالم اودھ میں نہیں''۔ [1]

اور حضرت مولانا حسنین رضا خان (خلیفۂ اعلیٰ حضرت) ارشاد فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا خان) کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھا تو وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان تھے''۔ (تذکرۂ جمیل ص ۱۲۶)

آپ کی بارگاہ میں محدثِ پاکستان کی نیازمندی: محدثِ اعظمِ پاکستان مفتی سردار احمد حضور حجۃ الاسلام کے مایہ ناز شاگرد و خلیفہ ہیں۔ یہ بہترین محدث، فقیہ، مفتی اور مناظر تھے۔ ایک زمانے تک ہندوستان میں رہے۔ حضور حجۃ الاسلام، سرکار مفتی اعظم اور صدر الشریعہ کی شاگردی اختیار کی، بعدِ فراغت دار العلوم منظر اسلام اور دار العلوم مظہر اسلام میں ایک طویل مدت تک شیخ الحدیث رہے۔ بعد میں پاکستان تشریف لے

---

[1] اس قول کی سند کے حوالے سے صاحب تذکرۂ جمیل لکھتے ہیں۔ ''راقم الحروف سے شاہ محمد عارف اللہ قادری (م ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء) کی اپنے والد خلیفۂ امام احمد رضا، شاہ محمد حبیب اللہ قادری (م ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) کی روایت''۔

گئے اور لائلپور میں ایک عظیم دار العلوم مظہر اسلام قائم فرمایا اور درسِ حدیث دیتے رہے۔ ان کا علمی شوق یہ ہے کہ چار زانوئے ادب تہہ کر کے بھی حجۃ الاسلام سے علم دین حاصل کرتے رہے اور کبھی خط و کتاب کے ذریعہ بھی استفادہ کرتے رہے۔ تقلیدِ شخصی، بیعتِ مشائخ، حدیثِ ضعیف اور حدیثِ منقطع کے حوالے سے آپ کو کچھ خلجان ہوا تو حضور حجۃ الاسلام کے پاس سوالات بھیجے۔ حجۃ الاسلام نے بہت جامع جوابات دیئے۔ جو تحقیقِ انیق اور قیمتی جواہر و موتیوں پر مشتمل تھے۔ پھر محدثِ پاکستان نے کچھ معروضات پیش کئے۔ وہ آخری مکتوب بھی تذکرۂ جمیل میں مطبوع ہے اسے وہاں دیکھا جا سکتا ہے۔ ہمیں یہاں ان کی نیازمندی کے الفاظ پیش کرنے ہیں۔

محدث اعظم پاکستان رقمطراز ہیں:

''**سیدنا، سندنا، مستندنا حضرت حجة الاسلام ذی المجد و الاحترام زید مجده،** مؤدبانہ تسلیمات معروض۔ گذشتہ روز ایک ڈیڑھ گھنٹہ میں حضرت کی تحریرِ دل پزیر، مشتمل بر تحقیقِ انیق کا مطالعہ کیا۔ جواہرِ غالیہ، مطالبِ عالیہ، مقاصدِ حسنیٰ و مواقفِ عظمیٰ، فوائدِ نافعہ و زوائدِ مفیدہ سے مزین پایا۔ **وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ شَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی سَعْیَکُمْ**۔ تجویز مجوز کو مزور غیر مطابق واقع باحسنِ وجوہ تفصیلاً ثابت فرمایا۔

''خادم بحیثیت خادم عرض کرتا ہے کہ چند باتیں قصورِ ادراک کے سبب سے

خادم کے فہم میں نہ آئیں۔ اگر مختصراً بیان فرمادیں تو زہے قسمت، ورنہ اختیار بیدِ مختار۔"

اس کے بعد تقلیدِ ائمہ اور بیعتِ مشائخ کے حوالے سے سوال ہے۔ حضور حجۃ الاسلام نے پہلے والے مکتوب میں رقم فرمایا تھا کہ "حدیث ضعیف ثبوت احکام میں ناکام ہیں" تو اس پر یہ معروض ہے کہ "خادم کے نزدیک اس عبارت میں ایک قید کا اضافہ ہونا چاہئے "**الا فی مقام الاحتیاط**"۔ اس عبارت سے اگر حضرت کی مراد احکامِ وجوب وحرمت وضلالت وکراہتِ تحریم ہے تو کسی قید کی ضرورت نہیں اور مطلقاً احکامِ شرعیہ مراد ہیں تو بعض احکام میں حدیثِ ضعیف بھی معتبر ہے الخ"۔

تیسرا معروض اس حوالے سے ہے کہ پہلے والے مکتوب میں حجۃ الاسلام نے لکھا کہ "حدیثِ منقطع نزدِ محدثین مردود ہے" اس پر معروض یہ ہے کہ "یہ کلام شریف اگر الزامی طور پر ہے تو لا کلام ہے اور تحقیقاً ہے تو حضرت اس کی تفصیل فرما دیں تو نہایت مناسب ہو الخ"۔ اسی طرح چوتھا سوال اذان اور اقامت کے درمیان ہونے والی تثویب سے متعلق ہے کہ یہ مستحسن ہے یا مکروہ پھر اصولی اعتبار سے اس کی حیثیت کیا ہے؟

یہ سارے سوالات نہایت علمی اور دقیق ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سوال کرنے والا شاگرد اس قدر تبحرِ علمی کا مالک ہے تو وہ استاذ جس سے سوال ہوا وہ کس قدر علمی گہرائی وگیرائی رکھتا ہوگا۔

مفتی سردار احمد علیہ الرحمہ کا یہ مکتوب ۴ر صفر المظفر ۱۳۵۷ھ کا لکھا ہوا ہے۔

☆☆☆

ساتواں نور

تبحر علمی تاریخ گوئی کے حوالے سے

تاریخ گوئی میں مہارت: تاریخ گوئی بھی ایک اہم فن ہے جو ہر کس و ناکس کو حاصل نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو زبردست ملکہ حاصل تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام بھی اپنے والد ماجد کی طرح اس فن میں کمال دسترس رکھتے تھے۔ وہ برجستہ مادۂ تاریخ پر مشتمل کوئی جملہ یا شعر کہہ دیا کرتے تھے۔ جس طرح سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اس فن کے حوالے سے یدِ طولیٰ حاصل تھا کہ ادھر سوال ہوا ادھر تاریخ حاضر۔ اسی طرح آپ کے تربیت یافتہ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان تھی کہ ادھر سوال ہوا اور ادھر مادۂ تاریخ پر مشتمل کلام حاضر۔ بلفظ دیگر حضرت حجۃ الاسلام کو دیگر علوم وفنون کی طرح اس فن میں بھی سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نیابت حاصل تھی۔ اور کمال کی بات یہ ہے کہ آپ کی تاریخ گوئی سہ لسانی ہے۔ آپ نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبان میں تاریخی مادے مستخرج فرمائے ہیں۔

اہلسنت و جماعت میں کراچی (موجودہ پاکستان) کے حضرت مولانا عبد الکریم درسؔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اچھی شخصیت کے مالک گزرے ہیں۔ ان کا وصال ۱۳۴۴ھ میں ہوا۔ ان کے وصال پر حضرت حجۃ الاسلام نے عربی اور فارسی

دونوں زبان میں مندرجہ ذیل تاریخیں کہی ہیں۔ مادہ ہائے تاریخ میں موصوف نے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے مولانا درسؔ مرحوم کے محاسن بخوبی اجاگر ہوکر سامنے آتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

(۱) مولانا القرشی الصدیقی الکرانچوی۔۱۳۴۴ھ

(۲) رحمه الله المولٰی تعالٰی برحمة واسعة۔۱۳۴۴ھ

(اللہ مولیٰ تعالیٰ ان پر خوب رحمت نازل فرمائے)

(۳) الشهداء عند ربهم لهم اجرهم و نورهم۔۱۳۴۴ھ

(شہیدوں کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ونور ہے)

(۴) حضرة مولانا و بکل مجد اولٰینا ۱۳۴۴ھ

(حضرت مولانا درسؔ ہمارے مولیٰ ہیں اور ہر بزرگی میں ہم سے بہتر ہیں)

(۵) اُدْخُلُوْا خَالِدِیْنَ بِهَا ۱۳۴۴ھ (جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہوجاؤ)

(۶) مولانا مکرمی شاہ عبدالکریم درسؔ۔۱۳۴۴ھ

(۷) اَلنُّوْرِی الرَّضَوِیُ ۱۳۴۴ھ

اسی طرح ان کی شان میں فارسی زبان میں ایک نظم بھی کہی ہے۔اس سے بھی ان کے وصال کا مادۂ تاریخ نکلتا ہے۔ملاحظہ ہو

درسؔ عبد الکریم عبد کریم   کرد جان خودش بحق تسلیم

موت العالم لَمَیْتَةُ الْعالم   ثلمۂ دینِ احمد بے میم

رَوَّحَ الرَّاوِحَہ وَ سَقَاہُ	ز آبِ کوثر و جعفر و تسنیم
درس و وعظ و حمایت سنت	ردِّ بدعات وطرفۂ اہل جحیم
امرِ معروف و نہی عن المنکر	کارِ او بود در حیاتِ کریم
درسِ دینِ نبی بگو حامد	ختم شد در کراچی و التسلیم ۱۳۶۲ھ

قادیانی فرقے کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی لعنۃ اللہ علیہ تیس دجالوں میں سے ایک ہے، جس نے پہلے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، پھر مسیحِ موعود ہونے کا، یہاں تک کہ خاتم النبیین حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا انکار کر کے اپنے زعمِ باطل میں نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا۔ اس کے رد و ابطال میں زیادہ دلائل و براہین کے ساتھ سب سے پہلے حضرت حجۃ الاسلام نے ہی قلم اٹھایا۔ اور ایک جامع و پُر مغز کتاب لکھی، جس کا نام ہے ''**الصارم الربانی علی اسراف القادیانی**'' یہ بھی تاریخی نام ہے، جس کا عدد ۱۳۱۵ھ ہے، کیونکہ اسی ۱۳۱۵ھ میں آپ سے غلام احمد قادیانی کے برے عقائد کے بارے میں سوال ہوا تھا، جس کا جواب آپ نے دیا اور حکمِ شرع واضح فرمایا۔ پھر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ''**المعتمد المستند**'' میں اور حرمین شریفین کے ۳۳ رعلمائے کرام اور مفتیانِ عظام نے حسام الحرمین وغیرہ میں اس دجال کے کھلے کافر ہونے کا فتویٰ دیا۔

حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ نے مجدد اسلام امام احمد رضا قدس سرہ کی

تاریخِ وصال پر جو مادہائے تاریخ مستخرج کیے ہیں ان سے بھی ان کی تاریخ گوئی پر کمالِ دسترس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے اور ان سے امام احمد رضا قدس سرہ کی شانِ عبقری اور کارنامے پر بھی بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ ملاحظہ ہو:

☆نُوْرُ اللّٰہِ ضَرِیْحُہٗ ١٣٤٠ھ

اللہ کا نور قبر ہے۔ (یا ان کی قبر اللہ کا نور ہے)

☆شَیْخُ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ۔ ١٣٤٠ھ

(امام احمد رضا شیخ الاسلام والمسلمین ہیں)

☆اِمَامُ ھِدَایَۃِ الْسُّنَّۃِ الْحَاجُّ اَحْمَدُ رَضَا۔ ١٣٤٠ھ

(الحاج احمد رضا سنت کی ہدایت کے امام ہیں)

☆ اَلْھَادِی الْبَرَیْلَوِیُّ الْقَادِرِیُّ الْبَرْکَاتِیُّ۔ ١٣٤٠ھ

(رضا ہادی ہیں، بریلوی قادری برکاتی ہیں)

☆ رَضِیَ اللّٰہُ الْحَقُّ عَنْہُ۔ ١٣٤٠ھ

(اللہ حق تعالیٰ ان سے راضی ہو یا راضی ہوا)

☆رَاحَ شَیْخُ الْکُلِّ فِیْ الْکُلِّ۔ ١٣٤٠ھ

(شیخ الکل فی الکل نے جا کر آرام پایا)

☆مَوْلوِی معنوی قُرْآن زبانت مادری۔ ١٣٤٠ھ

(آپ وہ مولوی معنوی ہیں کہ قرآن آپ کی مادری زبان ہے)

☆هُمْ اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِی۔۱۳۴۰ھ

(وہ میرے اولیا ہیں جو میرے قبا کے نیچے ہیں، انہیں لوگ نہیں پہچانتے ہیں)

☆رَازدَارِ رَازِ رَازِی سید و سرِّ سرّی ۱۳۴۰ھ [۱]

وہ امام رازی کے راز کے راز دار سردار اور حضرت سرّی سقطی کے سرّ تھے۔

بریلی شریف جنکشن کے پاس ایک عالی شان مسجد ہے، جو ''نوری مسجد'' سے موسوم ہے۔ زائرین عرس رضوی کے لیے یہ مسجد خاص طور سے سہولیات فراہم کرتی ہے۔ جب زائرین اسٹیشن پر اترتے ہیں اور نماز کا وقت رہتا ہے تو اس مسجد میں پہنچ کر اور ضروریات سے فارغ ہوکر بآسانی نماز پڑھنے کا انہیں موقع مل جاتا ہے۔ اسی طرح واپسی میں اگر گاڑی میں لیٹ ہو تو وہاں معتکف ہونے اور نماز ادا کرنے کا زرین موقع ملتا ہے۔ الحمدللہ! اس مسجد کی تعمیر بڑے مولانا حجۃ الاسلام اور سرکار مفتی اعظم ہند علیہما الرحمۃ والرضوان کے دور میں مکمل ہوئی، اس موقع سے حضرت حجۃ الاسلام نے برجستہ کچھ ایسے اشعار کہے جن سے مادۂ تاریخ بھی واضح ہوتا ہے اور تعمیر کرنے والوں کے لیے ان میں جنت کا مژدۂ جانفزا بھی ہے اور حوصلہ افزائی بھی۔ کیونکہ بخاری وغیرہ کی حدیث میں ہے ''مَنْ بَنٰی لِلّٰهِ

---

[۱] مولانا عنایت محمد خان غوری، سند مسند جانشیں ص ۳

مَسْجِدًا بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ‘‘(جس نے اللہ کی رضا کے لیے مسجد بنائی،اس کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت میں ایک محل بنایا)۔

حضرت حجۃ الاسلام ان اشعار میں قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ کے معنی کو پیش کرتے ہوئے مسجد بنانے کو ایمان کی علامت قرار دیتے ہیں اور یہ واقعہ بھی ہے کہ مسجد کی تعمیر اگر کسی بد مذہب کی طرف سے نہ ہو یا مسجد ضرار کے طور پر نہ ہوتو بلا شبہ مومن ہونے کی پہچان ہے،ارشادِ ربُّ الْعُلیٰ ہے’’اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ‘‘(اللہ کی مسجدیں وہی تعمیر کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں)

اِنَّمَا یَعْمُرُ الْمَسْجِدَ مَنْ　　اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْاُخْرٰی
مَنْ بَنَاهُ بَنٰی لَهُ اللّٰهُ　　بَیْتَ دُرٍّ بِجَنَّةِ الْمَأْوٰی
شَکَرَ اللّٰهُ سَعْیَ قَیِّمِهٖ　　عمر حامد رَضَا شفیق وَ رَضیٰ
قُلْتُ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی　　مَسْجِدُ اُسِّسَ عَلٰی تَقْوٰی

۴۷۵ + ۸۵۴

۱۳۲۹ھ

ترجمہ: ۱﴾ مسجد کی تعمیر وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

۲﴾ جس نے مسجد بنائی اللہ نے اس کے لیے جنت الماویٰ میں موتی کا گھر

بنایا۔

۳ اللہ تعالیٰ اس مسجد کے منتظم ومتولی کی کوشش قبول فرمائے اور جزادے اور وہ عمر، حامد رضا اور شفیق ورضا ہیں۔

۴ میں نے کہا: میرے اعلیٰ رب کی پاکی ہے۔ یہ مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔

مذکورہ مسجد کی تاریخِ تعمیر ایک آیت کریمہ سے یوں مستخرج کی۔

مَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوْا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ ۔۱۳۲۹ھ

دار العلوم اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ میں جب حضرت حجۃ الاسلام تشریف لے گئے تو حضرت مولانا قاری مصلح الدین علیہ الرحمہ نے اپنے زمانۂ تعلیم ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں حضرت حجۃ الاسلام کی خدمت میں ایک استقبالیہ نظم پیش کی، اس نظم میں ایک لفظ کی طرف اشارہ کر کے حضرت حجۃ الاسلام نے فرمایا کہ اگر اس لفظ کے بجائے یہ لفظ رکھ دیا جائے تو تاریخ بھی ہو جائے گی اور وزن شعری بھی برقرار رہے گا۔[۱]

حضرت حجۃ الاسلام کبھی کبھی وضو فرماتے ہوئے کوئی جملہ ارشاد فرما دیتے تو وہی تاریخ ہو جاتا۔ حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ نے ۱۳۵۴ھ میں جب دیوبندی مناظر (منظور سنبھلی) کو شکست دی تو ان کی اس فتح و

---

[۱] معارف رضا ۱۹۸۷ء، ص ۲۰۲ بحوالہ تجلیات حجۃ الاسلام، ص ۱۱۱، ناشر ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا، جامعہ نوریہ بریلی شریف

نصرت پر آپ نے وضو کرتے ہوئے برجستہ فرمایا:

الف ﴾قَدْ نَدَّ مَنْظُورٌ: تحقیق کہ بھاگا منظور۔ ۱۳۵۴ھ

ب ﴾ دُقَّ دَنُّ مَنْظُورٍ :منظور کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ ۱۳۵۴ھ [1]

خاص نکتے کی بات یہ ہے کہ دونوں مادوں میں حروف ایک ہی ہیں۔ ترتیب کے الٹ پھیر سے ایک اور تاریخ بنادی۔ یہ آپ کی زبان وادب نیز فن تاریخ گوئی کے کمال کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔

آپ نے اپنے خلف اکبر مفسر اعظم ہند حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے جشن شادی خانہ آبادی میں جو منظوم دعوت نامہ مرحمت فرمایا اس میں بھی مادۂ تاریخ ہے۔

الف ﴾تہنیتِ شادی بلُطفِ اِلٰہی۔ ۱۳۴۷ھ

ب ﴾جشنِ شادی ابراہیم رضا۔ ۱۹۲۸ء

ان دونوں جملوں کو دیکھئے ۱۳۴۷ھ اور ۱۹۲۸ء کے بامعنی اور برمحل جملے ارشاد فرما کر سال ہجری اور سال عیسوی دونوں میں یادگار تاریخی مادے مستخرج کیے۔ [2]

خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ (خانقاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف)

---

[1] معارف رضا ۱۹۸۷، ص ۲۰۲ بحوالہ تجلیاتِ حجۃ الاسلام، ص ۱۱۱، ناشر ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا، جامعہ نوریہ بریلی شریف ومناظرۂ بریلی کی مفصل روداد، ص ۲۰۱۔ بحوالہ تذکرۂ جمیل، ص ۱۷۱/۱۷۲

[2] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف بابت جولائی ۱۹۸۸ء، ص ۵۲، بحوالہ تجلیات حجۃ الاسلام، ص ۱۱۰، ناشر ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا جامعہ نوریہ بریلی شریف

کی بنیاد رکھی گئی تو حجۃ الاسلام نے برجستہ اس کی تاریخ یہ کہی:

خانقاہِ قادریہ مبارکہ

۱۳۴۵ھ

تاج المحققین سراج المدققین مولانا محمد ظہور الحسین فاروقی رامپوری علیہ الرحمہ کا ۱۳۴۲ھ میں وصال ہوگیا جو امام احمد رضا اور حجۃ الاسلام کے مدرسہ منظر اسلام کے مدرس اول یعنی صدر المدرسین تھے۔ ان کے وصال پر حضور حجۃ الاسلام کو کافی صدمہ ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اس کا اظہار بھی کیا۔ انہوں نے مرحوم کے حوالے سے عربی زبان میں گیارہ اشعار کہے جو مرحوم کی خوبیوں کو اجاگر کرتے ہیں اور کئی الفاظ مادۂ تاریخ کے بھی پیش کیے۔ مثلاً

۱ تاج المحققین، سراج المدققین (۱۳۴۲ھ)۔ (مولانا ظہور حسین علمائے محققین کے تاج اور مدققین کے چراغ ہیں)

۲ حَضرۃ مَوْلَانَا بِکُلِّ مَجْدٍ اَوْلانا (ترجمہ: حضرت مولانا ہر بزرگی میں ہم سے بہتر تھے)۔ (۱۳۴۲ھ)

۳ اولیٰ جناب ظہور حسین (۱۳۴۲ھ)

۴ رحمہ اللہ المولیٰ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (اللہ مولیٰ تعالیٰ ان پر وسیع رحمت نازل فرمائے)۔ (۱۳۴۲ھ)

۵ اُدْخُلُوْھَا خَالِدِیْنَ (جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ)۔

(۱۳۴۲ھ)

ان گیارہ اشعار میں سے پہلا شعر یہ ہے۔

قَدْ نُعِيْنَا نُعِيْنَا نَعْىَ الْيَقِيْنِ   اِنَّمَا مِتْنَا وَ مَاجَاءَ الْيَقِيْنُ

مَوْتَةُ الْعَالِمِ مَمَاتُ الْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: (۱) بیشک ہمیں ایک یقینی خبر دی گئی، جس سے ہم بے موت مر گئے۔ عالم کی موت تمام عالم کی موت ہے۔

آخر میں یہ شعر پیش کرتے ہیں؛

۱۱) حَاكِ اَرْخَ الْوَصْلِ يَا حَامِد رَضَا

اَيُّـه رِضْـوَان ادْخُـلُـوْهَـا خَـالِدِيْنَ

(۱۳۴۲ھ)

(اے حامد رضا! ان کے وصال کی تاریخ پیش کرو، اے رضوان کہہ دو، **ادخلوھا خالدین** یعنی جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ)

حضور حجۃ الاسلام کے قلم سے نکلے ہوئے اس قدر اچھوتے کلام کو یوں ہی چھوڑ دینے کو دل گوارہ نہیں کرتا، لہٰذا ہم پورے کلام کو یہاں نقل کرتے ہیں تا کہ قارئین شوکتِ الفاظ سے محظوظ ہوں۔

قَـدْ نُـعِيْـنَـا نُعِيْـنَـا نَـعْـىَ الْيَـقِيْـن   بے شک ہمیں ایک یقینی خبر دی گئی ہے

اِنَّــمَــا مِتْــنَــا وَ مَـا جَـاءَ الْيَـقِيْـن   جس سے ہم بے موت مر گئے

مَـوۡتَةُ الۡعَـالِـمِ مَـمَـاتُ الـعٰلَمِيۡنۡ عالم کی موت تمام عالم کی موت ہے

ثـلـمة فـی الـدین هـذا مـانـدین اور دین میں رخنہ ہے یہ بات یقینی ہے

الثـلـم دیـن الـنبـی الثـلـم نبی ﷺ کا دین رخنہ دار ہوگیا

ثـلـمـه فـی ای دیـن ای دیـن کس دین میں رخنہ ہوگیا کیسے پاک دین رخنہ دار ہوگیا

قـد لعـمـری طنَّ طب طب طابن میری جان کی قسم ایسے ماہر حاذق نے وصال فرمایا

کَـانَ فِـیۡ ذَاتِ الۡیَـمِیۡـنِ بِـالۡیَمِیۡنِ جو اصحاب یمین یعنی اصحاب جنت میں

کَـانَ حِبۡـرًا کَـانَ تجرًابـا ذخـارًا برکت والے تھے

فِیۡ عُـلُـوۡمِ الۡـعَـقۡلِ وَ النَّقۡلِ الزرین عالم تھے اور بحر ذخار تھے علومِ عقل اور علومِ نقلِ خوبصورت میں

کَـانَ صُـوۡفِیًّـا صَـفِیًّـا صَـافِیًـا صوفی برگزیدہ اور صاحب صفا تھے

فِیۡ حِسَـانِ الۡـوَجۡهِ کَالۡمَاءِ الۡمُعِیۡن منور چہروں والے اولیا اللہ میں مثل آب جاری کے تھے

کَـانَ ضَـرُبًـا کَـانَ غـرًّا صَـالِحًـا صاحبِ ذہن رسا اور منور پیشانی والے اور صالح تھے،

مِـنْ عِبَـادِ الـلّٰـهِ وَلِـيّ الصَّـالِحِيْن	اللہ کے بندوں میں سے جو تمام صالحین کا مالک ومولیٰ ہے
بَـــارًّا بَـــرًّا اتَـقِيًّـــا عَـــابِـدًا	نیکوکار، مہربان اور پرہیزگار تھے
فِـىْ دِيَـارِ جيـرليـالى السـاهرين	تاریکیوں اور جاگنے والوں کی راتوں میں عبادت گزار تھے
كـان قـرمـا كـان شهمـا شـافحـا	سردار اور ذہین، دل والے بلند مرتبہ تھے،
فـى ميـاديـن الـوعـى ليـث العرين	جنگ کے میدانوں میں کچھار کے شیر تھے
مَـاتَ مَـنْ مِـنْ مَـوْتِـهٖ مَاتَ الْعُلُوْم	انہوں نے وصال فرمایا جن کے انتقال سے علوم کا انتقال ہوگیا
وَ الْـمَـوَاعِـظُ وَ اَدْرَاسُ الْـطَّـالِبِيْنَ	اور مواعظ اور طلبا کے درس و تعلم کو موت آ گئی
شـمـر واعـن ساق جد فى الطلب	کوشش کی ساق سے علم کی طلب میں پائنچے چڑھا کر سعی کرو۔
اُطْـلُبُـوْا لْـعِـلْـمَ وَ لَـوْ كَـانَ بِصِيْن	علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں ہو
لَيْـــسَ فِيْـنَـــا مَـنْ يُّـدَانِـىْ فَضْلَـهٗ	اب ہم میں کوئی ایسا نہیں جو ان کے علم و فضل کے قریب ہو۔

مِنْ وُّجُوْہِ الْفَضْلِ ذُوْ فَضْلٍ مُّبِیْن	فضل والوں میں وہ ظاہر اور روشن فضل والے تھے
اِنَّمَا نَشْکُوْا اِلَی اللّٰہِ ثینا	ہم اللہ ہی کی طرف اپنے رنج وغم کی شکایت کرتے ہیں
من بعاد الخِدَنِ من بین الخَدِیْنِ	جو ہمیں دوست کی جدائی اور محبوب کے فراق سے حاصل ہوا ہے
عم صبا حایا ابا نور الحسین	اے مولوی نور الحسین کے والدِ بزرگوار جنت کی صبح میں مزے کیجئے
اَلسَّلَامُ طِبْتُمْ مِنْ حُوْرٍ عِیْن	حوران عین کا سلام علیکم کہنا آپ کو مبارک ہو
مَرْحَبًا اَھْلًا وَّ سَھْلاً مَرْحَبًا	حوروں نے آپ سے مرحبا اہلاً وسہلاً مرحبا کہا
لیمن اللّٰہ نِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْن	خدا کی قسم پرہیزگاروں کا گھر بہت اچھا ہے
حَاکِ اَرْخَ الْوَصْلِ یَا حَامِدُ رَضَا	اے حامد رضا وصال کی تاریخ پیش کرو
اَیُّہ رَضْوَانُ اُدْخُلُوْھَا خَالِدِیْن	اے رضوان کہہ وادخلوھا خالدین

۱۳ ھ ۴۲

نوٹ:۔ مذکورہ علمائے کرام کی مدح وستائش سے حضرت حجۃ الاسلام کی کشادہ دلی

اوران سے محبت والفت کا پتہ چلتا ہے۔

ہمشیرہ مرحومہ کے ارتحال پر تاریخ: اعلیٰ حضرت کا جب ۱۳۴۰ھ میں وصال ہوا تو اس کے ۲۷/ یوم کے بعد آپ کی سنجھلی صاحبزادی مرحومہ نے بھی ۲۳/ربیع الاول شریف ۱۳۴۰ھ میں سفرِ آخرت کیا، **اِنَّـا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ** ۔اس حوالہ سے حیات اعلیٰ حضرت جلدسوم میں ہے کہ:

’’حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب قبلہ نے ان مرحومہ کی تاریخ وصال فی البدیہہ کہی:

رحمه الله تعالىٰ عليها رحمة واسعه

(۱۳۴۰ھ)

ترجمہ:ان پراللہ کی وسیع رحمت نازل ہو۔

☆☆☆

آٹھواں نور

خطبات اور افکار ونظریات

وعظ و تقریر: اپنی بات دوسروں تک پہنچانے، دینِ متین کی خدمت کرنے اور اس کی نشر و اشاعت کے حوالے سے تقریر کا فن کافی اہمیت رکھتا ہے۔ جہاں تدریس وتحریر کی افادیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا، وہیں خطابت کی اثر انگیزیوں اور اس کی جلوہ سامانیوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بہت سے صحابۂ کرام اور تابعین نے خطباتِ منیر کی راہ اپنا کر دین اسلام کی تبلیغ واشاعت اور تذکیر ونصیحت خوب کی، جو ہمارے سامنے احادیثِ طیبہ کی شکل میں موجود ہیں۔ خود رسول اکرم ﷺ کے خطبات کا خاصا ذخیرہ کتبِ حدیث میں موجود ہے۔ خطابت ہی وہ فن ہے کہ جب ایک سپہ سالار اور ایک قائد اپنے فوجیوں اور اپنے عقیدت مندوں میں کچھ سستی پاتا ہے تو اپنے پُر زور خطاب سے ان کو حرکت میں لے آتا ہے اور حالات کا رخ موڑ دیتا ہے۔ فضلِ مولیٰ سے حضرت حجۃ الاسلام کو یہ جوہر بھی بدرجۂ اتم ملا تھا۔ آپ کے وعظ وتقریر میں جادو بیانی تھی، غضب کی اثر انگیز، نہایت مدلل اور دل پذیر تقریر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی تقریر اور شعر وسخن میں قول رسول اللہ ﷺ، ’’اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً وَّ اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْراً‘‘ کے جلوے

تھے۔(یعنی آپ کے اشعار میں حکمت و معانی اور بیان میں جادو جیسے اثرات تھے۔)

مفتی شفیق شریفی صاحب دارالعلوم غریب نواز، الٰہ آباد لکھتے ہیں:

''بنارس، کلکتہ، چتوڑگڑھ اور یوپی کے علاقوں میں آپ کے بیانات کی بہت مقبولیت، دھوم اور شہرت تھی، جب بیان فرماتے، جذبات صادقہ کے ساتھ بیان فرماتے، آپ کا بیان دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا۔ بعض دفعہ تو آپ کا بیان سن کر لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں، مجمع پر کیفیت طاری ہو جاتی اور کئی بد مذہب تائب ہو جاتے۔''(تذکرۂ اکابر اہل سنت)

صداقت ہو تو دل سینے سے کھنچنے لگتے ہیں واعظ
حقیقت خود کو منوا لیتی ہے، مانی نہیں جاتی

کہتے ہیں، ''شیر کے بچے کو شکار کرنا اور مچھلی کے بچے کو تیرنا نہیں سکھایا جاتا۔'' اگر یہ حقیقت ہے اور واقعی نا قابلِ انکار حقیقت ہے تو وہ حجۃ الاسلام جس کا باپ جب بولنے پر آئے تو پٹنہ وغیرہ کے جلسوں میں دو دو، چار چار، چھ چھ گھنٹے خطاب نایاب کرتا رہے اور تھکنے کا نام نہ لے، مجمع کے دلوں کو اپنی طرف ایسا کھینچ لے کہ کوئی مجلس سے اٹھنے کا نام نہ لے، وہ اگر دلائل و براہین سے مدلل تحریر و تقریر میں اپنے مجدد باپ کا مظہر اتم بن کر چھا جائے تو اس میں حیرت و استعجاب کی کیا بات ہے۔ آخر ''اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ'' کے کیا معنی

ہیں؟ اور وہ بھی وہ بیٹا جو باپ کا شاگرد رشید بھی رہا ہو، ایسا سپوت ہو کہ باپ کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کرتا ہو اور خود کو سنتوں کے سانچے میں ڈھال لیا ہو۔ اہل جبل پور (مدھ پردیش) کی گزارش و اصرار پر امامِ عشق و محبت سیدنا اعلیٰ حضرت جبل پور پہنچ رہے ہیں، آپ کے ہمراہ حضرت حجۃ الاسلام بھی ہیں۔ اس سنہرے موقع سے احباب اور عقیدت کیشوں نے نہایت کروفر اور تزک و احتشام کے ساتھ ایک عظیم الشان جلسے کا انعقاد کیا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام سے بھی خطاب فرمانے کی گزارش کی جاتی ہے، آپ اٹھتے ہیں اور برجستہ تقریر کرنے لگتے ہیں، نہایت ایمان افروز، جامع، پرمغز اور مدلل و مؤثر تقریر کرتے ہیں۔ تقریر کی دلپذیری کچھ نہ پوچھئے، دل نشیں انداز ہے، اثر انگیز مواد ہے، مجمع پر کافی اثرات ہیں، ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہے، سب بغور سن رہے ہیں، دل گرما رہے ہیں، ایمان تازہ کر رہے ہیں۔ دورانِ تقریر ہی وقت کے مجدد اعظم امام اہلسنت بر سر اسٹیج ہو جارہے ہیں، وقت کا امام آچکا ہے، علوم وفنون کا تاجدار آچکا ہے، رعب و دبدبہ کا گوہر آبدار سامنے ہے، مگر واہ رے ہمت و جرأت، بسالت و بے باکی، واہ رے برجستگی! سلاست و روانی کے ساتھ تقریر کیے جارہے ہیں، کچھ توقف کے بعد باپ سے اجازت لے کر پھر سے تقریر جاری کر دیتے ہیں۔ ایسا مدلل اور پر کشش خطاب فرمایا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ دل باغ باغ ہو گیا۔ دل

کی کلی کھل گئی جیسے مالی اپنے لگائے ہوئے باغ کے گلاب کو کھلتا ہوا دیکھتا ہے اور مچل جاتا ہے، آپ بھی خوشیوں سے مچل گئے، داد دی، دعائیں دیں اور کلماتِ تحسین سے نوازا۔

''آغاز کا جب یہ عالم ہے، انجام کا عالم کیا ہوگا''۔

پھر دنیا نے دیکھا کہ اس بلند پایہ خطیب، مایہ ناز مدرس اور پختہ کار مصنف نے ایک نائبِ رسول اور جانشینِ اعلیٰ حضرت ہونے کی حیثیت سے، کبھی مسند تدریس پر بیٹھ کر، کبھی کتابوں کا انبار قوم کو دے کر، کبھی بیعت وارشاد کی راہ اپنا کر اور کبھی کرسیٔ خطابت پر بیٹھ کر اسلام وسنیت کی خوب خوب اشاعت کی، محبتِ خدا عزّ وجل کے چراغ جلائے، ناموسِ رسالت کی حفاظت کی، گستاخانِ رسول کی سرکوبی کی اور ہزاروں گم گشتگانِ راہ کو صراط مستقیم پر لا کھڑا کیا۔

چار روزہ کانفرنس میں اہم نکات پر مشتمل خطبہ: مسلمانوں کی زبوں حالی دور کر کے ان کے حالات کو خوشگوار اور بہتر بنانے کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے وصال کے تقریباً چار (۴) سال بعد ۱۹۲۵ء میں آپ کے خلیفہ مفسّرِ قرآن مولانا مفتی نعیم الدین مراد آبادی نے آل انڈیا سنی کانفرنس کا چار روزہ اجلاس (۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰/ مارچ) مراد آباد میں منعقد کیا۔ اس کی مجلس استقبالیہ کے صدر

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ مقرر ہوئے۔ اس کانفرنس میں آپ نے نہایت جامع و وقیع خطبۂ صدارت پیش کیا تھا، وہ خطبہ اتنا اہم تھا کہ اس کے پیغامات آج بھی اسی قدر اہم ولائق اعتنا ہیں، جس طرح آج سے نوے (۹۰) سال قبل اہم اور قابل عمل تھے۔

اسی لیے پاکستان کے عظیم قلم کار پروفیسر مسعود احمد مرحوم نے بڑے اچھوتے انداز میں اس پر تبصرہ فرمایا ہے، اس کی خوبی کے پیش نظر ہم اسے نذرِ قارئین کرتے ہیں، آپ رقمطراز ہیں:

حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے خطبہ میں ملتِ اسلامیہ کے مذہبی، سیاسی، تمدنی اور معاشرتی پہلوؤں پر بصیرت افروز خیالات کا اظہار فرمایا ہے، خطبہ اتنا طویل ہے کہ دو نشستوں میں تمام ہوا۔ اس خطبے میں آپ نے مندرجہ ذیل مقاصد کو سامنے رکھا اور پھر ہر مقصد کے تحت اظہار خیال فرمایا:۔

(۱) تبلیغ (۲) مذہبی تعلیم (۳) حفظِ امن (۴) اصلاحِ معاشرت

یہ افتتاحیہ تفصیل کا متحمل نہیں، اس لیے ہم مندرجہ بالا مقاصد میں مؤخر الذکر دو مقاصد کے بارے میں عرض کریں گے، کیونکہ ان کا تعلق ایک عالمِ دین سے زیادہ ماہر سیاست و معاشیات سے ہے، شاید ان لوگوں کے لیے یہ اچنبھے کا باعث ہو جو علما کو کاروبارِ جہاں کے لائق نہیں سمجھتے، لیکن ان

کونہیں معلوم کہ

کاروبارِ جہاں سنورتے ہیں
ہوش جب بے خودی سے ملتا ہے

اول الذکر دو مقاصد کے بارے میں مختصراً عرض کر کے پھر آخر الذکر دو مقاصد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں:۔

(۱) تبلیغ دین کے سلسلے میں حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ نے انجمن اہل سنت و جماعت مراد آباد کی طرف سے مدرسۃ التبلیغ کی تجویز پیش کی، اس کے قواعد وضوابط وطریقۂ کار پر روشنی ڈالی اور نصاب کے بارے میں اظہار خیال فرمایا ہے۔

(۲) مذہبی تعلیم کے لیے انہوں نے بہت سی تجاویز پیش کیں، مثلاً قصبات میں محلّہ وار مدارس کا قیام، انگریزی مدارس کے طلبہ کے لیے مدرسۃ اللیل کا قیام، ضلع میں ایک بڑے مدرسے کی تجویز، ہر صوبہ میں ایک مدرسۂ عالیہ کا قیام جو چھوٹے مدارس کا نگراں ہو اور جملہ مدارس جمعیتِ عالیہ کے ماتحت ہوں، ہر کامل النصاب مدرسے میں دار الافتاء اور محکمۂ تصنیف و تالیف کا قیام وغیرہ وغیرہ۔

(۳) چونکہ اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے، اس لیے حفظِ امن کے سلسلے میں انہوں نے مسلمانوں کو ہدایات دیں۔

(الف) جس طرح بھی ہو امن کی زندگی بسر کرنی چاہیے، جھگڑے اور نزاع کا جس راہ میں خطرہ اور اندیشہ ہو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ۱

(ب) اس وقت جنگ میں مصروف ہو جانا ہماری قومی اور مذہبی زندگی کے لیے نہایت خطرناک ہے۔ ۲

آپ نے صلح کا پیغام ضرور دیا ہے، مگر یہ صلح جوئی دین و مذہب کی قیمت پر ہرگز نہ تھی، چنانچہ اس صلح کوشی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ یہ ہدایت بھی فرماتے ہیں:

''تم ہرگز کبھی ایسی جماعت پر اعتبار و اعتماد نہ کرو جو تم کو اسلام کی کوئی خصوصیت، کوئی امتیاز، کوئی ادنیٰ رسم یا تمہارا کوئی جائز شرعی، عرفی قانونی حق چھوڑنے کے لیے اشارہ بھی کرے کہ الحذر الحذر۔

(ج) ہم ''سوراج'' کو مسلمانوں کے حق میں ایک تباہ کن مصیبت سمجھتے ہیں''۔ ۳

اقتصادی اور معاشی لحاظ سے ہندوستان کے مسلمان بہت کمزور تھے اور یہ بات عام مسلمان سیاستدانوں نے کم محسوس کی کہ سیاسی استحکام کے لیے معاشی استحکام نہایت ضروری ہے، بلکہ دورِ جدید میں معاشی استحکام کے بغیر سیاسی استحکام ناممکن نظر آتا ہے۔ حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ نے اس حقیقت کو شدت سے محسوس کیا اور اس سلسلے میں بہت سی تجاویز اور تدابیر پیش

۱ حامد رضا خان، خطبہ صدارت مطبوعہ بریلی ۱۹۲۵ء، ص ۲۹ ۲ حامد رضا خان، خطبہ صدارت مطبوعہ بریلی ۱۹۲۵ء، ص ۳۱

۳ حامد رضا خان، خطبۂ صدارت مطبوعہ بریلی ۱۹۲۵ء، ص ۳۳

کیں۔حتی کہ طالب علموں کے لیے یہ ضروری قرار دیا کہ زمانۂ طالب علمی میں والدین پر بوجھ نہ بنیں بلکہ سوسائٹی کا ایک مفید فرد بنیں۔ ان کے ارشادات ملاحظہ ہوں:۔

الف ''دست کاری اور پیشہ و ہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہئے، یہ دولت وہ ہے جو نہ دشمن چھین سکتا ہے، نہ کہیں رہین ومکفول ہوسکتی ہے، بے محنت روزی کا ذریعہ ہے۔ [۱]

ب برادران اسلام! تمہارے بزرگ تجارت کرتے تھے، تجارت عیب نہ سمجھی جاتی تھی، تم تجارت کرو۔ [۲]

ج برادران ملت! نوکری اور ملازمت کا خیال چھوڑ کر تجارت پر ٹوٹ پڑو تو دیکھو تھوڑے عرصے میں تم کیا ہو جاتے ہو۔ [۳]

د نکمّے اور بیکار لوگوں کے لئے بھی مشغلے سوچے جائیں۔ [۴]

ذ اگر وہ تعلیم پاتا ہے، تب بھی اس کے لیے ایسا ٹھیکہ یا تجارت تجویز کریں جس میں وقت کم صرف ہو مگر آمدنی پیدا ہو سکے، تاکہ بچے اس عمر سے تجارت یا حرفت اور کسبِ مال کے خوگر و عادی ہو جائیں۔ [۵]

ہمارے طلبہ اکثر اب بھی بے کار رہتے ہیں۔ سست خوری کی عادت بہت سے مسائل پیدا کر دیتی ہے۔ اس لیے طالب علمی کے دوران ہی کسبِ معاش کی

---

۱ حامد رضا خان، خطبہ صدارت، ص ۳۶ ۲ ایضاً ص ۳۱ ۳ ایضاً ص ۳۹ ۴ ایضاً ص ۳۸

۵ ایضاً ص ۳۹

فکر لازم ہے جو قومیں بیدار ہیں کچھ نہ کچھ کما ہی لیتی ہیں۔ کفایت شعاری، سودی قرضوں سے نجات اور بیت المال کے قیام کے لیے یہ ہدایات فرماتے ہیں۔

ر۔ ہمیں اپنے مصارف شب و روز کم کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔ ۱؎

ز۔ سود لینے اور سودی قرض لینے سے بچیں اور سچی توبہ کریں کہ آئندہ خواہ کچھ بھی حال ہو مگر سودی قرض نہیں لیں گے۔ ۲؎

ژ۔ اللہ تعالیٰ میسر کرے اور ایک ایسا بیت المال بن جائے تو اس سے مقروض مسلمانوں کے قرض ادا کرنے کے علاوہ نادار و غریب مسلمانوں کو زراعت یا تجارتی ضرورت کے لیے روپیہ قرض بھی دیا جا سکتا ہے تا کہ وہ ساہوکاروں کے دامِ حرص سے محفوظ رہیں۔ ۳؎

حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ نے اس سلسلے میں ''ذخیرۂ قرضِ حسن'' کے نام سے چھوٹے بیت المال کے قیام، پھر ہر گاؤں میں انجمنِ قرضِ حسن کی تشکیل کا بھی ذکر کیا ہے اور اس مسئلے پر ایک ماہرِ معاشیات کی طرح اظہارِ خیال فرمایا۔

جس زمانے میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی وہ داخلی اور خارجی طور پر بڑے انتشار و اختلاف کا زمانہ تھا۔ خارجی طور پر حالات یہ تھے کہ ترکوں کو شکست ہوئی، خلیفۂ اسلام ممالکِ مغربیہ کے تحت بے اثر ہو کر رہ گیا۔ مصطفیٰ کمال نے اناطولیہ میں ایک خود مختار تر کی حکومت قائم کی اور دوسرا خلیفہ منتخب کیا، مگر ۱۹۲۴ء میں اس کو

۱؎ ایضاً ص۴۰ ۲؎ حامد رضا خان، خطبۂ صدارت، ص۴۳ ۳؎ حامد رضا خان، خطبۂ صدارت، ص۴۸

معزول کر کے ملک بدر کر دیا گیا، اور اس طرح خلافتِ اسلامیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ جس نے ساری دنیا کے مسلمانوں، خصوصاً پاک و ہند کے مسلمانوں کو نفسیاتی طور پر بے حد متاثر کیا۔ ۱؎

خطبۂ صدارت کی خوبی : حضور حجۃ الاسلام کے خطبہ کی بابت حضور محدثِ اعظمِ ہند نے فرمایا:

''یہ خطبۂ صدارت اپنی نوع کا ایسا جامع خطبہ تھا جو حضرتِ خطیب کے شایانِ شان ہے۔ ہندوستانی سیاست، اغیار کی پالیسیاں، تدابیرِ دفاع، نظامِ عمل وغیرہ کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جسے شرعی نقطۂ نظر سے آئینہ نہ فرمایا ہو اور سلسلۂ کلام میں ہندوستان کے فتن اور نام نہاد اتفاق و اتحاد کی حقیقت صاف فرما کر اس کا محل صحیح فرما دیا ہے۔ یہ کہنا بالکل بے محل نہیں ہے کہ دنیائے اہل سنت میں ہندوستان کے اندر اپنی خصوصیات میں یہ سب سے پہلا خطبہ تھا۔ اس کے پڑھنے کے بعد آل انڈیا سنی کانفرنس کے مقاصد پر روشنی پڑتی ہے اور وہ ساری تجاویز پیش نظر ہو جاتی ہیں جو کانفرنس میں باتفاقِ رائے طے پائی ہیں۔ ۲؎

سیاسی بصیرت اور مصلحانہ شان : واضح ہوا کہ دل پذیر تحریروں کی طرح حضرت حجۃ الاسلام تقریریں بھی نہایت فصیح و بلیغ اور جامع و پُر مغز فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے خطبات میں جہاں ادبی شان اور شوکتِ الفاظ

۱؎ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی کا صد سالہ نمبر (دوسری قسط) از ص ۴۶ تا ۴۹ ۲؎ ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ مجریہ شوال المکرّم ۱۳۴۳ھ، اپریل ۱۹۲۵ء، ص ۱۸

ہوتی تھی، وہیں علمی جلالت، دینی حمایت، سیاسی بصیرت اور مصلحانہ ومفکرانہ شان کا بخوبی اظہار ہوتا تھا۔ ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی مرحوم متوفی رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء نے نہایت وقیع تبصرہ فرمایا ہے:

''۱۹۲۵ء میں مسلمانوں کے مذہبی وقومی، سیاسی وسماجی اور ملی ومعاشی استحکام کے سلسلے میں ایک لائحۂ عمل تیار کرنے کی غرض سے مرادآباد میں چارروزہ کانفرنس منعقد کی گئی تھی، جس کی صدارت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے فرمائی تھی اور اس موقع پر آپ نے جو فصیح وبلیغ، پُرمغز وپُر تدبیر خطبہ دیا تھا، وہ آپ کی سیاسی بصیرت، علمی جلالت، مذہبی قیادت وسیادت اور ملی وقومی ہمدردی اور دینی حمایت کی ایک شاندار مثال ہے اور جس سے ان کے عالمانہ، مصلحانہ ومفکرانہ شان وعظمت کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔

خطبۂ ہذا عوام وخواص، علما وطلبہ ہر ایک کے لیے لائقِ مطالعہ ہے، اس خطبے سے حجۃ الاسلام کی ادبی شان بھی جھلکتی ہے۔ ملخصاً۔ [1]

بد مذہب سے اتحاد کی برائی : بد مذہب خصوصاً وہابی، دیوبندی اور قادیانی اپنے باطل نظریات کو فروغ دینے اور انہیں مستحکم بنانے میں کل بھی سرگرم تھے اور آج بھی بڑے شدّ ومدّ کے ساتھ سرگرم ہیں۔ اس تعلق سے وہ ایک سے ایک حربہ استعمال کرتے رہتے ہیں۔ ان کا ایک بڑا حربہ یہ ہوتا

---

[1] حجۃ الاسلام، ایک تعارف مشمولہ فتاویٰ حامدیہ، ص ۵۸

ہے کہ بھولے بھالے کم پڑھے لکھے لوگوں کے درمیان یہ بات پھیلاتے ہیں کہ سب کو مل کر رہنا چاہئے، ہر مذہب کے ساتھ اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہنا چاہئے، ان کی ایک بولی دیگر اسلام دشمن کی بولی کی طرح یوں ہوتی ہے:

ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سب ہیں بھائی بھائی

جبکہ اسلام کا پیغام یہ ہے، ''انما المؤمنون اخوۃ'' (جز ایں نیست کہ مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں)۔اس آیت کریمہ کے پیشِ نظر مسلمان ہی آپس میں بھائی بھائی ہیں، کوئی غیر مسلم اور حدِّ کفر تک پہنچا ہوا کوئی بد مذہب مسلمان کا بھائی نہیں ہوسکتا۔اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی بے دین کو اپنا بھائی کہے۔اگر بے دین ایسا کرتے ہیں تو ہمیں زیادہ قلق نہیں ہوتا بلکہ ہمیں چوکنا اور ہوشیار ہونے کا موقع ملتا ہے۔نہایت افسوس تو اس وقت ہوتا ہے جب کبھی سیدھے سادھے سنیوں کو وہ اپنے دامِ فریب میں لے کر اپنا آلۂ کار بنا لیتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کے غیر شرعی اتحاد کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔اور اپنے سنی بھائیوں کو غیر مسلموں اور بد مذہبوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق کرنے پر برانگیختہ کرنے لگتے ہیں۔

بد مذہبوں کے اس ہتھکنڈے کے استعمال سے ان کا کیا مقصد ہے، اس سر بستہ راز سے بڑے اچھے انداز میں حضرت حجۃ الاسلام نے پردہ اٹھایا ہے۔ اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا:

''ہمارے سنی حضرات کے دل میں جب کبھی اتفاق کی امنگیں پیدا ہوئیں تو انہیں اپنوں سے پہلے مخالف یاد آئے، جو رات دن اسلام کی بیخ کنی کے لیے بے چین ہیں اور سنیوں کی جماعت پر طرح طرح کے حملے کر کے اپنی تعداد بڑھانے کے لیے مضطر اور مجبور ہیں۔ ہمارے برادران کی اس روش نے اتحاد و اتفاق کی تحریک کو بھی کامیاب نہ ہونے دیا۔ کیونکہ اگر وہ فرقے اپنے دلوں میں اتنی گنجائش رکھتے کہ سنیوں سے میل کر سکیں تو علیحدہ ڈیڑھ اینٹ کی تعمیر کر کے نیا فرقہ ہی کیوں بناتے اور مسلمانوں کی مخالف ایک جماعت کیوں بناتے۔ وہ تو حقیقۃً مل ہی نہیں سکتے اور صورۃً مل بھی جائیں تو ملنا کسی مطلب سے ہوتا ہے، جس کے حصول کے لیے ہر دم تیشہ زنی جاری رہتی ہے اور اس کا انجام جدال و فساد ہی نکلتا ہے۔ یہ تو تازہ تجربہ ہے کہ خلافت کمیٹی کے ساتھ ایک جماعت جمعیۃ العلما کے نام سے شامل ہوئی جس میں تقریباً سب کے سب یا زیادہ وہابی اور غیر مقلد ہیں۔ نادر ہی کوئی دوسرا شخص ہو تو ہو۔ اس جماعت نے خلافت کی تائید کو تو عنوان بنایا، عوام کے سامنے نمائش کے لیے تو یہ مقصد پیش کیا مگر اہلسنت کے رد اور ان کی بیخ کنی کا کام انجام دیا۔ اپنے مذہب کی ترویج اسی پردے میں خوب کی۔ میرے پاس جناب مولانا احمد مختار صدر جمعیۃ العلما صوبہ بمبئی کا ایک خط آیا ہے، جو انھوں نے مدارس کا دورہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے، اس میں لکھتے ہیں کہ۔

''وہابی اس صوبے میں اس قومی روپئے سے جو دردناک حالات بیان کر کے وصول کیا گیا تھا، اب تک دو لاکھ تقویۃ الایمان چھپا کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔ اب بتایئے کہ ان جماعتوں کا ملانا ''زردادن درد ِسرخریدن'' ہوا یا نہیں؟ اپنے ہی روپئے سے اپنے ہی مذہب کا نقصان ہوا۔'' [1]

تعلیم و تجارت پر زور : تعلیم وتربیت اور تجارت کی افادیت و اہمیت ہر دور میں مسلم رہی ہے مگر اس ترقی کے دور میں بھی اکثر مسلمان تعلیم و تجارت کو پسِ پشت ڈال کر ملازمت کے پیچھے زیادہ دوڑ لگاتے ہیں، جبکہ مسلمانوں کی بہتری وخوش حالی زیادہ سے زیادہ علوم عصریہ کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ حاصل کرنے اور سچائی کے ساتھ تجارت کرنے میں ہے۔ اس کی مثال مہاراشٹر اور گجرات کے میمن مسلمانوں کی ہے کہ وہ نوکری کی بالکل پرواہ نہیں کرتے بلکہ تجارت ہی میں اپنی بھلائی اور کامیابی سمجھتے ہیں اور ماشاءاللہ! وہ اپنے مقصد میں بہت کامیاب ہیں، وہ نہایت خوش حال اور متمول ہوتے ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان نے اپنے خطبۂ صدارت میں متحدہ ہندوستان کی زبوں حالی کو دور کرنے اور ناگفتہ بہ حالات کو بہتر بنانے کے لیے کئی اہم تجاویز پیش فرمائی تھیں۔ یہ تجاویز کیا ہیں؟ بلاشبہ یہ ایسے دستورالعمل ہیں جن کے اثرات

---

[1] خطبۂ حجۃ الاسلام

دوررس ہو سکتے ہیں۔ اگر آج بھی مسلمان ان پر عمل پیرا ہو جائیں تو ان کی زبوں حالی ختم ہو جائے۔ اور معاشی، تعلیمی اور تجارتی بلکہ ہر دینی و دنیوی میدان میں ترقی کر جائیں، کسی بھی قوم سے پیچھے نہ رہیں۔ جیسا کہ گزرا، اس خطبے کا اہم گوشہ یہ ہے کہ آپ نے ملازمت کی حوصلہ شکنی کی ہے، اس کے مقابلے میں تجارت کو راجح قرار دیا ہے، اور یہ واضح کیا ہے کہ اے مسلمان بھائیو! تم ملازمت و نوکری ہی کے چکر میں پھنسے مت رہو، کیونکہ وہ ایک طرح کی غلامی ہے، آپ نے علم و ہنر سیکھنے، تعلیم و تربیت اور صنعت و تجارت پر کافی زور دیا ہے۔

ملازمت کی قلعی کھولتے ہوئے، صنعت و تجارت کے فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے اور اس حوالے سے ملت کو جھنجھوڑتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہمارا ذریعۂ معاش صرف نوکری اور غلامی ہے اور اس کی بھی یہ حالت ہے کہ ہندو نواب مسلمان کو ملازمت پر رکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ رہیں گورنمنٹی ملازمتیں، ان کا حصول طولِ امل ہے۔ اگر رات دن کی تگ و دو اور انتھک کوششوں سے کوئی معقول سفارش پہنچی تو کہیں امیدواروں میں نام درج ہونے کی نوبت آتی ہے۔ برسوں بعد جگہ ملنے کی امید پر روزانہ خدمت مفت دیا کرو۔ اگر بہت بلند ہمت ہوئے اور قرض پر بسر اوقات کر کے برسوں کے بعد کوئی ملازمت حاصل بھی کی تو اس وقت تک قرض کا اتنا انبار ہو جاتا ہے، جس کو ملازمت کی آمدنی سے ادا نہیں کر سکتے۔ پھر ہندوؤں کی اکثریت کے باعث

آنکھوں میں کھٹکتے رہتے ہیں۔ ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہماری روزی نوکری میں منحصر ہے، ہمیں حرفے اور پیشے سیکھنا چاہئیں......اب اس کی تمام قابلیتیں ہیچ ہیں، سندیں بے کار ہیں، زندگی وبال ہے، اولاد کی تربیت اس ناداری میں کیوں کر ہو سکے۔ خود تباہ، نسل برباد، لیکن پیشہ ور ہوتا، ہاتھ میں کوئی ہنر رکھتا تو اس طرح محتاج نہ ہو جاتا۔ نوکری گئی بلا سے، اس کا ذریعۂ معاش اس کے ساتھ ہوتا۔ ہمیں نوکری کا خیال ہی چھوڑ دینا چاہئے۔ نوکری کسی قوم کو معراجِ ترقی تک نہیں پہنچا سکتی۔ دست کاری اور پیشے سے تعلق پیدا کرنا چاہئے۔ [1] ملخصاً

حضرت حجۃ الاسلام کے خطبۂ صدارت کی جامعیت اور اثر انگیزی مشہور قلمکار مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی بانی و مہتمم دارالقلم دہلی کے درجِ ذیل تبصرے سے خوب واضح ہے۔

’’حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ (وصال ۱۹۴۳ء) نے سنی کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۵ء مرادآباد کے اندر جو تاریخی خطبۂ صدارت پیش فرمایا تھا، اس میں بڑی جامعیت و بالغ نظری اور شعبہائے عمل کی تقسیم و تفصیل کے ساتھ اسلامیانِ ہند کو انہوں نے دعوتِ عمل دیا تھا، جس کی روشنی میں اگر کچھ پیش قدمی کی گئی ہوتی تو اسلام کی رفعت و عظمت اور مسلمانوں کی سربلندی و سرخروئی کو آج اس طرح گوناگوں چیلنجوں کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔‘‘ [2]

---

[1] خطبۂ حجۃ الاسلام، ص ۵۲/۵۱، بحوالہ تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۴۹۰ [2] نقوش فکر از مولانا محمد یٰسین اختر، ص ۹۴۲/۹۴۱

لڑکیوں کی تعلیم پر زور : علم روشنی ہے اور جہالت تاریکی۔''العلم نور و الجهل ظلمة ''مشہور ہے۔لہٰذا دینِ اسلام کی پاکیزگی جہالت کو ہرگز پسند نہیں کرتی۔رسول اکرم ﷺ نے جہاں بچے، جوان اور بوڑھے کی تعلیم و تربیت پر زور دیا ہے وہیں لڑکیوں اور عورتوں کو بھی علمِ دین سے آراستہ کرنے اور اسلامی تربیت سے مزین کرنے پر زور دیا ہے۔مگر معلوم نہیں مسلمانوں کو کیا ہو گیا؟ کئی صدی سے تعلیمِ نسواں کے حوالے سے مسلمانوں کی توجہات ہٹی ہوئی ہیں اور آج کل کچھ لوگوں نے توجہ دینا بھی چاہی تو انگریزوں کے چرچ اور دیگر انگلش میڈیم اسکولوں میں بھیجا اور بھیج رہے ہیں۔ان اداروں میں جا کر لڑکیاں تعلیم کیا حاصل کریں گی، کافی بے حیا ہو جاتی ہیں اور اسلامی تہذیب وتمدن سے کوسوں دور ہو جاتی ہیں۔بالغ لڑکے لڑکیوں کا ایک ساتھ ہونا زنا اور دیگر گناہوں کا دروازہ کھولنا ہے، اس طرح مخلوط تعلیم تو سرے سے ناجائز ہے۔اس کے علاوہ بھی ان میں اسلام کے خلاف بہت ساری باتیں رہتی ہیں، یونیفارم کو دیکھئے تو مکمل طور پر حیا سوز، نیم عریاں، ایک سے ایک رقص وسرود، گانے باجے اور ڈرامے سکھائے جاتے ہیں، مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کو سکھایا جاتا ہے۔اس طرح بے حیائی، عریانیت اور قیامت سامانیاں عام ہو چکیں اور مزید عام ہو رہی ہیں۔اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا باپ نہیں، اس کو کوئی اولاد نہیں، وہ باپ ہونے

اور بیٹا ہونے سے پاک ہے۔اس نے قرآن مجید میں صاف صاف ارشاد فرما دیا ''لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ'' (اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے)۔اس کے برخلاف انگریز انگلش میڈیم کے راستے سے مسلمان بچے بچیوں کے ذہن میں بھی اپنا یہ عقیدہ داخل کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ)۔

اللہ تبارک و تعالیٰ بھلا کرے محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ کا کہ انہوں نے کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی میں قائم فرما کر لائقِ اتباع کام کیا۔ اسی طرح ان لوگوں پر بھی رحمت الٰہی سایہ فگن رہے جنہوں نے اسری گریڈیہہ (جھارکھنڈ)، بھدوہی (یوپی) اور دیگر مقامات پر ادارے قائم کر کے سنی لڑکیوں اور عورتوں کے ایمان وعمل کے تحفظ کا سامان فراہم کیا۔ لیکن ہم قربان جائیں فکرِ رضا کے امین حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان پر کہ انہوں نے نوے سال قبل ۱۹۲۵ء ہی میں اس حوالے سے حدیثِ رسول کو بہت عام کرنے کا پیغام دیا، لڑکیوں کے لیے دینی تعلیم کا انتظام کرنے، انہیں سلائی، کڑھائی اور امورِ خانہ داری سکھانے کی تلقین پر زور دیا اور لوگوں کو برانگیختہ کیا۔ مراد آباد والی کانفرنس کے خطبۂ صدارت کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

''لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام بھی نہایت ضروری ہے اور اس میں دینیات

کے علاوہ سوزن کاری اور معمولِ خانہ داری کی تعلیم تا حدِ امکان لازمی ہے، پردے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔ [1]

ابھی کے دور میں درج بالا اقتباس کا یہ حصہ خاص طور سے قابل لحاظ ہے:

''پردے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔''

آپ کے خطبۂ صدارت کی عبارتوں سے قارئین اس نتیجے پر ضرور پہنچ چکے ہوں گے کہ اہلسنت و جماعت کے پیشوا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے نورِ نظر، لختِ جگر اور خلیفۂ و مجاز حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ و الرضوان قوانینِ اسلام کے نفاذ، قوم وملت کے تحفظ و بقا اور فروغ و ترقی کے حوالے سے اپنے دل میں کافی درد اور کسک رکھتے تھے، اسی لیے آپ نے مسلمانوں کو ملازمت پر زیادہ توجہ مبذول کرنے کی بجائے علم و ہنر سیکھنے اور تجارت کو اختیار کرنے کی تلقین کی، بدمذہبوں سے اتحاد و اتفاق نہ کرنے کی ترغیب دی اور تعلیمِ نسواں کے حوالے سے لڑکیوں کو زیورِ علم سے آراستہ کرنے، سلائی وکڑھائی اور امورِ خانہ داری سیکھنے سکھانے پر زور دیا۔ اس تعلق سے مولانا عبد المجتبیٰ مرحوم رقمطراز ہیں:

''تعلیمِ نسواں پر آپ نے اپنے خطبۂ صدارت میں کافی زور دیا ہے، بلکہ لڑکیوں کی تعلیم اور اس کی فلاح وترقی کے لیے بھی آپ بے حد کوشاں رہے۔ اور

---

[1] خطبۂ حجۃ الاسلام، ص ۱۸

صنف نازک کی بقا واستحکام نیز اس کی تعلیم کے فوائد پر آپ بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کے کتنے ملک گیر دورے اس مقصد کے تحت ہوئے۔ آپ کے مستحکم تاثرات وتجاویز جو کانفرنسوں میں پاس ہوئیں، انہیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ قدرت نے آپ کے دل میں قوم مسلم کی بقا وترقی کا کتنا درد ودیعت فرمایا تھا۔ ذیل کی کانفرنس مراد آباد کی تجاویز اس کی روشن دلیل ہیں۔‘‘ملخصاً (تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ)

☆☆☆

نواں نور

تبلیغ وارشاد اور زرین اسفار

آدمی جس قدر اونچے منصب کا ہوتا ہے اسی اعتبار سے اس کا سفر بھی اہم ہوتا ہے۔ حضور حجۃ الاسلام اور سیدی مفتی اعظم علیہما الرحمۃ والرضوان دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت کے حوالے سے اعلیٰ منصب پر فائز المرام تھے، آپ دونوں کو دین وسنیت پر سختی سے خود کاربن رہنا اور دوسروں کو بھی اس کا پابند بنانا کافی مرغوب تھا۔ آپ انہیں مقاصد کے لئے دنیا میں بھیجے گئے تھے۔ اسی لئے آپ کے اسفار اسی محور پر گردش کرتے رہے اور اسی لئے دونوں جہت سے آپ کے اسفار کافی اہم ثابت ہوئے۔ خاص طور سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضؔا محدث بریلوی جیسے مجدد اسلام کے نائب وجانشیں ہونے کے سبب آپ دونوں کی ذمہ داریاں کافی بڑھی ہوئی تھیں۔ حضرت مجدد اسلام کے مریدین واحباب کی دینی آرزو کی تکمیل کے لئے آپ نے سفر کیا اور کبھی از خود تبلیغ وارشاد کے لئے آپ نے سفر کیا۔ آپ کے اسفار دینی، ملی، ملکی، مسلکی، خانقاہی ہر طرح کے ہوئے مگر جس سفر کو ایک جہت سے اولیت حاصل ہے، وہ ہے حرمین شریفین کا سفر۔ فضلِ مولیٰ تعالیٰ سے حضرت مجدد اسلام، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم تینوں کو دو دو بار وہاں کے سفر کے مواقع میسر آئے۔

زیارتِ حرمین شریفین: حضور حجۃ الاسلام نے پہلا حج و زیارت اپنے والد گرامی فقیہِ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے ساتھ ۳۱؍سال کی عمر میں ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں کیا۔ آپ کا یہ سفر سب سے اہم و اعظم تھا۔ اس سفر میں مجدد اسلام کی معیت میں رہ کر ان کا فیضان لوٹنے کے ساتھ ساتھ آپ کے علمی و عملی کارنامے بھی خوب ظاہر ہوئے، جس کی قدرے تفصیل آپ اس کتاب میں بھی کہیں ملاحظہ کریں گے۔

پٹنہ کا سفر: حجۃ الاسلام نے ندوہ کے خلاف ''دربارِ حق و ہدایت عظیم آباد'' پٹنہ (بہار) کے تاریخ ساز ۷؍روزہ جلسہ میں شرکت کے لئے اپنے والد گرامی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ساتھ پٹنہ کا سفر کیا۔ یہ کانفرنس مخیّر قوم مولانا عبد الوحید فردوسی عظیم آباد کے زیرِ اہتمام ۷؍رجب تا ۱۳؍رجب المرجب ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں ہوئی تھی، جس میں چوٹی کے علما و مشائخ شریک ہوئے تھے۔ جس کی تفصیل حیاتِ اعلیٰ حضرت میں ہے۔

سفر جبل پور: آپ کا جبل پور (مدھیہ پردیش) کا پہلا سفر بھی بہت یادگار سفر تھا، جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ساتھ ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء میں تھا۔ یہ سفر حضرت مولانا عبد السلام جبل پوری اور حضرت مولانا برہان ملت رضوی جبل پوری علیہما الرحمۃ والرضوان کی دعوت پر ہوا تھا۔ اس سفر میں حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی بھی نہایت جامع اور پر مغز تقریر ہوئی تھی۔ حضور برہان ملت خود

''اکرام امام احمد رضا'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''۲۶/ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹/ مارچ ۱۹۱۹ء سنیچر کو بعد نماز عشاء عیدگاہِ کلاں میں عام جلسہ ہوا، تین چار ہزار کا مجمع تھا، مولانا عبد الاحد صاحب پھر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب نے تقریر فرمائی الخ۔'' (اکرام امام احمد رضا ص ۶۷ مصنف مفتی برہان الحق جبل پوری، ناشر، مجلس العلماء مظفر پور)

اسی تاریخی جلسے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے برہان ملت حضور برہان الحق جبلپوری کی دستار بندی کی، جس کی تکمیل حضور حجۃ الاسلام نے کی۔ جیسا کہ اسی کتاب کے صفحہ ۶۸ پر ہے۔ نیز اس جلسے میں حضور حجۃ الاسلام نہایت جامع اور مدلل خطاب فرما رہے تھے، سامعین ہمہ تن گوش تھے کہ امام احمد رضا تشریف لے آئے۔ آپ کی تقریر سن کر بہت مسرور ہوئے، داد دی اور کلماتِ تحسین فرمائے۔ زندگی بھر آپ کے بیانات کی بنارس، کلکتہ، مظفر پور، ادے پور، چتوڑ، کانپور، لاہور، نیز اتر پردیش، مدھیہ پردیش اور بہار کے شہروں میں دھوم رہی۔ لوگ آپ کی تقریر سنتے اور سر دھنتے''۔ (ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، پاکستان، حجۃ الاسلام نمبر ۱۳۷۹/ ۱۹۵۹ء ص ۳ تذکرۂ جمیل ۱۸۶)

اشرفیہ مبارک پور کا سفر اور تقریر: حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان، حضور حجۃ الاسلام اور سیدی مفتی اعظم علیہم الرحمۃ

والرضوان سے بہت محبت رکھتے اور کافی قدردانی فرماتے تھے، اور یہ محبت اور قدر دانی جانبین سے تھی۔ چنانچہ شہزادگان اعلیٰ حضرت بارہا جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے جلسوں اور کانفرنسوں میں مدعو ہوتے اور دارالعلوم اشرفیہ کے عروج وارتقا کے لئے کافی دعائیں دیں۔ ان بزرگوں اور دیگر اکابرین اہل سنت کی دعاؤں کے سبب اشرفیہ خوب پھلا پھولا اور مینارۂ نور بن گیا۔ الحمدللہ! سرکار مفتی اعظم ہند کے کئی دورے کا ذکر تاریخوں میں آیا ہے، مگر حجۃ الاسلام کے ایک بار کے ورود مسعود کا ذکر ملتا ہے۔ اور یہ بھی صراحت ملتی ہے کہ آپ نے وہاں تقریر فرمائی تھی، ایسا جامع و پر مغز اور ولولہ انگیز خطابِ نایاب تھا کہ سامعین دنگ رہ گئے۔ مولانا قاری مصلح الدین صدیقی مرحوم (م ۱۴۰۳/ ۱۹۸۳ء) اس وقت وہاں موجود تھے، وہ رقم طراز ہیں:

''وہابیہ اور شیعہ لوگوں نے یہ کہا کہ ایسی نورانی صورت آج تک دیکھی نہ گئی۔ اور نہ ایسی مدلل تقریر سنی''۔ (معارف رضا کراچی ص ۲۰۳)۔ امین شریعت مفتی عبد الواجد صاحب ہالینڈ کی تصریح کے مطابق دار العلوم اشرفیہ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ (یوپی) میں آپ کی جلوہ گری اور آپ کا خطاب نایاب ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء میں ہوا تھا۔

سفرِ لکھنؤ : یہ سفر وسیلۂ ظفر تاریخ کے صفحات میں ہنوز محفوظ اور الاستقامۃ فوق الکرامۃ کا بڑا روشن دستاویز ہے۔ اندازہ کیجئے فرنگی محل لکھنؤ کے تاجدار علم وفن مولانا محمد علی جوہر کے مرشد زمن حضرت مولانا شاہ عبد الباری فرنگی

محل قدس سرہ م۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء لکھنؤ کے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر اپنے تدریسی خانقاہی اور سیاسی دوستوں کے جم غفیر کے ساتھ استقبال کے لئے تشریف فرما ہیں۔اور حجۃ الاسلام خادم الحرمین کے جلسہ میں شرکت کے لئے علماء کی معیت میں وارد ہوئے۔مولانا فرنگی نے بڑھ کر خوش آمدید کہا۔مگر چشم فلک یہ نظارہ کرتی رہ گئی۔اور مجمع ششدر رہ گیا کہ حجۃ الاسلام نے مصافحہ کرنے سے انکار کردیا۔

حضرت مولانا عبدالحفیظ سابق مفتی اعظم آگرہ م ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۸ء مدفون ملتان آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں۔

''حضرت مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ سے زمانہ خلافت میں کچھ باتیں سرزد ہوگئیں۔ان پر اعلیٰ حضرت نے گرفت فرمائی آخر کار وصال سے کچھ پہلے خدام الحرمین کے جلسہ میں علماء بریلی شریک ہوئے۔اس وقت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ عالیہ نے مولانا عبدالباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ نہ کیا۔اور ان کے یہاں قیام سے بھی انکار کردیا اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت نے آپ پر جو اعتراضات کئے ہیں ان باتوں سے رجوع کیجئے۔چنانچہ حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش سے تحریر دی۔اس کے بعد حضرت مولانا حامد رضا خان نے حضرت مولانا عبدالباری کے ہاتھ چومے۔اس لئے کہ وہ صحابی کی اولاد میں ہیں۔اور وہیں قیام فرمایا۔فقیر اس موقعہ پر موجود تھا۔اسی خوشی میں دارالشفاء کی برفیاں آئیں۔اور باقاعدہ فاتحہ ہوئی اور تقسیم ہوئیں۔'' (شمع ہدایت ص۹۳۔۹۴، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

لاھـور کا سفر اور خون کا نذرانہ : ایک سفر کا واقعہ یہ ہے کہ ۸/ نومبر ۱۹۳۵ء ۱۳۵۴ھ یوم مسجد شہید گنج کے سلسلے میں بعد نماز جمعہ شاہی مسجد لاہور سے ایک لاکھ فرزندانِ توحید و رسالت ایک میل لمبا اسلحہ بند جلوس پولیس کے پہرہ میں روانہ ہوا۔ اس تاریخی اجتماع میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ، مولانا شوکت علی، نواب محمد اسمٰعیل خان مولانا غلام بھیک نیرنگ، ایم ایل اے، مولانا مظہر الدین مدیر الایمان، دہلی، مولانا عبد القدیر بدایونی، مخدوم پیر صدر الدین گیلانی کے علاوہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی شریک تھے۔ (محمد صادق قصوری، انوار امیر ملت ص ۶۳-۶۶)

جب جلوس دہلی دروازہ لاہور سے گذر رہا تھا کسی ہندو نے ایک پتھر پھینک دیا، جو حضرت حجۃ الاسلام کی پیشانی پر لگا اور خون بہنے لگا۔ حضرت سید ابو البرکات نے اپنے رومال سے چھپا دیا تا کہ مسلمان مشتعل نہ ہوں۔ (سیدی ابو البرکات ص ۳۵)

لاھور میں آپ کا قیام : حضرت حجۃ الاسلام کا لاہور میں قیام عموماً حضرت شاہ محمد غوث قادری کے مزار پر انوار پر ہوتا۔ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں یہاں حاضر ہوتے اور خوب خوب استفادہ کرتے۔ آپ کے مرید ہوتے۔ علماء آپ سے سلسلہ عالیہ قادریہ نوریہ رضویہ میں ماذون و مجاز

ہوتے۔مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد لاہوری کو بھی آپ نے ماذون ومجاز فرمایا۔ ۱۹۲۳ء میں امتحان کے لئے جامعہ نعمانیہ میں، ۱۹۳۴ء میں حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری امیر انجمن حزب الاحناف لاہور، کے عرس چہلم میں لاہور تشریف فرما ہوئے۔اس کے علاوہ آپ برابر ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۴ء تک حزب الاحناف کے جلسے کی صدارت کے لئے لاہور آتے رہے۔اور فیصلہ کن مناظرہ پر آپ کا یہ سفرِ لاہور اپنے حسنِ اختتام کو پہنچا۔[۱] بہرحال آپ کا سفر مسلکی ہو یا ملی۔یوم مسجد شہید گنج کے لئے لاہور کا ہو یا نجدیوں کے خلاف جلسہ خدام الحرمین میں شرکت کے لئے لکھنؤ کا ہو۔ہندوستان کے طول وعرض میں تادمِ اخیر ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء تک جاری رہا۔(انوار امیر ملت محمد صادق قصوری ۶۶)

امرتسر کے پندرہ روزہ اخبار الفقیہ نے بریلی اور پیلی بھیت میں ۱۵/اور ۱۶/جون کو نجدیوں کی مذمت میں ہونے والے دو جلسوں کی کارروائی بڑی تفصیل سے شائع کی ہے۔

پیلی بھیت میں تشریف آوری: پیلی بھیت

حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی م۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء کی قیام گاہ تھا اور محدث سورتی کو امام احمد رضا سے جو مؤدت ومحبت تھی، وہ شہرۂ آفاق ہے۔پھر صاحبزادۂ

---

[۱] محمد دین کلیم قادری، تذکرہ مشائخ قادریہ،ص ۲۵۳، ہفتہ وار رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ،ص ۳،۱۸/جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ

محدث سورتی مولانا عبدالاحدامام احمد رضا کے شاگرد اور خلیفہ تھے۔امام احمد رضا نے ہی آپ کوسلطان الواعظین کے خطاب سے نوازا۔آپ کوسفرِ حج میں بھی امام احمد رضا اور حجۃ الاسلام کی معیت کا شرف حاصل رہا۔اور یہ حجۃ الاسلام کے لئے بڑا اعزاز تھا اور الولدسرٌّ لابیہ کا اظہار کہ محدث سورتی کی نماز جنازہ آپ ہی نے پڑھائی۔[1] انہیں خصوصیات کے پیشِ نظر حجۃ الاسلام کا پیلی بھیت میں آنا جانا تھا۔حضرت مانا میاں قادری رضوی نبیرۂ محدث سورتی رقمطراز ہیں:

''وہ بائیس سال میں دس بارہ مرتبہ پیلی بھیت تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی عادت کے مطابق سب سے پہلے حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ کے لئے تشریف لے جاتے اور دوہی جگہ قیام فرماتے۔سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد کے مکان پر یا مولوی عبد الحق صاحب کرگھنوی م۱۹۳۲ء۱۳۵۰ھ کے یہاں۔آخر میں ان دونوں حضرات کی وفات کے بعد آپ کا قیام مولوی محمد ابراہیم صاحب کی کوٹھی میں محدث سورتی کے مزار کے قریب ہوا کرتا تھا۔پیلی بھیت میں آپ کی تشریف آوری اور چند روز قیام مسلمانوں کے لئے بڑی خوشی کا باعث ہوتے تھے۔ہر آن اہلِ عقیدت گھیرے رہتے تھے اور قدم قدم پر لوگ پروانہ وار نثار ہوتے تھے۔اعلیٰ حضرت کی تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ، اہل سنت، صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کے ادب واحترام کے

---

[1] خواجہ رضی حیدر، تذکرہ محدث سورتی، ص۱۹۶، مطبوعہ کراچی پاکستان

قیام میں آپ ہمیشہ مصروف، منہمک رہے اوراعلیٰ حضرت کے قیام کردہ مدرسہ اور ان کی تصانیفِ فتاویٰ کی ترتیب واشاعت کی جانب خصوصی توجہ فرماتے رہے۔ آپ کی حیات میں اعلیٰ حضرت کی وفات اور جدائی کا غم بڑی حد تک لوگ محسوس نہیں کرتے تھے۔'' (سوانح اعلیٰ حضرت بریلی مطبوعہ کراچی ص ۷۰، مطبوعہ ۱۹۷۰ء)

اودے پور میں نزول اجلال : اودے پور میواڑ راجستھان کو شرف رہا ہے کہ سارا کا سارا علاقہ حضرت حجۃ الاسلام کے گیسوئے ارادت کا اسیر تھا۔ اور آپ کی روحانی مملکت کی راجدھانی۔ یہاں آپ کا قیام مسلسل رہتا۔ لوگ شب وروز دیوانہ وار آپ کی زیارت سراپا کرامت کرتے، پروانہ وار نثار ہوتے۔ زائرین کے سیلاب رواں میں آپ کا روئے تاباں زیارت گاہ عالم ہوتا۔ اس منظر کی چشم دید رپورٹ پڑھیئے۔ اودے پور کے نعت گو شاعر قمر انجم صاحب پاکستان نعت کونسل، کراچی، مولانا خوشتر صدیقی صاحب کے نام ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں:

''بارہ سال کی عمر میں پہلی بار حجۃ الاسلام کی زیارت کا شرف مجھے حاصل ہوا۔ اودے پور سلاوٹ داڑی محلّہ کی جامع مسجد میں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انسانوں کا ایک سیلاب حجۃ الاسلام کی زیارت کے لئے رواں دواں دیکھا۔ اور اتنے عظیم اجتماع میں مجھے بھی حجۃ الاسلام کی ایک جھلک دیکھنے کا موقع نصیب

ہوا۔اس سے پہلے میری آنکھوں نے ایسا گورااورنورانی چہرہ نہیں دیکھا تھا۔بس ایک ہی جھلک ہر بڑے اور چھوٹے کو مبہوت کر دیتی تھی۔اور ہر آنے والا حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر (مرید ہوکر) ہی لوٹ پایا تھا۔چونکہ ہزاروں لاکھوں اس فیض سے استفادہ کرر ہے تھے۔لہٰذا کپڑے کی ململ جوکئی گزوں پر مشتمل ہوتی تھی وہ لمبی کردی جاتی تھی۔اورلوگ اس طرح ململ کپڑے کو پکڑ لیتے تھےاور حلقۂ ارادت میں داخل ہوتے جاتے تھے۔یہ عمل گھنٹوں جاررہتا تھا۔ایک ایسی کشش آپ کے وجود میں موجود تھی جو نہ صرف مسلمانوں، بلکہ کئی غیر مسلموں کو اسلام کی سعادت حاصل ہونے کا سبب ہوتی اور یہ فیضان جب تک وہ ذات اودے پور میں رہی، یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا۔‘‘

اودے پور میں آپ کا فیضان : آپ کے اودے پور دورہ کے بعد بیس سال کی عمر تک میں نے دیکھا کہ اودے پور میں ایک بھی وہابی ڈھونڈنے سے نہیں مل پاتا تھا۔اور ۱۹۴۸ء میں جب میں پاکستان آ گیا تو پھر تقریباً ہر سال اودے پور اور اجمیر شریف عرس میں حاضری کی سعادت حاصل رہی، ہر گھر میں محفلِ میلاد اور صلوٰۃ وسلام کی برکتیں آج بھی وہاں موجود ہیں۔[1]

آپ نے جودھ پور (راجستھان) کا سفر ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۳ء میں فرمایا۔ (حیات مفسر اعظم ص۲۴)

پوکھرپرا اور گنگٹی کا سفر: حضور حجۃ الاسلام

نے جودھپور، اودے پور وغیرہ کے علاوہ بہار کے کئی مقامات کے سفر کئے ہیں۔

پوکھرپرا (جو پہلے مظفر پور ضلع میں تھا اور اب اس کا ضلع سیتا مڑھی ہے) کا پہلا سفر نائب امام احمد رضا کی حیثیت سے ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں کیا۔ گنگٹی ضلع سیتامڑھی میں پہلی آمد ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں۔ مضافات دربھنگہ و مظفر پور (بہار) کا آخری دورہ محرم ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء کمتول ضلع دربھنگہ میں یک روزہ قیام، چھونٹا (رضا نگر) مسجد میں۔

☆☆☆

دسواں نور

مناظرہ اور ڈاکٹر اقبال سے ملاقات

شانِ مناظرہ حق و باطل کے مابین خطِّ امتیاز کھینچنے، حق کو ثابت کرنے اور باطل کو در گور کرنے کے لیے مناظرہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، اسلام اور مسلمانوں کے مسلّمہ عقائد میں رخنہ ڈالنے کے لیے باطل نظریات سر اٹھائیں اور ان کے چیلنج کا جواب نہ دیا جائے تو کمزور ایمان والے تذبذب کے شکار ہو جائیں گے۔ باطل عقائد پھیلیں گے اور اسلام کو سخت نقصان پہنچے گا۔ اس لیے ہر دور میں علمائے حق نے مناظرہ اور مباحثہ کے ذریعے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کیا ہے۔ مناظرہ کرنا کوئی آسان کام نہیں، اس کے لیے کافی جرأت و بسالت چاہئے۔ کافی علوم وفنون پر دسترس چاہئے، ایک مناظر کو نہایت ذکی، حاضر دماغ اور حاضر جواب بھی ہونا چاہئے۔ استحضار کے ساتھ ساتھ فریقِ مخالف کی کتابوں پر بھی گہری نظر ہونی چاہئے۔ کیونکہ معلوم نہیں کہ خصم کس طرح کا سوال کر دے تو جب اس کے مسلک کی کتابوں پر بھی نظر ہوگی تب ہی مسکت جواب دیا جا سکتا ہے اور اسی کے ہتھیار سے اس پر وار کیا جا سکتا ہے۔ فضلِ الٰہی سے حضور حجۃ الاسلام کے اندر یہ ساری خوبیاں بدرجۂ اتم موجود تھیں، اس لیے گستاخانِ رسول وہابیوں سے کئی یک مناظرے کیے۔ جن میں لاہور کا مناظرہ آپ کا تاریخی مناظرہ تھا۔

لاھور کا مناظرہ : وہابیوں کی شاخ دیوبندیوں کی یہ قدیم روایت رہی ہے کہ مناظرہ سے بہت گھبراتے ہیں۔ کہیں میدان خالی پاتے ہیں تو وہاں پہنچ کر سیدھے سادے مسلمانوں کے سامنے خم ٹھونک کر کہتے ہیں کہ تم اپنے مولویوں کو بلاؤ ان سے ہم مناظرہ کریں گے۔ اور جب ان کے چیلنج کو قبول کرلیا جاتا ہے، تاریخ متعین کردی جاتی ہے اور انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں سنی مناظر صاحب آرہے ہیں تو دو صورت میں سے ایک ضرور ان کے گلے لگ جاتی ہے۔ یا تو وہ اپنا انجام سوچ کر کسی نہ کسی حیلہ بہانہ سے میدانِ مناظرہ میں حاضر ہی نہیں ہوتے یا چار و ناچار حاضر ہو گئے تو شکست فاش کھاتے ہیں، اس کے بعد ان کو منہ چھپانے کی کوئی جگہ نہیں ملتی ہے۔ آج تک سیکڑوں مناظرے ہوئے مگر کسی مناظرے میں یہ لوگ کامیاب نہ ہوئے اور انشاء اللہ قیامت تک نہ ہوسکیں گے۔ ہر مناظرے میں ربِّ قدیر نے اہلسنت و جماعت کو شیعوں، قادیانیوں، وہابیوں، دیوبندیوں کے مقابلے میں فتح و نصرت عطا کی۔ فللّٰہ الحمد! چنانچہ لاہور کے مناظرے کا بھی یہی حال ہوا۔ اور یہ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَ لَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰى اَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ (بخاری شریف جلد اول ص ۱۶) **وَ فِيْ رِوَايَةٍ۔ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ خَالَفَهُمْ** ۔ یعنی یہ امت اللہ تعالیٰ کے دین پر ہمیشہ قائم رہے

گی، مخالفین انہیں ضرر نہیں پہونچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آ جائے۔
دوسری حدیث کا معنی یہ ہے کہ مخالفین پر غالب رہے گی۔

اس حدیث کے تناظر میں فرقۂ ناجیہ سواد اعظم اہلسنت و جماعت ہر دور میں دلائل و براہین کے لحاظ سے فرق باطلہ پر غالب و فاتح اور منصور رہے گا اور سارے جہنمی فرقے مغلوب و مفتوح، اسی لیے بفضلہٖ تعالیٰ آج بھی مناظرینِ اہلسنت ہر مناظرے میں غالب رہتے ہیں۔

۱۵؍شوال المکرّم ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں لاہور کا فیصلہ کن مناظرہ غیر منقسم ہندوستان کے مشہور شہر لاہور میں ہونا طے پایا۔ اس کا موضوع یہ تھا کہ اشرفعلی تھانوی نے اپنے کتابچہ حفظ الایمان میں لکھا ہے، ''حضور کے جیسا علم تو بچے، پاگلوں اور جانوروں کو بھی ہے'' تو اس عبارت میں حضور ﷺ کے علم کو بچہ، مجنوں اور جانوروں سے تشبیہ دے کر حضور ﷺ کی شان میں توہین و گستاخی کی ہے۔ لہٰذا وہ خود آ کر اس کفری عبارت کی صفائی دیں اور اسے اسلامی عبارت ثابت کر دیں۔ مگر جب تاریخِ مناظرہ مقرر ہوئی تو اشرفعلی تھانوی حاضر نہ ہوا۔ وہ کیا آتا اس کا وکیل منظور سنبھلی بھی میدان میں نہ پہونچا جب کہ حضرت حجۃ الاسلام اور دیگر علمائے اہلسنت اسٹیج پر پہنچ چکے تھے۔ لہٰذا وہ جلسۂ مناظرہ جلسۂ فتح میں تبدیل ہو گیا۔ نعروں کی گونج میں امامِ اہلسنت اعلیٰ حضرت کے شیرِ نر، حجۃ الاسلام علامہ مولانا حامد رضا خان فتح و کامرانی کے صلہ میں اعزاز و اکرام کے

دولہا بنے۔ کامیابی کا سہرا آپ کے سر گیا۔ تکبیر و رسالت اور اہلسنت و جماعت زندہ باد کے نعروں میں سرزمینِ لاہور گونج اٹھی۔ اس موقع سے علماء اور عوامِ اہلسنت کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی، یہ جشنِ فتح کس قدر کامیاب ہوا، اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ وہاں کے پنجابی مسلمانوں نے زوردار آواز میں کہا:

''دیوبندی مناظر نہیں آیا تو چھوڑو، ان کے چہرے دیکھ لو (حجۃ الاسلام کی طرف اشارہ کر کے) اور ان کے بھی چہرے دیکھ لو (دیوبندیوں کی طرف اشارہ کر کے) اور فیصلہ کر لو کہ حق کدھر ہے۔'' (تجلیات حجۃ الاسلام ص ۶۲)

اس موقع سے حضرت حجۃ الاسلام نے اپنا علمی جوہر خوب واضح فرمایا، آپ نے اس جشنِ فتح میں بڑا ہی جامع، پُر مغز، دل پذیر اور بے مثال خطبہ دیا، سننے والے بڑے بڑے علما، فضلا اور ادبائے وقت آپ کی فصاحت و بلاغت اور علم و فضل کی جلوہ سامانیاں دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اس دولہا کی بارگاہ میں خواص و عوام سب نے خراجِ عقیدت پیش کیا، گلے میں عقیدت کے ہار پیش کئے۔ شعرائے وقت نے نظمیں لکھیں، اس موقع سے جناب سید ایوب علی رضوی مرحوم نے بھی بارگاہ حجۃ الاسلام میں منقبت کے اشعار پیش کر کے اس موقع کے حالات کی عکاسی کرتے ہوئے خوب منظر کشی کی ہے۔

موصوف یوں منظر نامہ پیش کرتے ہیں:

ہندوستان میں دھوم مچی ہے، کس بات کی، معلوم ہے

لاہور میں دولہا بنا حامد رضا، حامد رضا
سمجھتے تھے کیا، اور کیا ہوا، ارمان دل میں رہ گیا
تیرے ہی سر سہرا رہا، حامد رضا، حامد رضا
ایوب قصہ مختصر! آیا نہ کوئی وقت پر
تیرے مقابل منچلا، حامد رضا، حامد رضا

اس قدر وقیع منظر نامہ کو ادھورا چھوڑنا دل کو کسی طرح گوارہ نہیں، اس لیے قارئین کرام بقیہ حصہ کو بھی زیب نظر کر کے آنکھوں کو ٹھنڈک اور قلب کو سرور بہم پہنچائیں۔

لاہور میں دولہا بنا حامد رضا حامد رضا

ہم سنیوں کے پیشوا حامد رضا، حامد رضا
کیا نام ہے پیارا ترا حامد رضا، حامد رضا
اعدا پہ ہے تیرِ قضا حامد رضا، حامد رضا
احباب کی ہے تو بقا حامد رضا، حامد رضا
چشم و چراغِ اصفیا، شمعِ جمال اتقیا
ممتازِ خاصانِ خدا حامد رضا، حامد رضا
گھر گھر ترا افسانہ ہے، ہر دل ترا دیوانہ ہے
اے جانِ عبدالمصطفیٰ حامد رضا، حامد رضا
صورت ہے نورانی تری، سیرت ہے لاثانی تری
طینت ہے تیری مرحبا حامد رضا، حامد رضا
بنگال تیرا مجرائی، مشتاق تیرا بمبئی
پنجاب پروانہ ترا حامد رضا، حامد رضا
ہندوستان میں دھوم ہے، کس بات کی معلوم ہے
لاہور میں دولہا بنا حامد رضا، حامد رضا
سمجھے تھے کیا اور کیا ہوا ارمان دل میں رہ گیا
تیرے ہی سر سہرا رہا حامد رضا، حامد رضا
جلتے رہیں گے حاسدیں تیرے ہمیشہ بالیقیں
پھولے پھلے گا تو سدا حامد رضا، حامد رضا
ایوبؔ قصہ مختصر آیا نہ کوئی وقت پر
تیرے مقابل منچلا، حامد رضا، حامد رضا

الغرض سرکار بغداد حضور غوث اعظم اور مشائخ مارہرہ کے برکات سے مالا مال اور امام احمد رضا کے فیضان سے سرشار اس قادری برکاتی نوری رضوی دولہا کے سامنے آنے کی کسی کو جرأت وہمت نہ ہوئی۔ کیونکہ:

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے

کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

اور اس لیے بھی کہ دشمنانِ دین حامؔد کی حمد سے کبھی حمد (تعریف) نہیں حاصل کر سکتے البتہ ہمد (مرنا، بجھنا، سکتہ، آواز بند ہونا اور ضائع ہونا) ضرور کما سکتے ہیں۔ امام احمد رضا نے بہت پہلے ہی فرمادیا تھا۔

حامد منی انا من حامد

حمد سے ہمد کماتے یہ ہیں

بہرصورت اشرفعلی تھانوی اور اس کے وکیل منظور سنبھلی وغیرہ میں سے کسی کے اندر مناظرہ کی تاب نہ ہونے کے سبب مناظرہ تو نہ ہوسکا، مگر متلاشیانِ حق اور انصاف پسند لوگوں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ واقعی دال میں کالا ضرور ہے، جب ہی تو وقت مقررہ پہ کوئی نہ آیا۔ اس لیے غیر منقسم ہندوستان کے حنفیوں کی زبردست رہنمائی کرنے والی مرکزی انجمن ''حزب الاحناف'' کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے جشنِ فتح میں اس عظیم مناظر کی خوب قدردانی کی گئی، جس کا اندازہ ماہنامہ ''فیض الرسول'' براؤں شریف بابت ستمبر ۱۹۶۶ء کے درج ذیل اقتباس سے بھی

لگائیے۔

''اہلسنت کی اس عظیم فتح پر مرکزی انجمن، حزب الاحناف کی طرف سے حضرت حجۃ الاسلام کے اعزاز میں ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا، آپ کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت و ہدیۂ تہنیت پیش کیا گیا، بعض شعرا نے اس موقع سے متعلق نظمیں لکھیں، قصیدے پڑھے اور نعرۂ تکبیر و رسالت اور حجۃ الاسلام زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اٹھی، ایسا نورانی و پر شکوہ منظر لاہور نے کبھی نہ دیکھا ہوگا''۔

لاہور کے مذکورہ تاریخی مناظرے کی قدرے تفصیل مفتی شفیق احمد شریفی کی تالیف، ''تذکرۂ اکابر اہلسنت'' کے درجِ ذیل اقتباسات میں بھی ملاحظہ کیجئے تا کہ منظور سنبھلی کی کتاب ''فیصلہ کن مناظرہ'' کے جھوٹ و بہتان کی قلعی کھل جائے اور حقیقت پورے طور پر آشکار ہو جائے۔

''بڑھتے ہوئے اختلافات کو روکنے کے لیے مرکزی دار العلوم، ''حزب احناف'' لاہور کی طرف سے مخالفین اہلسنت کو یہ کہا گیا کہ چونکہ تمہارے فرقے کے اہم قائد و ستون مولانا اشرفعلی بقیدِ حیات ہیں، اس لیے آئے دن کے اس نزاع کو بند کرنے کے لیے کیا اچھا ہو کہ ایک بار فیصلہ کن مناظرہ ہو جائے۔ ہمارے اکابر علماء بھی تشریف لے آئیں اور آپ بھی اپنے مولانا اشرفعلی صاحب کو بلا لیں اور مناظرہ میں سب سے پہلے آپ کے مولانا اشرفعلی کی ''حفظ الایمان'' والی کفریہ عبارت ہی کو موضوع قرار دیا جائے۔

اور اشرفعلی تھانوی علمائے اہلسنت کے سامنے اپنی برأت واضح اور اپنی عبارت کو اسلامی عبارت ثابت کر دیں۔ اگر اشرفعلی تھانوی خود نہ آسکیں تو کسی کو اپنا وکیل بنا کر بھیجیں، جس کی فتح وشکست اشرفعلی تھانوی کی فتح وشکست تسلیم کی جائے۔ چنانچہ مخالفین نے وعدہ کرلیا کہ مناظرہ میں مولانا اشرفعلی صاحب نہ آئے تو ان کا وکیل ضرور آئے گا۔ اہلسنت کی طرف سے اشرفعلی کے مقابلے میں حضرت حجۃ الاسلام کو مناظر منتخب کیا گیا اور یہ بات طے ہوجانے کے بعد ''فیصلہ کن مناظرہ'' کے عنوان سے اشتہار بھی شائع کر دیا گیا۔ مگر جب مناظرہ کا وقت آیا اور علمائے اہلسنت دور دراز کا سفر طے کر کے لاہور تشریف لائے اور حجۃ الاسلام بریلوی، شیخِ طریقت مولانا شاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی، حضرت صدر الافاضل مرادآبادی، حضرت پیر سید صدر الدین صاحب سجادہ نشیں موسیٰ پاک شہید، ملتان، حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد شریف صاحب کوٹلوی، مولانا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان اور دیگر علمائے کرام کثیر تعداد میں پہنچ گئے تو اشرفعلی تھانوی کسی بھی طرح نہ خود مناظرہ کے لیے آنے پر تیار ہوئے اور نہ ہی اپنا کوئی وکیل بھیجا۔ اشرفعلی تھانوی میدان مناظرہ میں آجاتے تو اختلاف ونزاع کے خاتمے کی کوئی صورت ہوجاتی۔'' (تذکرۂ اکابر اہلسنت، ص۱۲۵)

ڈاکٹر اقبال سے ملاقات اور ان کا تأثر: اسی مناظرے کے موقع سے حضرت حجۃ الاسلام کی ملاقات ڈاکٹر اقبال سے بھی ہوئی۔ کیونکہ

مناظرہ کے ججوں میں سے ایک جج کی حیثیت سے آپ کا نام بھی منتخب تھا۔ ڈاکٹر اقبال کو جب حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے اکابرِ دیوبند کی شانِ رسالت میں گستاخانہ عبارتیں سنائیں تو وہ حیرت زدہ رہ گئے اور بے ساختہ بولے کہ:

''مولانا! یہ ایسی عبارات گستاخانہ ہیں کہ ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑا، ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑنا چاہیے۔''

شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال کی ملاقات اور اعترافِ حقیقت کا ذکر حضرت علامہ منشا تابش قصوری پاکستان نے ''دعوتِ فکر'' کے ص ۳۵ پر کیا ہے، پھر اس کے حوالے سے مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی شہید مرحوم نے تذکرۂ مشائخ قادریہ کے ص ۴۸۸ پر کیا ہے۔ نیز مفتی عبدالواجد صاحب ہالینڈ نے حیاتِ مفسر اعظم کے ص ۲۴ پر کیا ہے۔

محدث اعظم پاکستان سا تحفہ ملا: اس مناظرے کی کامیابی اور جشنِ فتح سے جہاں سنیوں کے ایمان میں تازگی آئی اور بہت سے مذبذبین اور صلح کلیوں کو ایمان ویقین کی دولت ملی، وہیں حضرت حجۃ الاسلام بلکہ تمام اہلسنت کو مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی سردار احمد پاکستان جیسا تحفۂ عظیم، باوفا شاگرد، لاجواب مفتی اور بے بدل مناظر کی شکل میں ملا۔ واقعہ کی تفصیل ملاحظہ ہو:

''حضرت حجۃ الاسلام انجمنِ حزب الاحناف کے جلسے میں لاہور تشریف

لے گئے۔ وہاں چند روز آپ کا قیام رہا۔ جلسہ گاہ میں دوسرے لوگوں کی طرح مولانا سردار احمد صاحب بھی آئے۔ اور حضرت حجۃ الاسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ (مولانا سردار احمد صاحب اس وقت انگریزی تعلیم حاصل کر رہے تھے) حضرت کی زیارت نے آپ کے قلب پر جو اثرات چھوڑے انہیں آپ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ اس روز سے برابر حضرت کی قیام گاہ پر پہنچتے رہے۔ دوسرے لوگ آتے اور اپنی اپنی حاجتیں بیان کرتے، لیکن مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ از اول تا آخر خاموش مؤدب بیٹھے رہتے اور جب حضرت کے آرام کا وقت ہوتا تو لوگوں کے ساتھ اٹھ کر چلے جاتے۔ اسی طرح کئی دن گزر گئے اور حضرت کی وطن واپسی میں ایک یا دو دن باقی رہ گئے۔ چنانچہ ایک روز خود حجۃ الاسلام قدس سرہ نے آپ سے دریافت کیا کہ صاحبزادے کیا وجہ ہے کہ آپ روز آتے ہیں لیکن خاموش بیٹھ کر چلے جاتے ہیں؟ دریافتِ حال پر مولانا موصوف نے علمِ دین حاصل کرنے کی غرض سے آپ کے ہمراہ چلنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ حضرت نے بخوشی منظور فرمالیا۔ اور اپنے ساتھ بریلی شریف لایا۔ چنانچہ حضرت کی باکرامت صحبت سے اپنے وقت کے عظیم محدث اور کامیاب مدرس ہوئے۔ اور تقسیمِ پاکستان کے بعد لاہور میں سنی مسلمانوں کی قیادت آپ کے حصے میں آئی۔ [1]

---

[1] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بابت جون ۱۹۶۳ء، ص ۱۷۔۱۸، تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۴۸۹

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے مفتی سردار احمد کو شریعت وطریقت کا ایسا جام پلایا کہ وہ ایک عام آدمی کی سطح سے اٹھ کر مینارۂ نور و ہدایت بن گئے۔ ایسے لائق و فائق بنے کہ حضور حجۃ الاسلام اپنے تلامذہ اور خلفا میں سب سے زیادہ حضرت مفتی صاحب موصوف سے محبت فرماتے تھے۔ ہاں یہ وہی ہیں جنہیں ایک عرصۂ دراز تک سرکار مفتی اعظم اور حضور صدر الشریعہ علیہما الرحمۃ والرضوان سے شرف تلمذ حاصل ہے، جن کی نگاہِ کیمیا ساز نے انہیں محدث اعظم پاکستان بنا دیا۔ یہ بیک وقت علم و ہدایت اور کرامت و بزرگی کے تینوں آفتاب ومہتاب، حضور حجۃ الاسلام، حضور صدر الشریعہ، حضور مفتی اعظم ہند کی نگاہِ محبت اور تربیت و شفقت کے مرکز بنے رہے۔ عرصۂ دراز تک دار العلوم منظر اسلام بریلی اور مظہر اسلام بریلی میں تدریسی خدمات انجام دیں اور شیخ الحدیث کے منصبِ جلیلہ پر فائز رہ کر خدمتِ حدیث کرتے رہے۔ پھر تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان تشریف لے گئے، لائل پور میں مدرسہ ''مظہرِ اسلام'' قائم فرمایا، تا دمِ آخر بخاری شریف وغیرہ کا درس دیتے رہے اور پورے پاکستان میں علمی شعاعیں بکھیرتے رہے۔ لائل پور پاکستان میں آپ کا مزار پُر انوار زیارت گاہِ خواص وعوام ہے۔

ابو الکلام کے جسم پر کپکپی حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان سیاست دانوں کی چالوں کو خوب سمجھتے تھے اور اپنے زمانے کے حال سے پوری طرح باخبر رہ کر مسلمانوں کو دشمنوں کی سیاست و

ریاست کے چنگل سے بچانے کی ہر ممکن جد و جہد کرتے رہتے تھے۔ساتھ ہی اس آندھی میں اڑنے والے علما، مسلم قائدین اور دانشوروں سے افہام و تفہیم اور حق نہ قبول کرنے پر ان سے ہر طرح کی نبرد آزمائی کے لیے بھی تیار تھے۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

''بریلی شریف میں تحریکِ خلافت کے اراکین نے ایک جلسہ رکھا، جس میں چند علماے اہلسنت بھی مدعو تھے اور بوقت جلسہ وہ (ابو الکلام) بھی سیاسی نیتاؤں اور مولویوں کے ساتھ براجمان تھے، اسی موقع پر مناظرہ کی ٹھن گئی، مخالفین کو ابو الکلام آزاد کی طلیق اللسانی اور زبان آوری پر بڑا ناز تھا۔ اہلسنت و جماعت کی طرف سے حضرت علامہ سید سلیمان اشرف صاحب بہاری علیہ الرحمہ جو اس وقت علی گڑھ یونیورسٹی میں وہاں کے شعبۂ دینیات کے صدر تھے، مناظر اور حجۃ الاسلام اپنی طرف کے صدر منتخب ہوئے۔

علامہ سید سلیمان اشرف صاحب نے سوالات کی بوچھار شروع کی، حجۃ الاسلام بیچ بیچ میں انہیں ضروری ہدایات دیتے رہے، تھوڑی ہی دیر میں ابو الکلام آزاد اور ان کے رفقا گھبرا اٹھے، حتی کہ جس وقت علامہ سید سلیمان اشرف صاحب نے تقریر شروع کی تو ابو الکلام گونگے بن گئے، ہر شخص اپنا اور بیگانہ متعجب تھا کہ آزاد اوران کے رفقا کو یہ سانپ کیوں سونگھ گیا؟ ابو الکلام اس موقع پر بید کی طرح کانپ رہے تھے۔

ابوالکلام آزاد نے ایک بار عربی زبان میں مناظرہ کا چیلنج دیا تو حجۃ الاسلام نے منظور کرتے ہوئے یہ شرط رکھی تھی کہ مناظرہ بے نقطہ عربی میں ہوگا، یہ سن کروہ ہکابکارہ گئے اور خاموشی سے نکل جانے ہی میں اپنی عافیت سمجھی''۔ [۱]

بے باکی کے ساتھ حمایتِ اسلام ''لکھنو میں مسلمانوں کے نکاح وطلاق کے معاملے میں قانون بنائے جانے پر ایک کانفرنس کے موقع پر حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ شیعہ اور ندوی مولویوں کے علاوہ شاہ سلیمان چیف جسٹس ہائی کورٹ اور حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے داماد و بھتیجا عبدالوافی بھی تھے۔ حجۃ الاسلام صاحب نے جرح میں سب کو اکھاڑ دیا اور فیصلہ ان ہی کے حق میں ہوا۔ حمایتِ اسلام، شریعتِ مصطفیٰ اور ناموسِ رسالت کے معاملہ میں حجۃ الاسلام نے ہمیشہ حق گوئی سے کام لیا اور کسی بھی مصلحت کو پھٹکنے نہ دیا''۔ [۲]

آپ ھی ''بڑے مولانا'' کیوں حجۃ الاسلام علامہ مولانا حامد رضا خان نوری کو جہاں اور القاب وآداب سے یاد کیا جاتا تھا وہیں بریلی شریف میں ''بڑے مولانا صاحب'' سے بھی یاد کیا جاتا رہا۔ ماہ رمضان ۱۹۸۱ء میں سرکار مفتی اعظم کے دیدار سے شرفیاب ہونے کے لیے راقم جب بریلی شریف پہنچا تو جنکشن سے باہر رکشا والے نے آواز دی ''کیا آپ کو بڑے مولانا کے یہاں جانا

---

۱ مقدمہ فتاوی حامدیہ ص ۵۵-۵۶ ۲ تذکرۂ مشائخِ قادریہ رضویہ ص ۴۸۶

ہے؟'' اس وقت راقم نے یہی سوچا کہ یہاں بڑے مولانا، سیدنا اعلیٰ حضرت ہی کو کہا جاتا ہے، بعد میں معلوم ہوا کہ یہاں کے عرف میں ''بڑے مولانا'' حضرت حجۃ الاسلام کو کہا جاتا ہے۔ جبکہ امام احمد رضا کو سرکار اعلیٰ حضرت اور ان کے خلفِ اصغر کو سرکار مفتی اعظم سے یاد کیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر حجۃ الاسلام کو بڑے مولانا صاحب یا بڑے حضرت سے کیوں تعبیر کیا جاتا ہے۔ تو اس کا جواب مفتی تقدس علی خان علیہ الرحمہ کی زبانی سماعت فرمائیے:

''اس بابت روایت ہے کہ حضور حجۃ الاسلام کی ابتدائی جوانی تھی۔ حضور اعلیٰ حضرت سے اسماعیل نامی ایک وہابی آمادۂ بحث ہوا۔ حجۃ الاسلام نے اعلیٰ حضرت سے اس وہابی سے بحث کرنے کی اجازت طلب کی اور وہابی کو خاموش کر دیا۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے آپ کو ''بڑے مولانا'' کہہ کر خطاب فرمایا۔ یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ عوام و خواص سب آپ کو ''بڑے مولانا صاحب'' کہنے لگے''۔ [۱]

☆☆☆

---

[۱] تجلیات حجۃ الاسلام ص ۳۵، ناشر: ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا بریلی شریف، حاشیہ تذکرۂ جمیل ص ۱۰۷

گیارہواں نور

اپنی تصنیفات ونگارشات کے آئینے میں

رد قادیانی میں الصّارم الربّانی: قادیانی اسلام سے خارج فرقہ ہے۔اس کے کافر ومرتد ہونے پر تمام اہلِ اسلام کا اتفاق واجماع ہے، کیونکہ متفق علیہ عقیدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں،ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔قرآن شریف میں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:''وَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ ''اور حدیثوں میں ارشاد ہوا:''لا نَبِیَّ بَعْدِیْ ''(میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔اسی لیے مسیلمہ کذاب،اسود عنسی اور مختار ثقفی وغیرہم مدعیان نبوت سے فیروز دیلمی،ابوبکر صدیق،ابوموسیٰ اشعری اور عبداللہ بن زبیر وغیرہم صحابۂ کرام نے قتال کیا اور انہیں قتل کر دیا۔مگر چودھویں صدی میں جہاں دیوبندیت وغیرہ کئی فتنے جنم لئے وہیں غلام احمد قادیانی کا فتنہ بھی نہایت عظیم فتنہ تھا،جس نے نبوت کا دعویٰ کیا،خود کو مسیحِ موعود بنایا۔وقت کے سارے علمائے اہلسنت نے ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے کئی فتاویٰ اور رسالے اس کی تردید میں شائع کیے۔

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کو یہ شرف حاصل ہے کہ غلام احمد قادیانی اور اس کے باطل عقیدوں کی تردید میں جامع طور سے سب سے پہلے

ایک عظیم اور مدلّل کتاب چند ہی دنوں میں لکھ ڈالی۔ جبکہ اس وقت آپ کی صرف ۲۳ر سال کی عمر تھی، آپ کے پاس سب سے پہلے سہارنپور سے سوال آیا، سوال کرنے والے کا نام یعقوب علی (کلرک پولس) ہے، استفتا پر ۱۵ر رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ کی تاریخ مرقوم ہے۔ جب اس کے جواب میں آپ نے ''الصّارم الربّانی'' لکھا تو چند ہی دن میں مکمل کر کے آخر میں لکھا کہ الحمدللہ کہ یہ مختصر جواب ۲۲ر رمضان المبارک بروز جان افروز دوشنبہ ۱۳۱۵ھ حلہ پوش اختتام اور بلحاظ تاریخ ''الصّارم الربّانی علی اسراف القادیانی'' ہوا۔''

آپ کا یہ معرکۃ الآرا فتویٰ مولانا عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی کے مشہور و مؤقّر ماہنامہ ''تحفۂ حنفیہ'' عظیم آباد، پٹنہ میں رجب المرجب ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء کے شمارے میں ''فتویٰ عالم ربانی بر مزِ خرافات قادیانی'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ یہ فتوی بہت مؤثر ثابت ہوا، اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی قادیانیوں میں ہلچل بپا ہوگئی، قصرِ قادیانیت ہل گیا۔ بقولِ مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی:

''غلام احمد قادیانی اس وقت زندہ تھا اور اپنے علمی جنازہ پر محض مرثیہ خوانی کر رہا تھا۔''

حضور حجۃ الاسلام کے اس رسالہ کی وقعت و اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جیسے بحر العلوم اور صاحبِ تصانیف کثیرہ عالم ربانی نے جب ایک استفتا کا جواب لکھتے ہوئے قادیانیوں

کے ردّ میں ایک رسالہ رقم فرمایا تو اس میں یوں خامہ فرسا ہوئے۔

''پہلے اس ادّعائے کاذب کی نسبت، سہارنپور سے سوال آیا تھا، جس کا مبسوط جواب ولدِ اعز، فاضلِ نوجوان مولوی محمد حامد رضا خان حفظہ اللہ تعالیٰ نے لکھا اور بنامِ تاریخی'' **الصارم الربانی علی اسراف القادیانی** ''مسمیٰ کیا۔ یہ رسالہ حامیِ سنن، ماحیِ فتن، ندوی فگن، مکرمنا قاضی عبد الوحید صاحب فردوسی **صِیْنَ عَنِ الْفِتَنِ** نے اپنے رسالۂ مبارکہ ''تحفۂ حنفیہ'' کہ عظیم آباد سے ماہوار شائع ہوتا ہے، میں طبع فرمادیا۔''[۱]

ہم تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اب بھی باحیات ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں آسمان پر زندہ اٹھا لیا، پھر وہ قربِ قیامت نازل ہوں گے۔ اس کے برخلاف غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے۔ ظاہر ہے کہ ان کا یہ عقیدہ بالکل باطل ہے۔ حضور حجۃ الاسلام کے پاس سوال آیا کہ حضرت عیسیٰ اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھا لیے گئے، اسے ثابت کریں اور قطعیۃ الدلالۃ آیت سے ثابت کریں، صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہئے، جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ جس طرح نیچری اور آج کل کے جاہل غیر مقلدین نام نہاد

---

[۱] رسالہ السوٗ والعقاب علی المسیح الکذاب، مشمولہ فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۲۹۸ نسخۂ قدیم

اہل حدیث سوال کرتے ہیں، اسی طرح کی جہالت پر یہ سوال مبنی ہے۔ لہذا حضور حجۃ الاسلام نے اس کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ ذرا جواب کا تیور ملاحظہ کیجئے، آپ رقمطراز ہیں۔

''ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے، جو فرقِ مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے، جاہل بیوقوف ہے یا مکارِ فیلسوف ہے

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد
گر فرقِ مراتب نکنی زندیقی

اور بالخصوص قرآن عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریحِ صریح ہونے کی تو اصلاً ضرورت نہیں حتی کہ مرتبۂ اعلیٰ اعنی ضروریاتِ دین میں بھی بہت باتیں ضروریاتِ دین سے ہیں جن کا منکر یقیناً کافر، مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات و احادیث میں نہیں۔

مثلاً باری عزوجل کا جہل محال ہونا، قرآن وحدیث میں اللہ عزوجل کے علم واحاطۂ علم کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امکان وامتناع کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ:

''واقع میں تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے، عالم الغیب والشہادۃ ہے کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے''۔

تو کیا وہ کافر نہ ہوگا؟ کہ اس امکان کا سلبِ صریح قرآن میں مذکور نہیں حاشاللہ! ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر، تو جب ضروریاتِ دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریحِ صریح قرآن وحدیث میں نہیں تو ان سے اتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مڑ چڑا پن کہ ہمیں تو قرآن ہی دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے نری جہالت ہے یا صریح ضلالت؟

اس کی نظیر یوں سمجھنا چاہئے کہ کوئی کہے فلاں بیگ کا باپ قوم کا مرزا تھا، زید کہے کہ اس کا ثبوت کیا ہے؟ ہمیں قرآن میں لکھا دکھا دو کہ مرزا تھا ورنہ ہم نہ مانیں گے کہ قرآن کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے، ایسے سفیہ کو مجنون سے بہتر اور کیا لقب دیا جا سکتا ہے؟

شرع میں نسب شہرت وتسامع سے ثابت ہو جاتا ہے، بالخصوص قرآن مجید ہی میں تصریح کیا ضرور؟ یا کہا جائے کہ حضرت سیدنا یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا زید کہے میں نہیں مانتا ہمیں خاص قرآن میں دکھا دو کہ ان کی رحلت ہو چکی۔ ''سَلَامٌ عَلَیْہِ یَوْمَ وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ'' فرمایا ہے ''مَاتَ یَحْییٰ'' کہیں نہیں آیا، تو اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ قرآن مجید میں بالتصریح کتنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت وحیات کا ذکر فرمایا جو خاص یحییٰ وعیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے انتقال وزندگی کا ذکر ہوتا بلکہ قرآن نے تو انبیاء ہی گنتی کے گنائے اور باقی کو فرما دیا:

''وَ مِنۡهُمۡ مَنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡکَ'' (بہت انبیاء وہ ہیں جن کا ذکر ہی ہم نے تمہارے سامنے نہ کیا)۔

تو عاقل کے نزدیک جس طرح ہزاروں انبیاء کا اصلاً تذکرہ نہ ہونے سے ان کی نبوت معاذ اللہ باطل نہیں ٹھہر سکتی یونہی موتِ یحییٰ وحیاتِ عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ و السلام کا ذکر نہ فرمانے سے ان کی موت اور ان کی حیات بے ثبوت نہیں ہو سکتی۔ عقل و انصاف ہو تو بات تو اتنے ہی فقرے میں تمام ہو گئی اور جنون و تعصب کا علاج میرے پاس نہیں''۔

اس مسئلہ کو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا گیا، نہ انہیں سولی دی گئی، بلکہ ان کے رب عزّ وجلّ نے مکرِ یہودِ عنود سے صاف سلامت بچا کر آسمان پر اٹھایا، قرآنِ مقدس سے ثابت کرنے کے بعد بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہا بے شمار کتبِ احادیث کی تینتالیس احادیث طیبہ اور کچھ تفسیری عبارات سے حجۃ الاسلام نے ان کے قربِ قیامت آسمان سے اترنے، دنیا میں دوبارہ تشریف فرما ہو کر دینِ محمد رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنے، چالیس سال تک ان کے دنیا میں رہ کر وفات پانے، دجال اور یہود کے قتل کرنے وغیرہ کو ثابت فرمایا۔

تفسیری عبارات اور احادیث کے حوالجات کے بعد فرماتے ہیں:

''بالجملہ یہ مسئلہ قطعیہ یقینیہ عقائد اہلسنت و جماعت سے ہے، جس طرح

اس کا راساً منکر گمراہ بالیقین، یونہی اس کا بدلنے والا اور نزولِ عیسیٰ بن مریم رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی زید وعمرو کے خروج ڈھالنے والا بھی ضال، مضل، بددین کہ ارشاداتِ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں نے تکذیب کی۔

وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ (یعنی اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے)[1]

رد قادیانی اور اردو زبان و ادب پر عبور: کتاب مذکور دلائل و براہین کے اعتبار سے تو لاجواب ہے ہی، زبان و بیان اور سلاست کے اعتبار سے بھی بے نظیر و بے عدیل ہے۔ ذیل میں اس کی جھلک ملاحظہ کیجئے:

''سنا جاتا ہے، ایک صاحب کو پانچ پانی کے زور میں نئی اپج کی سوجھی کہ مہدی بننا پرانا ہو گیا اور نرا امتی بننے میں لطف ہے کیا؟ لاؤ عیسیٰ موعود بنیں اور ادعائے الہام کی بنیاد پر نبوت کی دیوار چنیں اور ادھر عیسائیوں کا زمانہ بنا ہوا ہے، اگر کہیں صلیب کے صدقے میں نصیب جاگا اور ان کی سمجھ میں آ گیا تو جنگل میں منگل ہے، سولی کے دن گئے، بڑے کی شادی کا دنگل ہے، یورپ و امریکہ و برما و انڈیا سب تخت اپنے ہی ہیں، اپنے ہی بندے خداوند تاج و شہی ہیں، پاؤں میں چاند تارے کا جوتا، سر پر سورج کا تاج ہوگا، باپ کو جیتے جی معزول کر کے بیٹے کا راج ہوگا اور ایسا نہ بھی ہوا تو چند گانٹھ کے پورے اندھے تو کہیں گئے ہی نہیں،

[1] رسالہ الصارم الربانی علی اسراف القادیانی، مشمولہ فتاویٰ حامدیہ، ص ۱۷۶

یوں بھی اپنا ایک گروہ الگ تیار، شہرت حاصل، سرداری برقرار۔

اس خیال کے جمانے کو جہاں ہزاروں گل کھلائے، صدہا جل کھیلے، وہاں ایک ہلکا سا پیچ یہ بھی چلے کہ سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا الکریم وعلیہ الصلوۃ والتسلیم تو مر بھی گئے، اب وہ کیا خاک اتریں گے اور کیا کریں دھریں گے، جو کچھ ہیں ہمیں ذات شریف ہیں، ہمیں آخری امید گاہ میں حنیف ہیں، ہمیں قاتلِ خنزیر، ہمیں قاطعِ یہود، ہمیں کاسرِ صلیب، ہمیں مسیحِ موعود، گویا انہیں کی ماں کنواری، انہیں کا باپ معدوم۔ احادیثِ متواترہ میں انہیں کے آنے کی دھوم مگر یہ ان کی نری خام ہوس ہے اور حیات وموتِ عیسوی میں ان کی گفتگو عبث۔

ہم پوچھتے ہیں موت عیسوی منافی نزول ہے یا نہیں؟ اگر نہیں اور بیشک نہیں جیسا کہ ہم مقدمۂ خامسہ میں روشن کر آئے جب تو اس دعوے سے تمہیں کیا نفع ملا اور احادیثِ نزول کو اپنے اوپر ڈھالنے سے کیا کام چلا اور اگر بالفرض منافی جانیے، تو یقیناً لازم کہ موت سے انکار کیجئے، حیات ثابت مانیے، کہ اگر موت ہوتی تو نزول نہ ہوتا، مگر نزول یقینی، کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ متواترہ اس کی دلیلِ قطعی، مسلمان ہرگز کسی فریب دہندہ کی بناوٹ مان کر اپنے رسولِ کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے ارشادات کو معاذ اللہ غلط و باطل جاننے والے نہیں، جو کوئی ان کے خلاف کہے اگرچہ زمین سے آسمان تک اڑے، مسلمان اس کا ناپاک قول بدتر از بول، اسی کے منہ پر مار کر الگ ہو جائیں گے اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے دامنِ پاک سے لپٹ جائیں گے، اللہ تعالیٰ ان کا دامن نہ چھڑائے دنیا نہ آخرت میں۔ آمین، آمین **بجاہ عبدک یا ارحم الراحمین**۔

اور بفرضِ باطل یہ سب کچھ سہی پھر آخر تمہاری میسیحیت کیوں کر ثابت ہوئی؟ ثبوت دو اور اپنے دعوے کی غیرت کی آن ہے تو صرف قرآن سے دو!

وہ دیکھو قرآن کی بارگاہ سے محروم پھرتے ہو، اچھا وہاں نہ ملا، حدیث سے دو۔ دیکھو حدیث کی درگاہ سے خائب و خاسر پلٹتے ہو، خیر یہاں بھی ٹھکانہ نہ لگا تو کسی صحابی ہی کا ارشاد، کسی تابعی ہی کا اثر، کسی امام کا قول کچھ تو پیش کرو کہ احادیثِ متواترہ میں مصطفےٰ ﷺ نے جو نزولِ عیسیٰ کی بشارت دی ہے، اس سے مراد کوئی ہندی پنجابی ہے، جہاں جہاں ابن مریم ارشاد ہے وہاں کسی پنجابن کا بچہ مغل زادہ مراد ہے اور ایسے بدیہی البطلان دعوؤں کا کہیں سے ثبوت نہ دے سکو، ہر طرف سے ناامید، ہر طرح سے باطل، تو عوام کو چھلنے اور پینترے بدلنے اور ترچھے نکلنے اور الٹے اچھلنے سے کیا حاصل؟ حضرت مسیح مع جسم و روح یا صرف روح سے بعدِ انتقال گئے یا جیتے جاگتے، تمہیں کیا نفع؟ اور تم پر ذلت بے ثبوتی کیوں کر دفع؟ تمہارا مطلب ہر طرح مفقود، تمہاری دعا ہر طرح مردود، پھر اس بے معنی بحث کو چھیڑ کر کیا سنبھالو گے؟ اور عیسیٰ کی وفات سے مغل کو مرسل، پنجابن کو مریم، نطفے کو کلمہ، اول کو اکرم، بیاہی کو کنواری، ادخال کو دم کیوں کر بنا لوگے؟ بالجملہ وہی دو حرف کہ مقدمۂ ثالثہ و رابعہ میں گزرے ان تمام جہالاتِ فاحشہ

کے رد میں کافی ووافی ہیں وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

تنبیہ پنجم:۔ بفرضِ باطل یہ بھی سہی کہ نزولِ عیسیٰ سے مراد کسی مماثلِ عیسیٰ کا ظہور ہے، مگر مصطفیٰ ﷺ نے صرف اتنا ہی تو ارشاد فرمایا کہ نزول عیسی ہوگا بلکہ اس سے پہلے بہت وقائع ارشاد ہوئے ہیں کہ جب یہ واقع ہولیں گے اس کے بعد نزول ہوگا، اس کے مقارن بہت احوال واوصاف بتائے گئے کہ اس طور پر اتریں گے، یہ کیفیت ہوگی، اس کے لاحق بہت حوادث وکوائن بیان فرمائے گئے کہ ان کے زمانے میں یہ یہ ہوگا، آخران سب کا صادق آنا تو ضرور ہے۔

مثلاً سابقات میں روم وشام وتمام بلادِ اسلام باستثنائے حرمین شریفین سب مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا، سلطانِ اسلام کا شہادت پانا، تمام زمین کا فتنہ وفساد سے بھر جانے کے باعث اولیائے عالم کا مکۂ معظّمہ کو ہجرت کر جانا، وہاں حضرت امامِ آخرالزماں کا طوافِ کعبہ کرتے ہوئے ظہور فرمانا، اولیاءِ کرام و سائر اہلِ اسلام کا ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا، نصاریٰ کا وابق یا اعماق ملک شام میں لام باندھنا۔

ان کی طرف مدینہ طیبہ سے لشکرِ اسلام کا نہضت فرمانا، نصاریٰ کا اپنے ہم قوم نومسلموں سے لڑائی مانگنا، مسلمانوں کا انہیں اپنی پناہ میں لینا، لشکرِ مسلمین کا تین حصے ہو جانا، نصاریٰ پر فتحِ عظیم پانا، فتح یاب حصے کا قسطنطنیہ کو نصاریٰ سے

چھیننا، ملحمۂ کبریٰ کا واقع ہونا، ہزار ہا مسلمانوں کا تین روز اپنے خیموں سے قسم کھا کر نکلنا کہ فتح کرلیں گے یا شہید ہو جائیں گے اور شام تک سب کا شہید ہو جانا، آخر میں نصرتِ الٰہی کا نزول فرمانا، مسلمانوں کا فتحِ اجلّ واعظم پانا، اتنے کافروں کا کھیت ہونا کہ پرندہ اگر ان کی لاشوں کے ایک کنارے سے اڑے تو دوسرے کنارے تک پہنچنے سے پہلے مرکر گر جائے۔

مسلمانوں کا اموال غنیمت تقسیم کرتے وقت میں، ابلیسِ لعین کی زبان سے خروجِ دجال کی غلط خبر سن کر پلٹنا، وہاں اس کا نشان نہ پانا، پھر اس خبیث **"اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنہُ"** کا ظہور کرنا، بیشمار عجائب دکھانا، مینہ برسانا، کھیتی اگانا، زمین کو حکم دے کر خزانے نکلوانا، خزانوں کا اس کے پیچھے ہولینا، سب سے پہلے ستر ہزار یہود طیلسان پوش کا اس کافر پر ایمان لانا، اس کا لشکر بننا، دجال کا ایک جوان مسلمان کو تلوار سے دو ٹکڑے کر کے پھر زندہ کرنا، اس (مسلمان) کا اس پر فرمانا کہ اب مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ تو وہی کانا کذاب ملعون ہے جس کے خروج کی ہمیں نبی ﷺ نے خبر دی تھی، اگر کچھ کر سکتا ہے تو اب تو مجھے کچھ ضرر پہنچا، پھر اس کا ان پر قدرت نہ پانا، خائب و خاسر ہو کر رہ جانا، چالیس روز میں اس ملعون کا حرمین طیبین کے سوا تمام جہاں میں گشت لگانا، اہلِ عرب کا سمٹ کر ملکِ شام میں جمع ہونا، اس خبیث کا انہیں محاصرہ کرنا، بائیس ہزار مرد جنگی اور ایک لاکھ عورتوں کا محصور ہونا۔

کیا تمہارے نکلنے سے پیشتر یہ سب وقائع واقع ہو لئے؟ واللہ کہ صریح جھوٹے۔

اب چلئے مقارنات: ناگاہ اسی حالت میں قلعہ بند مسلمانوں کو آواز آنا کہ گھبراؤ نہیں فریاد رس آ پہنچا، عیسیٰ موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا بابِ دمشق کے پاس دمشق الشام کے شرقی جانب منارۂ سپید کے نزدیک دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے آسمان سے نزول فرمانا، بے نہائے بالوں سے پانی ٹپکنا، جب سر جھکائیں یا اٹھائیں موئے مبارک سے موتیوں کا جھڑنا، یہاں تکبیر ہو چکی نماز قائم ہے، حضرت امام مہدی کا بامرِ عیسیٰ امامت فرمانا، حضرت کا ان کے پیچھے نماز پڑھنا، سلام پھیر کر دروازہ کھلوانا، اس طرف ستر ہزار یہودِ مسلّح کے ساتھ اس مسیحِ کذابِ یک چشم کا ہونا، مسیح صدیق صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم کو دیکھتے ہی اس کا بدن گھلنا، بھاگنا، عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا اس کے تعاقب میں جانا، ''باب لد'' کے پاس اسے قتل فرمانا، اس کا خونِ ناپاک اپنے نیزۂ پاک پر دکھانا، کیا تم پر یہ صفات صادق ہیں؟ کیا تم سے یہ وقائع واقع ہوئے؟ لا واللہ صریح جھوٹے ہو۔

آگے سنئے واقعاتِ عہدِ مبارک : سیدِ موعودِ مسیح محمود صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ کا صلیبیں توڑنا، خنزیر کو قتل فرمانا، جزیہ اٹھا دینا، کافر سے ''اما الاسلام و اما السیف'' پر عمل فرمانا یعنی ''اسلام لا ورنہ تلوار'' تمام کفارِ روئے زمین کا مسلمان یا مقتول ہونا، یہود کو گن گن کر قتل فرمانا، پیڑوں

پتھروں کا مسلمانوں سے کہنا، اے مسلمان آ یہ میرے پیچھے یہودی ہے، سوادِ ین اسلام کے، تمام مذاہب کا یکسر نیست و نابود ہو جانا، ''روحاء'' کے راستے سے حج یا عمرے کو جانا، مزارِ اقدس سید اطہر ﷺ پر حاضر ہو کر سلام کرنا، قبرِ انور سے جواب آنا اور ان کے زمانے میں ہر طرح کا امن و چین ہونا، لالچ، حسد، بغض کا دنیا سے اٹھ جانا، شیر کے پہلو میں گائے کا چرنا، بھیڑیئے کی بغل میں بکری کا بیٹھنا، سانپ کو ہاتھوں میں لے کر بچوں کا کھیلنا، کسی کو ضرر نہ پہنچانا، آسمان کا اپنی برکتیں اونڈیل دینا، زمین کا اپنی برکات اگل دینا، پتھر کی چٹان پر دانہ بکھیر دو تو کھیتی ہو جانا، اتنے بڑے اناروں کا پیدا ہونا (کہ) چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت کا آ جانا، ایک بکری کے دودھ سے ایک قوم کا پیٹ بھرنا، روئے زمین پر کسی کا محتاج نہ ہونا، دینے والا اشرفیوں کے توڑے لئے پھرے کوئی قبول نہ کرے وغیرہ وغیرہ۔

کیا یہ تمہارے اس زمانۂ پرشور و شین کے حالات ہیں؟ کلا واللہ صریح جھوٹے ہو، اسی طرح اور وقائعِ کثیرہ مثلاً یاجوج و ماجوج کا عہدِ عیسوی میں نکلنا، دجلہ و فرات وغیرہما دریا کے دریا پی کر بالکل سکھا دینا، عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بحکمِ الٰہی مسلمانوں کو کوہِ طور کے پاس محفوظ جگہ رکھنا، یاجوج و ماجوج کا دنیا خالی دیکھ کر آسمان پر تیر پھینکنا کہ زمین تو ہم نے خالی کر لی اب آسمان والوں کو ماریں، اللہ تعالیٰ کا ان خبیثوں کے استدراج کے لئے تیروں کو آسمان سے خون آلودہ واپس فرمانا، ان کا دیکھ کر خوش ہونا، کودنا، پھر عیسیٰ علیہ السلام کی دعاء سے ان اشقیاء پر

بلائے نغف کا آنا، سب کا ایک رات میں ہلاک ہوکر رہ جانا، روئے زمین کا ان کی عفونت سے خراب ہونا، دعائے عیسوی سے ایک سخت آندھی آکر ان کی لاشیں اڑا کر سمندر میں پھینک دینا، عیسیٰ و مسلمین کا کوہِ طور سے نکلنا، شہروں میں از سرِ نو آباد ہونا، چالیس سال زمین میں امامتِ دین وحکومتِ عدل آئین فرما کر وفات پانا، حضور سید المرسلین ﷺ کے پہلوئے مبارک میں دفن ہونا۔

جب تم اپنی عمر جو لکھا کر آئے ہو پوری کر لو تو انشاء اللہ العظیم سب مسلمان علانیہ دیکھ لیں گے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے تمہیں تو گلا دبا کر تمہارے مقرِّ اصلی کو پہنچایا اوران باقی واقعوں سے بھی کوئی تم پر صادق نہ آیا پھر تم کیوں کر مماثلِ عیسیٰ و مرادِ احادیث ہو سکتے ہو؟ اگر کہیے ہم حدیثوں کو نہیں مانتے، جی یہ تو پہلے ہی معلوم تھا کہ آپ منکرِ کلامِ رسول اللہ ہیں (ﷺ)۔

مگر یہ تو فرمایئے کہ پھر آپ مسیحِ موعود کس بنا پر بنتے ہیں؟ کیا قرآن عظیم میں کوئی آیتِ صریحہ قطعیۃ الدلالۃ موجود ہے کہ عیسیٰ کا نزول موعود ہے؟ تو بتاؤ اور نہیں تو آخر یہ موعود کہاں سے گا رہے ہو؟ انہیں حدیثوں سے، جب حدیثیں نہ مانو گے موعودی کا پھندنا کس گھر سے لاؤ گے؟''۔ [1]

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی زبان دانی، ان کی فصاحت و بلاغت، نثر نگاری و شاعری خصوصاً عربی زبان و ادب پر عبور اور مہارت کی تعریف علمائے

---

[1] فتاویٰ حامدیہ ص ۲۱۳ تا ۲۲۰

عرب نے بھی کی ہے۔ حجۃ الاسلام کے دوسرے حج وزیارت (۱۳۴۲ھ) کے موقع پر عرب کے معروف عربی داں حضرات شیخ سید حسن دباغ اور سید محمد مالکی ترکی نے آپ کی عربی دانی اور قابلیت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اس طرح اعتراف کیا ہے:

''ہم نے ہندوستان کے اکناف واطراف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح وبلیغ دوسرا نہیں دیکھا جسے عربی زبان میں اتنا عبور حاصل ہو''۔

حضور اعلیٰ حضرت کی حیات ہی میں حضرت مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی علیہ الرحمہ نے ایک بار اپنے ایک رسالے پر، جسے انہوں نے علمِ غیب کے مسئلہ پر لکھا تھا، حجۃ الاسلام سے تقریظ لکھنے کی فرمائش کی، حضرت نے قلم برداشتہ ان کے سامنے عربی زبان میں ایک وقیع تقریظ تحریر فرمادی۔

اعلیٰ حضرت کی عربی زبان کی کتب ''**الدولة المكية**'' اور ''**كفل الفقيه الفاهم**'' کی تبییض کے وقت اعلیٰ حضرت کے حکم پر علی الفور عربی زبان میں تمہیدات تحریر کردیں، جنہیں دیکھ کر اعلیٰ حضرت بہت خوش ہوئے، خوب سراہا، دعائیں دیں۔

آپ کی عربی دانی کا اہم واقعہ : ''حجۃ الاسلام کو ایک بار دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف میں طلبہ کا امتحان لینے اور دارالعلوم کے معائنہ کے لیے دعوت دی گئی، طلبہ کے امتحان وغیرہ سے فارغ ہو کر جب آپ چلنے لگے تو

مولانا معین الدین صاحب اجمیری نے دارالعلوم کے معائنہ رپورٹ کے سلسلہ میں کچھ لکھنے کی فرمائش کی۔

آپ نے فرمایا: ''فقیر تین زبانیں جانتا ہے، عربی، فارسی اور اردو، آپ جس زبان میں کہیں لکھ دوں''۔ مولانا معین الدین صاحب اس وقت تک اعلیٰ حضرت یا حجۃ الاسلام کی علمی لیاقت سے مکمل طور پر متعارف نہیں تھے، انہوں نے کہہ دیا عربی میں تحریر کردیجئے۔

حضور حجۃ الاسلام نے قلم برداشتہ کئی صفحے کا نہایت ہی فصیح و بلیغ عربی میں معائنہ تحریر فرمادیا۔ حجۃ الاسلام کے اس طرح قلم برداشتہ لکھتے وقت مولانا معین الدین صاحب حیرت زدہ بھی ہورہے تھے اور سوچ بھی رہے تھے کہ جانے کیا لکھ رہے ہیں، کیونکہ ان کو بھی اپنی عربی دانی پر بڑا ناز تھا۔

اسی لیے عرب کے بڑے بڑے علما حجۃ الاسلام کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ

''ان کی عربی زبان، ان کی گفتگو اور تحریر سب کچھ اہل عرب جیسی ہے۔ اور یہ لگتا نہیں کہ کسی ہندی کی عربی ہے، بلکہ آپ کی عربی کو دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ یہ اہل زبان کی عربی ہے''۔[1]

حضرت حجۃ الاسلام کی عربی تحریرات کئی قسم کی ملتی ہیں (۱) تمہیدات و

---

[1] تجلیات حجۃ الاسلام، ص۱۱۴، از رشحات قلم ڈاکٹر مولانا عبدالنعیم عزیزی مرحوم

خطباتِ کتاب (۲) تراجم (۳) تاریخی مادے (۴) تقریظات (۵) عربی اشعار۔

تمہیدات ملاحظہ کیجئے۔

الدولة المكيه کی تمهيد : اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے دوسرے سفرِ حج ۱۳۲۳ھ میں علم غیب رسول ﷺ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے عربی زبان میں صرف آٹھ گھنٹے میں ایک جامع، مبسوط اور معرکۃ الآرا کتاب ''الدولة المكيه بالمادة الغيبيه'' کے نام سے عربی زبان میں تصنیف فرمادی، جبکہ اس وقت آپ کافی بخار کی حالت میں تھے۔ پھر آپ کے حکم سے اس کی تمہید حضرت حجۃ الاسلام نے جو اس وقت آپ کے ساتھ شریکِ حج تھے، بڑے جامع انداز میں لکھی اور آپ کی تمہید ہی کے ساتھ یہ کتابِ مستطاب علمائے مکہ و مدینہ کی بارگاہِ اقدس میں پیش ہوئی اور آج تک شائع ہو رہی ہے۔ علمائے مکہ اس کتاب اور تمہیدِ کتاب کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

كفل الفقيه الفاهم کی تمهيد: علمائے مکہ و مدینہ زادہما اللہ شرفاً وعدلاً کی طرف سے اعلیٰ حضرت سے کرنسی نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے اس کے جواز پر عربی ہی زبان میں نہایت مبسوط، جامع اور معرکۃ الآرا کتاب ''كفل الفقيه الفاهم فی احكام القرطاس والدراهم'' تصنیف فرمائی۔ اس کی تمہید بھی اعلیٰ حضرت نے حجۃ الاسلام ہی سے لکھوائی۔ اعلیٰ حضرت

قدس سرہ ان دونوں کتاب کی تمہیدات کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، خوب سراہا اور دعائیں دیں۔ اس کتابِ لاجواب اور اس کی تمہید کو بھی دیکھ کر علمائے مکہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔

خاص بات یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں کو اردو داں عوام کے افادے کے لیے حضرت حجۃ الاسلام نے ترجمہ کر کے غیر منقسم ہندوستان میں پھیلا دیا۔

الاجازات المتینہ کی تمہید : فضلِ الٰہی اور عنایتِ رسالت پناہی سے مجدد ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو مکۃ المکرّمہ اور مدینہ منورہ کے علمائے کرام، مفتیان عظام اور مشائخ عظام کے درمیان کافی عزت و مقبولیت ملی تھی۔ تقریباً اٹھائیس (۲۸) علمائے حرمین طیبین نے احادیثِ کریمہ اور طریقت کے سلاسلِ عالیہ قادریہ وغیرہا کی اجازتیں آپ سے طلب کیں، اور انہیں اعلیٰ حضرت نے عطا بھی فرمائیں۔ اس کتاب میں ان سب علما و مشائخ کے ناموں کے ساتھ اسنادِ احادیثِ کریمہ اور سلاسلِ عالیہ مذکور ہیں۔ اس کی عربی زبان میں تمہید حضرت حجۃ الاسلام نے لکھی ہے۔ سارے اجازت نامے اعلیٰ حضرت کی تحریر کردہ ہیں اور کتاب کی ترتیب حضرت حجۃ الاسلام نے دی ہے۔

حضور حجۃ الاسلام کی عربی دانی اور قلم برداشتہ تحریر دیکھئے کہ ''الدولۃ المکیہ'' تحریر کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت نے صرف اس قدر فرمایا کہ ''کاپیاں ہو چکیں، تمہید کے لیے جگہ باقی ہے، کاپی نویس کو مضمون جلد دینا ہے، اس کی تمہید فوراً لکھ

دی جائے کہ جگہ خالی نہ رہے"۔ پھر کیا تھا، حجۃ الاسلام نے اسی وقت حضور پُر نور اعلیٰ حضرت کے ارشاد کے موافق تمہید لکھ کر حاضر کر دی، جسے اعلیٰ حضرت نے پسند فرمایا، ستائش فرمائی اور رسالۂ مبارکہ میں اس کے اندراج کا اذن فرمایا۔

اسی طرح ''کفل الفقیہ الفاہم'' کے بارے میں مولانا عنایت محمد غوری علیہ الرحمہ رسالہ ''سندِ مسندِ جانشینی'' میں فرماتے ہیں:

''یونہی رسالہ ''کفل الفقیہ الفاہم'' کی تمہید بھی حضرت اقدس نے فی البدیہہ تحریر فرمائی اور بارگاہِ حضور پرنور (علیہ الرحمہ) سے اس نے شرف قبول پایا اور درج رسالہ ہوئی۔ ان تمہیدوں کے تراجم خود اعلیٰ حضرت نے اپنی زبانِ فیض ترجمان سے فرمائے۔ یہ تمہیدیں فنِ ادبیت کا ایک بے مثل نمونہ اور عربیت کا ایک نادر شاہکار ہیں''۔ [۱]

اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو حضور حجۃ الاسلام کی عربی دانی، فنی صلاحیت اور فکر ونظر پر کافی اعتماد تھا۔ اور اس بات کی بھی نشاندہی ہوتی ہے کہ حجۃ الاسلام مزاج شناش تھے اور اعلیٰ حضرت کے ذہن و فکر سے پورے طور پر آشنا وہم آہنگ تھے۔ جب ہی تو اختصار کے ساتھ اعلیٰ حضرت کے فکر رسا ذہن کے مطابق ایسی تمہید لکھی ہے، جو پوری کتاب کا خلاصہ بھی ہے اور فکر وفن کا شاہکار بھی۔ نیز ''الدولۃ المکیہ'' کی تمہید اللہ تبارک وتعالیٰ

---

[۱] سندِ مسندِ جانشینی، ص۳، از مولانا عنایت محمد خاں غوری علیہ الرحمہ

کی حمد وثناء کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے علم غیب کے ثبوت پر دلائلِ قاہرہ سے مزین جواہر پارہ ہے۔ عشق ومحبت کی اعلیٰ سطح پر پہنچ کر علمِ غیب کے حوالے سے ہمارے غیب داں نبی ﷺ کی شان وہ بیان کرتے اور ''اِنَّمَا اَنَا قَاسم وَ اللّٰہُ یُعْطِیْ'' (بخاری) کی روشنی میں ان کے قاسمِ نعمِ الٰہیہ ہونے کو واضح کرتے ہیں، اس کے جلوہائے رنگا رنگ کا اس عربی تمہید کے ترجمہ سے بھی آپ اندازہ لگا سکتے ہیں، دیدہ زیب کیجئے اور ان کے عشق کو داد دیتے جایئے۔ لکھتے ہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ سب خوبیاں اللہ کو، جو جمیعِ غیوب کا کمال جاننے والا ہے، گناہوں کا بڑا بخشنے والا، عیبوں کا بہت چھپانے والا، پوشیدہ راز پر اپنے پسندیدہ رسولوں کو مسلط کرنے والا، [۱] اور سب سے افضل درود اور سب سے کامل تر سلام ان پر، جو ہر پسندیدہ سے زیادہ اور ہر پیارے سے بڑھ کر پیارے ہیں۔ غیبوں پر اطلاع پانے والوں کے سردار، جن کو ان کے رب نے خوب سکھایا۔ اور اللہ کا ان پر فضل بہت بڑا ہے اور وہ ہر غیب پر امین ہیں اور غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔ اور نہ وہ اپنے رب کے احسان سے کچھ پوشیدگی میں ہیں کہ جو ہو گزرا یا آنے والا ہو، ان سے چھپا ہو تو وہ ملک اور ملکوت کے مشاہدہ فرمانے والے ہیں اور اللہ عزوجل کی ذات وصفات کے ایسے دیکھنے والے ہیں

---

(۱) مظہر کا ترجمہ مسلط کرنے والا اس لیے کیا گیا کہ ظہور یا اظہار کے صلہ میں علیٰ آئے تو اس کے معنی چیرہ شدن یا چیرہ گردانیدن ہو جاتے ہیں۔ یعنی مسلط کر دینا یا قبضہ میں دے دینا کما یقال ظہر علیہ ای غلب علیہ کذا فی الصراح۔ ۱۲ حامد رضا غفرلہ)

کہ نہ آنکھ کج ہوئی اور نہ حد سے بڑھی، تو کیا تم جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں، اس میں ان سے جھگڑتے ہو؟ اللہ نے ان پر قرآن اتارا ہر چیز کا روشن بیان دینے کو، تو حضور نے تمام اگلے پچھلے علوم پر احاطہ فرمایا اور ایسے علموں پر جو کسی حد پر نہ رکیں اور گنتی ان تک پہونچنے سے تھک رہے اور تمام جہان میں ان کو کوئی نہیں جانتا تو آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے علم اور تمام عالم کے علم اور لوح وقلم کے علم یہ سب مل کر ہمارے محبوب ﷺ کے علموں کے سمندروں سے ایک ایک بوند ہیں۔ اس واسطے کہ حضور ﷺ کے علوم (اور تم نے کیا جانا کہ حضور کے علم کیا ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کے درود وسلام) سب سے بڑا چھینٹا اور عظیم تر چلو ہیں۔ ان غیر متناہی سمندر یعنی علمِ قدیمِ الٰہی سے تو حضور اپنے رب سے مدد لیتے ہیں اور تمام جہان حضور سے مدد لیتا ہے، تو اہل عالم کے پاس جو کچھ علوم ہیں وہ سب حضور کے علم ہیں اور حضور کے سبب ہیں اور حضور کی سرکار سے آئے اور حضور سے اخذ کئے گئے ہیں۔

رسول اللہ ! تجھ سے مانگتا ہے، ہر بڑا چھوٹا
تیرے دریا سے چلو یا ترے باراں سے اک چھینٹا
ترے آگے کھڑے ہیں اپنی حد پر تیرے علموں سے
کوئی نقطہ ہی پر ٹھہرا، کوئی اعراب پر ٹھٹکا

اللہ تعالیٰ ان پر درود وسلام بھیجے اور ان کی آل واصحاب پر برکتیں اور اعزاز

نازل فرمائے۔الٰہی ایسا ہی کر۔[1]

سفر حج اور الدولۃ المکیہ کیونکر : ۱۳۲۳ھ کا اعلیٰ

حضرت اور حجۃ الاسلام کے حج و زیارت کا سفر سراپا ظفر تھا، کیونکہ یہ سفرِ مبارک اگرچہ حج و زیارت کے لیے تھا جو محض اللہ و رسول کی رضا و خوشنودی اور جذبۂ اخلاص پر مبنی ہوتا ہے، مگر اس میں اور حکمتوں کے ساتھ یہ حکمت الٰہیہ بھی تھی کہ ''الدولۃ المکیہ'' اور ''حسام الحرمین'' کے گلدستے تیار ہوں، مولانا سلامت اللہ رامپوری اور ان کی کتاب ''اعلام الاذکیا'' کا دفاع ہو، علمِ غیبِ مصطفیٰ ثابت کیا جائے اور دیوبندیوں کے سرغنہ خلیل احمد انبیٹھوی اور دیگر وہابیوں کے ناپاک عزائم کو ملیامیٹ کیا جائے۔ یہ حکمتِ الٰہی اس وقت واضح ہو کر سامنے آئی جب اعلیٰ حضرت اور حجۃ الاسلام مکۃ المکرّمہ پہونچے، اس حوالے سے مولانا ابراہیم خوشتر علیہ الرحمہ کے تبصرے کے ساتھ ''الملفوظ'' کی ذیل کی عبارتیں ملاحظہ کیجیے:

''قضا و قدر کا یہ فیصلہ بڑا برمحل اور احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے لیے رہتی دنیا تک بڑا روشن فیصلہ تھا کہ حضرت حجۃ الاسلام کے حج و زیارت کا سفر بظاہر امام احمد رضا کے اس سفر مبارک کا سبب سراپا ظفر بن گیا۔ برصغیر کی دم توڑتی ہوئی وہابیت نے مملکتِ حجاز کی سرکاری چھاؤں میں سنبھالے کا سانس لینا چاہا، مگر ع

''عدو شرے برانگیزد کہ خیرے مادریں آید''

---

[1] (نوٹ) عوام کی آسانی کے لیے ہم نے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے، تمہید کی عربی عبارت درج نہیں کیا۔ قادری نوری

کی حکمتِ الٰہیہ امام احمد رضا پر سایہ فگن ہوگئی اور قدم قدم پر حضرت حجۃ الاسلام کو دینِ متین کی فتوحات میسر آئیں۔ سمع و بصر کے حوالے سے امام احمد رضا کا یہ بیان بڑا حقیقت افروز ہے۔

''وہ حکمت الٰہیہ یہاں آ کر کھلی، سننے میں آیا کہ وہابیہ پہلے سے آئے ہوئے ہیں، جن میں خلیل احمد انبیٹھوی اور بعض وزراءِ ریاست و دیگر اہلِ ثروت بھی ہیں، حضرت شریف تک رسائی پیدا کی ہے اور مسئلۂ علمِ غیب چھیڑا ہے اور اس کے متعلق کچھ سوال، اعلمِ علماءِ مکہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال سابق قاضیِ مکہ و مفتی حنفیہ کی خدمت میں پیش ہوا ہے۔ میں حضرتِ موصوف کی خدمت میں گیا۔ میں نے بعدِ سلام و مصافحہ مسئلۂ علم غیب کی تقریر شروع کی اور دو گھنٹہ تک اسے آیات واحادیث واقوالِ ائمہ سے ثابت کیا اور مخالفین جو شبہات کیا کرتے ہیں ان کا ردّ کیا۔ اس دو گھنٹے تک حضرت موصوف محض سکوت کے ساتھ ہمہ تن گوش ہوکر میرا منہ دیکھتے رہے۔ جب میں نے تقریر ختم کی چپکے سے اٹھتے ہوئے، قریب الماری رکھی تھی وہاں تشریف لے گئے اور ایک کاغذ نکال لائے، جس میں مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری کے رسالہ ''اعلام الاذکیاء'' کے اس قول کے متعلق کہ حضور اقدس ﷺ کو ''هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْآخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْم'' لکھا۔ چند سوال تھے اور جواب کی چار سطریں ناتمام اٹھالائے۔ مجھے دکھایا اور فرمایا ''تیرا آنا اللہ کی رحمت تھا ورنہ مولوی

سلامت اللہ کے کفر کا فتویٰ یہاں سے جا چلتا۔'' میں حمدِ الٰہی بجالایا اور فرودگاہ پر واپس آیا۔ مولانا سے مقامِ قیام کا کوئی تذکرہ نہ آیا تھا، اب وہ فقیر کے پاس تشریف لانا چاہتے ہیں اور حج کا ہنگامہ اور جائے قیام نہ معلوم۔ آخر خیال فرمایا کہ ضرور کتب خانے میں آیا کرتا ہوگا۔ ۲۵ ؍ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کی تاریخ ہے۔ بعدِ نمازِ عصر میں کتب خانے کی سیڑھی پر چڑھ رہا ہوں۔ پیچھے سے ایک آہٹ معلوم ہوئی دیکھا تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال ہیں۔ بعدِ سلام و مصافحہ دفترِ کتب خانہ میں جا کر بیٹھے۔ وہاں حضرت مولانا سید اسمٰعیل اور ان کے نوجوان سعیدِ رشید بھائی سید مصطفیٰ اور ان کے والد ماجد مولانا سید خلیل اور بعض حضرات جن کے اس وقت نام یاد نہیں، تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا جس پر علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے، (یہ وہی سوال جن کا جواب مولانا نے شروع کیا تھا اور تقریرِ فقیر کے بعد چاک فرما دیا) مجھ سے فرمایا یہ سوال وہابیہ نے حضرت سیدنا کے ذریعے سے پیش کئے ہیں اور آپ سے جواب مقصود ہے۔ میں نے مولانا سید مصطفیٰ سے گذارش کی کہ قلم دوات دیجئے۔ حضرت مولانا شیخ کمال و مولانا سید اسمٰعیل و مولانا سید خلیل سب اکابر کہ تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے بلکہ ایسا جواب کہ خبیثوں کے دانت کھٹے ہوں۔ میں نے عرض کی کہ اس کے لئے قدرے مہلت چاہئے۔ دو گھڑی دن باقی ہے اس میں کیا ہوسکتا ہے۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے

فرمایا کل سہ شنبہ، پرسوں چہار شنبہ ہے۔ان دو روز میں ہو کر پنجشنبہ کو مجھے مل جائے کہ میں شریف کے سامنے پیش کر دوں۔ میں نے اپنے رب عزوجل کی عنایت اور اپنے نبی ﷺ کی اعانت پر بھروسہ کر کے وعدہ کر لیا اور شانِ الٰہی کہ دوسرے ہی دن بخار نے پھر عود کیا۔اسی حالت میں رسالہ تصنیف کرتا اور حامد رضا خان تبییض کرتے۔ چہار شنبہ کے دن کا بڑا حصہ یوں بالکل خالی گیا اور بخار ساتھ ہے۔ بقیہ دن میں اور بعد عشاء بہ فضلِ الٰہی وعنایتِ رسالت پناہی ﷺ کہ کتاب کی تکمیل وتبییض سب پوری کرادی۔''الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ'' اس کا تاریخی نام ہوا اور پنجشنبہ کی صبح ہی کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں پہنچادی گئی۔ملخصاً [۱]

حجۃ الاسلام اور ''اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِیَّہ'' کی تبییض:

حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خان اعلیٰ حضرت قدس سرہما کے ایسے سپوت تھے کہ ہر محاظ پر ان کے دست راست اور معاون رہے ہیں۔ ''الدولۃ المکیہ'' جو امام احمد رضا کے شاہکاروں میں سے ایک عظیم شاہکار ہے۔ جسے آپ نے شدتِ بخار کی حالت میں صرف آٹھ گھنٹے میں مکمل کیا ہے، اس میں ایک معاون کی حیثیت سے حجۃ الاسلام کا بھی بہترین کارنامہ رہا ہے۔ کیونکہ امام موصوف ایک طرف اس مبسوط کتاب کا مسودہ تیار کرتے جاتے اور حجۃ الاسلام اس کی

---

[۱] (الف) الملفوظ حصہ دوم،ص ۹،۱۰،۱۱،۱۲، ناشر قادری مشن نزد نو محلّہ مسجد بریلی شریف (ب) تذکرۂ جمیل

تبییض کرتے جاتے تھے۔جیسا کہ اوپر گزرا۔

رسالہ ''لَمعَۃُ الضُّحیٰ'' پر جامع تبصرہ: سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے داڑھی رکھنے کے بارے میں عظیم رسالہ ''**لَمعَۃُ الضُّحیٰ فِیْ اِعْفَاءِ اللُّحٰی**'' لکھا،اس میں دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ داڑھی مونڈنا یا ایک مشت سے چھوٹی کرنا ناجائز ہے۔اس کی تائید میں حضور حجۃ الاسلام نے بھی ایک زبردست تبصرہ بطور تقریظ عربی زبان میں لکھا۔ زمانہ ہوا کہ اس تبصرہ کے ساتھ مذکورہ رسالہ شائع ہوا تھا۔ہم اس عربی تبصرہ اور اس کا ترجمہ نذر قارئین کرتے ہیں۔اس سے حجۃ الاسلام کی عربی دانی پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔یہ تبصرہ نہایت فصیح و بلیغ،مسجع و مقفیٰ عبارات پر مشتمل ہے۔البتہ اس کی صرف فوٹو کاپی دستیاب ہونے کے سبب کئی مقامات پر عبارت واضح طور سے سمجھ میں نہیں آئی۔یہی حال آپ کی بعض دوسری تحریروں کا بھی ہے۔آپ رقمطراز ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبْحٰنَ مَنْ زَیَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحٰی وَ جَعَلَ شِعَارَ اَھْلِ الْشُّعُوْرِ وَ النھٰی، و ممیزۃ الفحول من الانثٰی و الخنثٰی۔ و افضل الصلوات و اکمل التحیات۔ و ازکی التسلیمات و انمی البرکات علی اشرف البرایا۔ مستوقف المطایا۔محمدن المبعوث ھدی للناس

مبشِّـرا و نذيراً ۔ و داعيًا الـى الـلّٰـه بـاذنـه و سراجا منيرا ۔ كث الـلحية تملؤ صدره المتلا المجلّٰى ۔ و عـلى اٰله و اصحابه الذين شعورهم و شعارهم ”شِعُر یٰ“ سماء العلیٰ ۔

امـا بعد ! فـان هـذا التـحـريـر الـعزيز حرى بان يهزأ بشـذور الابـريـز فيه جواهر عالية تسر به الخواطر و حـدائـق رائقة تقربه النواظر و لاغرو لانه انموذج من نتـائج افكار الجهيذ السميع. الاحوذى البارع الحبر الـمـعـظـم و البـحـر الـغطمطم. حسن محاسن الملة الـزهـراء. الـذى افتـخر به العلم و المجد و الزكا(۱). وسـمـاً عـلـى اقرانه با لحمد و النقٰى (۲) و العلٰى (۳). جـعـلـه الله عبداً لمصطفاه(۴). فـنال من حبيبه احمد رضـاه. فـمـا كان الاسرع من الوجا. اذاتیٰ فی لمحة ”بـلـمـعة الضحیٰ“. فامسى الدهرية لامعا و الضحٰى. هـزم الـفتـنة و يـداه تحت ثيابه. و قيل البدعة و سيفه فـی جـرابـه. اقـام على الوليد البليد الحاقة العظمٰى و

---

(۱) تخلص بہ اولا حضرۃ الوالد الماجد ۱۲ منہ۔ (۲) اشارۃ الی اسم جدنا الامجد خاتمۃ المحققین حضرۃ المولوی محمد نقی علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ۔ (۳) اشارۃ الی اسم جدی حضرۃ قدوۃ الاولیاء مولانا المولوی الشاہ محمد رضا علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ۔ (۴) اشارہ الی اسم ابی مجدد مائۃ الحاضرۃ امام اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ منہ۔

الطامة الکبریٰ. و خمش فی خدود حدوده. و خدش فی عذار اعذاره. فانتقض الحدود و برد الاعذار. فبعدا لی این الفرار. وبای حدیث بعده یومنون. وَ سَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا اَیَّ مُنۡقَلبٍ یَنۡقَلِبُوۡنَ. فطوبیٰ و طوبیٰ لمن اتبع الهدیٰ. و اولیٰ فاولیٰ لمن اتبع الهویٰ. فقد قال جل و علا. وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡ بَّعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الۡهُدیٰ وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُوۡمِنِیۡنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰی وَ نُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَائَتۡ مَصِیۡرًا ؕ فَیَا اَیُّهَا الشَّقِیُّ الۡمَرِیۡدُ الۡمَرِیۡضُ بِحَلۡقِ الۡلُّحٰی. الذی ادار علی عذار ذکورته بالحلق الرحیٰ. اصابتک حائقة الدین بوفاق الماردین من الیهود العنود. و المجوس و الهنود. و سائر المشرکین. و خلاف المسلمین. بل و المرسلین. بل و خاتم النبین. صلی اللہ علیہ وسلم و علیهم اجمعین فالحذر، الحذریا مَن تنشر. و کادان ینتصر. من حرنار وسقر. لواحة للبشر لا تبقی ولا تذر. و من انذر فقد اعذر. واللّٰه اکبر علی من عتا و تکبر. و عصی و تجبر و مثل بالشمر و انا عبدهُ الضعیف

محمد المعروف بحامد رضا رزقه الله شرعة الشريعة و شعرتها و اصلح عمله و اعطاه حلية التقىٰ و الرضا، آمين، آمين بجاه النبى الامين المكين فصلى الله تعالىٰ عليه و على اٰله الطيبين و اصحابه الطاهرين برحمتك يا ارحم الراحمين و كان ذلك المنتصف رجب المرجب ۱۳۱۵ھ

محمد حامد رضا خان محمدی سنی حنفی قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یعنی اللہ کی پاکی ہے جس نے مردوں کو داڑھیوں کی زینت سے مزین فرمایا اوران داڑھیوں کو اہلِ شعور وار بابِ عقل کا شعار بنایا۔اوران داڑھیوں کو مردوں کو مؤنث (عورت) اور مخنث سے ممتاز کرنے والا بنایا۔اور افضل الصلوات، اکمل التحیات، خوب پاک وستھری تسلیمات اور خوب زیادہ برکات نازل ہوں مخلوقات میں سب سے اشرف و برتر مخلوق اور سواریوں کو کھڑا رہنے کو کہنے والی ذات محمد ﷺ پر جو لوگوں کے لیے ہدایت بنا کر اس شان کے ساتھ مبعوث (بھیجے گئے) ہوئے کہ اللہ کی رحمت و جنت کی بشارت دینے والے، اللہ کے عذاب وجہنم سے ڈرانے والے اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والے اور روشن آفتاب ہیں، جن کا

چہرہ گھنی داڑھیِ مبارک سے سجا ہوا ہے جوان کے بھرے اور روشن سینے تک ہے۔ اوران کی آل واصحاب پر نازل ہوں جن کا شعور وآگہی اوران کا شعار آسمان کے بلند ستارے ''شعریٰ'' کی مثل بلند وبالا ہے۔

امابعد! سنو! یقیناً یہ پیاری تحریر اس لائق ہے کہ اس کے خالص سونے کے ٹکڑے پر قربان ہوا جائے ،اس میں قیمتی جواہر ہیں، جن سے دل خوش ہوتے ہیں اور خوشگوار باغات ہیں، جن سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں، اوراس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے،اس لیے کہ یہ کتاب پرکھنے والی اور سننے والی شخصیت کے نتائجِ افکار سے ہے، وہ شخصیت علوم وفنون میں ماہر،فضیلت میں کامل اور عظیم سمندر ہے۔اور بیچ سمندر میں تیراکی کرنے والا ہے۔

وہ شخصیت (امام احمد رضا) روشن ملت کی خوبیوں کا حسن ہے۔ وہ ایسی شخصیت ہے کہ اس پرعلم و بزرگی اور زَکا (۱) (نیک وصالح ہونا) کوبھی فخر وناز ہے۔ وہ حمد وتعریف ونُقٰی (۲) اورعُلیٰ (۳) یعنی پاکیزگی اور بلندی کے ذریعہ اپنے اقران ومعاصرین سے ممتاز اوران کی علامت ونشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی ذات کو اپنے مصطفیٰ [۱](چنے ہوئے) حضرت محمد

ترجمہ حاشیہ: (۱) زکا: حضرت والد ماجد امام احمد رضا کا پہلے یہی تخلص تھا۔۱۲منہ۔ (۲) النقی: اس سے ہمارے جدامجد خاتم المحققین حضرت مولوی محمد نقی علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہے۔۱۲منہ (۳) العلیٰ: اس سے میرے جد اعلیٰ قدوۃ الاولیاء حضرت مولانا مولوی الشاہ محمد رضا علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہے۔۱۲منہ۔ [۱] عبدالمصطفیٰ: اس میں میرے والد بزرگوار مجدد مائۃ حاضرہ، امام اہلسنت (امام احمد رضا) کی طرف اشارہ ہے (جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں غلامیت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اپنا نام عبدالمصطفیٰ رکھے ہوئے تھے) منہ۔

رسول اللہ ﷺ کا بندہ وغلام بنایا (یعنی عبدالمصطفیٰ اس کا نام ہے) ''فنال من حبیبہ احمد رضاہ ''تو اس (احمد رضا) نے اس کے حبیب احمد ﷺ سے اس کی رضا حاصل کر لی تو بوری سے تیزی کے ساتھ علم کا خزانہ نکالا۔ کیونکہ اس نے لمحہ میں کتاب ''لمعۃ الضحیٰ'' لکھ دی تو زمانہ چمک اٹھا اور چاشت کے وقت کی طرح روشن ہو گیا۔ اس نے فتنہ کو شکست دیا درانحالیکہ اس کے دونوں ہاتھ کپڑے کے اندر تھے۔ اور بدعت کو مٹایا جبکہ اس کی تلوار میان میں تھی۔ اس نے نابلد بچے پر بڑی مصیبت اور قیامت عظمیٰ قائم کر دی اور اس کے حدود کے رخساروں پر تھپڑ مارا اور اس کے اعذار و حجت کے گالوں پر خراش لگایا، تو حدود ٹوٹ گئیں اور حجت و اعذار ٹھنڈے پڑ گئے۔ تو وہ ہلاک ہو گیا، اس کے بعد کہاں بھاگ کر جائے گا۔ اور اس کے بعد کس بات پر وہ ایمان لائیں گے اور ظالم لوگ عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس جانب پلٹیں گے۔ تو خوشخبری ہے، ہاں خوشخبری ہے اس کے لیے جو ہدایت کی پیروی کرے۔ خرابی آ لگی، اب خرابی آ لگی اس کے لیے جس نے خواہشِ نفس کی پیروی کی۔ اور تحقیق کہ اللہ جل وعلا نے فرمایا: ''اور جو رسول کو ایذا پہونچائے ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد اور مسلمانوں کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ کی پیروی کرے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور ہم اسے جہنم میں ڈالیں گے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے لوٹنے کی۔''

تو اے بد بخت، سخت سرکش، داڑھی چھلانے کا مریض، جس نے اپنی ذکورت ومردمی کے رخسار پر استرہ چلا کر چکی گھما دی (چلادی)۔ تجھے دین کی دشمنی آ لگی ہے اس لیے تو داڑھی نہ رکھنے والے سرکش یہودیوں، مجوسیوں، ہندؤوں اور سارے مشرکین کی موافقت کرتا ہے اور مسلمانوں کے طریقے کی مخالفت کرتا ہے بلکہ تو سارے رسولوں بلکہ خاتم النبین ﷺ وعلیہم اجمعین کی مخالفت کرتا ہے، تو بچو بچو (ڈرو ڈرو)۔ اے وہ شخص جو بکھر گیا ہے اور قریب ہے کہ اس کو آگ کی گرمی اور جہنم کے ذریعہ بدلہ دیا جائے جو آدمی کی کھال اتار لیتا ہے، کسی کو نہ چھوڑے گا اور نہ کسی کی کھال لگی رہنے دے گا۔

اور جس نے ڈرایا تحقیق کہ اس نے انصاف کیا اور اللہ بہت بڑا ہے اس پر جو سرکشی اور تکبر کرے اور اس پر جو اس کی نافرمانی اور غرور کرے (یعنی اللہ اس پر اپنی قدرت و بڑائی ظاہر فرمائے گا) اور اس شخص کو اس کے تکبر کے سبب عذاب دیا جائے گا۔ اور میں اللہ کا ضعیف و کمزور بندہ محمد معروف بہ حامد رضا ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ اسے شریعت کے طریقے کی روزی عطا کرے اور شعور و سمجھ بھی۔ اور اس کے عمل کی اصلاح کرے (اس کے عمل کو صحیح و درست کرے) اور طہارت وتقویٰ اور اپنی رضا و خوشنودی کا زیور عطا کرے۔ آمین، آمین۔

(یا اللہ! تو میری دعا قبول فرما، قبول فرما) امانت والے اور بلند درجہ والے اپنے نبی کے صدقۂ وطفیل میں۔ فصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ الطیبین واصحابہ الطاہرین

برحمتک یا ارحم الراحمین۔ (تو اللہ تعالیٰ ان پر، ان کی طیب و طاہر آل اور پاک و صاف صحابہ پر درود نازل فرمائے۔برحمتک یا ارحم الراحمین)

اور یہ تحریر نصف رجب المرجب ۱۳۱۵ھ کو لکھی گئی۔

محمد حامد رضا خاں محمدی سنی حنفی قادری

(ترجمہ از عابد حسین قادری نوری)

عربی اشعار کے نمونے: واضح کیا جاچکا کہ حضرت حجۃ الاسلام کو عربی دانی میں کمالِ ملکہ حاصل تھا اسی لیے ایک موقع سے ایک بدمذہب نے آپ سے کہا کہ آج عربی میں مناظرہ ہوگا تو آپ نے برجستہ فرمایا کہ ہاں میں عربی زبان ہی میں مناظرہ کروں گا اور بے نقطہ کے حروف کے عربی الفاظ میں مناظرہ ہوگا۔''فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ ''(تو کافر مبہوت وخاموش ہوگیا)۔یہ تو آپ کے عربی نثر کی شان تھی۔اب آیئے عربی نظم پر آپ کو کس قدر قدرت و مہارت حاصل تھی، ملاحظہ کریں۔

(۱)اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی مذکورہ کتاب مستطاب ''الدولۃ المکیہ'' کی تمہید جب حضرت حجۃ الاسلام نے لکھی تو اس میں کچھ عربی اشعار بھی درج کیے۔کمال کی بات یہ ہے کہ ان اشعار کا ترجمہ بھی اشعار ہی میں کیا ہے۔عربی اور اردو دونوں زبان کے شعروسخن سے محظوظ ہونے کے لیے ہم انہیں نمونہ کے طور پر نقل کرتے ہیں۔ملاحظہ ہو:

وَ کُلُّھُمْ مِن رَّسُوْلِ اللّٰہِ مُلْتَمِس غرفًا مِنَ الْبَحْرِ اَوْ شفا من الدیم
و وَاقِفُوْنَ لَدَیْہِ عِنْدَ حَدِّھِمْ مِنْ نُقْطَۃِ الْعِلْم اَوْ مِنْ شکلۃ العلم

رسول اللہ! ﷺ تجھ سے مانگتا ہے ہر بڑا چھوٹا
ترے دریا سے چلو یا تیرے باراں سے ایک چھینٹا
ترے آگے کھڑے ہیں اپنی حد پر تیرے علموں سے
کوئی نقطہ ہی پر ٹھہرا، کوئی اعراب پر ٹھٹکا

(۲) کتابِ لاجواب ''الاجازات المتینہ'' کی تمہید میں بھی حضرت حجۃ الاسلام نے عربی اشعار درج کئے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

(۱) الایابیٰ من کان ملکا و سیدا و اٰدم بین الماء و الطین واقف
(۲) اذار ام امر الایکون خلافہ و لیس للنلک الامر فی الکون صارف
(۳) حاشا ان یحرم الراجی مکارمہ او یرجع الجار عنہ غیر محترم

ترجمۂ اشعار (۱) سنتے ہو! باپ قربان ہو جو اس وقت بھی بادشاہ اور سردار تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

(۲) جب وہ کسی امر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کا خلاف نہیں ہوسکتا۔ سارے جہان میں کوئی ایسا پیدا نہ ہوا، جو آپ کے ارادے کو بدل دے۔

(۳) آپ اس عیب سے پاک ہیں کہ امیدوارِ کرم آپ کی کرم نوازیوں سے محروم کر دیا جائے یا آپ کی پناہ میں آنے والا ناکام واپس جائے۔

(۳)''اجلال الیقین''پر منظوم عربی تقریظ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خلیفۂ ارشد اور روحانی فرزند برہان ملت حضرت مفتی برہان الحق جبلپوری قدس سرہ نے حضور سید المرسلین ﷺ کی تقدیس و عظمتِ شان کے حوالے سے ایک کتاب لکھی''**اجلال الیقین بتقدیس سید المرسلین**''اس کتاب میں آپ نے تقدیسِ رسالت کو ثابت کرتے ہوئے بدمذہبوں کے پرخچے بھی اڑائے ہیں اور دلائل قاہرہ سے یقین واتقان کی دولت بھی بخشی ہے۔دراصل یہ کتاب ایک معرکۃ الآرا سوال کا جواب ہے، جو کتاب کی شکل اختیار کرگیا۔اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ اس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی نہایت جامع اور وقیع تقریظ مرقوم ہے۔حضور برہان ملت علیہ الرحمہ نے حضرت حجۃ الاسلام سے بھی تقریظ لکھنے کی فرمائش کی تو آپ نے اسے قبول فرماتے ہوئے پانچ اشعار پر مشتمل منظوم عربی زبان میں تقریظ لکھی۔ملاحظہ ہو:

اَحْمَدُ اللّٰہَ خَالِقَ النَّسَمِ ذَارِءَ الْلَوْحِ بَارِءَ الْقَلَمِ

وَ نُصَلِّیْ عَلَی الْحَبِیْبِ لَہٗ اَعْلَمِ الْخَلْقِ خَیْرِ کُلِّھِمِ

وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ مَا تَمُرُّ الْسَّحَابُ بِالْدِّیَمِ

غِبَّ ھٰذَا شَمَمْتُ فَتْوَاکُمْ فَالْجَوَابُ الْجَوَابُ بِالْحِکَمِ

مِنَ الْحَقِّ فِیْہِ یَا بُرْھَانُ فَمُسَمَّاہُ لِاِ سْمِکَ کَسَمِی

الفقیر محمد المعروف بحامد رضا القادری، کان اللہ تعالیٰ لہ

مذکورہ اشعارِ تقریظ کا ترجمہ:

(۱) میں اللہ کی حمد وثناء بیان کرتا ہوں، جو روح اور لوح وقلم کا خالق ہے۔

(۲) اور اس کے حبیب پر درود پڑھتا ہوں، جو تمام مخلوقات میں زیادہ علم والے اور سب سے بہتر ہیں۔

(۳) اور ان کی آل واصحاب پر درود ہو، جب تک کہ بادل لگاتار بارش برساتے ہوئے گزرے۔

(۵،۴) اس کے بعد میں نے تمہارے فتویٰ کو سونگھا تو اے برہان الحق اسے پایا کہ یہ جواب حق تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی حکمتوں پر مشتمل جواب ہے۔تو تیرے نام برہان الحق کی طرح یہ کتاب اسم بامسمیٰ ہے کہ اس میں برہان ودلیل ہے۔

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کی مذکورہ تقریظ کے نیچے سرکار مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان بریلوی قدس سرہ کا دستخط ومہر، آپ کے عمِّ محترم حضرت الحاج مولانا مفتی محمد رضا بریلوی اور صدر الشریعہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی کی مہریں بھی ثبت ہیں۔

''الوظیفة الکریمة'' کی تمهید: ''اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ'' کا مقولہ بہت مشہور ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کا راز اور آئینہ

ہوتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے اور واقعی سچ ہے تو حجۃ الاسلام کی حیات و خدمات پر نظر ڈالنے کے بعد آپ پر یہ حقیقت ضرور منکشف ہو جائے گی کہ حجۃ الاسلام اپنے والد گرامی مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے پورے طور پر آئینہ و مظہر تھے۔ اسی لیے تقویٰ و طہارت، تصنیف و تالیف، تحقیق و تصدیق، ترجمہ و تشریح اور تمہید و تقریظ میں اعلیٰ حضرت کے عکس جمیل نظر آتے ہیں۔ لہٰذا آپ کی تصنیفات، تراجم اور تمہیدات میں بھی جمالیاتی چمن بندی ہے۔ اس لیے کہ فضلِ الٰہی اور عنایتِ رسالت پناہی سے آپ کو علوم و فنون میں مہارتِ تامہ کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کی خوبی حاصل تھی۔ گذشتہ صفحات میں ''الدولة المکیه''، ''الاجازات المتینه''، ''کفل الفقیه الفاهم'' کی تمہیدات کے حوالے سے آپ نے ملاحظہ کیا۔ اب آیئے اس کی ایک کڑی ''الوظیفة الکریمه'' کی تمہید اور خطبہ کے لیے بھی اپنے دریچۂ ذہن کو کھولیے۔ یہ وہ کتاب ہے جو سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیف کردہ ہے۔ اس کا یہ نام تاریخی ہے (اس سے ۱۳۳۸ھ کی تاریخ برآمد ہوتی ہے)، جو ان دعاؤں پر مشتمل ہے جن کا ذکر قرآن مقدس میں ہے اور جن کے فضائل احادیث طیبہ میں وارد ہیں۔ نیز ان وظائف و معمولات پر مشتمل ہے جو علما و مشائخ کا معمول و مجرب رہے ہیں۔ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خاندان میں یہ اذکار و اشغال کے جواہر پارے درِ مکنوں اور سرِّ مخزوں کی طرح معمولِ بہا تھے۔ ان وظائف و

معمولات کو اعلیٰ حضرت نے قلمبند فرمایا تھا، مگر شائع نہ کر سکے تھے، اس کا نام بھی نہ رکھا تھا اور خطبہ بھی درج نہ کیا تھا، البتہ بطور تمہید کچھ تحریر فرمانا چاہا تھا مگر نہ فرما سکے اور پردہ فرما گئے۔ ہاں انہیں ترتیب دے کر اسے خدمتِ خلق کے طور پر نفعِ عوام وخواص اور حصولِ ثواب کے لیے حضور حجۃ الاسلام نے شائع کر دیا۔ جس سے حضور حجۃ الاسلام کی فنی صلاحیت اور جذبۂ خدمتِ خلق کا پتہ چلتا ہے۔ کتاب مذکور کے آغاز میں نہایت وقیع اور جامع خطبہ اور تمہید بزبانِ عربی وارد وقلمبند فرمائی ہے، جو ''اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ'' کا پتہ دیتی ہے۔ لکھتے ہیں:

''حضور پُر نور سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطورِ تمہید کچھ فرمانا چاہا تھا، مگر وہ جواہر مثل درمکنوں سینۂ اقدس میں مخزون رہے، دل نے نہ چاہا کہ ان الفاظ کریمہ سے ایک حرف بھی کم ہو، انہیں بجنسہ نقل کر کے کہ یہیں تک تھے، جو فہم قاصر میں آیا ہدیۂ ناظرین کیا، اس رسالہ کا نام بھی کچھ نہ تجویز فرمایا تھا، تاریخی نام اور خطبہ فقیر نے اضافہ کیا''۔

گدائے آستانۂ قدسیہ رضویہ فقیر محمد حامد رضا خان قادری غفرلہ

اللہ و رسول عز و جل ﷺ، حضور غوث اعظم اور اعلیٰ حضرت قدست اسرارہما کی بارگاہ کے آداب سیکھنے اور مذکورہ کتاب کی افادیت کے حوالے سے آغازِ کتاب کی یہ عبارت دل کی گہرائی میں اتار لینے کے قابل ہے۔ آپ رقمطراز ہیں:

''حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے ہمیں مولائے عالم، والیِ اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے بندگانِ بارگاہِ عالم کی پناہ میں کیا۔ ہمارے ہاتھ میں حضور پرنور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامنِ کرم دیا۔ اپنے اولیاء ہمارے مشائخِ سلسلہ خصوصاً ہمارے آقا و مولیٰ حضور سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایۂ رحمت ہم پر دراز کیا۔ جنہوں نے ہم تک پہنچایا کہ تمہارا حیاوالا ربِّ کریم حیا فرماتا ہے کہ بندہ اس کے حضور ہاتھ پھیلائے اور وہ خالی ہاتھ پھیر دے۔ ہمیں خود حکمِ دعا دیا اور اپنے کرم سے اجابت کو لازم فرمایا۔ ''**فَعَلَيْكُمْ بِالدُّعَاءِ فَاِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَ اَنْ يُّبْرَمَ**'' بارگاہِ کرم سید اکرم ﷺ سے حضور پرنور سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں جو مبارک دعائیں ہمیں پہنچیں اور وہ اذکار و اشغال کہ درِّ مکنون کی طرح خاندانِ عالیہ میں مخزون تھے، برادرانِ اہلسنت وخواجہ تاشانِ قادریت و رضویت کے لیے شائع کرتے اور دعوے سے کہتے ہیں کہ ان کا عامل دین و دنیا کی برکتوں سے مالا مال ہوگا۔ ہر بلا و آفت سے محفوظ رہے گا، مولیٰ تعالیٰ ان کی برکات سے تمام اہلسنت کو مستفیض فرمائے۔ آمین!''

نوٹ:۔ اللہ اور رسول کے فرمودات پر حضور حجۃ الاسلام کو کس قدر یقین اور اعتماد و بھروسہ ہے کہ دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ ''ان وظائف و معمولات پر عمل کرنے والا دین و دنیا کی تمام برکتوں سے مالا مال ہوگا اور ہر طرح کی بلاء و

آفت اور حادثہ ومصیبت سے بچتا رہے گا''۔ اسی افادیت کے پیش نظر راقم الحروف فقیر قادری نے اس کی شرح لکھ کر ''وظائف امام احمد رضا'' کے نام سے شائع کردیا ہے۔

(نوٹ) الوظیفۃ الکریمہ کے آغاز میں حجۃ الاسلام نے جو عربی زبان میں خطبہ رقم فرمایا وہ بھی نہایت جامع وو قیع ہے، اسے وہیں دیکھنا چاہئے۔

ماہنامہ شریعت پر تقریظ اور مدیر کی حوصلہ افزائی:

حوصلہ افزائی: حضور حجۃ الاسلام کے خلیفہ حضرت مولانا محمد سعید شبلی مرحوم، فیروز پور، پنجاب سے ایک رسالہ ماہنامہ ''شریعت'' شائع کرتے تھے، حضور حجۃ الاسلام نے علم دین کی قدر دانی اور مولانا موصوف کی حوصلہ افزائی کے طور پر اس پر تقریظ لکھی اور اس کی تصدیق فرماتے ہوئے اس کا ممبر بننے اور اس کی امداد واعانت کی طرف ایما بھی فرمایا۔ کمال کی بات یہ ہے کہ اردو زبان کے ساتھ ساتھ عربی زبان میں بھی اس کی تحسین فرمائی اور نظم کی صورت میں اس کا تعارف لکھا۔

تقریظ از قلم عظیم البرکت، حجۃ الاسلام، امام اہل سنت علامہ الحاج مولٰینا مولوی مفتی قاری شاہ محمد حامد رضا خان صاحب قادری نوری، زیب سجادہ بریلی شریف۔

☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

حامدا و مصلّیاً و مسلّماً

نَحۡمَدُ اللّٰہَ خَالِقَ النَّسَمِ — بَارِءَ الۡلَوۡح، ذَارِءَ الۡقَلَم

وَ نُصَلِّی عَلَی الۡحَبِیۡبِ لَہٗ — سَیِّدِ الۡخَلۡقِ خَیۡرِ کُلِّھِمۡ

وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ — وَ عَلٰی الۡتَّابِعِیۡنَ ذِیۡ الۡکَرَم

غِبَّ ھٰذَا شَمَمۡتُ مِنۡ سِفۡرٍ — اِسۡمُہٗ لِلۡشَّرِیۡعَةِ کَسَمِی

اَیَّدَ اللّٰہُ مُدِیۡرَہٗ الۡشِّبۡلِیۡ — مَتَّعَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ بِالۡحِکَم

حَامِدُ فَادۡعُ لَہٗ تَضَرُّعاً — دِیۡمَ فِیۡ الۡکَوۡنِ مَا النَّھل الدِیَم

ترجمہ: (۱) ہم اللہ کی حمد وتعریف بیان کرتے ہیں جوروح کا خالق اورلوح محفوظ کا خالق ہےاورقلم کا۔

(۲) اوراس کے حبیب پردرود پڑھتے ہیں جوتمام مخلوق کے سرداراورتمام مخلوقات میں بہتر ہیں۔

(۳) اوران کے کرم والے آل واصحاب اوربخشش والے تابعین پر۔

(۴) اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ میں نے ایک رسالہ سے جس کا نام ’’ماہنامہ شریعت‘‘ ہے،خوشبوسونگھی۔جواسم بامسمّٰی ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ اس کے ایڈیٹر محمد سعید شبلی کی تائید فرمائے اوراس کی حکمتوں سے مسلمانوں کومتمتع وبہرہ ورکرے۔

(۶) اے حامد! تو اس کے لیے گڑگڑا کر دعا کر کہ ہمیشہ اس پر لگا تار بارش ہوتی رہے۔ (ترجمہ از نوری)

فقیر نے رسالہ مبارکہ ''شریعت'' کے بعض پرچے جستہ جستہ چند مقامات سے مطالعہ کئے۔ الحمد للہ اسے مطابق احکامِ شریعت و موافقِ عقائدِ حقہ اہلسنت اسم با مسمی پایا۔ یہ رسالہ بنگرانی اور سرپرستی ایک عالم مقتدائے قوم وملت، فقیر کے مجازِ طریقت، فاضل جلیل و عالمِ نبیل جناب مولانا مولوی محمد سعید شبلی فرید کوٹی ماہانہ نشر واشاعت پاتا اور فیروز پور چھاونی (پنجاب) سے شائع ہوتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ یوماً فیوماً روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور عامۂ اہل اسلام و برادرانِ اہلسنت کو عموماً اور فقیر کے عزیزانِ طریقت وخواجہ تاشانِ قادریت و یارانِ رضویت کو خصوصاً اسکی اعانت اور خدمت کی توفیق رفیق کرے۔ آمین!

فقیر محمد حامد رضا خاں قادری نوری غفرلہ

۲۳ رشوال المکرّم ۱۳۵۲ھ

خوش خطی: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے بارے میں حضرت ملک العلما علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

یہ فضل و کمال اعلیٰ حضرت کی خصوصیات سے تھا، جس درجہ علم و فضل میں انہیں کمال حاصل تھا، اسی درجہ نسخ، نستعلیق، شکستہ خطوط بھی بہت پاکیزہ تھے، اور حد درجہ گٹھا ہوا تحریر فرماتے تھے اور بہت ہی زود نویس۔ چار آدمی

نقل کرنے بیٹھ جاتے اور حضرت ایک ایک ورق تصنیف کر کے انہیں نقل کرنے کو عنایت فرماتے ، یہ چاروں نقل نہ کرنے پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا''۔[۱]

ٹھیک اسی طرح حضور حجۃ الاسلام کا قلم نہایت تیز رفتار اور برق بار تھا۔ آپ کی کئی کتابوں اور مکتوبات کی فوٹو کاپیاں، فقیر راقم الحروف کی نظروں سے گزریں، نہایت ستھری، خوشنما اور گٹھی آپ کی تحریریں ہیں۔اس کی وجہ یہی ہے کہ فضل الٰہی سے آپ کو اعلیٰ حضرت جیسے باکمال ، پاکیزہ وخوش نما تحریر والے استاذ ملے تھے، ان کی صحبت با فیض اور تربیتِ باا ثر نے جہاں آپ کو علم وفن اور فضل وکمال میں یکتائے روزگار بنا دیا، وہیں خوش خطی اور سرعتِ تحریر میں بھی بے مثال بنا دیا اور یہی ستھری وخوشنمائی سرکار مفتی اعظم کی تحریر میں بھی ملتی ہے۔ابھی حال ہی میں جب میں بریلی شریف سے بدایوں ہوتا ہوا مارہرہ مطہرہ جار ہا تھا تو بدایوں شریف کی ایک لائبریری میں ایک عالم دین کی کرم فرمائی سے علامہ فضل حق خیرآبادی، اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم ہند کی تحریرات کی زیارت کرنے کا شرف حاصل ہوا، جو نہایت دیدہ زیب اور گٹھی تھیں اور سطور بالکل سیدھی۔ در حقیقت بات یہ ہے کہ یہ دونوں مظہر اعلیٰ حضرت تھے، ان کے علوم وفنون کے سچے اور کامل امین ووارث تھے۔

---

[۱] حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، نسخۂ جدیدہ، ص ۳۲۷

عہدِ طالب علمی سے حاشیہ نگاری: حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی جودتِ طبع اور تبحرِ علمی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ زمانۂ طالب علمی ہی سے کتابوں پر حواشی لکھا کرتے، مغلق سے مغلق عبارت پر حاشیہ لگا کر اسے آسان کر دیتے، اگر عبارت پر کوئی اعتراض وارد ہوتا تو اسے واضح کر کے اس کا جواب قلم بند فرما دیتے۔ بقولِ مولانا محمد ابراہیم خوشتر ماریشس:

''پڑھنے کے زمانے ہی میں آپ نے درسیات کی امہاتِ کتب، خیالی، توضیح تلویح، ہدایہ آخرین، بیضاوی، صحیح بخاری پر حواشی لکھ کر اپنے والدِ ذی شان (امام احمد رضا) کے زمانۂ تعلیم کی یاد تازہ کر دی۔'' (تذکرۂ جمیل)

اور ''**الاجازات المتینہ**'' میں اعلیٰ حضرت اپنے دستور کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''حاشیہ نویسی کا سلسلہ زمانۂ طالب علمی سے اب تک جاری ہے۔ کیونکہ اس وقت میرا یہ دستور رہا کہ جب کوئی کتاب پڑھی اگر وہ میری ملک میں ہے تو اس پر حواشی لکھ دیئے۔ اگر اعتراض ہوسکتا ہے تو اعتراض لکھ دیا اور اگر مضمون پیچیدہ ہے تو اس کی پیچیدگی دور کر دی۔ الخ[1]

''حضرت زیبِ سجادہ رضویہ (حجۃ الاسلام) نے تمام درسیات معقول و منقول، تفسیر و حدیث وفقہ و اصول جملہ علوم وفنون حضور پرنور مجد دِ دین وملت اعلیٰ

---

[1] الاجازات المتینہ، ص ۱۵۶

حضرت قدس سرہ سے حاصل کیے۔ پڑھنے پڑھانے کے وقت کے حواشی کتبِ درسیات، خیالی، توضیح تلویح، ہدایہ آخرین، تفسیرِ بیضاوی وصحیح بخاری وغیرہ پر موجود ہیں۔ درس کے وقت بعض سوالات خود حضور پرنور اعلیٰ حضرت قدّس سرہ کو ایسے پسند آئے کہ ''قال الولد الاعز '' لکھ کر سوال اور اپنا جواب قلمبند فرما دیتے۔'' (تذکرۂ جمیل)

''کنز المصلّی'' پر حاشیہ: کنز المصلّی جو فقہ حنفی میں مایۂ ناز قدیم کتاب ہے، جو مولانا سید پرورش علی مرحوم قصبہ سہسوانی (بدایوں، یوپی) کی تالیف ہے۔ سید صاحب موصوف نے حضور حجۃ الاسلام سے اس پر حاشیہ لکھنے کی گزارش کی تو آپ نے نہایت جامع حاشیہ قلمبند فرمایا، جو مطبع اہلسنت بریلی سے شائع ہوا۔ چنانچہ اس کے ٹائٹل پیج پر یہ عبارت درج ہے۔

''الحمدللہ! یہ رسالہ بہ تحشیۂ فاضلِ خاندان جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خان سلمہ الرحمٰن حسبِ فرمائشِ جناب سید صاحب والا مناصب مولوی سید پرورش علی صاحب سہسوان حفظہ المنان مطبعِ اہل سنت وجماعت واقع بریلی میں ۷/صفر ۱۳۲۳ھ کو طبع ہوا۔''

حجۃ الاسلام اور ماھنامہ یادگارِ رضا: حضور حجۃ الاسلام نے جہاں اور تحریکوں اور تنظیموں کے ذریعہ دین وملت کی خدمتیں کی ہیں، وہیں تصنیف وتالیف، اعلیٰ حضرت اور دیگر علمائے اہلسنت کی تصنیف

کردہ کتابوں کی طباعت واشاعت اور ماہنامہ ''یادگارِ رضا بریلی'' کے ذریعہ بھی خوب خدمات انجام دیں۔ ہر دور میں میڈیا کی ضرورت رہی ہے، اس کی اہمیت وافادیت ہر دور میں محسوس کی گئی ہے اس دور میں اور سیدنا امام احمد رضا اور حضور حجۃ الاسلام کے دور میں تو اور بھی اس کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اسلام کے پیغامات پہنچانے اور اسلام دشمن کے اعتراضات کا جواب دینے میں صحافت بہترین رول ادا کرتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر کہ انہوں نے ماہنامہ ''الرضا'' بریلی سے جاری کیا اور مولانا شاہ فضلِ حسن صابری مرحوم پر کہ انہوں نے ہفت روزہ اخبار ''دبدبۂ سکندری رام پور'' جاری کیا اور ان کے ذریعہ ان دونوں نے خوب خدمات اسلامی کیں اور پیغامات اسلامی نشر کیے اور دشمنوں کو منہ توڑ جوابات بھی دیئے۔ حضور حجۃ الاسلام کے درجات کو بھی باری تعالیٰ بلند سے بلند تر فرمائے کہ انہوں نے بھی اس کی اہمیت اور افادیت کو بخوبی محسوس کیا اور ماہنامہ ''الرضا'' کے بند ہونے کے بعد ماہنامہ ''یادگارِ رضا'' بریلی جاری کیا اور اس کا ایڈیٹر اپنے شاگردِ رشید، ادیبِ شہیر مولانا ابرار حسن تلہری کو متعین کیا۔ یہ ماہنامہ زبردست خوبیوں کا حامل تھا، اس کے مضامین بڑے اچھوتے اور گرانقدر ہوتے تھے۔ کہنہ مشق قلمکاروں کی تحریریں اس میں چھپتی تھیں، اس میں حضور حجۃ الاسلام اور سرکار مفتیِ اعظم ہند علیہما الرحمہ کی کاوشیں بھی چھپا

کرتیں، محدثِ اعظم مولانا سید محمد کچھوچھوی، مبلغِ اسلام مولانا عبد العلیم صدیقی رضوی میرٹھی، مولانا سید احمد اشرف اور مولانا عرفان علی بیسل پوری وغیرہم خلفا و تلامذۂ اعلیٰ حضرت کی تحریرات پر یہ رسالہ مشتمل تھا، جو اس کی وقعت و افادیت کی ضمانت تھیں۔ اس مؤقر رسالہ کا بارِگراں اگر چہ ابتداءً جماعتِ رضائے مصطفیٰ نے برداشت کیا، مگر کچھ ہی دنوں کے بعد اس کے کل اخراجات کی ذمہ داری حضور حجۃ الاسلام اور سرکار مفتی اعظم ہند کے سر آ گئی اور ان دونوں بزرگوں نے اس کے ذریعہ اسلام وسنیت کی خوب تبلیغ کی۔

بقول، مولانا شہاب الدین رضوی:

''یہ یاد رہے کہ اس سے قبل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی سرپرستی میں اور مولانا حسن رضا کی ادارت میں شائع ہونے والے ''ماہنامہ الرضا'' کے بند ہونے پر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی کی سرپرستی اور مولانا ابرار حسن تلہری کی ادارت میں ''ماہنامہ یادگار رضا'' کا اجرا ہوا۔ سارا خرچۂ طباعت، جماعت رضائے مصطفیٰ برداشت کرتی تھی، کچھ دنوں بعد حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم دونوں شخصیات کے باہم اشتراک وتعاون اور سرپرستی میں شائع ہوتا رہا، پھر دونوں بزرگ کی سرپرستی میں ایک عرصۂ دراز تک کامیابی کے ساتھ نکلتا رہا''۔ [1]

---

[1] تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص ۳۸۴

حضرت حجۃ الاسلام کی قلمی کاوشیں

(۱)الصّارم الربّانی علی اسراف القادیانی ۔غلام احمد قادیانی کے ردمیں سب سے پہلی جامع کتاب۔

(۲)سدُّ الفرار قلمی

(۳)حاشیہ کنز المصلی ۔(مولانا سید پرورش علی سہسوانی کی تصنیف کنز المصلی پر حاشیہ)

(۴)نعتیہ دیوان

(۵)اجلی انوار الرضا

(۶)سلامۃ اللّٰہ لاھل السنۃ من سبیل الفساد و الفتنہ

(۷)حاشیہ ملا جال قلمی

(۸) الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ کا اردو میں ترجمہ

(۹) الفیوضات الملکیہ کا ترجمہ

(۱۰)آثار المبتدعین لھدم حبل اللہ المتین

(۱۱) کافی فتاوی پر مشتمل فتاویٰ حامدیہ۔

(۱۲) الدولۃ المکیہ اور کفل الفقیہ الفاھم کی عربی تمہیدیں

(۱۳)اعلیٰ حضرت کی تصنیف لطیف ''الوظیفۃ الکریمہ '' کی ترتیب اوراس کا زبانِ عربی میں نہایت وقیع خطبہ

(۱۴)الاجازات المتینہ کی ترتیب

(۱۵)اجتناب العمال عن فتاوی الجمال

(۱۶)وقایہ اہل سنت، حاشیہ مکتوبات امام احمد رضا

تصدیقات

(۱۷) **لمعة الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ**۔سیدنا اعلیٰ حضرت کی اس تصنیف پر حجۃ الاسلام نے تصدیق ثبت فرمائی ہے، جس سے آپ کی عربی زبان پر مہارت تامہ کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱۸)**السوء و العقاب علی المسیح الکذاب** (مصنفہ امام احمد رضا) پر تصدیق۔اس سے آپ کے علم وادب کی دل آویزی کا پتہ چلتا ہے۔

تعارف ''اجلی انوار الرضا'' ۱۳۳۴ھ

حضرت مولانا انوار اللہ خان حیدر آبادی علیہ الرحمہ سے بعض فروعی مسئلہ میں لغزش ہوگئی تھی جو آپ کے رسالہ ''القول الاظہر'' کے مطالعہ سے ظاہر ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے چاہا تھا کہ روبرو گفتگو اور افہام وتفہیم کے ذریعہ اس مسئلہ کا حل ہوجائے مگر اسباب فراہم نہ ہو سکے۔حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے مذکورہ رسالہ کا ردِ بلیغ فرمایا اور اس کا تاریخی نام ''اجلی انوار الرّضا'' ۱۳۳۴ھ رکھا۔

اس رسالہ کے ٹائٹل پیج پر درج ذیل عبارت مندرج ہے۔

''بحمدہ تعالیٰ یہ مبارک رسالہ مسمیٰ بنام تاریخی ''اجلی انوار الرضا''۔
۱۳۳۴ھ

از تصانیف: جناب مولانا مولوی مفتی حامد رضا خان صاحب قدس سرہ، جس میں گرامی جناب مولوی انوار اللہ خان صاحب صدر الصدور، صوبجات دکن کے رسالہ ''القول الاظہر'' کی مخصوصہ تراش کا ردِّ بلیغ ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد المأۃ الحاضرہ دام ظلہ العالی کا مفاوضۂ عالیہ بطلبِ مناظرہ صاحبِ ممدوح کے نام امضا فرمانا اور اُدھر مہرِ سکوت لگ جانا، مہینوں تقاضوں پر آواز تک نہ آنا''۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ طلب مناظرہ پر مہر سکوت لگ جانے سے اندازہ ہوا کہ بڑے بڑے علمی طنطنہ والے حضرات بھی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت اور حجۃ الاسلام علیہما الرحمہ سے مباحثہ یا مناظرہ کرنے کی تاب نہیں رکھتے تھے، اسی لیے اشرفعلی تھانوی، رشید احمد گنگوہی وغیرہما کبھی میدان مناظرہ میں نہ آئے۔

☆☆☆

بارہواں نور

حجۃ الاسلام کا مفسرانہ ومحدثانہ مقام

قادیانیوں کا ردِّ بلیغ: حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں تمام مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف قادیانیوں کا یہ باطل عقیدہ ہے کہ وہ وفات پا چکے، زندہ نہیں ہیں۔ جب کہ اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق و اجماع ہے کہ ابھی انہیں وفات نہ آئی، وہ زندہ ہیں، آسمان پر اٹھالیے گئے، قربِ قیامت اس فرش گیتی پر تشریف لائیں گے۔ دین محمدی ﷺ کی مدد و نصرت فرمائیں گے اور سالہا سال تک حکومت فرما کر وفات پائیں گے۔ قادیانیوں نے اپنے مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لیے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِذْ قَالَ اللّٰہُ تَعالٰی یٰعِیْسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا ۔ترجمہ: جب فرمایا اللہ نے اے عیسی میں تجھے وفات دینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا اور کافروں سے دور کر دینے والا ہوں۔

ان جہنمیوں نے یہ کہا کہ یہاں ''مُتَوَفِّیْکَ'' ہے، جو ''توفی'' سے مشتق ہے اور اس کے معنی موت ہیں، اور یہ لفظ قرآن میں پہلے ہے پھر واؤ عاطفہ کے بعد ''رَافِعُکَ'' ہے، جس کے معنی ہیں میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ تو

ثابت یہ ہوا کہ ان کی موت ہو چکی اور موت کے بعد ان کی روح اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھالی گئی۔

اس کا جواب حضور حجۃ الاسلام نے چار طریقے سے دیا ہے۔اول یہ کہ واؤ ترتیب کے لیے نہیں آتا بلکہ جمع کے لیے آتا ہے۔لہٰذا اس آیت کے یہ معنی لینا باطل ہے کہ پہلے موت ہو چکی بعد میں وہ آسمان پر اٹھائے گئے، بلکہ دلائل سے تو یہ ثابت ہے کہ وہ آسمان پر زندہ اٹھائے گئے، بعد میں ان کی وفات شریفہ ہوگی۔ ''واؤ'' ترتیب کے لیے نہیں، اس پر حجۃ الاسلام نے تفسیر امام عکبری، تفسیر سمین، تفسیر جمل، تفسیر مدارک، تفسیر کشاف، تفسیر بیضاوی، تفسیر ارشاد العقل اور تفسیر کبیر کے حوالجات پیش کیے ہیں۔

ثانیاً لکھ کر دوسرا جواب حجۃ الاسلام نے یہ دیا ہے کہ ''توفی''، معنیٔ موت میں نص نہیں ہے بلکہ ''توفی''، تسلّم وقبض اور پورا لے لینے کے معنی میں بھی آتا ہے۔اس پر بھی کئی حوالے دیئے۔تیسرا جواب یہ دیا کہ یہاں ''توفی'' بمعنی وفات وموت نہیں ہے بلکہ استیفائے اجل کے معنی میں ہے، یعنی اے عیسٰی میں تمہیں تمہاری کامل عمر تک پہنچاؤں گا۔اس بابت بھی تفسیر کی کئی عبارات پیش فرمائی ہیں۔

چوتھا جواب یہ دیا کہ وفات کے معنی خواب بھی آتے ہیں۔اس دعویٰ کو دو آیتوں سے ثابت کرنے کے بعد، معالم التزیل، تفسیر کشاف، انوار التنزیل اور

ارشاد العقل کی عبارات سے مزین فرمایا ہے۔

ان تفصیلات کو حضرت ہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے اور ان کے مفسرانہ مقام اور علم کا دریا بہانے کی داد بھی دیجئے۔

''اولاً:۔حرف ''واؤ'' ترتیب کے لئے نہیں کہ اس میں جو پہلے مذکور ہو اس کا پہلے ہی واقع ہونا ضرور ہو، تو آیت سے صرف اتنا سمجھا گیا کہ وفات و رفع و تطہیر سب کچھ ہونے والے ہیں اور یہ بلاشبہ حق ہے، یہ کہاں سے مفہوم ہوا کہ رفع سے پہلے وفات ہولے گی۔ ''تفسیر امام عکبری'' میں ہے:

''مُتَوَفِّيْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ کِلَاهُمَا لِلْمُسْتَقْبِلِ وَ التَّقْدِیْرُ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُتَوَفِّیْکَ لِاَنَّہٗ رُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ ثُمَّ یُتَوَفّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ'' یعنی یہ دونوں کلمے مستقبل کے لئے ہیں اور اس کی تقدیر یوں ہے۔ ''رَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُتَوَفِّیْکَ'' یعنی تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا اور تمہیں وفات دوں گا، اس لئے کہ انہیں آسمان کی طرف اٹھالیا گیا پھر اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔'' (ترجمہ از نوری)

''تفسیر سمین و تفسیر جمل و تفسیر مدارک و تفسیر کشاف و تفسیر بیضاوی و تفسیر ارشاد العقل'' میں ہے:

''وَ اللَّفْظُ لِلنَّسفِيِّ اَوْ مُمِیْتُکَ فِیْ وَقْتِکَ بَعْدَ النُّزُوْلِ مِنَ السَّمَاءِ وَ رَافِعُکَ الْاٰنَ اِذِ الْوَاوُ لَا یُوْجِبُ التَّرْتِیْبَ ''۔یعنی یہ الفاظ

نسفی کے ہیں ''یا تمہیں موت دوں گا تمہاری موت کے وقت میں آسمان سے اتارنے کے بعد اور اس وقت میں تمہیں اٹھالیتا ہوں'' اس لئے کہ واؤ ترتیب کو واجب نہیں کرتا۔(فاروقی)

''تفسیر کبیر'' میں ہے:

''اَلْاٰیَةُ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ تَعَالٰی یَفْعَلُ بِهٖ هٰذِهِ الْاَ فْعَالَ فَامَّا کَیْفَ یَفْعَلُ وَ مَتٰی یَفْعَلُ فَالْاَ مْرُفِیْهِ مَوْقُوْفٌ عَلَی الدَّلِیْلِ وَ قَدْ ثَبَتَ الدَّلِیْلُ اَنَّهٗ حَیٌّ ''یعنی آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہ افعال کرتا ہے، تو رہا یہ کہ کس طرح کرتا ہے اور کب کرتا ہے؟ تو یہ معاملہ دلیل پر موقوف ہے اور دلیل اس بات پر قائم ہو چکی ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ (فاروقی)

ثانیاً:۔''توفی'' خواہ مخواہ معنی موت میں نص نہیں ''توفی'' کہتے ہیں ''تسلّم و قبض'' اور پورا لے لینے کو۔''کبیر'' کی عبارت اوپر گزری کہ معنی یہ ہیں کہ مع جسم و روح تمام وکمال اٹھالوں گا۔''تفسیر جلالین'' سے گزرا''مُتَوَفِّیْکَ قَابِضُکَ وَ رَافِعُکَ مِنْ غَیْرِ مَوْتٍ''''معالم التنزیل'' سے گزرا کہ حسن کلبی و ابن جریج نے کہا''اِنِّی قَابِضُکَ وَ رَافِعُکَ مِنْ غَیْرِ مَوْتٍ''۔

اسی میں ہے:

''فَعَلٰی هٰذَا لِلتَّوَفِّیْ تَاْوِیْلَانِ اَحَدُهُمَا اَنِّی رَافِعُکَ اِلَیَّ

وَافِيًا لَّمْ يَنَالُوا مِنْکَ شَيْئاً مِّنْ قَوْلِهِمْ تَوَفَّيْتُ مِنْ كَذَا وَ كَذَا وَ اسْتَوْفَيْتُهُ اِذَا اَخَذْتَهُ تَآمًّا وَّالاٰ خَرُاَنِّی مُتَسَلِّمُکَ مِنْ قَوْلِهِمْ تَوَفَّيْتُ مِنْهُ كَذَا اَیْ تَسَلَّمْتُهُ ''یعنی اس بناء پر''توفی'' کی دو تاویلیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ ''میں تم کو مکمل سلامتی کے ساتھ اٹھا لوں گا تو لوگ تمہارا کچھ نہ بگاڑ پائیں گے۔(جیسے) اہل زبان کا قول کہ ''تَوَفَّيْتُ مِنْ كَذَا وَ كَذَا''''میں نے اسے ایسے ایسے لے لیا جبکہ اس کو پورا لے لے'' اور دوسری تاویل یہ ہے کہ ''مُتَسَلِّمُکَ''''میں تمہیں ان سے لے لوں گا'' (جیسے) اہل زبان کا قول کہ ''میں نے اس چیز کو ان سے حاصل کر لیا''۔(ازنوری)

''کشاف وانوارالتنزیل وتفسیر ابی السعود وتفسیر نسفی'' میں ہے:

''اَوْ قَابِضُکَ مِنَ الْاَرْضِ مِنْ تُوُفِّيْتُ مَالِیْ ''یعنی میں تجھے زمین سے اچک لوں گا (جیسے) اہل زبان کا قول کہ ''تُوُفِّيْتُ مَالِیْ'' میرا مال اچک لیا گیا۔(فاروقی)

''خفاجی علی البیضاوی'' میں ہے:

''وَ لِذَا فُسِّرَ التَّوَفِّیْ بِرَفْعِهٖ وَ اَخْذِهٖ مِنَ الْاَرْضِ كَمَا يُقَالُ تُوُفِّيْتُ الْمَالَ اِذَا قَبَضْتَهُ ''یعنی اس لئے ''توفی'' کی تفسیر ''زمین سے اٹھا لئے جانے سے'' کی گئی ہے۔ جیسے کہا جائے کہ ''تُوُفِّيْتُ مَا لِیْ''''میرا مال

فوت ہو گیا جب اسے لے لیا جائے‘‘۔(نوری)

ثالثاً :۔ توفی بمعنی استیفاءِ اجل ہے یعنی تمہیں تمہاری عمرِ کامل تک پہنچاؤں گا اوران کافروں کے قتل سے بچاؤں گا، ان کا ارادہ پورا نہ ہوگا، تم اپنی عمر مقرر تک پہنچ کر اپنی موت سے انتقال کروگے۔

’’تفسیر سمین وتفسیر جمل وتفسیر مدارک وتفسیر کشاف وتفسیر بیضاوی وتفسیر ارشاد‘‘ میں ہے:

’’اِنّی مُستَوفِیْ اَجلَکَ وَ مُؤخِّرُکَ وَ عَاصِمُکَ مِنْ اَنْ یَّقتُلَکَ الْکُفَّارُ اِلٰی انْ تَمُوْتَ حَتْفَ اَنفِکَ ‘‘یعنی میں پورا کروں گا تمہارے اجل کو اور تمہیں مؤخر کروں گا اور میں تمہیں محفوظ رکھوں گا کفار کے قتل کرنے سے یہاں تک کہ تم اپنی طبعی موت پاؤ۔(فاروقی)

’’تفسیر کبیر‘‘ میں ہے:

’’اَیْ مُتَمِّمُ عُمُرَکَ فَحِیْنَئِذٍ اَتوَفَّاکَ فَلَا اَتْرُکُھُمْ حَتّٰی یَقتُلُوْکَ وَ ھٰذَا تَاْوِیْلٌ حَسَنٌ ‘‘یعنی میں تمہاری عمر کو مکمل کروں گا تو اس وقت تمہیں وفات دوں گا، میں نہیں چھوڑوں گا ان کے لیے کہ وہ تمہیں قتل کر دیں اور یہ تاویل اچھی ہے۔(فاروقی)

رابعاً:۔ وفات بمعنی خواب، خود قرآن عظیم میں موجود۔ قال اللہ تعالیٰ:

’’وَ ھُوَ الَّذِیْ یَتوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ‘‘ اللہ ہے جو تمہیں وفات دیتا ہے رات

میں یعنی سلاتا ہے“

وقال اللہ تعالیٰ:

”اَللّٰہُ یَتوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَ الَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا“ اللہ تعالیٰ وفات دیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جو نہ مرے انہیں ان کے سوتے میں“۔

تو معنی یہ ہوئے کہ میں تمہیں سلاؤں گا اور سوتے میں آسمان پر اٹھالوں گا کہ اٹھائے جانے میں دہشت نہ لاحق ہو، یہی قول امام ربیع بن انس کا ہے۔

”معالم“ میں ہے:

”قَالَ الرَّبِیْعُ بْنُ اَنَسٍ اَلْمُرَادُ بِالتَّوَفِّیْ اَلنَّوْمُ وَ کَانَ عِیْسٰی قَدْ نَامَ فَرَفَعَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ اِلٰی السَّمَآءِ وَ مَعْنَاہُ اَنِّی مُنِیْمُکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ “یعنی ربیع ابن انس نے کہا کہ: ”توفی“ سے مراد ”نوم“ ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سو رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا اور اس کا معنی یہ ہے کہ میں تمہیں سلاؤں گا اور تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا۔(فاروقی)

”مدارک“ میں ہے:

”اَوْ مُتَوَفِّیْ نَفْسِکَ بِالنَّوْمِ وَ رَافِعُکَ وَ اَنْتَ نَآئِمٌ حَتّٰی لَا یَلْحَقَکَ خَوْفٌ وَ تَسْتَیْقِظَ وَ اَنْتَ فِیْ السَّمَآءِ اٰمِنٌ مُّقَرَّبٌ “یعنی میں تمہیں لے لوں گا سوتے میں اور تمہیں اٹھا لوں گا اس حال میں کہ تم سو رہے

ہو گے تا کہ تمہیں خوف نہ ہو اور تم بیدار ہو اس حالت میں کہ آسمان میں مامون و مقرب ہو۔ (فاروقی)

''کشاف وانوار وارشاد'' میں ہے:

''اَوْ مُتَوَفِّیْکَ نَآئِمًا اِذْ رُوِیَ اَنَّہٗ رُفِعَ نَآئِمًا '' یعنی میں تمہیں خواب میں لے لوں گا اس لیے کہ: مروی ہے کہ عیسٰی علیہ السلام سوتے میں اٹھا لئے گئے۔ (فاروقی)

اوران کے سوا آیت میں اور بھی بعض وجوہ کلماتِ علماء میں مذکور، تو وفات کو بمعنی موت لینا اور اسے قبل از رفع ٹھہرا دینا محض بے دلیل ہے، جس کا آیت میں اصلاً پتہ نہیں۔

حضرت عیسٰی زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے

حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ اس مدعیٰ پر کہ حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اب تک موت طاری نہ ہوئی، وہ زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے اور بعدِ نزول دنیا میں سالہا سال تشریف رکھ کر بعدِ اتمامِ نصرتِ اسلام وفات پائیں گے، تفسیر کی کئی کتابوں کے حوالے پیش فرمائے ہیں، رقمطراز ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی ''تفسیر جلالین'' میں فرماتے ہیں:

''اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ قَابِضُکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا مِنْ غَیْرِ مَوْتٍ'' یعنی اللہ عزوجل نے عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا میں تجھے اپنے

پاس لے لوں گا اور دنیا سے بغیر موت دیئے اٹھالوں گا''۔

تفسیر ''امام ابوالبقا عکبری'' میں ہے:

''**اِنَّہٗ رُفِعَ اِلَی السَّمَآءِ ثُمَّ یُتَوَفّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ**''، عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں اور اس کے بعد وفات دیئے جائیں گے''۔

''تفسیر سمین و تفسیر فتوحات الٰہیہ'' میں ہے:

''**اِنَّہ رُفِعَ اِلَی السَّمَآءِ ثُمَّ یُتَوَفّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ بَعْدَ نُزُوْلِہٖ اِلَی الْاَرْضِ وَ حُکْمِہٖ بِشَرِیْعَۃِ مُحَمَّدٍ** صلی اللہ علیہ وسلم'' (وہ آسمان پر اٹھالئے گئے اور اس کے بعد زمین پر اتر کر شریعتِ محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حکم کر کے وفات پائیں گے۔)

امام بغوی تفسیرِ ''معالم التنزیل'' میں فرماتے ہیں:

''**قَالَ الْحَسَنُ وَ الْکَلْبِیُّ وَ ابْنُ جُرَیْجٍ اِنِّی قَابِضُکَ وَ رَافِعُکَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَیَّ مِنْ غَیْرِ مَوْتٍ بِذٰلِکَ**'' (یعنی امام حسن بصری نے کہ اجلۂ ائمۂ تابعین و تلامذۂ امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ہیں اور محمد بن السائب کلبی اور امام عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج نے کہ اجلۂ و اکابر ائمۂ تبعِ تابعین سے اور حسبِ روایت ائمۂ تابعین سے ہیں، آیۂ کریمہ کی تفسیر کی، کہ اے عیسیٰ میں تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا بغیر اس کے کہ تیرے جسم کو موت لاحق ہو۔)

امام فخر الدین رازی ''تفسیر کبیر'' میں فرماتے ہیں:

''قَدْ ثَبَتَ الدَّلِیْلُ اَنَّہٗ حَیٌّ وَ وَرَدَ الْخَبرُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ سَیَنْزِلُ وَ یَقْتُلُ الدَّجَّالَ ثُمَّ اَنَّہٗ تَعَالیٰ یَتَوَفَّاہُ بَعْدَ ذَالِکَ'' (دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ و السلام زندہ ہیں اور سیدِ عالم ﷺ سے حدیث آئی ہے کہ وہ عنقریب اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے پھر اس کے بعد اللہ عزوجل انہیں وفات دے گا۔)

اسی میں ہے:

''اَلتَّوَفِّیْ اَخذُ الشَّیْءِ وَافِیًا وَّ لَمَّا عَلِمَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَنَّ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّخْطِرُ بِبَالِہٖ اَنَّ الَّذِیْ رَفَعَ اللّٰہُ ھُوَ رُوْحُہٗ لَا جَسَدُہٗ ذَکَرَ ھٰذَا الْکَلَامَ لِیَدُلَّ اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ رُفِعَ بِتَمَامِہٖ اِلَی السَّمَاءِ بِرُوْحِہٖ وَ جَسَدِہٖ۔'' ''توفی'' (کہتے ہیں کسی چیز کے پورا لینے کو جبکہ اللہ عزوجل کے علم میں تھا کہ کچھ لوگوں کو یہ وہم گزرے گا کہ عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کی روح آسمان پر گئی نہ کہ بدن لہٰذا یہ کلام فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ وہ تمام وکمال مع روح وبدن آسمان پر اٹھالئے گئے۔)

''تفسیر عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی'' للعلامہ شہاب الدین الخفاجی میں ہے:

''سَبَقَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ لَمْ یُصْلَبْ وَ لَمْ یَمُتْ'' (اوپر گزرا کہ عیسی علیہ الصلاۃ والسلام نہ سولی دیئے گئے نہ انتقال فرمایا)۔

حضرت عیسیٰ آسمان سے اتریں گے : حضور حجۃ الاسلام نے اس مسئلہ پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے لیے عَلَم ونشانی ہیں، قربِ قیامت آسمان سے اتریں گے اور اس فرش گیتی پر دوبارہ تشریف لاکر دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں گے۔ یہ ضروریاتِ مذہبِ اہلِ سنت و جماعت سے ہے، تفسیر کی کئی کتابوں، معالم التنزیل، مدارک التنزیل اور تفسیر جلالین سے بھی حوالجات پیش فرمائے، جس سے علم قرآن وتفسیر پر آپ کی گہری نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔آپ کئی حدیثیں قلمبند کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اور خود قرآن عظیم میں بھی اس کا اشعار موجود:۔

قَالَ اللّٰہُ عَزّ وَ جَلَّ ''وَ لَمَّا ضَرَبَ بْنَ مَرْیَمَ مَثَلاً اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالیٰ وَ اِنَّہٗ لَعَلَمٌ لِلسَّاعَۃِ۔[1] بے شک مریم کا بیٹا علم ہے قیامت کا، یعنی ان کے نزول سے معلوم ہوجائے گا کہ قیامت اب آئی''۔

حضرت ابو ہریرہ وحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قرأت'' **وَ اِنَّہٗ لَعَلَمٌ لِلسَّاعَۃِ** بیشک ابن مریم نشانی ہیں قیامت کے لیے''۔

''معالم التنزیل''میں ہے:

''وَ اِنَّہٗ یَعْنِیْ عِیْسٰی لَعِلْمٌ لِلسَّاعَۃِ یَعْنِیْ نُزُوْلَہٗ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ یُعْلَمُ بِہٖ قُرْبُھَا وَ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ اَبُوْ ھُرَیْرُۃَ وَ قَتَادَۃَ وَاِنَّہٗ

---

[1] الزخرف ایۃ:۔۵۷تا ۶۱

لَعَلَمٌ لِلسَّاعَةِ بِفَتحِ اللَّامِ وَ الْعَيْنِ اَیْ اَمَارَةٌ وَ عَلَامَةٌ ''یعنی حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام قیامت کے لیے علَم ہیں یعنی ان کا نزول قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، اس سے جان لیا جائے گا کہ قیامت قریب تر ہے اور ابن عباس، ابو ہریرہ اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسے ''اِنَّـهٗ لَعَلَمٌ لِلسَّاعَةِ '' پڑھا یعنی بے شک وہ قیامت کے لیے نشانی ہیں، لام اور عین کے زبر کے ساتھ یعنی ان کا نزول قربِ قیامت کی امارت وعلامت ہے۔ (فاروقی)

حجۃ الاسلام کا محدثانہ مقام اور منکرینِ حدیث کا رد

حضور حجۃ الاسلام اپنی مایہ ناز کتاب ''الصّارم الربّانی '' میں آیات قرآنیہ کے حوالے سے یہ افادہ فرماتے ہوئے کہ جاہلوں پر لازم ہے کہ علما کی طرف رجوع کریں اور علما پر لازم ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے کلام کی طرف رجوع کریں، تو جو اس سلسلہ سے چلتے ہیں وہ بفضلہٖ تعالیٰ ہدایت پاتے ہیں اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص، اوندھی سمجھ کے بھروسے قرآن کریم سے بذات خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں، چاہِ ضلالت میں گرتے ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث نقل کر کے اپنے دعویٰ کو یوں مزین فرماتے ہیں۔

''اسی لیے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ''سَيَأْتِی نَاسٌ يُّجَادِلُوْنَكُمْ بِشُبُهَاتِ الْقُرْآنِ فَخُذُوْهُمْ بِالسُّنَنِ فَاِنَّ

اَصْحَابَ السُّنَنِ اَعْلَمُ بِکِتَابِ اللّٰہِ ''۔(قریب ہے کہ کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو تم سے قرآن عظیم کے مشتبہ کلمات سے جھگڑیں گے، تم انہیں حدیثوں اور سنتوں سے پکڑو کہ حدیث اور سنت والے قرآن کو خوب جانتے ہیں۔رواہ الدارمی الخ)'' [1]

اس اثرِ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی کتبِ حدیث کے حوالے سے روایت کیا ہے،''دارمی''،نصر مقدسی کی''حجۃ''، لالکائی کی''سنۃ'' ابن عبد البر کی ''العلم'' اور''دارقطنی'' وغیرہا سے،جس سے حجۃ الاسلام کا محدثانہ مقام واضح ہوتا ہے۔اور حدیث پر گہری نظر کا پتہ چلتا ہے۔

ہمارے گردو پیش کئی باطل فرقے برساتی کیڑے مکوڑے کی طرح پھیلے ہوئے ہیں، جو اپنے باطل نظریات سے سیدھے سادھے مسلمانوں کو متاثر کر کے اپنے دامِ تزویر میں لے رہے ہیں۔ایک ائمہ کرام علیہم الرحمہ کی تقلید واتباع اور قرآن وحدیث سے ان کے مستنبط کردہ مسائل کا منکر ہے اور دوسرا حدیث کا منکر ہے۔ حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ پہلے گروہ کے رد میں بطورِ دلیل ایک حدیث پیش فرمانے کے بعد دوسرے فرقہ کا رد حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

''اور دوسرے طائفہ ملعونہ کا رد اس حدیث میں فرمایا کہ فرماتے ہیں،اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْآنَ وَ مِثْلَہٗ مَعَہٗ، اَلَا یُوْشِکُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰی

---

[1] فتاویٰ حامدیہ،ص ۱۲۸

اَرِیْکَتِہٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِھٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْہُ وَ مَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْہُ وَ اِنَّ مَاحَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَمَا حَرَّمَ اللّٰہُ ‘‘۔(سن لو مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل۔ خبردار! نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے، یہی قرآن لیے رہو، اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام مانو، حالانکہ جو چیز رسول اللہ ﷺ نے حرام کی وہ اسی کے مثل ہے، جو اللہ نے حرام فرمائی۔ رواہ الائمۃ الخ۔[1]

اس حدیث کو بھی حجۃ الاسلام نے کئی کتبِ حدیث کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ امام احمد، دارمی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی سے تخریج کی ہے۔

تمسُّک بالسنۃ و احیاءِ سنت کے فضائل : رسول اکرم ﷺ کی مردہ سنتوں کو زندہ کرنے کے بہت سے فضائل ہیں۔ اور انہیں مضبوطی سے پکڑنے پر نہایت اجر و ثواب۔ بلاشبہ احیاءِ سنت کرنے والا رسول اللہ ﷺ کا محبّ و عاشق ہو جاتا ہے اور اسے قیامت کے دن رسولِ اکرم ﷺ کی معیت میں جنت میں رہنے کا شرف حاصل ہوگا۔ نیز ایسے شخص کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ اس حوالے سے جب حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ سے سوال ہوا تو ایک نہیں تین حدیثیں مستند کتبِ احادیث کے حوالے سے مندرج فرمائیں، لکھتے ہیں:

---

[1] فتاویٰ حامدیہ، ص ۱۳۰

''بے شک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم اور اس پر بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں''۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''مَنْ اَحْیَا سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِیْ الْجَنَّۃِ'' (یعنی جس نے میری سنت زندہ کی بے شک اسے مجھ سے محبت ہے، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ اللھم ارزقنا رواہ الجزری فی الابانۃ و الترمذی بلفظ من احب)۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''مَنْ اَحْیَا سُنَّۃً مِّنْ سُنَّتِیْ قَدْ اُمِیْتَتْ بَعْدِیْ فَاِنَّ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یُنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ (یعنی جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر اسے ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔ رواہ الترمذی و رواہ ابن ماجۃ عن عمر و بن عوف)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث، ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِأَۃِ شَھِیْدٍ

(یعنی جو فسادِ امت کے وقت میری سنت مضبوطی سے تھامے اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے" رواہ البیھقی فی الزھد)۔

اور ظاہر ہے کہ زندہ وہی سنت کی جائے گی جو مردہ ہوگئی یعنی لوگوں نے اس پر عمل کرنا ترک کر دیا ہو، اور سنت مردہ جب ہی ہوگی کہ اس کے خلاف رواج پڑ جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

قطع صف حرام ہے: دو صفوں کے بیچ فرجہ (کشادگی چھوڑ دینا یا دو صفوں کے بیچ کسی چیز جیسے ستون یا دیوار یا مکان کا حائل ہونا قطعِ صف ہے یعنی صف کو کاٹنا، توڑنا۔ اور قطعِ صف ناجائز، مکروہ تحریمی، قریب بہ حرام ہے۔

حضور حجۃ الاسلام اس مسئلہ کو ایک حدیث کے حوالے کے ساتھ واضح کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"وسطِ مسجد میں ایک مکان ایسا کھڑا کر دینا، جس سے صفیں قطع ہوں، کس شریعت میں جائز ہے؟ قطعِ صف بلاشبہ حرام ہے"۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"مَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ" (جو صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کرے) رواہ النسائی و الحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما"۔[1]

---

[1] فتاویٰ حامدیہ، ص ۲۳۵

جمعہ کی اذانِ ثانی خارجِ مسجد ہونے پر

حدیث : حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ سے یہ سوال ہوا کہ جمعہ کی اذانِ ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر۔ آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔ آپ نے اس مدّعیٰ کو بھی اپنے پیارے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

سنن ابی داؤد شریف جلد اول، صفحہ ۱۵۶/ میں ہے:

''عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ کَانَ یُؤَذَّنُ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا جَلَسَ عَلٰی الْمِنْبَرِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ وَ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ۔''

یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے، مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی تھی۔ اور ایسا ہی ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔

اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو۔ اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیانِ جواز کے لیے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔[1]

---

[1] فتاویٰ حامدیہ، ص ۲۲۹

اللّٰہ اپنے نبی پر دو موتیں جمع نہیں فرمائے گا: حضور حجۃ الاسلام لکھتے ہیں:

''جب حضور پُر نور سیدِ یوم النشور ﷺ کا وصال شریف ہوا اور امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سخت صدمے کی دہشت میں تلوار کھینچ کر کہنے لگے، خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے انتقال نہ فرمایا اور انتقال نہ فرمائیں گے یہاں تک کہ منافقوں کی زبانیں اور ہاتھ پاؤں کاٹیں اور ان کے قتل کا حکم دیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعشِ اقدس پر حاضر ہوئے، جھک کر روئے انور پر بوسہ دیا پھر روئے اور عرض کی:

''بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ وَاللّٰہِ لَا یَجْمَعُ اللّٰہُ عَلَیْکَ مَوْتَیْنِ اَمَّا الْمَوْتَۃُ الَّتِیْ کُتِبَتْ عَلَیْکَ فَقَدِمْتَھَا'' (میرے ماں باپ حضور پر قربان! خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ حضور پر دو موتیں جمع نہ فرمائے گا وہ جو مقدر تھی ہو چکی)۔ ''بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ طِبْتَ حیاً وَ مَیّتاً وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُذِیْقُکَ اللّٰہُ الْمَوْتَتَیْنِ اَبَداً'' (میرے ماں باپ حضور پر قربان! حضور زندگی میں بھی پاکیزہ اور بعدِ انتقال بھی پاکیزہ۔ قسم اس کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ کبھی حضور کو دو موتیں نہ چکھائے گا)۔ (رواہ البخاری و النسائی و ابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) یعنی اس حدیث پاک کو بخاری، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔ (فاروقی)

تو ایسی بات جب تک نص صریح سے ثابت نہ ہو انبیاء اللہ خصوصاً ایسے رسولِ جلیل کے حق میں ہرگز نہ مانی جائے گی خصوصاً روح اللہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام جن کی دعا یہ تھی کہ ''الٰہی! اگر تو یہ پیالہ یعنی جامِ مرگ کسی سے پھیرنے والا ہے تو مجھ سے پھیر دے''۔ بارگاہِ عزت میں رسول اللہ کی جو عزت ہے اس پر ایمان لانے والا بے دلیلِ صریح واضح التصریح کے کیوں کر مان سکتا ہے کہ وہ یہ دعا کریں اور رب عز و جل اس کے بدلے ان پر موت پر موت نازل فرمائے، یہ ہرگز قابل قبول نہیں۔ انصاف کیجئے تو ایک یہی دلیل ان کے زندہ اٹھالئے جانے پر کافی ووافی ہے۔ وباللہ التوفیق''۔

ایمان و عمل کے حوالے سے حدیثِ عزیمت اور رخصت کے معنی کیا ھیں:

قال تعالی: ''مَنۡ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ اِیۡمَانِہٖۤ اِلَّا مَنۡ اُکۡرِہَ وَ قَلۡبُہٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِیۡمَانِ'' ۔یعنی جس نے کفر کیا اللہ کے ساتھ بعد ایمان لانے کے، مگر وہ کہ مجبور کیا گیا، حالانکہ قلب اس کا ایمان کے ساتھ مطمئن تھا۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ جب کفار قریش نے ضعفائے مسلمین مثل حضرت بلال وخبّاب وعمار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم پر قابو پالیا تو ان کو باکراہ واجبار ارتداد و کفر پر مجبور کیا حتی کہ والدینِ حضرتِ عمار نے شہادت قبول فرمائی اور ایمان پر ثابت قدم رہے، کفار کے اکراہ کا کچھ اثر نہ لیا مگر حضرتِ عمار چونکہ ضعیف ونحیف تھے اور کوئی مفر کی صورت نہ تھی تو انہوں نے اپنی زبان پر کلمۂ کفر کا اجرا فرمایا، مگر ان کا قلبِ مبارک ایمان کی تسلی وسکون سے مملو تھا، یہ بات

حضور تاجدار دو عالم ﷺ تک پہنچائی گئی اور کہا گیا کہ معاذ اللہ عمار کافر ہو گئے، تو ارشاد فرمایا:

''کَلَّا اِنَّ عَمَّارًا مَّلِیءَ اِیْمَانًا مِنْ قَرْنِہٖ اِلٰی قَدَمِہٖ وَ اخْتَلَطَ الْاِیْمَانُ بِلَحْمِہٖ وَ دَمِہٖ'' یعنی عمار سر سے پاؤں تک نور ایمان سے پُر ہے اور ایمان اس کے گوشت اور خون میں مخلوط ہے''

اس کے بعد حضرت عمار روتے ہوئے حاضر ہوئے تو رحمتِ عالم ﷺ نے ان کا خون پونچھا اور ان کی چشمانِ مبارک اپنے ملبوس اقدس سے صاف فرمائیں اور ان سے ارشاد کیا کہ:

''یَا عَمَّارُ کَیْفَ وَجَدْتَّ قَلْبَکَ حِیْنَ اُکْرِھْتَ'' ۔اے عمار! جب تم مجبور کئے گئے تو تم نے اپنے قلب کو کیسا پایا؟''

تو عرض کیا کہ مطمئن بالایمان، ارشاد فرمایا کہ:

''اِنْ عَادُوْا لَکَ فَعُدْلَھُمْ'' اگر پھر تمہارے ساتھ کریں تو تم ان کے ساتھ ایسا ہی کرو، یعنی پھر تم سے بالاکراہ کلمۂ کفر کہلوائیں تو تم باطمینانِ قلب کہہ لو'

اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی، یہاں بھی ''اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ'' استثناء متصل ہے یعنی: ''مَنْ اُکْرِہَ عَلٰی اِجْرَاءِ کَلِمَۃِ الْکُفْرِ عَلٰی لِسَانِہٖ وَ کَانَ قَلْبُہٗ مُطْمَئِنًّا بِالتَّصْدِیْقِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بِکَاذِبٍ اَوْ مُفْتَرٍ اَوْ مَغْضُوْبٍ'' یعنی جو اپنی زبان پر اجرائے کلمۂ کفر کے لیے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تو نہ وہ جھوٹا ہے نہ مفتری نہ مغضوب۔ (فاروقی)

ہاں یہاں صرف رخصت ہے، عزیمت یہی ہے کہ صبر کرے اور اجرائے کلمۂ کفر زبان پر نہ کرے یہاں تک کہ قتل کیا جائے اور شہید مرے۔

علامہ مرغینانی صاحبِ ''ہدایہ'' نے ''کتاب الاکراہ'' میں فرمایا: اگر اللہ کے ساتھ کفر یا سبِّ نبی پر مجبور کیا جائے اور اسے اپنی جان یا کسی عضو کے کٹ جانے کا خوف ہو تو اسے جائز ہے کہ جس بات پر مجبور کیا جا رہا ہے اسے ظاہر کرے اور اپنے دل میں ایمان کو مخفی رکھے۔ لحدیث عمار المذکور۔

کفار نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر تم اسلام سے منحرف ہو جاؤ تو ہم تمہاری جاں بخشی کر دیں گے تو حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر تمام دنیا کی دولت میرے قدموں میں ڈال دی جائے تو بھی میں اسلام سے روگردانی نہ کروں گا، یہاں تک کہ سولی دیئے گئے، حضور سرورِ کونین ﷺ نے ''سید الشہداء'' کا خطاب عطا فرمایا اور ایسے لوگوں کی نسبت ارشاد ہوا:

''هُوَ رَفِيْقِىْ فِى الْجَنَّةِ'' یعنی وہ جنت میں میرے ساتھی ہیں۔

فقہائے کرام کے اقوال مبارکہ اس بارے میں بیش از بیش ہیں۔ انہوں نے ضرور خود ایک اصلِ شرعی وضع فرمائی اور ارشاد فرمایا:

''اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ'' یعنی ضروراتِ شرعیہ سے ممنوعاتِ شرعیہ مباح ہو جاتے ہیں۔ (فاروقی)

اور حدیثِ ''صحیح مسلم'' میں فرمایا:

''مَنِ ابْتُلِیَ بِبَلِیَّتَیْنِ فَلْیَخْتَرْ اَهْوَنَهُمَا ''یعنی جو شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہو جائے تو وہ ان میں سے آسان کو اختیار کرے۔''

فقط:۔ فقیر محمد حامد رضا قادری رضوی بریلوی غفرلہ

خادم سجادہ وگدائے آستانہ رضویہ بریلی شریف

بے عذر شرعی جواب نہ دینا گناہ ہے : کسی مذہبی سوال کا بے عذرِ شرعی جواب نہ دینا گناہ ہے۔اس کے متعلق وعیدِ شدید آئی ہے حدیث میں ہے:

''مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهٗ اُلْجِمَ بِلِجَامِ النَّارِ'' یعنی جس سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا اور اس نے اس کو چھپایا تو اس کے منہ پر آگ کی لگام چڑھائی جائے گی''۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

''اَلسَّاكِتُ عَنِ الْحَقِّ شَيْطَانٌ اَخْرَسُ'' یعنی حق سے خاموش گونگا شیطان ہے''۔

کسی مسلمان کو گالی دینا حرام و گناہ کبیرہ ہے : چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ مسلمانے دیگر معروف النسب را ناحق دشنامہائے ناسزا یعنی حرام زادہ و بدطینت گفت وزنے

محصنہ پاکیزہ را متہم بزنا کرد و استفتائے شریعت را ہم انکار نماید یعنی چوں اورا عالمے گفت کہ برہمچنیں قول تو بحسب شرع فتوی باشد گفت کہ ''من چندیں استفتہائے فتاوے شرع را حدث کردہ برباد دادہ ام و نیز خواہم داد'' پس بحسب شرع شریف و دین منیف چہ حکم دارد و مخالطت و مجالست با او روا باشد یا نہ۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:۔سب و شتمِ مسلم بے وجہ شرعی سخت کبیرہ است، حرام قطعی۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

''**سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ**'' دشنام دادن مسلمان را معصیت ست، کبیرہ **(رواہ البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و ابن ماجۃ و الحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔)**

و می فرمایند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

''**سَبَابُ الْمُسْلِمِ کَالْمُشْرِفِ عَلٰی الْھَلَکَۃِ**''۔ مسلم را دشنام دہندہ گویا در ہلاکت زنندہ **(رواہ الامام احمد و البزار عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند جید۔)**

نیز می فرمایند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

''**مَنْ اٰذٰی مُسْلِماً فَقَدْ اٰذَانِیْ وَ مَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ**۔'' کسے کہ مسلمان را ایذا داد ما بدولت را ایذا داد (سرت گردم و قربانت شوم) و ہر کہ

ما بدولت را ایذا اداد منتقم حقیقی را ایذا اداد (عزوجلّ جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم)۔ (رواہ الطبرانی

فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔)

ترجمہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک مسلمان نے ایک دوسرے معروف النسب مسلمان کو ناسزا گالیاں دیں یعنی حرام زادہ اور بدطینت کہا اور ایک پاکباز محصنہ عورت کو زنا سے متہم کیا اور شرعی استفتاء کا بھی انکار کرتا ہے یعنی جب ایک عالم نے اس سے کہا کہ تیرے اس قول پر حسب شرع فتویٰ لگے گا اس نے کہا میں نے شریعت کے ایسے فتوؤں کو پھاڑ کر کے بہا دیا اور بہا دوں گا، پس ایسے شخص پر بحسب شریعت و دین منیف کیا حکم ہے؟ اس سے ملنا جلنا اس کے ساتھ نشست و برخاست جائز ہے یا نہیں؟ بیان کیجئے اور ثواب پایئے!

الجواب: بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو گالی دینا برا بھلا کہنا حرام قطعی گناہ کبیرہ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسلمان کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے اس حدیث کو امام بخاری ومسلم وترمذی و نسائی وابن ماجہ وحاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا''۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''مسلمان کو گالی دینے والا ہلاکت میں پڑنے والا ہے اس کو امام احمد اور بزاز نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سند جید سے روایت کیا''۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''جس نے کسی مسلمان کو ایذا دیا اس نے مجھ کو ایذا دیا اور جس نے مجھ کو ایذا دیا مالک حقیقی کو ایذا دیا (عز جلالہ ﷺ) اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن سے روایت کیا''۔

حضرت عیسیٰ کے آسمان سے اترنے پر تینتالیس احادیث

تینتالیس احادیث : ضروریات کی دو قسمیں ہیں، پہلی ضروریاتِ دین۔ جیسے نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں، ان کے بعد کوئی نیا نبی نہ آئے گا۔ اور جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل کئے گئے، نہ سولی دئے گئے، بلکہ ان کے رب جل وعلا نے انہیں مکرِ یہودِ عنود سے سلامتی کے ساتھ بچا کر آسمان پر اٹھا لیا اور ان کی صورت دوسرے پر ڈال دی کہ یہود ملاعنہ نے ان کے دھوکے میں اسے سولی دی۔ ضروریات دین کا حکم یہ ہے کہ ان کا منکر یقینی وقطعی طور پر کافر وجہنمی ہوتا ہے۔

دوسری قسم ضروریاتِ مذہبِ اہل سنت و جماعت ہے، اس کا منکر گمراہ و بدمذہب، خائب وخاسر اور فاسق و فاجر ہوتا ہے۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت آسمان سے اترنا اور دنیا میں دوبارہ تشریف فرما ہونا۔

حضور حجۃ الاسلام فرماتے ہیں:

''اس جناب رفعت قباب (حضرت عیسیٰ) علیہ السلام کے قربِ قیامت آسمان سے اترنا، دنیا میں دوبارہ تشریف فرما ہو کر اس عہد کے مطابق جو اللہ عز و جل نے تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے لیا، دین محمد رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنا، یہ مسئلۂ قسم ثانی یعنی ضروریاتِ مذہبِ اہلِسنت و جماعت سے ہے،

جس کا منکر گمراہِ خاسر، بدمذہب فاجر، اس کی دلیل احادیثِ متواترہ واجماعِ اہلِ حق ہے۔ ہم یہاں بعض احادیث ذکر کرتے ہیں"۔

یہاں حضور حجۃ الاسلام کی احادیثِ طیبہ پر گہری نظر ملاحظہ کیجئے کہ اپنے اس مدّعیٰ پر پانچ دس نہیں، تینتالیس احادیث پیش کی ہیں۔ اور سب کی ماخذ کتبِ معتبرہ ہے۔ لکھتے ہیں:

حدیث اول:۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"**كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَ اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ**" یعنی کیسا حال ہوگا تمہارا جب تم میں ابن مریم نزول کرینگے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا"۔

یعنی اس وقت کی تمہاری خوشی اور تمہارا فخر بیان سے باہر ہوگا کہ روح اللہ تم میں اتریں، تم میں رہیں، تمہارے معین و یار بنیں اور تمہارے امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں۔

حدیث دوم:۔ نیز صحیحین وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں انہیں سے، ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"**وَ الَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اِنْ نَزَلَ فِيْكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَ يَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَ يَضَعُ الْجِزْيَةَ وَ يَفِيْضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ اَحَدٌ حَتّٰى يَكُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَاقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ وَ اِنْ مِنْ اَهْلِ**

الْکِتٰبِ اِلَّالَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ'' قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک ضرور نزدیک آتا ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں پس صلیب کو توڑ دیں اور خنزیر کو قتل کریں اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے (یعنی کافر سے سوا اسلام کے کچھ قبول نہ فرمائیں گے) اور مال کی کثرت ہوگی، یہاں تک کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا، یہاں تک کہ ایک سجدہ تمام دنیا اور اس کی سب چیزوں سے بہتر ہوگا۔ یہ حدیث بیان کر کے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، تم چاہو تو اس کی تصدیق قرآن مجید میں دیکھ لو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''عیسی کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے''۔

حدیث سوم:۔ صحیح مسلم میں انہیں سے ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ رومی نصاریٰ اعماق یا دابق میں اتریں (کہ ملک شام کے موضع ہیں) ان کی طرف مدینہ طیبہ سے ایک لشکر جائے گا جو اس دن بہترین اہلِ زمین سے ہوں گے، جب دونوں لشکر مقابل ہوں گے رومی کہیں گے ہمیں ہمارے ہم قوموں سے لڑنے دو جو ہم میں قید ہو کر تمہاری طرف گئے (اور جو مسلمان ہو گئے) ہیں۔ مسلمان کہیں گے نہیں، واللہ! ہم اپنے بھائیوں کو تمہارے مقابلے میں تنہا نہ چھوڑیں گے، پھر ان سے لڑائی ہوگی لشکرِ اسلام سے ایک تہائی بھاگ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کبھی انہیں توبہ نصیب نہ کرے گا اور ایک تہائی مارے جائیں گے، وہ اللہ کے نزدیک بہترین شہدا ہوں گے اور ایک تہائی کو فتح ملے گی، یہ کبھی فتنے میں نہ پڑیں گے پھر یہ مسلمان قسطنطنیہ کو (کہ اس سے پہلے نصاریٰ کے قبضے میں آچکا ہوگا) فتح کریں گے۔ وہ غنیمتیں تقسیم ہی

کرتے ہوں گے، اپنی تلواریں درختانِ زیتون پر لٹکا دی ہوں گی کہ ناگاہ شیطان پکار دے گا کہ تمہارے گھروں میں دجال آ گیا، مسلمان پلٹیں گے۔ اور یہ خبر جھوٹی ہوگی۔ جب شام میں آئیں گے، دجال نکل آئے گا: ''**فَبَیْنَمَا ھُمْ یعدُّوْنَ لِلْقِتَالِ یُسَوُّوْنَ الصُّفُوْفَ اِذْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَیَنْزِلُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فَاَمَّھُمْ فَاِذَا رَاٰہُ عَدُوُّ اللّٰہِ ذَابَ کَمَایَذُوْبُ الْمِلْحُ فِیْ الْمَآءِ فَلَوْتَرَکَہٗ لَا نْذَابَ حَتّٰی یَھْلِکَ وَ لٰکِنْ یَّقْتُلُہُ اللّٰہُ بِیَدِہٖ فَیُرِیْھِمْ دَمَہٗ فِیْ حَرْبَتِہٖ**'' اسی اثنا میں کہ مسلمان دجال سے قتال کی تیاریاں کرتے صفیں سنوارتے ہوں گے کہ نماز کی تکبیر ہوگی عیسیٰ بن مریم نزول فرمائیں گے، ان کی امامت کریں گے، وہ خدا کا دشمن دجال جب انہیں دیکھے گا ایسا گلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گل جاتا ہے۔ اگر عیسیٰ رسول اللہ اسے نہ ماریں جب بھی گل گل کر ہلاک ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ سے اسے قتل کرے گا۔ حضرت عیسیٰ مسلمانوں کو اس کا خون اپنے نیزے میں دکھائیں گے''۔

حدیث چہارم:۔ نیز صحیح مسلم وسنن ابی داؤد و جامع ترمذی وسنن نسائی و سنن ابن ماجہ میں حضرت حذیفہ بن اسد غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''**انَّھَالَنْ تَقُوْمَ حَتّٰی تَرَوْاقَبْلَھَا عَشْرَ آیَاتٍ فَذَکَرَ الدُّخَانَ وَ الدَّآبَّۃَ وَ طُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِھَا وَ نُزُوْلَ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ وَ یَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ**'' **الحدیث** ۔ بے شک قیامت نہ آئے گی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو از اں جملہ ایک دھواں اور دجال اور دابۃ الارض اور آفتاب کا مغرب

سے طلوع کرنا اور عیسی بن مریم کا اترنا اور یاجوج وماجوج کا نکلنا''۔

حدیث پنجم:۔ مسند امام احمد وصحیح مسلم میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دجاّل کے ذکر میں فرمایا:

''یاتی بالشام مدینة بفلسطین بباب لدفینزل عیسیٰ علیه الصلاة و السلام فَیَقْتُلُه وَ یَمْکُثُ عِیسیٰ فِیْ الْاَرْضِ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً اِمَامًا عَدْلًا وَ حَکَمًا مُقْسِطًا، وہ ملک شام میں شہر فلسطین دروازۂ شہر لد کو جائے گا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اتر کر اسے قتل کریں گے۔ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام زمین میں چالیس برس رہیں گے امامِ عادل وحاکمِ منصف ہوکر''۔

حدیث ششم:۔ نیز مسند وصحیح مذکورین حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''لا تزال طائفة من امتی یقاتلون عَلٰی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَیَنْزِلُ عِیْسیٰ بْنُ مَرْیَمَ فَیَقُوْلُ اَمِیْرهُمْ تَعَال صَل لَّنَا فَیَقُوْلَ لَا ان بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اَمِیْرٌ تُکرمَهُ اللّٰه تَعَالیٰ لِهٰذِهِ الْاُمة، ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ حق پر قتال کرتا قیامت تک غالب رہے گا۔ عیسیٰ بن مریم علیہما الصلاۃ والسلام اتریں گے امیر المؤمنین ان سے کہے گا آیئے ہمیں نماز پڑھایئے وہ فرمائیں گے نہ، تم میں بعض بعض پر سردار ہیں بسبب اس امت کی بزرگی کے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے''۔

حدیث ہفتم:۔ نیز مسند امام احمد بن حنبل وصحیح مسلم وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں مطولاً اور سنن ابی داؤد میں مختصراً حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا کہ:

''وہ شام وعراق کے درمیان سے نکلے گا، چالیس دن رہے گا۔ پہلا ایک دن ایک سال کا ہوگا اور دوسرا ایک مہینے کا، تیسرا ایک ہفتہ کا۔ باقی دن جیسے ہوتے ہیں۔ اس قدر جلد ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچے گا جیسے بادل کو ہوا اڑائے لئے جاتی ہو۔ جو اسے مانیں گے ان کے لئے بادل کو حکم دے گا، برسنے لگے گا، زمین کو حکم دے گا کھیتی جم اٹھے گی۔ جو نہ مانیں گے ان کے پاس سے چلا جائے گا، ان پر قحط ہو جائے گا، تہی دست رہ جائیں گے۔ ویرانے پر کھڑا ہو کر کہے گا اپنے خزانے نکال۔ خزانے نکل کر شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے ہو لیں گے۔ پھر ایک جوان گٹھے ہوئے جسم کو بلا کر تلوار سے دو ٹکڑے کرے گا، دونوں ٹکڑے ایک نشانۂ تیر کے فاصلے سے رکھ کر مقتول کو آواز دے گا، وہ زندہ ہو کر چلا آئے گا، دجال لعین اس پر بہت خوش ہوگا، ہنسے گا۔ ''فَبَیْنَمَا هُوَ كَذَالِكَ اِذْبَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ عِيْسٰى بْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَآءِ شَرْقِيَّ دَمِشْقَ بَيْنَ مَهْرُوْدَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ اِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهٗ قَطَرَ وَ اِذَا رَفَعَهٗ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَّجِدُ رِيْحَ نَفَسِهٖ اِلَّا مَاتَ وَ نَفَسُهٗ

یَـنْتَهِیْ حَیْثُ یَنْتَهِیْ طَرْفُهٗ فَیَطْلُبُهٗ حَتّٰی یُدْرِکَهٗ بِبَابِ لُدٍّفَیَقْتُلُهٗ'' دجال لعین اسی حال میں ہوگا کہ اللہ عزوجل مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجے گا، وہ دمشق کی شرقی جانب منارۂ سپید کے پاس نزول فرمائیں گے، دو کپڑے ورس وزعفران سے رنگے ہوئے پہنے، دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے، جب اپنا سر جھکائیں گے بالوں سے پانی ٹپکے گا اور جب سر اٹھائیں گے موتی سے جھڑنے لگیں گے، کسی کافر کو حلال نہ ہوگا کہ ان کے سانس کی خوشبو پائے اور مر نہ جائے اور ان کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی۔ وہ دجال لعین کو تلاش کر کے بیت المقدس کے قریب جو شہر لد ہے، اس کے دروازے کے پاس اسے قتل فرمائیں گے''۔

اس کے بعد سید عالم ﷺ نے ان کے زمانے میں یاجوج وماجوج کا نکلنا پھر اس کا ہلاک ہونا بیان فرمایا، پھر ان کے زمانے میں برکت کی افراط یہاں تک کہ انار اتنے بڑے بڑے پیدا ہوں گے کہ ایک انار سے ایک جماعت کا پیٹ بھرے گا، چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت آجائے گی، ایک اونٹنی کا دودھ آدمیوں کے گروہ کو کافی ہوگا، ایک گائے کے دودھ سے ایک قبیلے ایک بکری کے دودھ سے ایک قبیلے کی شاخ کا پیٹ بھر جائے گا۔

حدیث ہشتم:۔ نیز مسند امام احمد بن حنبل وصحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''یَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِیْ اُمَّتِیْ فَیَمْکُثُ اَرْبَعِیْنَ فَیَبْعَثُ اللّٰہُ عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ فَیَطْلُبُہٗ فَیُھْلِکُ'' الحدیث دجال میری امت میں نکلے گا ایک چلہ ٹھہرے گا پھر اللہ عز وجل عیسی بن مریم کو بھیجے گا وہ اسے ڈھونڈھ کر قتل کریں گے''۔

حدیث نہم:۔ سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''لَیْسَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَہٗ نَبِیٌّ یَعْنِیْ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ اِنَّہٗ نَازِلٌ فَاِذَا رَأَیْتُمُوْہُ فَاعْرِفُوْہُ رَجُلٌ مَرْبُوْعٌ اِلَی الْحُمْرَۃِ وَ الْبَیَاضِ بَیْنَ مُمَصَّرَتَیْنِ کَانَ رَأْسُہٗ یَقْطُرُوَ اِنْ لَّمْ یُصِبْہُ بَلَلٌ فَیُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَی الْاِسْلَامِ فَیَدُقُّ الصَّلِیْبَ وَ یَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَ یَضَعُ الْجِزْیَۃَ وَ یُھْلِکُ اللّٰہُ فِیْ زَمَانِہِ الْمِلَلَ کُلَّھَا اِلَّا الْاِسْلَامَ وَ یُھْلِکُ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یُتَوَفّٰی فَیُصَلِّیْ عَلَیْہِ الْمُسْلِمُوْنَ ۔میرے اور عیسیٰ کے بیچ کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ اترنے والے ہیں جب تم انہیں دیکھنا پہچان لینا، وہ میانہ قد ہیں، رنگ سرخ و سپید، دو کپڑے ہلکے زرد رنگ کے پہنے ہوئے، گویا ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے، اگرچہ انہیں تری نہ پہنچی ہو، وہ اسلام پر کافروں سے جہاد فرمائیں گے، صلیب توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ اٹھا دیں گے، ان کے زمانے میں اللہ عز و

جل اسلام کے سوا سب مذہبوں کو فنا کر دے گا، وہ مسیحِ دجال کو ہلاک کریں گے، دنیا میں چالیس برس رہ کر وفات پائیں گے، مسلمان ان کے جنازے کی نماز پڑھیں گے"۔

حدیث دہم:۔ جامع ترمذی میں حضرت **مجمع** بن جاریہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"**یَقْتُلُ ابْنُ مَرْیَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لدٍ**"۔ عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ و السلام دجال کو دروازۂ شہر لد پر قتل فرمائیں گے"۔

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے اور اس باب میں حدیثیں وارد ہیں حضرت عمران بن حصین و نافع بن عتبہ و ابو برزہ و حذیفہ بن اسید و ابو ہریرہ و کیسان و عثمان بن ابی العاص و جابر و ابو امامہ و ابن مسعود و عبداللہ بن عمر و سمرہ بن جندب و نواس بن سمعان و عمرو بن عوف و حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے۔

حدیث یازدہم:۔ سنن ابن ماجہ و صحیح ابن خزیمہ و مستدرک حاکم و صحیح مختارہ میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث طویل جلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بالتفصیل عجائب احوال اعور دجال اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ بیان فرمائے، پھر فرمایا:

"اہل عرب اس زمانے میں سب کے سب بیت المقدس میں ہوں گے

اوران کا امام ایک مرد صالح ہوگا (یعنی حضرت امام مہدی) ''فَبَیْنَمَا اِمَامُھُمْ قَدْ تَقَدَّمَ یُصَلِّیْ بِھِمُ الصُّبْحَ اِذْ نَزَلَ عَلَیْھِمْ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ الصُّبْحَ''۔ اس اثنا میں کہ ان کا امام نماز صبح پڑھانے کو بڑھے گا ناگاہ عیسی بن مریم علیہما السلام وقت صبح نزول فرمائیں گے مسلمانوں کا امام الٹے قدموں پھرے گا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) امامت کریں گے عیسیٰ اپنا ہاتھ اس کی پشت پر رکھ کر کہیں گے آگے بڑھو نماز کی تکبیر تمہارے ہی لئے ہوئی تھی ان کا امام نماز پڑھائے گا عیسیٰ علیہ السلام سلام پھیر کر دروازہ کھلوائیں گے اس طرف دجال ہوگا جس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہتھیار بند ہوں گے جب دجال کی نظر عیسی علیہ السلام پر پڑے گی پانی میں نمک کی طرح گلنے لگے گا بھاگے گا عیسی علیہ السلام فرمائیں گے میرے پاس تجھ پر ایک وار ہے جس سے تو بچ کر نہیں جا سکتا پھر شہر لد کے شرقی دروازے پر اسے قتل فرمائیں گے''۔

اس کے بعد یہود کے قتل وغیرہ کے احوال ارشاد ہوئے۔

حدیث دوازدہم:۔ نیز سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، شبِ اسرا رسول اللہ ﷺ ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم الصلوٰۃ و السلام سے ملے، باہم قیامت کا چرچہ ہوا، انبیاء نے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و السلام سے ان کا حال پوچھا، انہیں خبر نہ تھی، موسی علیہ السلام سے پوچھا، انہیں بھی معلوم نہ تھا، انہوں نے عیسی علیہ السلام پر رکھا، عیسی علیہ السلام نے فرمایا:

’’قیامت جس وقت آ کر گرے گی اسے تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ،ہاں! اس کے گرنے سے پہلے کے باب میں مجھے رب العزۃ نے ایک اطلاع دی ہے پھرخروجِ دجال کا ذکر کر کے فرمایا:’’فَانۡزِلُ فَاَقۡتُلُہٗ‘‘ میں اتر کر اسے قتل کروں گا، پھر یاجوج ماجوج نکلیں گے، میری دعا سے ہلاک ہوں گے۔’’ فَعَھِدَ اِلَیَّ مَتٰی کَانَ ذٰلِکَ کَانَتِ السَّاعَۃُ مِنَ النَّاسِ کَالۡحَامِلِ الَّتِیۡ لَایَدۡرِیۡ اَھۡلُھَا مَتٰی تَفۡجَؤُھُمۡ بِوَلَادَۃٍ‘‘۔یعنی مجھے رب العزۃ نے اطلاع دی ہے کہ جب یہ سب ہولے گا تو اس وقت قیامت کا حال لوگوں پر ایسا ہوگا جیسے کوئی عورت پورے دنوں پیٹ سے ہو گھر والے نہیں جانتے کہ کس وقت اس کے بچہ ہو پڑے‘‘۔

بقیہ اکتیس احادیث طیبہ فتاویٰ حامدیہ میں ملاحظہ کریں۔ہم نے اختصار کے پیش نظر ان کے ذکر سے اجتناب کیا ہے۔حضور حجۃ الاسلام ان حدیثوں کے ذکر کے بعد رقم طراز ہیں:

’’یہ سرِ دست بےقصدِ استیعاب تینتالیس حدیثیں ہیں جن میں ایک چہل حدیث پوری حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے‘‘۔

سارے انبیاء سیدِ عالم کے امتی ہیں : یہ مسئلہ محقق و مسلم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء والمرسلین ہیں۔بقیہ سارے انبیائے کرام نبی بھی ہیں اور آپ کے امتی بھی۔اور اس میں کوئی منافات نہیں۔اور یہ بھی نہیں کہ ان کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کے سبب ان کی نبوت زائل ہوگئی یا

ان کو نبوت سے معزول کر دیا گیا ہو۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب قربِ قیامت تشریف لائیں گے تو نبی بھی رہیں گے اور حضور پر نور سید الانبیاء والمرسلین کے امتی بھی، جیسے وہ آج اللہ کے نبی بھی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے امتی بھی۔ اس طرح تمام انبیاء ومرسلین نبی بھی ہیں اور آپ کے امتی بھی۔

ایک سوال کے جواب کے ضمن میں درج ذیل عبارت کے ذریعہ احادیثِ طیبہ کی روشنی میں حضور حجۃ الاسلام مسئلہ کی وضاحت فرماتے ہیں:

ایک عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام پر موقوف نہیں، ابراہیم خلیل اللہ وموسیٰ کلیم اللہ ونوح نجی اللہ وآدم صفی اللہ وتمام انبیاء اللہ علیہم السلام سب کے سب ہمارے نبی اکرم سید عالم ﷺ کے امتی ہیں۔ حضور کا نام پاک ''نبی الانبیاء'' ہے۔

حدیث میں ہے حضور نبی الانبیا ﷺ فرماتے ہیں:

''لَوْ کَانَ مُوْسیٰ حَیًّا مَّا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ''۔ اگر موسیٰ زندہ ہوتے، انہیں میری پیروی کے سوا کچھ گنجائش نہ ہوتی۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ الْبَیْهقِیُّ فِیْ الشعب عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی الله تعالیٰ عنهما ''(یعنی احمد اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (فاروقی)

اور فرماتے ہیں ﷺ:

''وَ الَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوْ بَدَالَکُمْ مُوسیٰ فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَ تَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ وَ لَوْ کَانَ حَیًّا وَّ اَدْرَکَ نُبُوَّتِیْ

لَا تَبَعَنِیْ"۔ قسم اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان پاک ہے، اگر موسیٰ تمہارے لئے ظاہر ہوں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرو تو سیدھی راہ سے بہک جاؤ گے اور اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو ضرور میرا اتباع کرتے"۔

اس وقت توریت شریف کا ذکر تھا، لہٰذا موسیٰ علیہ السلام کا نام لیا ورنہ انہیں کی تخصیص نہیں سب انبیاء کے لئے یہی حکم ہے۔

منکرینِ حدیث و منکرینِ تقلید کا رد اور اصولی پیغام

اصولی پیغام : ایک بدنام زمانہ اور باطل فرقہ اہل قرآن کا ہے جو حدیث رسول کا منکر ہے۔ اس کی تعداد اگرچہ برائے نام ہے مگر کسی خارجی طاقت کے سبب اس چنگاری کے شعلۂ جوالہ بننے کا خطرہ ضرور ہے۔ جس طرح اہلِ خبیث، نام کے اہل حدیث اور دیو کے بندے چند سال پہلے تک مٹھی بھر تھے مگر حکومت سعودیہ نجدیہ اور وہاں کے دیگر وہابیوں نجدیوں کی پشت پناہی اور اربوں کھربوں روپئے کی امداد کے سبب ان کی تعداد برساتی کیڑے مکوڑے کی طرح ہوگئی ہے۔ ہمارے گرد و پیش میں جو فرقہ بھی ترقی کرتا نظر آ رہا ہے، اسکا راز یہی ہے کہ ان میں ہر ایک کی امداد (سپورٹ) کوئی نہ کوئی باطل حکومت کر رہی ہے۔ جیسے شیعوں کی امداد ایران سے، قادیانی کی امداد اسرائیل سے، تبلیغیوں اور غیر مقلدین نام نہاد اہل حدیث کا تعاون سعودیہ عربیہ اور کویت سے

ہورہا ہے۔ایک سنی جماعت ہے کہ اس کا کوئی ملک پشت پناہ اور مددگار نہیں۔ یہ جماعت حقہ محض فضلِ الٰہی اور رسول اعظم ﷺ کے طفیل اپنی صداقت وحقانیت کی بنیاد پر زندہ ہے۔سنیوں پر فرض ہے کہ جس طرح سے دیگر مذاہبِ باطلہ سے الگ رہتے ہیں، اسی طرح غیر مقلدین اور اہل قرآن سے دور ونفور رہیں۔فرقۂ اہلِ قرآن لوگوں کو حدیث رسول ﷺ سے دور کرنا چاہتا ہے اور نام نہاد اہلِ حدیث ائمۂ کرام کی تقلید کا منکر اور اولیائے کرام کا گستاخ ہے۔ ان دونوں بدمذہبوں کے باطل نظریات کا رد کرتے ہوئے حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے ایک نفیس وجلیل پیغام مسلمانوں کو دیا ہے، پڑھیے اور اپنے ایمان کی حفاظت کیجیے۔آپ رقمطراز ہیں:

مسلمانو! میں پہلے تمہیں سہل پہچان گمراہوں کی بتاتا ہوں، جو خود قرآنِ مجید وحدیثِ حمید میں ارشاد ہوئی۔

اللہ عزوجل نے قرآن عظیم اتارا ’’تِبیَاناً لِکُلِّ شَیْءٍ ‘‘ (یعنی اس میں ہر چیز کا روشن بیان)

تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو مگر ساتھ ہی فرمادیا:

’’وَمَا یَعْقِلُھَا اِلَّا الْعٰلِمُونَ (یعنی) اس کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو‘‘۔

اس لئے فرماتا ہے: ’’فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ‘‘ (یعنی علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو)۔

اور پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ سے آپ کتاب اللہ کے سمجھ لینے پر قادر ہوں، بلکہ اس کے متصل ہی فرمادیا:

''وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْھِمْ''(یعنی اے نبی ہم نے یہ قرآن تیری طرف اس لئے اتارا کہ تو ان لوگوں سے (اس کی شرح) بیان فرمادے اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی)۔

اللہ اللہ! قرآن عظیم کے لطائف ونکات منتہی نہ ہوں گے، ان دو آیتوں کے اتصال سے رب العالمین نے ترتیب وارسلسلہ فہمِ کلامِ الٰہی کا منتظم فرمادیا کہ: اے جاہلو! تم کلامِ علما کی طرف رجوع کرو اور اے عالمو! تم ہمارے رسول کا کلام دیکھو تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے گا۔ غرض ہم پر تقلیدِ ائمہ واجب فرمائی اور ائمہ پر تقلیدِ رسول اور رسول پر تقلیدِ قرآن:

وَ لِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ — اللہ ہی کے لئے حجت بالغہ ہے اور اللہ

وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ — ہی کے لئے حمد ہے، جو رب العالمین ہے

امام عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربّانی کتابِ مستطاب ''میزان الشریعۃ الکبریٰ''میں اس معنی کو جابجا بتفصیلِ تام بیان فرمایا، ازاں جملہ فرماتے ہیں:

''لَوْ لَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَصَّلَ بِشَرِیْعَتِہٖ مَا اُجْمِلَ فِیْ قُرْآنٍ بَقِیَ عَلٰی اِجْمَالِہٖ کَمَا اَنَّ الْاَئِمَۃَ الْمُجْتَھِدِیْنَ لَمْ یُفَصِّلُوْا مَا اُجْمِلَ

فِیْ السُّنَّةِ لَبَقِیَتْ عَلٰی اِجْمَالِهَا وَ هٰکَذَا اِلٰی عَصْرِنَا هٰذَا" (پس اگر رسول اللہ ﷺ اپنی شریعت سے مجملاتِ قرآن کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن یونہی مجمل رہتا اور اگر ائمہ مجتہدین مجملاتِ حدیث کی تفصیل نہ کرتے تو حدیث یونہی مجمل رہتی اور اسی طرح ہمارے زمانے تک کہ اگر کلامِ ائمہ کی علمائے مابعد شرح نہ فرماتے تو ہم اسے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے)۔

تو یہ سلسلۂ ہدایت رب العزت کا قائم فرمایا ہوا ہے، جو اسے توڑنا چاہے وہ ہدایت نہیں چاہتا بلکہ صریح ضلالت کی راہ چل رہا ہے، اسی لئے قرآن عظیم کی نسبت ارشاد فرمایا:

"یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْراً وَّ یَهْدِی بِهٖ کَثِیْراً" اللہ تعالیٰ اسی قرآن سے بہتیروں کو گمراہ کرتا اور بہتیروں کو سیدھی راہ عطا فرماتا ہے"۔

جو سلسلے سے چلتے ہیں بفضلہٖ تعالیٰ ہدایت پاتے ہیں اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص اوندھی سمجھ کے بھروسے قرآن عظیم سے بذاتِ خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں چاہِ ضلالت میں گرتے ہیں، اسی لئے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"سَیَاْتِیْ نَاسٌ یُّجَادِلُوْنَکُمْ بِشُبُهَاتِ الْقُرْآنِ فَخُذُوْهُمْ بِالْسُّنَنِ فَاِنَّ اَصْحَابَ السُّنَنِ اَعْلَمُ بِکِتَابِ اللّٰهِ (یعنی قریب ہے کہ کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو تم سے قرآن عظیم کے مشتبہ کلمات سے جھگڑیں گے، تم انہیں

حدیثوں اور سنتوں سے پکڑو کہ حدیث و سنت والے قرآن کو خوب جانتے ہیں)۔ رَوَاهُ الدَّارَمِیُّ وَ نَصرُ الْمُقْدِسِیُّ فِیْ الْحُجَّةِ وَ اللَّالْكَائِیُّ فِیْ السُّنَّةِ وَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّفِی الْعِلْمِ وَ ابْنُ اَبِیْ زَمْنِیْنَ فِیْ اَصْلِ السُّنَّةِ وَ الدَّارِمِیُّ وَ الدَّار قُطْنِیُّ وَ الْاِصْبَهَانِیُّ فِی الْحُجَّةِ وَابْنُ النَّجَّارِ ''(یعنی دارمی نے اور نصر مقدسی نے ''حجۃ'' میں اور لالکائی نے ''سنۃ'' میں اور ابن عبدالبر نے ''العلم'' میں اور ابن ابوزمنین نے ''اصول السنۃ'' میں اور دارقطنی اور اصبہانی نے ''حجۃ'' میں اور ابن نجار نے اس حدیث پاک کو روایت کی۔(فاروقی)

اسی لئے امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اَلْحَدِیْثُ مُضِلَّةٌ اِلَّا الْفُقَهَاءَ (یعنی) حدیث گمراہ کردینے والی ہے مگر ائمۂ مجتہدین کو''۔

تو وجہ وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے جس کی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح ائمۂ مجتہدین نے کر دکھائی تو جو ائمہ کا دامن چھوڑ کر قرآن و حدیث سے اخذ کرنا چاہے بہکے گا اور جو حدیث چھوڑ کر قرآن مجید سے لینا چاہے وادئ ضلالت میں پیاسا مرے گا تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوحِ دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن و حدیث چاہئے جان لو یہ گمراہ ہے اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں چاہتے ہمیں تو قرآن درکار ہے تو سمجھ لو کہ یہ بددین دینِ خدا کا بدخواہ ہے، پہلا فرقہ قرآن عظیم کی پہلی آیت

''فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ''(یعنی اے لوگو! علم والوں سے پوچھو) کا مخالف، مستکبر اور دوسرا طائفہ قرآن عظیم کی دوسری آیت''لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ'' (یعنی لوگوں کو اس کی شرح بیان فرما دیں جو ان کی طرف اترا) کا منکر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرقۂ مخزولہ کا رد اس حدیث میں فرمایا کہ ارشاد فرماتے ہیں:

''اَلَّاسَأَلُوْا اِذَالَمْ يَعْلَمُوْا فَاِنَّمَا شِفَاءُ الْعَيِّ السُّوَالُ'' ۔کیوں نہ پوچھا جب نہ جانتے تھے کہ تھکنے کی دوا تو پوچھنا ہے۔ رواه ابو داؤد عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنهما''(یعنی اس حدیث پاک کو امام ابوداؤد نے حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔(فاروقی)

اور دوسرے طائفہ ملعونہ کا رد اس حدیث میں فرمایا کہ ارشاد فرماتے ہیں:

''اَلَا اِنِّىْ اُوْتِيْتُ الْقُرْآنَ وَ مِثْلَهٗ مَعَهٗ اَلَا يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَقُوْلُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَ مَا وَجَدْتُّمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ وَ اِنَّ مَاحَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ''۔(یعنی) سن لو مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اس کے مثل خبردار نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لئے رہو اس میں حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام مانو، حالانکہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کی وہ اسی کے مثل ہے جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی۔رَوَاهُ الْاَئِمَّةُ اَحْمَدُ وَ الدَّارِمِيُّ وَ اَبُوْ دَاؤُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ

مَاجَةَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرَبَ وَ نَحْوُهُ عِنْدَهُمْ مَا خَلاَ الدَّارِمِيّ وَ عِنْدَ البَيْهِقِيّ فِيْ الدَّلَآئِلِ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ وَ عِنْدَ اَبِيْ دَاوٗدَ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ ‘‘(یعنی اس حدیث پاک کو امام احمد، امام دارمی، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے روایت کیا اور ایسے ہی ان کے نزدیک سوائے دارمی کے اور امام بیہقی کے نزدیک ’’دلائل‘‘ میں حضرت ابورافع سے اور ابوداؤد کے نزدیک عرباض ابن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔(فاروقی)

رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق اس زمانۂ فساد میں ایک تو پیٹ بھرے بےفکرے نیچری حضرات تھے، جنہوں نے حدیثوں کو یکسر ردی کر دیا اور بزورِ زبان صرف قرآن عظیم پر دارومدار رکھا، حالانکہ واللہ! وہ قرآن کے دشمن اور قرآن ان کا دشمن، وہ قرآن کو بدلنا چاہتے ہیں اور مرادِ الٰہی کے خلاف اپنی ہوائے نفس کے موافق اس کے معنی گڑھنا۔

اب دوسرے یہ حضرات نئے فیشن کے مسیحی اس انوکھی آن والے پیدا ہوئے کہ ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہئے، جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے، تو بات کیا ہے کہ یہ دونون گمراہ طائفے دل میں خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں ان کا ٹھکانا نہیں۔ حضور کی روشن حدیثیں ان کے مردود خیالات کے صاف پرزے پارچے بکھیر رہی ہیں، اسی لئے اپنی بگڑی بنانے کو پہلے ہی دروازے بند کرتے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن شریف سے ثبوت

چاہیئے جس میں عوام بیچاروں کے سامنے اپنے سے لگتے لگا لینے کی گنجائش ہو۔

مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو اگر اس میں ایں وآں نکالیں تم ائمہ کا دامن پکڑو اس تیسرے درجے پر آکر حق و باطل صاف کھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اڑایا ہوا سارا غبار حق کے برسائے ہوئے بادلوں سے دھل جائے گا، اس وقت یہ ضالّ مضلّ طائفے بھاگتے نظر آئیں گے:

"كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ" یعنی گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں (کنز)

اول تو حدیثوں ہی کے آگے انہیں کچھ نہ بنے گی صاف منکر ہو بیٹھیں گے اور وہاں کچھ چوں و چرا کی تو ارشادات ائمہ معانی حدیث کو ایسا روشن کردیں گے کہ پھر انہیں یہ کہتے بن آئے گی کہ ہم حدیث کو نہیں جانتے یا اماموں کو نہیں مانتے اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ ان کا امام ابلیس لعین ہے جو انہیں لئے پھرتا ہے اور قرآن و حدیث و ائمہ کے ارشادات پر نہیں جمنے دیتا۔ وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم۔

یہ نفیس وجلیل فائدہ ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھو ہر جگہ کام آئے گا اور باذن اللہ تعالیٰ ہزار گمراہیوں سے بچائے گا۔

☆☆☆

تیرہواں نور

حجۃ الاسلام اپنے فتاویٰ کے آئینے میں

فتاویٰ میں ناقدانہ شان دیگر فنون کی طرح فقہ وافتاء میں بھی حضور حجۃ الاسلام کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کے کل فتاویٰ تو محفوظ نہ رہ سکے، مگر جو فتاویٰ بھی موجود تھے انہیں فتاویٰ حامدیہ کے نام سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ ان فتاویٰ کا رنگ بھی اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کے رنگ کا مظہر ہے۔ زبان واسلوب، طریقۂ استدلال اور ردو تنقید ہر پہلو یہ بتاتا ہے کہ آپ واقعی جانشین اعلیٰ حضرت ہیں۔ ہمارے سامنے ان کا ایک فقہی رسالہ ''اجتناب العمال عن فتاوی الجہال'' ہے۔ اس رسالہ میں آپ نے پہلے بارہ مستند و معتمد کتب، غنیۃ شرح منیہ، شرح نقایہ برجندی، بحر الرائق، منحۃ الخالق، الاشباہ والنظائر، مراقی الفلاح، فتح اللہ المعین، طحطاوی، درمختار، ردالمحتار اور مرقاۃ شرح مشکوۃ سے اپنا مسلک ثابت کیا ہے۔ بلکہ ابن حبان اور خطیب بغدادی کی ابو ہریرہ اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کردہ دو حدیثوں کے اطلاق سے بھی ثابت کیا کہ قنوت کے بارے میں فتنہ وفساد اور غلبۂ کفار کی تخصیص باطل ہے۔ اور بلاشبہ ہر سختی و پریشانی مثلِ طاعون و وبا کے لئے بھی جائز ہے۔

آغازِ کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:۔ ''تحریرات مذکورہ نظر سے گزریں۔

''ضروری سوال'' میں جو حکم اختیار کیا گیا ہے، محض خلافِ تحقیق ہے، ہمارے ائمۂ کرام کی تصریحاتِ کتبِ متون دیکھئے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیرِ وتر میں قنوت نہیں، ان میں وقت غلبۂ کفار کا بھی کہیں استثناء نہیں اور اگر تحقیقاتِ جمہورِ شارحین کرام پر نظر ڈالیے تو مطلقاً نازلہ کے لئے قنوت لکھتے ہیں، خاص فتنہ و غلبۂ کفار کی ہرگز قید نہیں لگاتے۔ غنیۃ شرح منیہ میں ہے۔ ''**قال الحافظ ابو جعفر الطحاوی انما لا یقنط عند نا فی صلوۃ الفجر من غیر بلیۃ فاذا وقعت فتنۃ او بلیۃ فلا بأس به** ''یعنی امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا، نماز فجر میں ہمارے یہاں قنوت نہ ہونا اس وقت ہے کہ کوئی بلا و مصیبت نہ ہو۔ جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نماز صبح میں قنوت پڑھنا کچھ مضائقہ نہیں۔

(رسالہ اجتناب العمال عن فتاوی الجہال مشمولہ فتاوی حامدیہ ص۲۹۲/۲۹۱)

اس رسالہ میں ''ضروری سوال'' کے نام سے ساڑھے پانچ ورق کی تحریر کے مرتب کے ہفوات اور ہذیانات پر فاضلانہ و محققانہ رد ہے، جس میں مذکورہ وہابی مرتب کی اس مختصر تحریر کے عیوب و نقائص کی نشاندہی کی ہے، ضروری سوال کے اندر تیس جہالتیں اور مرتب کی سفاہتیں، تین فریب اور اس کے کافی اغلاط کو شمار فرمایا۔

ایک مفتی کے لیے نقاد کا ہونا ضروری ہے، جو تنقیدی نظر نہ رکھتا ہو وہ درحقیقت مفتی بننے کے لائق نہیں، فضلِ مولیٰ سے حضور حجۃ الاسلام کے اندر یہ

خوبی بدرجۂ اتم موجود تھی۔ اس لیے آپ نے ''ضروری سوال'' اوراس کے مرتب کا تنقیدی جائزہ لیا ہے، آپ نے ''ضروری سوال'' کے رد میں اس کے اغلاطِ تصحیف، اغلاطِ ترجمہ اور اغلاطِ روایات کا خوب خوب تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ اس کا کچھ نمونہ یہاں ملاحظہ کیجئے۔ آپ رقمطراز ہیں:

''اغلاطِ تصحیف: یعنی عبارت کچھ ہے اور پڑھیں کچھ، یوں تو زیادت ونقص و تبدیل ہر قسم کی خطأ اس ''ضروری سوال'' میں موجود ہے ''**قنا ربنا عذاب النار**'' کو آیت بتادیا حالانکہ قرآن عظیم میں ''**قنا**'' کے بعد لفظ ''**ربنا**'' کہیں نہیں۔

''**من اشد النوازل**'' سے ''**من**'' اڑا کر طاعون کو ''**اشد النازلة**'' کہا اور اپنے ہی پاؤں میں تیشہ مارا۔

عبارت ''اشباہ'' میں ''سبعین'' کو ''تسعین'' بنایا مگر زیادہ اظہارِ علم کی تصحیفیں یہ ہیں ''شیبان بن فروخ'' کو اصل عبارت سند اور ترجمہ دونوں میں ''شیبان بن فرخ [۱] لکھا یہ نام صحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی میں خدا جانے کتنی جگہ آیا ہے، اگر یہ کتابیں پڑھی ہوتیں تو ایسی غلطی شاید نہ ہوتی۔

''**اَللّٰھُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَکَ عَلٰی مُضَرَ**'' دو جگہ آیا دونوں جگہ ''وطائک'' بہمزہ [۲] بجائے ''تا'' بنایا اور قبیلۂ ''قارہ'' کو کہ یہ لفظ بھی دو جگہ وارد ہوا تھا، دونوں جگہ صاف ''فارہ [۳]'' بحرف فا بجائے قاف تحریر کیا اور سب میں اخیر کا لطیفہ

---

[۱] یعنی چوزہ ۱۲ منہ/ [۲] یعنی نشیب ۱۲ منہ/ [۳] یعنی چوہا ۱۲ منہ

یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مناجات مروی ہے:

''اَللّٰھُمَّ لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَّ وَلَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ وَلَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا ھَادِیَ لِمَنْ اَضْلَلْتَ وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ ھَدَیْتَ وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَّ وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ''۔ یعنی اے اللہ! جس چیز کو تو نے کشادہ فرمایا اسے کوئی سمیٹنے والا نہیں اور جسے تو نے بند فرما دیا اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور جسے تو نے عطا کیا اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو نے روک لیا اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں اور جسے تو نے گمراہ کیا اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اور جسے تو نے ہدایت دی اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ اور جسے تو نے دور کر دیا اسے کوئی قریب کرنے والا نہیں اور جسے تو نے قریب فرما لیا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں۔ (فاروقی)

آپ اسے لکھتے ہیں:

''اَللّٰھُمَّ یَا قَابِضُ لِمَا بَسَطْتَّ وَ یَا بَاسِطُ لِمَا قَبَضْتَ''۔ اہل علم کی غلطی اس طرح کی نہیں ہوتی، اتنا بھی نہ سمجھا کہ یوں ہوتا تو:

''یا قابضاً لما بسطت و یا باسطاً لما قبضت''

نصب کے ساتھ ہوتا نہ بالضم کہ بوجہِ حصولِ معمول کلمۂ شبہ مضاف ہو کر مفرد نہ رہا اور نصب واجب ہوا ''کَقَوْلِکَ یَا طَالِعًا جَبَلاً وَ یَا خَیْرًا مِّنْ زَیْدٍ''اور یہ تو تم سے کیا کہا جائے کہ یہ حدیث جو آپ نے نقل کی جس میں یہ

مناجات مذکور ہوئی، علمائے ناقدین اسے سخت منکر بتاتے ہیں، یہاں تک کہ امام ذہبی فرماتے ہیں:

''اَخَافُ اَنْ لَّا یَکُوْنَ مَوْضُوْعًا''۔ میں ڈرتا ہوں کہیں موضوع نہ ہو''۔

خاتم الحفاظ امام جلیل سیوطی ''جمع الجوامع'' میں اسے نقل کر کے مقرر رکھتے ہیں۔

اغلاطِ ترجمہ:۔ گزری جہالتوں کے بیان میں متعدد جگہ واضح ہوا کہ زید کو سیدھی سادی عبارتِ عربی سمجھنے اور اس کا ٹھیک ترجمہ کر لینے کی استعداد نہیں اور میں ایسے ترجموں کا شاکی بھی نہیں کہ ''اَنْ یَّدْعُوَ لِقَوْمٍ اَوْ عَلٰی قَوْمٍ'' کے ترجمے میں لکھا:

''واسطے دعا کرنے کے کسی قوم کے لئے یا اوپر بددعا کرنے کے کسی قوم پر''

یا ''سَنَدُہٗ صَحِیْحٌ'' کا ترجمہ ''سنداس حدیث کی بہت صحیح ہے'' یا ''عَنْ اَبِیْ مَالِکٍ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ الْاَشْجَعِیّ'' کا ترجمہ ''روایت کی مالک سعید بیٹے طارق اشجعی نے''۔ لطیف خوش فہمیوں کے ترجمے وہ ہیں جن کا بیان ذکرِ جہالات ۵/، ۶/، ۸/، ۱۱/، ۱۲/ و ۱۹/ میں گزرا۔ علی الخصوص ثلثۂ اخیرہ اور اسی قبیل سے ہے حدیث:

''اَللّٰھُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ وَ سَلمَۃَ بْنَ ھِشَامٍ وَ عَیَّاشِ بْنَ اَبِیْ رَبِیْعَۃَ وَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰہُ لَھَا وَ اَسْلَمُ سَالَمَھَا اللّٰہُ''

کا ترجمہ:۔ ''اے پروردگا خلاصی بخش ولید اور سلمہ اور عیاش کو اور ناتواں مومنوں کو اور قبیلۂ غفار کو مغفرت کرے اللہ ان کی اور قبیلۂ اسلم کو سلامت[۱] رکھے اللہ ان کو یعنی شر سے اعداء کے''

''غِفَارُ غَفَرَ اللّٰہُ لَھَا وَ اَسْلَمُ سَالَمَھَا اللّٰہُ'' دو مستقل جملے جداگانہ خبریہ یا دعائیہ ہیں۔

اَقُوْلُ وَالْاَوَّلُ عِنْدِیْ اَوْلٰی لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَسْلَمُ سَالَمَھَا اللّٰہُ وَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰہُ لَھَا اَمَا وَ اللّٰہِ مَا اَنَا قُلْتُہٗ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ قَالَہٗ رَوَاہُ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَ اَحْمَدُ وَ الطَّبَرَانِیُّ فِیْ الْکَبِیْرِ وَ الْحَاکِمُ عَنْ سَلْمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ وَ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ عَنْ خُفَافِ بْنِ اَیْمَاءِ الْغِفَارِیِّ وَ اَبُوْ یَعْلٰی الْمُوْصِلِیُّ عَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ الْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ.

یعنی میں کہوں گا میرے نزدیک پہلا احتمال اولیٰ ہے کیوں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلم سے اللہ تعالیٰ نے مصالحت فرمائی اور غفار کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمائی، خبردار! خدا کی قسم میں نے یہ بات خود نہیں کہی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہے، اسے امام مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اور امام احمد اور طبرانی نے ''کبیر'' میں اور امام حاکم نے سلمہ بن اکوع اور ابو بکر بن شیبہ نے خفاف ابن ایماء غفاری سے اور ابو یعلیٰ موصلی نے ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی ہے۔ (فاروقی)

---

[۱] ''سالمہا اللہ'' کا ظاہر ترجمہ اللہ نے ان سے صلح کی علیہ درج فی اشعة اللمعات و فی الصراح مسالمة مصالحة و فی القاموس سالما صالحا و فی تاج العروس و منه الحدیث اسلم سالمها الله و هو من المسالمة و ترک الحرب و فی مجمع البحار اسلم سالمها الله هو المسالمة و ترک الحرب ۱۲/منہ

مصنفِ ''ضروری سوال'' نے اپنی نادانی سے ''غفار و اسلم'' کو ''ولید'' پر معطوف اور ''انج'' کے نیچے داخل سمجھا، گویا یہ قبائلِ انصار بھی مثل ولید وسلمہ و عیاش وضعفائے مومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین دستِ کفار میں گرفتار تھے ان سب کی نجات کے لئے دعا فرمائی جاتی تھی، حالانکہ یہ حدیث اس حدیث سے جدا ہے۔

''صحیح بخاری شریف'' صفۃ الصلاۃ میں بے ذکر ''غفار و اسلم'' صرف حدیثِ اول روایت فرمائی اور استسقاء میں کہ اسے اس کے ساتھ روایت کیا صاف فصل بتا دیا:

''حَیۡثُ قَالَ عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا رَفَعَ رَأۡسَهٗ مِنَ الرَّکۡعَةِ الۡاٰخِرَةِ یَقُوۡلُ اَللّٰهُمَّ اَنۡجِ عَیَّاشَ بۡنَ اَبِیۡ رَبِیۡعَةَ، اَللّٰهُمَّ اَنۡجِ سَلَمَةَ بۡنَ هِشَامٍ، اَللّٰهُمَّ اَنۡجِ الۡوَلِیۡدَ بۡنَ الۡوَلِیۡدِ، اَللّٰهُمَّ اَنۡجِ الۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ، اَللّٰهُمَّ اشۡدُدۡ وَطۡأَتَکَ عَلٰی مُضَرَ، اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡهَا سِنِیۡنَ کَسِنِیۡ یُوۡسُفَ وَ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَ اَسۡلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی'' یعنی بایں طور فرمایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ آخری رکعت سے سر اٹھاتے تو یہ فرماتے ''اے اللہ! نجات دے عیاش ابن ابو ربیعہ کو، اے اللہ! نجات دے سلمہ ابن ہشام کو، اے اللہ! نجات دے ولید ابن ولید کو، اے اللہ! نجات دے

ضعیف مؤمنوں کو، اے اللہ! تو اپنی گرفت سخت فرما مضر پر، اے اللہ! ان پر قحط مسلط فرما، جیسا قحط یوسف علیہ السلام کے زمانے میں ہوا تھا''۔اور حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے غفار کی مغفرت فرمائی اور اسلم سے اللہ تعالیٰ نے صلح فرمائی۔ (فاروقی)

''فتح الباری وعمدۃ القاری وارشاد الساری شروح صحیح بخاری'' میں ہے:

''قَوْلُهٗ وَ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ الخ حَدِیْثٌ اٰخَرُ وَ هُوَ عِنْدَ الْبُخَارِیِّ بِالْاِسْنَادِ الْمَذْكُوْرِ فَكَاَنَّهٗ سَمِعَهٗ هٰكَذَا فَاَوْرَدَهٗ كَمَا سَمِعَهٗ۔ زَادَ الْعَیْنِیُّ وَ قَدْ اَخْرَجَهٗ اَحْمَدُ كَمَا اَخْرَجَهٗ الْبُخَارِیُّ ''یعنی ان کا قول ''ان النبی ﷺ ''الخ یہ دوسری حدیث ہے اور یہ امام بخاری کے یہاں مذکورہ سند کے ساتھ ہی مروی ہے گویا انہوں نے اسی طرح سن کر شامل کرلیا اور ''عینی'' نے یہ بات زیادہ کی کہ: اسے امام احمد نے بھی تخریج کی جس طرح امام بخاری نے تخریج کی ہے۔(فاروقی)

ذی ہوش نے یہ بھی نہ دیکھا کہ روایت میں ''غفار'' مرفوع ہے نہ منصوب تو ''ولید'' پر عطف کیوں کر ممکن۔

اغلاطِ روایت:۔ ''ضروری سوال'' میں واقعۂ بیر معونہ بطورِ خود ذکر کیا، جسے بے اصل اغلاط سے بھر دیا خلاصۂ عبارت یہ ہے:

''ایک عامر بیٹا مالک کا دو گھوڑے دو اونٹ پیمبرِ خدا ﷺ کے پاس ہدیہ

لایا، حضور نے فرمایا، ہم کافر کا ہدیہ قبول نہیں کرتے، وہ اسلام تو نہ لایا مگر انکار بھی نہ کیا اور بولا، اے حبیبِ خدا! میرے پیچھے ایک قوم ہے آپ چند اصحاب ہمراہ دو تو امید کہ وہ سب مسلمان ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے ستر یا چالیس جوان انصار [1] سے جو سب کے سب قرآن مجید کے حافظ تھے، عامر کے ہمراہ کر دیئے اور ایک راہبر بھی ہمراہ ہولیا، ان پر منذر کو سردار کیا اور بنامِ عامر بن طفیل ایک خط لکھوا کر حوالہ منذر کے کر دیا، یہ صحابہ بیر معونہ کے قریب پہنچ کر وہیں قیام کیا پھر ایک شخص کے ہاتھ وہ خط عامر بن طفیل کے پاس بھجوا دیا، جب وہ خط عامر بیٹے طفیل نے پڑھا، آگ کا شعلہ بن گیا اور جھپٹ کر خط پہنچانے والے کو قتل کر ڈالا پھر اپنے تمام حلیفوں اور قبیلوں کی کمک کی مدد سے ان صحابہ کو قتل کر ڈالا اور منذر کو زندہ قید کر لیا''۔ [1]

قطعِ نظر اس سے کہ:

اولاً:۔ عامر بن مالک ابو براء نے ''اے حبیب خدا'' ہرگز نہ کہا کہ یہ خاص کلمۂ اسلامی تھا۔

ثانیاً:۔ ہمراہ ہولیا سے ظاہر یہ کہ بطور خود ساتھ ہولیا حالانکہ حدیث میں ہے: خود حضور اقدس ﷺ نے مطلب سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رہبری کے لئے

---

[1] سب انصاری نہ تھے بعض مہاجر تھے ''خمیس'' میں ہے: کان اکثرھم من الانصار و اربعۃ من المہاجرین ''مدارج'' میں ہے کہ اکثر ایشان از انصار بودند وبعضے از مہاجران، نیز ''خمیس'' میں ہے: لم یکن القراء المذکورون کلھم من الانصار بل کان بعضھم من المھاجرین مثل عامر بن فھیرۃ مولی ابی بکر الصدیق و نافع بن بدیل بن ورقاء الخزاعی وغیرھما رضی اللہ تعالیٰ عنھم ۱۲۔

ہمراہ فرمادیا تھا:

''فَقَدْ اَخْرَجَ الطَّبَرَانِیُّ مِنْ طَرِیْقِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ لَھِیْعَۃَ عَنْ اَبِی الْاَسْوَدِ عَنْ عُرْوَۃَ قَالَ ثُمَّ بَعَثَ النَّبِیُّ ﷺ الْمُنْذِرَ بْنَ عَمْرٍو السَّاعِدِیَّ وَ بَعَثَ مَعَہُ الْمُطَّلِبَ السَّلَمِیَّ لِیَدُلَّھُمْ عَلَی الطَّرِیْقِ'' ۔ الحدیث۔ ذکرہ فی الاصابۃ فی ترجمۃ المطلب ''۔یعنی طبرانی نے عبداللہ بن لہیعہ کے طریق سے تخریج کی انہوں نے ابوالاسود سے انہوں نے عروہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ: پھر نبی کریم ﷺ نے منذر بن عمر وساعدی کو (رؤسائے نجد و بنی عامر کے پاس) بھیجا اوران کے ساتھ مطلب سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوروانہ فرمایا تا کہ وہ ان کی رہنمائی کریں۔الحدیث،اس حدیث کو''الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ''میں مطلب کے عنوان کے تحت ذکرکیا۔(فاروقی)

ثالثاً:۔فرمانِ اقدس خاص بنامِ عامر بن طفیل نہ تھا بلکہ رؤسائے نجد و بنی عامر کے نام تھا۔

''خمیس''میں ہے:

''وَ کَتَبَ کِتَاباً اِلٰی رُؤَسَآءِ نَجْدٍ وَّ بَنِیْ عَامِرٍ ''یعنی حضوراقدس ﷺ نے رؤسائے نجدو بنی عامر کے نام خط لکھا۔(فاروقی)

''مدارج''میں ہے:

''مکتوبے برؤسائے نجد و بنی عامر نوشت'' یعنی حضور ﷺ نے ایک خط

رؤسائے بنی نجد و عامر کو تحریر فرمایا۔ (فاروقی)

رابعاً:۔ حافظِ قرآن کے اگر یہ معنی کہ قرآن مجید سے کچھ یاد تھا تو اس میں ان صحابہ کی کیا خصوصیت، انہیں قراء نام رکھنے کی یہ وجہ نہیں ہوسکتی اور اگر یہ مراد کہ جس قدر قرآن مجید اس وقت تک اترا وہ سب ان سب کو یاد تھا، تو اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ انہیں قراء کہنے کی وجہ یہ کہ شب کو درس و تلاوتِ قرآن مجید میں بکثرت مشغول رہتے۔

''صحیح بخاری'' میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

''یَتَدَارَسُوْنَ الْقُرْآنَ بِاللَّیْلِ وَ یُصَلُّوْنَ ''یعنی وہ راتوں کو درسِ قرآن اور نمازوں میں مشغول رہتے تھے۔ (فاروقی)

''عمدۃ القاری'' کتاب الجہاد، باب العون بالمدد میں ہے:

''سُمُّوْا بِہٖ لِکَثْرَۃِ قِرَآئَتِھِمْ ''یعنی تلاوتِ قرآن کریم کی کثرت کے سبب انہیں ''قراء'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ (فاروقی)

خامساً:۔ عامر بن طفیل کے خاص اپنے قبیلۂ بنی عامر نے ہرگز کمک نہ دی بلکہ صاف انکار کر دیا کہ تیرا چچا عامر بن مالک انہیں اپنی پناہ میں لے چکا ہے، ہم اس کا ذمہ ہرگز نہ توڑیں گے۔

''مواہب اللدنیہ'' میں ہے:

''اِسْتَصْرَخَ عَلَیْھِمْ بَنِیْ عَامِرٍ فَلَمْ یُجِیْبُوْہُ وَ قَالُوْا لَنْ نَخْفِرَ

اَبَا بَرَآءٍ وَ قَدْ عَقَدَلَهُمْ عَقْدًا وَّ جِوَارًا ''یعنی عامر بن طفیل نے مسلمانوں کے خلاف قبیلۂ بنو عامر کو مدد کے لئے پکارا تو انہوں نے اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور کہا، ہم ابو براء کے معاہدے کو ہرگز نہ توڑیں گے کہ اس نے مسلمانوں کو پناہ دینے کا عہد کر رکھا ہے۔(فاروقی)

سیرت ابن ہشام میں ہے:

''اِسْتَصْرَخَ عَلَيْهِمْ بَنِیْ عَامِرٍ فَأَبَوْاَنْ يُّجِيْبُوْهُ اِلٰی مَادَعَا هُمْ اِلَيْهِ وَ قَالُوْا لَنْ نَّخْفِرَ اِلٰی اٰخر مامر ''۔یعنی عامر بن طفیل نے مسلمانوں سے مقاتلہ کے لئے بنو عامر کو پکارا تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا اور کہا ہم تیرے چچا ابو براء کے معاہدے کو ہرگز نہ توڑیں گے۔(فاروقی)

''خمیس'' میں ہے:

''اِسْتَصْرَخَ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ بَنِیْ عَامِرٍ عَلَی الْمُسْلِمِيْنَ فَامْتَنَعُوْا وَ قَالُوْا لَا نَخْفِرُ ذِمَّةَ اَبِیْ بَرَآءٍ عَمِّکَ الخ ''یعنی عامر بن طفیل نے مسلمانوں کے خلاف قبیلۂ بنو عامر کو قتال کے لئے پکارا تو انہوں نے اس سے صاف انکار کر دیا اور کہا ہم تیرے چچا ابو براء کے ذمہ کو ہرگز نہ توڑیں گے۔ (فاروقی)

''مدارج'' میں ہے:

''تمامۂ بنی عامر از جنگ مسلمانان ابا آوردند'' یعنی تمام بنو عامر نے

مسلمانوں سے جنگ کرنے سے انکار کردیا۔(فاروقی)

سادساً:۔ عامر بن طفیل کا حاملِ فرمانِ اقدس حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوشہید کرنا بھی خلاف تحقیق ہے بلکہ ان کا قاتل اور شخص تھا کہ بعد کو اسلام لے آیا۔''(رسالہ اجتناب العمال عن فتاوی الجہال مشمولہ فتاوی حامدیہ)

کمال کی بات یہ ہے کہ مذکورہ رسالہ میں حضور حجۃ الاسلام نے مرتبِ ''ضروری سوال'' کی تیس جہالتوں، کئی اغلاطِ تصحیف، کئی اغلاطِ روایت اور کئی فریبوں کو اجاگر کیا ہے۔اس رسالہ کے دلائل دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

مسلمان کی ایذا رسانی حرام ہے : کچھ لوگوں نے حضور حجۃ الاسلام کے حوالے سے یہ افترا پردازی کی کہ مسلم لیگ کے بدمذہبوں کا رد کرنے سے آپ سکوت فرماتے ہیں اور جو لوگ مسلم لیگ کا رد کرتے ہیں، حضور والا ان سے ناراض ہیں، اس کے جواب میں حجۃ الاسلام یہ لکھتے ہیں کہ:

''میرے اوپر جو افترا آت واتہامات اٹھائے جارہے ہیں، ان کی نسبت صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ''اِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکیٰ''یعنی اللہ ہی کی طرف شکوہ ہے۔ میرے احباب کو ضرور ان افترا آت سے روحانی صدمہ وقلبی اذیت پہنچی ہوگی۔ملخصاً''۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

''ان باتوں سے جو آپ نے مجھ کو لکھیں، مجھے سخت اذیت اور روحی صدمہ

پہنچا''۔

حدیث میں ہے:

''مَنْ اٰذیٰ مُسْلِماًفَقَدْ اٰذَانِیْ'' (جس نے کسی مسلمان کواذیت دی، بیشک اس نے مجھےاذیت دی)

میں خوب سمجھتاہوں کہ یہ مراسلہ آپ کامراسلہ نہیں ع

کب سلیقہ ہےفلک کو یہ ستمگاری میں

اورہی کوئی ہےاس پردۂ زنگاری میں

خیروہ کوئی بھی ہو،اسےایک یہ حدیث پہنچادیجئے:

''مَلْعُوْنٌ مَّنْ ضَآرَّ مُؤْمِناً اَوْ مَکَرَ'' (جومسلمان کومضرت پہنچائے یااس کے ساتھ مکاری کرے،تاجداردوعالمﷺ کی بارگاہ سے وہ ملعون ہے۔ رواہ الترمذی عن ابی بکرالصدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) و قال ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ''

دوسری حدیث میں ہے:

''مَنْ ضَآرَّ مُؤْمِناً ضَآرَّ اللّٰہُ بِہٖ وَ مَنْ شَآقَّ شَآقَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ ''یعنی جس نے مسلمان کومضرت پہنچائی یاپھوٹ ڈالی، وہ ملعون ہے،اللہ اسے مضرت دے گا''۔ [1]

---

[1] فتاویٰ حامدیہ،ص ۴۲۷/۴۲۸

بغیر علم کے فتوی دینا ناجائز ہے : آج کل بہت سے مولوی فتویٰ دینے اور مفتی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اس کے باوجود اپنی جھوٹی شہرت وعزت کے لیے مفتی بنے رہتے ہیں، ایسے بے علم اور کج فہم کے فتوے پر اعتماد کرنا منع ہے کیونکہ گمراہی کا سبب ہے، اس سلسلہ میں حضور حجۃ الاسلام اپنی کتاب ''اجتناب العمال'' میں درجِ ذیل حدیث پیش فرماتے ہیں:

''صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسندِ امام احمد وجامعِ ترمذی وسننِ ابنِ ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اِتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتُوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَ اَضَلُّوْا ۔ (قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ) لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے، ان سے مسئلے پوچھے جائیں گے۔ وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، آپ بھی گمراہ ہوں گے اور اوروں کو بھی گمراہ کریں گے''۔

بلا کے وقت فجر میں دعائے قنوت پڑھنے کا ثبوت : مسلمانوں پر اگر کسی طرح کی بلا آجائے، کسی طرح کا نازلہ اور سختی درپیش ہو تو نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھنا ثابت ہے، فتنۂ وفساد اور غلبۂ کفار کی تخصیص نہیں، لہذا جس نے اس مطلق کی تقیید کی یا عام میں تخصیص کی اس نے سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ اپنے اس مدعیٰ پر حضور حجۃ الاسلام نے درجِ ذیل احادیث طیبہ پیش فرمائی ہیں، رقمطراز ہیں؛

''ابن حبان نے اپنی صحیح مسمیٰ ''بالتقاسیم والانواع'' میں بطریق ابراہیم بن سعد عن الزہری عن سعد وابی سلمۃ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

''قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یَقْنُتُ فِیْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ اِلَّا اَنْ یَّدْعُوَ لِقَوْمٍ اَوْ عَلٰی قَوْمٍ۔ (رسول اللہ ﷺ نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے، مگر جب کسی قوم کے لیے ان کے فائدے کی دعا فرماتے یا کسی قوم پر ان کے نقصان کی دعا کرتے۔)

فتح القدیر وغنیۃ ومرقاۃ شرح مشکوۃ میں بطریق محمد بن عبداللہ الانصاری حدثنا سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ لَا یَقْنُتُ اِلَّا اِذَا دَعَا لِقَوْمٍ اَوْ دَعَا عَلٰی قَوْمٍ۔ نبی ﷺ قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے فائدے کے لیے یا کسی قوم پر دعا فرمانی ہوتی''۔

آج کل کے بدطینت فرقہ کے لوگ بہت سی احادیث کو بلا وجہ ضعیف یا موضوع کہہ کر معاذ اللہ ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتے ہیں، اس لیے حضور حجۃ الاسلام حدیثوں کی اسنادی حیثیت کو بھی اجاگر کر دیا کرتے ہیں تا کہ وہابیوں کا ناطقہ ہی بند ہو جائے۔ جس سے آپ کی اصولِ حدیث پر بھی گہری نظر کا اندازہ

ہوتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ حدیث کونقل کرنے کے بعد مذکورہ تینوں کتابیں، فتح القدیر، غنیۃ اورمرقاۃ شرح مشکوۃ اورنصب الرایہ کا حوالہ دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''کتب ثلثہ میں مذکور ہے:

''هٰذَا سَنَدٌ صَحِيۡحٌ قَالَهُ صَاحِبُ تَنۡقِيۡحِ التَّحۡقِيۡقِ۔ یہ سند صحیح ہے، صاحب تنقیح التحقیق نے اس کی تصریح کی۔''

امام زیلعی ''نصب الرایہ'' میں یہ دونوں حدیثیں ذکر کرکے، فرماتے ہیں:

''قَالَ صَاحِبُ التَّنۡقِيۡحِ وَ سَنَدُ هٰذَيۡنِ الۡحَدِيۡثَيۡنِ صَحِيۡحٌ وَ هُمَا نَصٌّ فِيۡ اَنَّ الۡقُنُوۡتَ مُخۡتَصٌّ بِالنَّازِلَةِ۔ یعنی صاحب تنقیح نے کہا، ان دونوں حدیثوں کی سند صحیح ہے اوران میں صاف تصریح ہے کہ قنوت وقتِ مصیبت کے ساتھ خاص ہے''۔ [۱]

راقم السطورنوری کہتا ہے کہ اس طرح آپ نے اپنی تصنیفات میں بہت سے مقامات پر اصولِ حدیث کے دریا بہائے ہیں۔

پڑیا کے رنگ کا حکم: پڑیا کے رنگ اوراس سے رنگے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنے کی بابت حضور حجۃ الاسلام سے استفتا ہوا جس طرح کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے سوال ہوا تھا۔

---

[۱] فتاویٰ حامدیہ، ص ۴۲۷/۴۲۸

سوال کی وجہ یہ ہے کہ ان رنگوں کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ ان میں اسپرٹ ڈالی جاتی ہے اور اسپرٹ کا استعمال اس کے ناپاک ہونے کے سبب حرام ہے۔ پھر یہ کہ اس مسئلہ میں بعض مشائخ کا قول یہ ہے کہ وہ ناپاک ہے اور اس کا استعمال ناجائز ہے۔ اس سوال کا جواب حضرت نے کئی طرح سے دیا ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ پڑیا کا رنگ پاک ہے اور اس سے رنگے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا بھی درست ہے۔ آپ رقمطراز ہیں:

’’ہماری شریعت سمحۂ سہلہ کا ضابطۂ عامہ واصل کلی ہے کہ:

اَلْاَصْلُ فِیْ الْاَشْیَاءِ الطَّھَارَۃُ (اشیاء میں اصل طہارت ہے) تو جب تک کہ بطریقۂ شرعیہ پڑیا میں اسپرٹ وغیرہ نجاست کا میل یقینی طور پر ثابت نہ ہو جائے، اس کی نجاست کا حکم رجماً بالغیب و بے ثبوت ہوگا۔ میں کہتا ہوں، اگر بطریق شرعی ثابت ہو جائے کہ پڑیا میں اسپرٹ کا میل ہے تو اس میں شک نہیں کہ ہندیوں کو اس کی رنگت میں ابتلائے عام ہے اور عمومِ بلوی نجاستِ متفق علیہا میں باعث تخفیف، **حَتّٰی فِیْ مَوْضِعِ النَّصِّ الْقَطْعِیِّ، کَمَا فِیْ تَرَشُّشِ الْبَوْلِ قَدْرَ رُؤُسِ الْاِبَرِ کَمَا حَقَّقَہُ الْمُحَقِّقُ عَلَی الْاِطْلَاقِ فِیْ فَتْحِ الْقَدِیْرِ۔**

(یعنی جس مسئلہ میں نص قطعی وارد ہوئی ہو وہاں بھی عمومِ بلویٰ باعث تخفیف ہے۔ جیسے سوئی کی نوک کے برابر پیشاب کے چھینٹے کے بارے میں ہے، جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں ثابت فرمایا ہے)

اس کے بعد مزید دلیل پیش فرمانے کے بعد خلاصہ پیش فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''غرض پڑیا پاک ہے، اس مسئلہ میں مذہبِ حضرت امام اعظم اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں اور ہمارے ان اماموں کے مذہب پر پڑیا کی رنگت سے نماز بلا شبہ جائز ہے۔ فقیر اس زمانے میں اسی پر فتویٰ دینا پسند کرتا ہے الخ'' [1]

آمادۂ اسلام کو فوراً کلمۂ اسلام پڑھوانا ہوگا :

ایک استفتا یہ آیا کہ زید ایک کافرہ کو جامع مسجد میں امامِ مسجد کی خدمت میں، جو مولوی اور مفتی بھی ہے، مسلمان کرنے کی غرض سے لایا اور مسلمان کرنے کو کہا، امام صاحب نے فرمایا، بعدِ جمعہ مسلمان کروں گا۔ حالانکہ جمعہ کی نماز میں اتنی تاخیر تھی کہ امام صاحب نے کچھ دیر بیٹھ کر سنتیں پڑھیں۔ اور نصف گھنٹہ وعظ فرمایا، پھر خطبہ پڑھا، زید نے کہا کہ کافرہ کو نہلا کر لایا ہوں۔ ابھی مسلمان کر دیجئے، تو وہ جمعہ بھی پڑھ لے۔ امام صاحب نے فرمایا، اسلام لانے کے بعد غسل اس پر فرض ہے، لہذا بعد جمعہ بہتر ہوگا۔

اس سوال کا جواب سیدی حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے نہایت مبسوط طریقے پر قلمبند فرمایا، جسے فتاویٰ مصطفویہ کے آغاز میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ مسئلہ

---

[1] فتاویٰ حامدیہ، ص ۲۲۴

ظاہر ہے ''اَلرِّضَا بِالْکُفْرِ کُفْرٌ'' (کفر سے راضی رہنا کفر ہے) کے قبیل سے ہے۔ ''اسی طرح ''اَلرِّضَا بِبَقَاءِ الْکُفْرِ کُفْرٌ''۔ تو جب وہ کافرہ عورت مسلمان ہونا چاہ رہی تھی اور مذکورہ امام نے اسلام کا کلمہ پڑھانے میں دیر کر دی، تو جتنی دیر تک وہ کفر پر باقی رہی یہ امام اس کے کفر پر راضی رہا۔ لہٰذا اس امام پر کفر لازم آیا اور اس پر توبہ و تجدیدِ ایمان لازم ہے۔ اسی طرح زید پر بھی۔

جب حضور مفتی اعظم کا مبسوط جواب حضور حجۃ الاسلام کے پاس تصدیق کے لیے پہنچا تو آپ نے اس کی تصدیق و تائید فرمائی اور کئی صفحات کے اضافے فرمائے۔ ایک مقام پر آپ رقمطراز ہیں:

''آہ مفتی نے اتنی دیر اسے (کافرہ عورت کو) کفر پر رکھا اور کفر پر راضی رہا، ''اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی''۔ موت کا وقت معلوم نہیں، کوئی حادثۂ ہالکہ پیش آ جاتا اور عورت مر جاتی یا شیطان خناس کوئی وسوسہ اس کے دل میں پیدا کر دیتا اور عورت جہنمیہ ابدیہ ہو کر مرتی اور نعمتِ اسلام سے محروم ہو جاتی اور یہ کفر زید اور مفتی صاحب کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا''۔ آخر میں لکھتے ہیں:

''بالجملہ ظاہراً قبولِ اسلام کے بعد ہرگز غسل فرض نہیں، مفتی و مخطی امام مرتکبِ حرام و مستحقِ آثام، اس پر اور زید پر توبہ و تجدیدِ نکاح و تجدیدِ اسلام کا حکم ضرور صحیح و صواب بلا شک و بلا کلام وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ الْمُنْعَامُ''۔[1]

---

[1] فتاویٰ حامدیہ، ص ۱۱۸

اذان ثانی کتب فقہ کی روشنی میں جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے باہر ہو یا اندر اس کے اور اس کی فروع سے متعلق دس سوالات مولانا جمیل اللہ خان بریلوی نے حجۃ الاسلام سے کئے۔ آپ نے ان کا جواب تفصیل سے نمبروار دیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔ اور سننِ ابو داؤد شریف جلد اول، ص ۱۵۶ کی وہ حدیث بھی پیش کی ہے جس میں ''**علی باب المسجد**'' کا لفظ ہے۔ یعنی مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی تھی۔

پھر حجۃ الاسلام نے فقہ حنفی اور شرحِ حدیث کی بارہ کتابیں، فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ خلاصہ، خزانۃ المفتیین، فتاویٰ عالمگیری، بحر الرائق، فتح القدیر اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وغیرہ کی عبارتیں پیش کیں، جن میں یہ تصریح ہے کہ اذان خارج مسجد دینا سنت ہے، مسجد کے اندر ہونا مکروہ ہے۔ اس کے بعد خود لکھتے ہیں:

''جب وہ (فقہائے کرام) تصریح کر چکے کہ باہر ہی ہونا سنت ہے تو اندر ہونا خلاف سنت ہوا، تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ سنت کے مطابق کرو، چاہے سنت کے خلاف، دونوں باتوں کا اختیار ہے۔ ایسا کون غافل کہے گا الخ''۔

خوبی کی بات یہ ہے کہ آپ کے اس فتوے پر سیدنا اعلیٰ حضرت، سیدی مفتی اعظم حضور صدر الشریعہ اور حضرت مولانا مفتی محمد رضا خان بریلوی کی تصدیقات و

تائیدات اور مہریں بھی ثبت ہیں۔ بلکہ آخر میں دو جید عالم دین مفتی احمد الجزائری مفتیِ مالکیہ، مدینہ منورہ اور مفتی محمد توفیق حنفی مدرسِ حرمِ نبوی شریف کے فتوے بھی منسلک ہیں۔ ان دونوں نے بھی ثابت کیا اور یہی فتویٰ دیا کہ سنت یہی ہے کہ خارجِ مسجد اذان ہو۔ لہٰذا ہندوستان کے بعض مقامات پر جو کچھ لوگ مسجد کے اندر ہی اذان دیتے ہیں، وہ مکروہ اور خلاف سنت کا ارتکاب کرتے ہیں۔

محفل میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا ناجائز ھے:

مسئلہ یہ ہے کہ جب بلند آواز سے قرآن شریف پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سننا فرض ہے جبکہ وہ مجمع سننے کی غرض سے حاضر ہو، ورنہ ایک کا سننا کافی ہے، اگرچہ اور اپنے کام میں ہوں۔ یعنی اس صورت میں سننا فرض کفایہ ہے۔ جیسا کہ غنیۃ اور فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے بہار شریعت حصہ سوم میں قرأتِ بیرونِ نماز کے مسائل کے بیان میں ہے۔

”اسی طرح مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے پڑھیں، یہ حرام ہے۔ ہمارے دیار میں اکثر تیجہ چالیسواں کی قرآن خوانیوں میں سب بلند آواز سے پڑھتے ہیں، یہ حرام ہے۔ حکم یہ ہے کہ اگر چند شخص پڑھنے والے ہوں تو سب آہستہ پڑھیں“۔

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ سے یہ سوال کیا گیا کہ چند آدمیوں کا اکٹھا ہو کر بآوازِ بلند تلاوتِ قرآن جائز ہے یا نہیں؟ اور دوسرا سوال یہ ہوا کہ مسجد میں

قرآن شریف یاد کرنا بآواز بلند جماعت اولیٰ کے بعد جبکہ اور نمازی اپنی نماز ادا کر رہے ہوں، جائز ہے یا نہیں؟ پہلے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا:

استماعِ قرآن مجید (غور سے سننا) فرض کفایہ ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ''وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ'' (اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔ کنز الایمان)

یہ آیت کریمہ اگر چہ دربارۂ نماز وارد ہے مگر ''اذا قرئ'' عام ہے اور خصوصِ سبب کا لحاظ نہیں عمومِ لفظ کا اعتبار ہے اور انصات (خاموش رہنا) واجب بلکہ حسبِ تصریحِ امام برہان الدین مرغینانی صاحبِ ہدایہ، فرض ہے''۔

اس کی تائید میں ردالمحتار کی ایک عبارت نقل فرمانے کے بعد یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

جب سب مل کر بآواز بلند پڑھیں گے، رفضِ فرض و ترکِ واجب کے سبب گنہ گار ہوں گے۔ تلاوت نہیں، قرآن عظیم میں منازعت ہے کہ ناجائز ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ''مَالِیَ اُنَازِعُ الْقُرْآنَ، كَذَا فِی الْمِشْكٰوةِ'' (یعنی مجھے کیا ہوا ہے کہ میں قرآن سے جھگڑتا ہوں)۔

حضرت حجۃ الاسلام نے اپنے مدعیٰ کو فتاویٰ عالمگیری کی ایک عبارت سے بھی مبرہن کیا ہے۔

اسی طرح دوسرے سوال کہ جب لوگ نماز ادا کر رہے ہوں تو بلند آواز سے قرآن شریف یاد کیا جائے، کے بارے میں رقمطراز ہیں:

یونہی بلند آواز سے لوگوں کے اشتغال کے وقت بھی خواہ وہ کام دینی ہوں یا دنیوی، تلاوت ممنوع ہے اور پڑھنے والا بوجوہِ اضاعتِ حرمتِ قرآن عظیم گنہ گار ہوگا۔

غنیہ صفحہ ۴۹۷ میں ہے:

فَالْاِثْـمُ عَلَى الْقَارِئ لِقِرَاءَ تِهٖ جَهْراً فِیْ مَوْضِعِ اشْتِغَالِ النَّاسِ بِـاَعْـمَالِهِمْ" ۔(یعنی قاری گنہ گار ہوگا اپنے کاموں میں مشغول لوگوں کے پاس بلند آواز سے قرأت کرنے کے سبب (فاروقی) [1]

اگر عشاء جماعت سے نہ پڑھی تو وتر تنہا پڑھے: مسئلہ یہ ہے کہ نمازی رمضان المبارک میں وتر جماعت سے پڑھیں۔مگر یہ اس صورت میں ہے کہ عشاء کی نمازِ فرض بھی جماعت سے پڑھی ہو۔اگر عشاء کی جماعت نہ پائی تو وتر کی جماعت میں شریک نہ ہو، الگ سے پڑھے۔ ہاں اگر اس جماعت کے علاوہ کسی دوسری جماعت میں نماز فرض پڑھی ہو جب بھی اس امام کے پیچھے جماعت وتر میں شریک ہونا درست ہے۔اس مسئلہ میں اس دور کے بعض لوگ اختلاف کرتے ہیں اور بغیر دلیل کے یہ مسئلہ

---

[1] فتاویٰ حامدیہ، ص ۲۵۳، مرتبہ عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب

دھڑلے سے بیان کرتے ہیں کہ اگر عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی ہو جب بھی وتر کی جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے۔اس مسئلہ کے بارے میں حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ سے سوال ہوا تو آپ نے دلائل سے مبرہن جواب قلمبند فرمایا اور جس نے اختلاف کیا اس کے سہو پر محمول کیا۔آپ رقمطراز ہیں:

''اگر تنہا فرض پڑھے یعنی نہ اس امام کے پیچھے نہ کسی دوسری جگہ کی جماعت میں تو جماعتِ وتر میں شریک نہیں ہوسکتا''۔ پھر غنیۃ شرحِ منیہ ابراہیم حلبی۔ص ۴۱۰/اور تاتارخانیہ اور قہستانی کی عبارات سے اپنے دعویٰ کو مزین کیا ہے۔

ایک مفتی کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے فتاویٰ سے شانِ استدلال جھلکتی ہو، کسی کتاب میں کوئی مسئلہ مذکور ہے تو وہ بطریقِ نص صریح ہے یا بطریقِ بحث واستدلال، اس کی تہہ تک مفتی کی نظر ہو۔ یہ سب خوبیاں حضور حجۃ الاسلام کے اندر موجود تھیں۔ چنانچہ مندرجہ بالا مسئلہ میں حضرت مفتی عنایت احمد صاحب سے لغزش ہوگئی تھی کہ طحطاوی حاشیۂ درمختار کی ایک بحث وتعلیل والی عبارت سے استدلال کر لیا اور اس کی طرف منسوب کر کے یہ لکھ دیا کہ جس نے فرض باجماعت نہ پڑھا ہو اسے جماعت وتر میں ملنا ہے۔تو حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے پانچ طریقے سے حضرت مفتی موصوف کا سہو ثابت کیا ہے۔استدلال کا رنگ علمی ہے اور راقم نے یہ کتاب عوام کے لیے بھی ترتیب دی ہے، اس لیے ہم اس کی نقل

سے پہلو تہی کرتے ہیں، جو اس کی خوبیوں سے بہرہ ور ہونا چاہے وہ فتاویٰ حامدیہ کے صفحہ ۲۵۸ تا ۲۶۲ کا مطالعہ کرے۔

کسی کو حرام زادہ کہنا اور زنا سے متہم کرنا: حجۃ الاسلام کے فارسی زبان میں بھی کچھ فتوے ملتے ہیں۔جن سے یہ حقیقت واشگاف ہوتی ہے کہ سائل نے جس زبان میں آپ سے استفتا کیا، اسی زبان میں آپ نے جواب دیا۔آپ سے فارسی زبان میں سوال ہوا کہ ایک مسلمان نے ایک دوسرے معروف النسب مسلمان کو ناسزا گالیاں دیں یعنی حرام زادہ اور بدطینت کہا اور ایک پاکباز محصنہ عورت کو زنا سے متہم کیا تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے۔آپ نے فارسی ہی زبان میں تفصیلی فتویٰ دیا۔ جس کا ترجمہ و تلخیص یہ ہے۔

ترجمہ:''بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو گالی دینا، برا بھلا کہنا، حرام قطعی، گناہ کبیرہ ہے''۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

''یہی حکم محصنہ پاکدامن عورت پر تہمت لگانے والے کا ہے کہ بلا وجہ شرعی معصیتِ کبیرہ ہے اور اس کی سزا اسّی کوڑے اور اس پر طرہ یہ کہ ہمیشہ کے لیے مردود الشہادۃ رہے گا۔

تو صورت مستفسرہ میں یہ شخص فاسق ہے اور خود قرآن اس کے فسق پر ناطق الخ''۔

اس استفتا کا ایک حصہ یہ ہے کہ جب اس شخص نے ایک دوسرے شخص کو حرام زادہ اور بدطینت کہا تو ایک عالم نے اس سے کہا کہ تیرے اس قول پر حسبِ شریعت فتویٰ لگے گا۔ اس نے کہا کہ میں نے شریعت کے ایسے فتووں کو پھاڑ کر کے بہا دیا اور بہا دوں گا۔ پس ایسے شخص پر بحسبِ شریعت کیا حکم ہے؟ اس سے ملنا جلنا اور اس کے ساتھ نشست و برخاست جائز ہے یا نہیں ہے؟ اس کے جواب میں یہ لکھتے ہیں کہ:

''اور وہ جو اس نے فتوی شرعیہ کے بارے میں چین و چناں بکا اور استخفافِ صریح میں ایک اور ہی گل کھلایا اور اثم وفسوق سے بھی اونچی چھلانگ لگائی اور اپنے جامۂ ایمان پر کفر کی سند چسپاں کردی۔ ورنہ عجب نہیں کہ ان کلماتِ کفر کی نحوست اسے سوءِ خاتمہ کی طرف لے جائے اور اسی کفر وارتداد پر اس کی موت ہو جائے۔''(ترجمہ از فارسی)

پھر اپنے مدعیٰ کو خلاصۃ الفتاویٰ، فتاویٰ عالمگیری، ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر کی عبارات سے مزین کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:

''الحاصل یہ شخص فاسق اور کھلا مرتد ہے اور اس سے میل جول اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بالا جماع حرام اور ہزاروں گناہوں کا موجب ہے الخ''۔

فتویٰ نویسی کے لیے ضروری ہے کہ سوال کو بار بار پڑھا جائے اور ہر گوشے کو اجاگر کیا جائے۔ حضور حجۃ الاسلام کے فتاویٰ میں یہ خوبی بدرجہ اتم ہے کہ

استفتاء کے ہر ممکنہ شق پر بحث کرتے ہیں، ہر گوشے کو اجاگر کرتے ہیں۔ اور دلائل و براہین اور حوالجات سے اس طرح تفصیلی گفتگو فرماتے ہیں کہ سائل کے ذہن سے کوئی گوشہ مخفی نہ رہ جائے، سب روشن ہو جائے۔

دیہات میں جمعہ کا مسئلہ : ظاہر الروایہ کے مطابق مسئلہ یہ ہے کہ دیہات میں جمعہ وعیدین درست نہیں۔ کیونکہ اس کے لیے شہر یا اس کے متعلقات جیسے کیمپ، اسٹیشن، کچہری اور گھوڑ دوڑ کا میدان کا ہونا ضروری ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم قدست اسرارہم نے بعض صورت میں جواز کی صورت نکالی ہے۔ کیونکہ ایک مفتی کے لیے ضروری ہے کہ اپنے زمانہ کے حالات پر نظر رکھے، کچھ مسائل میں زمان ومکان کے اعتبار سے فتویٰ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور حجۃ الاسلام اصلِ مسئلہ قلمبند فرمانے کے بعد رقمطراز ہیں:

"مگر علماء فرماتے ہیں کہ:

مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ اَھْلَ زَمَانِہٖ فَھُوَ جَاھِلٌ

(جو اپنے زمانے والوں کو نہ پہچانے وہ جاہل ہے)

آج کل عوام وجُہّال کا حال اور احکامِ الٰہیہ میں سستی و بے اعتنائی بحدِّ کمال دیکھ کر حضور اعلیٰ حضرت قبلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنا دستور فرمایا ہے **کما صرح بہ فی فتاواہ المبارکۃ** کہ خود نہ دیہات میں جمعہ وعیدین کا حکم دیں، نہ آپ انہیں پڑھنے سے روکیں اور نہ روکنے میں کوشش پسند فرمائیں۔ مشاہدہ

ہے کہ عوام کو جہاں اس سے روکا وہ فرائض بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں، تو بہتر یہ ہے کہ جس طرح وہ خدا اور رسول کا نام لینا چاہیں، اس میں سدِّ راہ نہ ہونا چاہیے''۔

فتوی نویسی کے حوالے سے حجۃ الاسلام کا کمالِ فن ملاحظہ کیجئے کہ صرف صورتِ مسئلہ نہیں پیش فرماتے بلکہ مسئلہ کو سائل کے ذہن میں اچھے طور سے اتارنے کے لیے حوالجات کی روشنی میں چند مثالیں بھی پیش فرماتے ہیں۔ آگے لکھتے ہیں:

سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو بعد نمازِ عید نفل پڑھتے دیکھا۔ حالانکہ بعد عید نفل ناجائز ومکروہ ہے، کسی نے عرض کی کہ یا امیر المؤمنین آپ منع نہیں فرماتے، فرمایا کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں مصداق اس آیت کا نہ ہو جاؤں۔

''اَرَأَیْتَ الَّذِی یَنْھٰی عَبْداً اِذَا صَلّٰی''۔ کیا تو نے اسے دیکھا جو بندہ کو نماز سے منع کرتا ہے۔(ذکرہ فی الدرالمختار۔)

آفتاب نکلتے وقت نماز ناجائز ہے مگر علماء فرماتے ہیں کہ عوام پڑھتے ہوں تو انہیں منع نہ کیا جائے کیوں کہ وہ چھوڑ بیٹھیں گے کہ ایک قول پر ادا کر لینا بالکل چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔

''درمختار'' میں ہے:

''وَ کُرِہَ تَحْرِیْمًا صَلَاۃٌ مُطْلَقًا مَعَ شُرُوْقٍ اِلَّا الْعَوَآمُّ فَلَا

یُمْنَعُوْنَ مِنْ فِعْلِهَا لِاَنَّهُمْ یَتْرُکُوْنَهَا وَ الْاَدَآءُ الْجَآئِزُ عِنْدَ الْبَعْضِ اَوْلیٰ مِنَ التَّرْکِ کَمَا فِیْ الْقُنْیَةِ وَ غَیْرِهَا‘‘۔یعنی طلوعِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے مگر عوام منع نہ کیے جائیں گے اس فعل سے، اس لیے کہ وہ اسے ترک کر دیں گے اور وہ ادا جو بعض کے نزدیک جائز ہو اولیٰ ہے ترک سے، جیسا کہ ’’قنیہ‘‘ وغیرہ میں ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

فتاویٰ رضویہ کی اہمیت کو اجاگر کرنا : حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خاں قرآن وحدیث پر جیسے خود کامل اعتماد وثوق رکھتے تھے، اسی طرح دوسروں کو بھی اس پر عمل پیرا ہونے کا دلنشیں پیغام دیتے تھے۔ چنانچہ آپ کی کتابوں اور فتووں میں ان دونوں کے حوالے جا بہ جا ملتے ہیں۔ اس کے بعد فقہ حنفی کی کتب معتبرہ کے حوالجات بھی خوب ملتے ہیں پھر بہت سے مقامات پر یہ باور کراتے ہیں کہ یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی کتاب مستطاب ’’فتاویٰ رضویہ‘‘ کے افادات سے ہے، تمہیں بھی چاہئے کہ اس کا مطالعہ کر کے اس سمندر سے حظِّ وافر حاصل کرو۔ یعنی آپ اپنی کتابوں اور فتاوی میں کسی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے قرآن وحدیث کو اولیت کا درجہ دیتے ہیں، پہلے ان ہی سے استدلال کرتے، اس کے بعد کتبِ فقہ، ہدایہ، بحر الرائق، درمختار، رد المحتار، فتاوی رضویہ وغیرہا سے تائیدی عبارات نقل فرماتے ہیں۔ فتاوی رضویہ کی وقعت واہمیت آپ کے نزدیک کس قدر ہے، اس کا اندازہ ذیل کی عبارتوں سے

لگائیے۔آپ اپنے مؤقر رسالہ ''الصارم الربانی'' میں ایک اصول کا افادہ کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

''یہ نفیس وجلیل فائدہ ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھو، ہرجگہ کام آئے گا اور باذن اللہ تعالیٰ ہزار گمراہیوں سے بچائے گا''۔

اس کے بعد ایک عربی عبارت لکھتے ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے:

''کیوں نہیں جبکہ یہ ہمارے سردار، والدِ علاّم، مقدامِ محققینِ اعلام (امام احمد رضا) مدظلہ العالی الی یوم القیام کے افادات کے جواہر کی کلیوں میں سے ہے، جوان کی کتاب مستطاب ''البارقة الشارقة على مارقة المشارقة'' میں ہے۔اور تمام حمد اللہ کے لیے ہے، جو سارے جہاں کا مالک ہے۔

(نوٹ) یہ رسالہ ''البارقۃ الشارقہ'' فتاریٰ رضویہ کے ساتھ منسلک ہے۔

فتاوی رضویه هر بیمار کے لیے شفا اور رهنما هے:

اور ایک فتوی میں یوں رقمطراز ہیں:

''اور اگر تو حق کی تحقیق اور تحقیق کا حق، خوبصورت تقریر اور عمدہ تطبیق و توفیق والی تحریر چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ ہدایت تیرا خیرِ رفیق (بہترین ساتھی) ہو، اس کی توفیق وعنایت سے جس کے قبضۂ وقدرت میں توفیق کی لگام ہے، تو تو ''العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية'' کو لازم پکڑلے۔ بیشک وہ تجھے شکوک وشبہات کی بیماریوں اور خواہشِ نفس سے نجات دے گی۔ یہ ہر بیمار کے

لیے شفا اور ہر گمراہ کے لیے رہنما ہے''۔ (ترجمہ از عربی، فتاوی حامدیہ، ص ۲۶۳/۲۶۲)

اور جب فتاوی رضویہ شریف، شکوک وشبہات، نفس و شیطان کے شر، ضلالت وگمراہی سے نجات دلانے والی، ہرانسان کے لیے رہبر ورہنما اور ہر بیمار کے لیے شفا ہے اور یقیناً شفا ہے تو ہر مسلمان کو ضرور بالضرور فتاوی رضویہ کے جہازی سائز کی بارہ جلدوں کا بالاستیعاب مطالعہ کرنا چاہیئے اور شوق ولگن کے ساتھ بار بار کرنا چاہیے۔ اب جبکہ ان کا اردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے اور تیس جلدوں میں چھپ کر شائع ہو گئیں ہیں، تو عوام کے لیے بھی ان کا سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔ اس لیے انہیں بھی اس سمندر میں غواصی کرنی چاہیئے۔

☆☆☆

منارِ قصرِ رضا تو بلند کافی ہے
تم اس کے پہلے زینے پہ چڑھ کے دکھلا دو
فتاویٰ رضویہ تو اک کرامت ہے
ذرا تم حدائق بخشش ہی پڑھ کے دکھلا دو
(شرف ملت حضرت سید اشرف حیدر مارہرہ مقدسہ، ضلع ایٹہ، یوپی)

چودہواں نور

خدمات اور کارنامے کی روشنی میں

حجۃ الاسلام کی فیض رسانی : کوئی انسان اس وقت با فیض و با کمال مانا جاتا ہے، جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے انعامات سے اور مقربانِ بارگاہِ الٰہی کے فیوض و برکات سے مالا مال ہو کر فیض بخشیوں کا بادل بن کر برسے۔ حضرت حجۃ الاسلام کی عبقری شخصیت ایسی ہی با فیض و با کمال تھی کہ اپنے تلامذہ، مریدین اور خلفا پر فیوض و برکات ایک سخی کی طرح لٹاتے اور بادل کی طرح برستے تھے۔ آپ کی بارگاہ سے ہر شخص کو فیوض ملتے تھے۔ جو آپ سے شرف تلمذ یا ارادت یا خلافت پاتا یا کسی طرح کا تعلق رکھتا وہ آپ سے فیض یاب ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ افراد سازی اور کردار سازی میں تو وہ امامت کا درجہ رکھتے تھے، ذرہ کو آفتاب بنانا آپ کا طرّہ امتیاز تھا۔ سگِ کوئے قادری راقم الحروف نے ان کے بعض تلامذہ، مریدین اور خلفا کی زیارت کی ہے، بہتیرے تلامذہ اور خلفا کے حالاتِ زندگی پڑھے۔ الحمد للہ! سب کو یکتائے روزگار پایا۔ آپ کے تلامذہ میں سرکار مفتی اعظم کی زیارت کی، مریدین میں ریحان ملت مولانا ریحان رضا خاں، عرف رحمانی میاں، قاضی فضل کریم، سابق قاضی ادارۂ شرعیہ پٹنہ، فیض العارفین مولانا غلام آسی پیا اور حضرت مولانا محمد یونس رضوی حامدی،

لوکہا، مدھو بنی علیہم الرحمہ کا دیدار کیا۔ البتہ حضور ریحان ملت اور قاضی فضل کریم علیہما الرحمہ آپ کے شاگردِ رشید، مرید اور خلیفہ بھی تھے۔ اسی طرح آپ کے خلفا میں حضور مجاہد ملت دھام نگر شریف (اڑیسہ) اور مفتی رفاقت حسین مفتی کانپور علیہما الرحمہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپ کے تلمیذِ ارشد محدث اعظم پاکستان مفتی سردار احمد، مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا خان عرف جیلانی میاں، مولانا حماد رضا خان عرف نعمانی میاں، مفتی تقدس علی خان، مولانا احسان علی محدثِ فیض پور علیہم الرحمۃ والرضوان کے حالات زندگی پڑھے یا سنے تو اس نتیجے پر پہونچا کہ حضرت حجۃ الاسلام کے فیوض و برکات نے سب کو اصحابِ فضل و کمال اور یگانۂ روزگار بنادیا۔

ایں سلسلہ از طلائے ناب است

ایں خانہ تمام آفتاب است

خلیفۂ مفتی اعظم حضرت مولانا منان رضا خان عرف منانی میاں مدظلہ العالی کے رشحاتِ قلم کا درج ذیل حصہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ رقمطراز ہیں:

''حجۃ الاسلام متحدہ ہندوستان کے جید علمائے اعلام میں سے تھے، جن کے علم و فضل، زہد و تقویٰ کی روشنی نے پورے برصغیر میں چودھویں صدی کے نصف آخر کو روشن اور منور و مجلّٰی کر دیا، جن کے خوانِ حکمت و دانائی کے ریزہ خوار اور

آفتابِ علم ومعرفت کے مقتبس پوری دنیا میں ستاروں کی طرح روشن ومنتشر ہیں، کردار سازی میں آپ کو امامت کا درجہ حاصل تھا، کم ہی محروم القسمۃ لوگ ہوں گے جو آپ کی صحبت سے بےفیض اٹھے ہوں، ورنہ جو ذرہ اٹھا آفتاب ہوا، جو قطرہ چمکا درِّ شاہوار ہوا، جو کلی چٹکی، مشکبار ہوئی۔ آج پورے ہندوپاک کی اکثریت بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ سے منسلک ہے"۔[1]

اُن کا سایہ اک تجلی، ان کا نقشِ پا چراغ
وہ جدھر گزرے اُدھر ہی روشنی ہوتی گئی

شیر بیشۂ اہلسنت پر فیضانِ حجۃ الاسلام : شیرِ بیشۂ اہلسنت حافظ وقاری مولانا مفتی محمد حشمت علی خان، جماعت اہل سنت کے زبردست عالم دین گزرے ہیں، یہ بیک وقت کئی خوبیوں کے حامل تھے۔ بہترین حافظ، مایہ ناز قاری، مشاق مفتی تھے، اور سب سے بڑی خوبی کہ زبردست مناظرِ اہلسنت تھے، بلکہ سلطان المناظرین تھے۔ علم کے دریا تھے، علمی استحضار کے ساتھ شیر دل تھے، دیوبندیوں اور وہابیوں کو گھیر گھیر کر دعوتِ مناظرہ دیتے اور خوب پانی پلاتے۔ دیوبندیوں کے مناظر منظور سنبھلی کو بھی شکست دی، اسی لیے وہ آپ سے بہت گھبراتا تھا۔ آپ کو مظہرِ اعلیٰ حضرت اور شیر بیشۂ اہلسنت کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وصال سے چند دن قبل آپ نے مذکورہ دیوبندی مناظر کو شکست دیا، جبکہ آپ کے طالب علمی کا

---

[1] پیغام مثانی بر فتاوی حامدیہ ص ۳۴

دور تھا۔ دار العلوم منظرِ اسلام میں پڑھ رہے تھے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے پاس امین الفتویٰ کی حیثیت سے تھے۔ یہاں عرض یہ کرنا ہے کہ حضرت شیرِ بیشۂ اہلسنت سیدنا اعلیٰ حضرت کی تربیت اور فیوض و برکات سے مالا مال ہوکر عالم اسلام کے لیے شیرِ بیشۂ اہلسنت اور مناظرِ اعظم ہوئے تو ان کی تکمیل اور انہیں سنوارنے میں حضور حجۃ الاسلام اور شیخِ طریقت مفتی اعظم ہند کی محنت شاقہ کا کافی دخل رہا ہے۔ ان بزرگوں نے بھی فضلِ الٰہی سے انہیں خوب زیورِ علم سے آراستا کیا، مناظر بنایا اور ایک عظیم مفتی بننے میں تعاون کر کے انہیں نکھارا۔ اس طور پر آپ جیسے اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کے شاگرد ہیں، اسی طرح حضور حجۃ الاسلام کے بھی شاگرد ہیں۔ اسی لیے وقت کے ایک عظیم مفتی مولانا محمد حسنین رضا خان قدس سرہ آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں:

''حافظ قاری مولوی حشمت علی خان صاحب نے اپنے دور طالب علمی ہی میں فتویٰ نویسی اور وعظ کی مشق شروع کر دی تھی۔ انہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے دو دفعہ اپنے قیام بھوالی میں اپنے ساتھ رکھا تھا۔ اس زمانے میں یہی پیشکار اور امین الفتویٰ رہے۔ اعلیٰ حضرت کا وصال ان کی طالب علمی کے آخری دور میں ہوا تھا۔ وہ اس وقت فتویٰ نویسی اور وعظ میں کافی مہارت پیدا کر چکے تھے۔ ان کی تکمیل میں حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت مفتی اعظم نے بھی مدد دی تھی۔ میدانِ مناظرہ میں بھی اترنے لگے تھے۔ دنیا دیکھ چکی ہے کہ

وہ کیسے خوش بیان اور قابل مفتی ہوئے ہیں''۔ [1]

شیرِ بیشۂ اہلسنت پر جبہ کا انعام: حضور حجۃ الاسلام، حضور صدر الشریعہ اور حضور مفتی اعظم کے تلامذہ میں جیسے محدث اعظم پاکستان حضرت مفتی سردار احمد قدس سرہ قابلِ فخر مناظر تھے، اسی طرح شیر بیشۂ اہلسنت مولانا حشمت علی خان لکھنوی ثم پیلی بھیتی بھی زبردست عالم دین اور مناظر اعظم تھے۔ ان لوگوں نے دیوبندیوں کے مناظرین منظور سنبھلی وغیرہ کو راہِ فرار اختیار کرنے پر خوب مجبور کیا۔ آپ حجۃ الاسلام کے شاگرد تھے۔ اس کا ثبوت ''مجاہدۂ شیر بیشۂ اہلسنت'' کی درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے۔

''اور ابتداءً بعض بدعقیدہ علما سے کچھ پڑھا مگر شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خان صاحب نوری رضوی قدس سرہ کی برکت سے، اس سے نجات مل گئی اور دار العلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف میں داخلہ لیا اور حضرت صدر الصدور، صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا علامہ محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی، مصنف بہار شریعت و حجۃ الاسلام شیخ الانام مولانا علامہ محمد حامد رضا خان صاحب قدس سرہما اور بعض اسباق خود سرکارِ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت قدس سرہ العزیز سے پڑھے اور دار العلوم منظر اسلام میں تعلیم مکمل فرمائی''۔ (مجاہدۂ شیر بیشۂ اہلسنت جلد اول)

---

[1] سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۱۲۷

یوں تو حضرت شیر بیشۂ اہلسنت کو بیعت وارادت اور خلافت، سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے حاصل تھی، مگر حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ اور سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے بھی اجازت وخلافت سے نوازا تھا۔

محدث اعظم پاکستان پر آپ کا فیضان : آپ اور محدث اعظم پاکستان پر حجۃ الاسلام ناز کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مفسر اعظم حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا،

''ابا جی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے مجھے دو نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ ایک مولانا سردار احمد صاحب اور ایک مولانا حشمت علی صاحب'' (مجاہدۂ شیر بیشۂ اہلسنت جلد اول، ص۳۵۳/۳۵۴)

حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم کے فیضانِ نظر ہی کا اثر تھا کہ یہ دونوں علما ہم ذوق، ہم مزاج، سخت متصلب اور اسلام وسنیت کی دعوت وتبلیغ کے جذبے سے سرشار تھے۔

مناظر اعظم شیر بیشۂ اہلسنت حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے ایسے شاگرد رشید ہیں کہ زمانۂ طالبِ علمی میں بھی دیوبندی مولویوں سے مناظرہ کیا۔ اس میں کامیاب ہونے کے بعد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے ''وَلَدِیْ الْمُرَافِقُ وَ غَیْظُ الْمُنَافِقِ'' اور ''اَبُو الْفَتْحِ'' کے خطاب سے نوازا تھا۔ جیسا کہ ''مجاہدۂ شیر بیشۂ اہلسنت'' میں ہے۔

یوں تو شیر بیشۂ اہلسنت کی دستار بندی دار العلوم منظر اسلام میں حضرت

حجۃ الاسلام، سرکار مفتی اعظم الشاہ مصطفیٰ رضا خان، حضور صدر الشریعہ اور صدر الافاضل علیہم الرحمۃ والرضوان کے مقدس ہاتھوں سے ۱۳۴۰ھ میں ہوئی، مگر شیر بیشۂ اہلسنت کی قسمت کی ارجمندی دیکھئے کہ اس موقع سے حضور حجۃ الاسلام نے اپنا جبۂ مبارکہ اتار کر آپ کو پہنا دیا اور اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔(دیکھئے ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی کا صد سالہ منظر اسلام نمبر، دوسری قسط)

آپ سے حمایتِ دین کی امیدیں: ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء میں جب اعلیٰ حضرت کا وصال ہوا، تو مختلف اخباروں میں آپ کے انتقال پر ملال پر اظہارِ افسوس شائع ہوا۔ اعلیٰ حضرت کے لیے دعائے مغفرت کی گئی اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا۔ اس موقع سے اخبار ''الفقیہ'' امرتسر کے ایڈیٹر نے بھی ۵/نومبر ۱۹۲۱ء میں تعزیت نامہ شائع کیا۔ اس میں حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم کے حوالے سے درجِ ذیل کلمات درج ہیں۔ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور حجۃ الاسلام اور سرکار مفتی اعظم سے ہمیشہ حمایتِ دین اور اشاعتِ اسلام اور خدمتِ ملت کی امیدیں وابستہ رہی ہیں۔

''دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے فرزندانِ سعید جناب مولانا مولوی حامد رضا صاحب وجناب مولانا مولوی مصطفیٰ رضا صاحب کو ان کا صحیح جانشیں بنائے اور ان کو توفیق دے کہ ان کے نقشِ قدم پر چل کر اور حمایتِ دینِ متین میں سرگرم رہ کر ماحیِ ضلالت ثابت ہوں''۔[1]

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت سوم، ص ۳۳۸، ترتیب جدید

خلقِ خدا کا رجوع اور حاجت روائی

: حدیث شریف میں ہے کہ بندہ جب تک اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد میں رہتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی مدد میں رہتا ہے، اسی طرح ایک حدیث یوں ہے، ''خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ '' (لوگوں میں بہتر وہ شخص ہے جو لوگوں کو نفع و فائدہ پہونچائے)۔ اس کے پیش نظر سیدنا اعلیٰ حضرت، حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم اور سلفِ صالحین نے خلقِ خدا کی خوب خدمت کی، فضلِ الٰہی سے ہر آنے والے کی ضرورت پوری کی، ان کی پریشانی کے وقت میں کام آئے۔ خواہ فتویٰ دیکر، دینی مسائل بتا کر یا مالی تعاون کر کے یا کوئی راہ بھول گیا ہو تو اسے راہ بتا کر یا تعویذات و نقوش دیکر ہو۔ اس طرح ان حضرات کی زندگی عبادتِ الٰہی، خدمتِ دین اور خدمتِ خلق کے لیے وقف تھی، اور کمال کی بات یہ ہے کہ ضرورت مند مخلوقِ خدا کا الجھن میں ڈال دینے والا ازدحام کثیر سامنے ہے، ہر غرض کا مارا اپنی ضروریات و مشکلات لیے فریاد کناں ہے، مگر ان اللہ والوں کو کوئی کلفت نہیں محسوس ہوتی، نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ سب کی سنتے، سب کی حاجت پوری کرتے، آنے والا روتا ہوا آیا اور آپ کے در سے ہنستا ہوا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ان کی زبان میں کافی تاثیر دے دی تھی، جس کے لیے دعا کر دی قبول ہوئی۔ جس کو دعاء دے دیا، آباد ہو گیا۔ مستجاب الدعوات تھے۔ اس لیے حاجت مندوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی اور ہر شخص اپنے خالی دامن کو گہرِ مراد

سے بھرتا تھا۔ حضور حجۃ الاسلام کے حوالے سے ڈاکٹر مولانا اعجاز انجم لطیفی، استاذ دارالعلوم منظر اسلام رقمطراز ہیں:

''آپ کا فیض عام سے عام تر تھا، آپ کی بارگاہ میں سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں لوگ مرادیں لے کر حاضر ہوتے اور خدا کے فضل و کرم سے ان کی مرادیں پوری ہوتیں، آپ کے تعویذات و نقوش نہایت کامیاب و زود اثر ہوتے۔ آپ طلب کرنے پر ہر جائز و حلال کام کے لیے نقش عطا فرماتے اور جس کو نقش عطا فرماتے، بفضلہٖ تعالیٰ اس کا کام ہو ہی جاتا تھا۔ بہت سے گھر آپ کے تعویذ کے صدقے میں آباد ہو گئے اور بہتوں نے آپ کے نقوش و تعویذات کی بدولت اور ان کی برکت سے بکرمہ تعالیٰ اولادِ نرینہ پائی''۔ [1]

ایک صاحب کا خواب اور آپ کی طرف رجوع :

جناب سید ایوب علی صاحب علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ '' شیخ مشتاق علی صاحب قادری رضوی ابن شیخ یاد علی صاحب ساکن بانس منڈی، محلّہ شہر بریلی، شبِ جمعہ میں حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ حضور، شیخ صاحب کو ایک تعویذ عنایت فرماتے ہیں کہ دفعۃً ان کی آنکھ کھل جاتی ہے، دیکھتے ہیں کہ صبح صادق کا وقت ہے، دل میں طے کرتے ہیں کہ بعدِ نمازِ جمعہ حضرت حجۃ الاسلام زیب سجادہ عالیہ رضویہ سے عرض کروں گا۔ چنانچہ وہ مقررہ

---

[1] جہان ریحان، ص ۶۱، از قلم مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی، اشاعت ۲۰۱۱ء

وقت پر نماز جمعہ سے فارغ ہو کر دفتر ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' میں کہ پھاٹک میں بالا خانہ پر تھا، حاضر ہوئے، اور حضرت ممدوح سے خواب بیان کیا، جسے سن کر ابھی کچھ ارشاد نہ فرمایا تھا، اتنے میں مولوی حشمت علی خاں صاحب لکھنوی ایک نقش ''قل هو الله احد'' شریف کا جو حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے قلمِ فیض رقم سے مرقوم تھا، لے کر آئے، اور عرض کیا: حسبِ حکمِ حضور والا فقیرِ حقیر کا شانۂ اقدس میں کتب خانہ کی الماری میں کتابوں کو صاف کر کے لگا رہا تھا کہ ایک کتاب میں یہ نقش نکلا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے فوراً وہ نقش لے کر شیخ صاحب کو یہ فرماتے ہوئے عطا فرمایا کہ: لیجئے بھائی مشتاق علی صاحب اپنے خواب کی تعبیر''۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ سوم، ص۲۲۴)

تصانیف اعلیٰ حضرت کی اشاعت کے لیے سعی

سعی: ''حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں صاحبزادگانِ گرامی مرتبت، اس معدنِ علم و فضل (اعلیٰ حضرت) کی خدمتِ بابرکت میں ہمہ وقت شرف حضوری سے مشرف ہوتے رہتے تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد ان دونوں بزرگوں نے اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی اشاعت اور ترویج میں حتی الوسع سعی فرمائی اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نامِ نامی کو اپنی علمی صلاحیتوں سے کام لے کر شہرتِ دوام کی بلندیوں تک پہنچاتے رہے، مگر حیف صد حیف کہ جس طرح اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علمی کمالات،

خدا داد صلاحیتیں، کاوشِ فکر ونظر اور تحقیقِ علم وفن مدتوں تک منظر عام پر نہ آ سکیں، اسی طرح حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت مفتی اعظم رحمہما اللہ تعالیٰ کے علمی کمالات پردۂ خفا میں ہیں''۔ [۱]

علم دین کی اشاعت کے لیے مدرسہ منظرِ اسلام:

پہلے بریلی شریف میں اہلسنت کا کوئی با قاعدہ مدرسہ نہ تھا، صرف ایک مدرسہ مصباح التہذیب تھا، جسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے والد گرامی مولانا مفتی نقی علی خان (متوفی ۱۲۹۷ھ) نے ۱۲۸۹ھ میں قائم فرمایا تھا، جو بعد میں غیروں کے ہاتھ میں چلا گیا تھا۔ مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی ذات گرامی خود ہی ایک دار العلوم اور مخزن العلوم تھی جو تصنیف وتالیف کے اعتبار سے اور درس وتدریس کے ذریعے بھی علوم وفنون کا دریا بہا رہی تھی۔ بقول ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری علیہ رحمۃ الباری:

''اعلیٰ حضرت کے درس وتدریس کے زور وشور کا عالم یہ تھا کہ طلبہ دور دور سے اپنے مدارس چھوڑ کر بارگاہِ رضوی میں حاضر ہوتے اور علوم وفنون سے فیضیاب ہوتے''۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص ۳۱۱۔۳۱۲)

اس وجہ سے ایک با قاعدہ دار العلوم کی ضرورت ضرور تھی، مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اپنی تصنیف وتالیف، فتویٰ نویسی اور بدمذہبوں کی تردید میں اس قدر مصروف تھے کہ ایک بار ارشاد فرمایا:

---

[۱] مقدمہ تذکرۂ جمیل، ص ۲۱، از قلم شمس بریلوی، پاکستان

''بحمد اللہ تعالیٰ! میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں، جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں، لیکن الحمد للہ! سنتیں کبھی نہیں چھوڑیں''۔ (الملفوظ، ج۴، ص۶۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اپنی انہیں دینی مصروفیات کے سبب باقاعدہ دار العلوم کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ حتیٰ کہ ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری علیہ رحمۃ الباری نے جوان دنوں امام احمد رضا کے زیر درس رہ کر ان سے علوم وفنون حاصل کر رہے تھے، اس طرف متوجہ کرنا چاہا اور امام احمد رضا کے ایک مخلص دوست سید امیر احمد صاحب مرحوم کو اس حوالے سے واسطہ بنایا۔ حضرت سید صاحب موصوف نے امام احمد رضا سے اس دینی ضرورت اور دینی قلعے کی تعمیر کی سفارش کی۔ امام احمد رضا مدرسہ کے قیام اور اس کے چلانے کی مشکلات پھر رقم کی فراہمی کی دشواریوں سے واقف تھے، آپ کے پاس اتنا وقت ہی نہ تھا کہ اس بارِ گراں کو اٹھاتے، اس لیے آپ نے سید صاحب سے معذرت چاہ لی۔ مگر سید صاحب موصوف نے ایسا واسطہ دیا کہ امام احمد رضا کے لیے دار العلوم کی تعمیر کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ رہا۔

وہ واسطہ کیا تھا، مولانا تقدس علی خان رضوی پاکستان، سابق نائب مہتمم دار العلوم منظر اسلام علیہ الرحمہ کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔ فرمایا:

''حضرت اگر آپ نے مدرسے کا قیام نہ فرمایا تو بدعقیدہ لوگوں،

دیوبندیوں، وہابیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا، اور میں قیامت کے دن شفیع المذنبین ﷺ کی بارگاہ میں آپ کے خلاف نالش کروں گا۔ یہ سننا تھا اور وہ بھی آل رسول کی زبان سے، امام احمد رضا لرزہ براندام ہو گئے اور فرمایا، سید صاحب! آپ کا حکم بسر وچشم ہے، مدرسہ قائم کیا جائے، اس کے پہلے ماہ کے اخراجات میں خود ادا کروں گا، پھر بعد میں دوسرے لوگ اس کی ذمہ داری سنبھالیں''۔

آپ (اعلیٰ حضرت) نے احباب وتلامذہ کی خواہش اور سید صاحب کی فرمائش پر مسلمانوں کے عقائد کے تحفظ اور سرکارِ مدینہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کی شکل بگاڑنے والوں کے خلاف شہر بریلی میں ۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۹۰۴ء میں ایک مدرسے کی بنیاد رکھ دی۔ یہ مدرسہ اعلیٰ حضرت کے ایک معتقد رحم الٰہی صاحب کے گھر کے ایک کمرے میں دو طالب علموں مولانا ظفر الدین بہاری، مولانا عبد الرشید عظیم آبادی سے آپ نے قائم کیا۔ ان دونوں کو آپ نے بخاری شریف کا درس دے کر باقاعدہ آغاز فرمایا۔ اس مدرسہ کا تاریخی نام ''منظرِ اسلام'' آپ کے برادرِ خورد حضرت مولانا حسن رضا خان نے تجویز فرمایا۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام ترقی کی منازل طے کرتا ہوا بعد میں محلّہ سوداگران بریلی شریف میں اپنی عمارت میں منتقل ہو گیا۔ یہ منتقلی جگہ کی تنگی اور طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد کے سبب ہوئی۔ شہزادۂ اکبر قبلہ حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خان کی محنت شاقہ سے جامعہ رضویہ منظرِ اسلام کی نئی عمارت تعمیر ہوئی اور الحمد للہ! اس مرکزی جامعہ سے ملحق

ہو کر ملک و بیرونِ ملک کے اور بھی دار العلوم کام کر رہے ہیں۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے بعد حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خان قادری، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان قادری، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ ابراہیم رضا خان قادری، مبلغ اسلام علامہ مفتی ریحان رضا خان رحمانی میاں جیسے ناظم و مہتمم ملے اور یہ ترقی کی منزلیں طے کرتا گیا۔ شیخ الاسلام علامہ محمد سبحان رضا خان سبحانی میاں دام ظلہ اور شہزادۂ حضرت سبحانی میاں، پیر طریقت مولانا احسن رضا خاں دام ظلہ کے اہتمام میں جامعہ رضویہ منظر اسلام ترقیات کی نئ منزلیں طے کر رہا ہے۔

حجۃ الاسلام کا ارمان ہے منظر اسلام: حضرت مفتی محمد فاروق نوری نے جامعہ منظر اسلام کے لئے بڑی پیاری نظم کہی ہے قارئین کے لئے ہم یہاں اسے نقل کرتے ہیں۔

علم وفن کے امام تو نے دیے — یہ تیری شان، منظرِ اسلام
شاہ حامد رضا و نوری کا — تو ہے ارمان، منظرِ اسلام
اہل سنت کے ہر ادارے پر — تیرا احسان، منظرِ اسلام
شہِ ابراہیم نے بلند کیا — تیرا ایوان، منظرِ اسلام

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا صد سالہ نمبر دوسری قسط، ص ۳۵۷)

حجۃ الاسلام بحیثیتِ مہتمم اعلیٰ: حجۃ الاسلام علامہ مولانا مفتی حامد رضا خان قدس سرہ کی شخصیت متنوع اور ہمہ جہت

تھی، وہ بیک وقت کئی خوبیوں کے مالک تھے۔ اسی لئے ان کی زندگی بہت مصروف زندگی تھی، کبھی بدعقیدوں سے مناظرہ کرنا، کبھی تبلیغ وارشاد کے لیے سفر کرنا، کبھی خانقاہِ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ کی تعمیر وترقی، کبھی دارالعلوم منظر اسلام کا اہتمام، کبھی فتاویٰ لکھنا، تصنیف وتالیف میں مشغول رہنا اور کبھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ اوراپنی تصنیفات کو طبع کراکر منظر عام پر لانا، آپ کے مشاغل تھے، ان سب کے علاوہ دارالعلوم کی تعلیمی بہتری کے لیے ہر سال تعلیمی افتتاح کے وقت اس میں حاضر رہتے اوراس کی دستار بندی کے سالانہ جلسوں کو منعقد کرنے اور ان میں موجود رہنے کو ضروری سمجھتے تھے۔ ان حوالوں سے آپ کی مصروفیات کا اندازہ آپ کے اس مکتوب سے ہوتا ہے، جو آپ نے اپنی ایک دخترِ طریقت سکینہ بیگم بنت علامہ سید ہدایت رسول قادری علیہ الرحمہ کے خط کے جواب میں لکھا تھا۔ اس مکتوب کا ایک اقتباس یہ ہے:

''یہاں بہت عدیم الفرصت ہوں، سینکڑوں روپئے کے کام چھڑے ہوئے ہیں، تعمیر خانقاہ (خانقاہ اعلیٰ حضرت) جاری ہے۔ کتبِ دینیہ کا کام ہورہا ہے، میرے جاگیری دیہات جن کے وقف کا میں متولی ہوں، ان کے بعض ضروری کام سر پر ہیں، میرے مختارِ عام کی خواہش ہے کہ میں بذاتِ خود اس کی طرف توجہ کروں، دارالافتا کا کام، اس کی نگرانی بھی میرے ذمہ ہے۔ دارالعلوم منظرِ اسلام کے (تعلیمی) افتتاح کا وقت ہے، اس میں بھی میری اشد ضرورت

ہے۔میری چھوٹی ہمشیرہ کے شوہر کا انتقال حال میں ہوا، ان کے تمام دیہات کا کام، اس کا انتظام کرانا اور اس کے نام داخل خارج کرانا بھی ضروری ہے۔ان اشد ضرورتوں کی وجہ سے بھی اس طویل سفر پر اقدام کرنا اور اس ہجومِ کار اور کثرتِ افکار کے باعث آستانۂ عالیہ چھوڑنا ایک امرِ دشوار تھا، مگر عزیزہ محترمہ سلمہا کی علالت نے مجھے زیادہ پریشان کر دیا۔تمہارے اس خط نے اور بھی میرے جذبات ابھار دیئے، ان کی والدہ محترمہ دام ظلہا کی تحریک ایسی نہیں کہ میں اسے ٹھکرا سکوں، لہذا میں فیصلہ کرتا ہوں کہ میں للت پور (جھانسی) ضرور جاؤں گا"۔(تجلیات حجۃ الاسلام، ص۱۴۸/ ۱۴۹)

جناب ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب دامت برکاتہم العالیہ رقم طراز ہیں:

"اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد حجۃ الاسلام نے اپنی حیات تک منظر اسلام کے دستار فضیلت کے جلسے بہت ہی تزک واحتشام اور شان وشوکت کے ساتھ منعقد کیے۔ان جلسوں میں ملک کے نامور علماء ومشائخ اور علمائے دین شرکت فرماتے رہے"۔

دارالعلوم منظر اسلام کی ترقی واستحکام میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کا کلیدی کردار رہا ہے۔اور نہ صرف تعمیر بلکہ اپنے عم محترم مولانا حسن رضا خان قدس سرہ کے وصال (۱۳۲۶ھ) کے بعد سے آخر سانس تک اس کے مہتمم اعلیٰ رہے اور اس کا سارا اہتمام وانصرام ان کے سر رہا۔یہاں تک کہ آپ کو بھی اس کا

بانی کہا جانے لگا۔آپ نے اس مدرسہ کو بامِ عروج تک پہنچایا حتیٰ کہ اس کی تعلیم و تربیت کا ڈنکا دور دور تک بجنے لگا۔اس کے طلبہ میں علمی طنطنہ پیدا ہو جاتا تھا،جس کے سبب اکابرِ علم بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

ابھی منظر اسلام کو قائم ہوئے مشکل سے دو سال ہوئے ہیں، استاذِ زمن مولانا حسن رضا کا دورِ اہتمام ہے اور وہ ناظم دفتر ہیں۔ حجۃ الاسلام کی کاوشیں ہیں اور آپ ناظم مدرسہ ہیں۔اتنے میں شعبان ۱۳۲۳ھ سالانہ امتحان لینے کے لیے، وقت کے جید اور مشہور و معروف عالمِ دین استاذ العلما سراج الملۃ والدین حضرت مولانا سلامت اللہ نقشبندی مجددی رامپوری علیہ الرحمہ وغیرہ تشریف لائے،آپ نے امتحان لیا،طبیعت باغ باغ ہوگئی۔تاثر میں آپ نے تفصیلی طور پر یہ لکھا کہ:

''ان میں سے تمام ہندوستان میں اس وقت جو دبدبۂ وشوکت و جاہ و حشمت اور اقبال و ہمت وقوت وثروت ظاہری و معنوی علمی وعملی حق تعالیٰ نے جناب حامیِ دینِ متین، وارثِ برحقِ حضرت خاتم النبیین ﷺ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی مَتَّعَ اللّٰہُ الْمُسْلِمِیْنَ بِطُوْلِ بَقَائِہٖ (اللہ ان کی درازی عمر سے اہل اسلام کو فائدہ نصیب کرے) کو جس قدر عطا فرمایا ہے وہ آفتاب سے زیادہ روشن اور ان کی سعیِ بلیغ مقبول فی الدین اور ان کی تصانیف مبارکہ ردِّ مبطلین سے مدلل اور مبرہن ہے اور بے شبہ مصداق ہیں، مضمون حدیث ہذا کے''

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَ کُلِّ بِدْعَۃٍ کِیْدَبِھَا الْاِسْلَامُ وَلِیًّا مِّنْ اَوْلِیَائِہٖ یَذُبُّ عَنْ

دِیْــنِـہٖ“ [1] بے شک ہر بدعت و بد مذہبی جس سے اسلام پر داؤ کیا جائے اس کے مقابل اللہ کا لشکر اس کے اولیا میں سے کوئی ولی ہوتا ہے جو اس کے دین کا دفاع کرتا ہے۔(رضوی)

حضرت مولانا کے فیضان کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ ان کے فرزندِ ارجمند صاحبِ ہمتِ بلند، جامع [2] انحاءِ سعادت، ماحیِ بدعت [3] حاملِ لوائے شریعت [4] قرۃُ عیونِ العلماء [5] مولوی حامد رضا خان صاحب ”طُوِّلَ عُـمْـرُہٗ وَ زِیْدَ قَدْرُہٗ“ (ان کی عمر طویل اور عزت زیادہ ہو)۔ایک مدرسۂ خاص اہلسنت کی بنام ”منظرِ اسلام [6]“ بنیاد ڈالی، جسکی صرف بریلی والوں کے لئے نہیں بلکہ تمام اہلسنتِ ہندوستان کے واسطے اشد ضرورت تھی۔اس کی وجوہ اور خوبیاں رودادِ مدرسہ اور اس کے مقاصد کے ملاحظہ سے مفصل ہوں گی۔

بتقریبِ امتحان سالانہ مدرسۂ مذکور حسبُ الطلب فقیر راقم الحروف وہاں حاضر ہوا اور احوالِ مدرسہ اور مدرسین اور مبلغِ علومِ طلبہ اور طرزِ تعلیم سے واقف ہوا۔ ہر قسم کے طلبہ مبتدی و متوسط و منتہی کے متعدد جلسۂ امتحان میں شریک اور علوم دینیہ ضروریہ، معقول و منقول خصوصاً علمِ تفسیر وحدیث و فقہ و سیر و اصول وغیرہا میں امتحان کی کیفیت پر مطلع ہوا۔الحمد للہ کہ ببرکتِ حسنِ سعیِ مدرسین اور خوبیِ انتظامِ

---

[1] مطلب یہ ہے کہ حدیث میں اہل حق اور حامیان دین کی جو صفتیں بتائی گئی ہیں وہ ان میں موجود ہیں۔

[2] ہر قسم کی خوبیوں اور فیروزمندیوں کے جامع [3] بدعت کو مٹانے والے [4] شریعت کے علمبردار

[5] نگاہ علماء کی ٹھنڈک [6] دارالعلوم منظر اسلام رضانگر سوداگران بریلی شریف ۱۳۲۲ھ میں قائم ہوا

ناظمین، اکثر طلبہ علوم دین کو مستعد اور اس بشارت کے مبشر پایا۔ ''لَایَزَالُ اللّٰہُ یَغْرِسُ فِیْ ھٰذَا الدِّیْنِ غَرْساً یَسْتَعْمِلُھُمْ فِیْ طَاعَتِہٖ'' (ہمیشہ اللہ تعالیٰ اس دین میں کچھ پودے لگا تا رہے گا، جن سے اپنی طاعت میں کام لیگا (رضوی) بالخصوص منتہی طلبہ کی علوّ ہمت اور حسنِ تقریرِ مطالب اور تحریراتِ فتاویٰ جو دیکھنے میں آئیں، اس سے نہایت شادمانی ہوئی۔

اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو حسنِ ترقی روز افزوں عطا فرمائے۔ ہمتِ عالی اور توجہِ خاص منتظمِ دفتر جناب مولانا حسن رضا خان صاحب دام مجدہم سے امید کامل ہے کہ اس مدرسۂ مبارکہ سے جسکی نظیر اقلیمِ ہند میں کہیں نہیں ہے، ایسی برکات فائض (جاری) ہوں، جو تمام اطراف و جوانب کے ظلمات اور کدورت کو مٹائیں اور ترویجِ عقائدِ حقہ منیفہ (بلند) اور ملتِ بیضاءِ شریفہ حنفیہ کے لئے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور ہو۔

تمام اہلسنت کو واسطے توجہِ خاص اور شرکتِ عام اس مدرسہ کے محدثین، فقہا، محققین اور ائمۂ دین کے لئے یہ ہدایت بس ہے۔ ''ھٰذَا الْعِلْمُ دِیْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاخُذُوْنَ دِیْنَکُمْ''۔ یہ علم (یعنی قرآن وحدیث وفقہ وغیرہ کا علم) دین ہے۔ لہذا تم دیکھ لو کہ اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو (رضوی) اور ''یَجِبُ الصَّلَابَۃُ فِیْ الدِّیْنِ'' دین میں تصلب لازم ہے (رضوی) [1]

---

[1] تذکرۂ جمیل، ص ۷۷ تا ۸۰

و الله سبحانه الموفق و المعین“

غور فرمائیے ! مندرجہ معائنہ رپورٹ میں وقت کی عبقری شخصیت، بحر العلوم، سراج الملۃ والدین علامہ مولانا سلامت اللہ نقشبندی، مجددی رامپوری علیہ الرحمہ نے کیسے اچھے اچھے اور اونچے اونچے القاب سے حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کو یاد کیا ہے۔

۱ صاحبِ ہمتِ بلند۔ یعنی حجۃ الاسلام بلند ہمت والے ہیں۔

۲ جامعِ انحاءِ سعادت یعنی ہر قسم کی سعادت و فیروزمندی کے جامع ہیں۔

۳ ماحیِ بدعت۔ بدعت کو مٹانے والے

۴ حاملِ لوائے شریعت۔ یعنی شریعت کے علمبردار ہیں

۵ قُرَّةُ عُیُوْنِ الْعُلَمَاءِ۔ یعنی علماء کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں

۶ ایسے مدرسۂ اہلسنت کی بنیاد ڈالنے والے اور بانی ہیں، جس کی ضرورت نہ صرف بریلی والوں کو تھی، بلکہ ہندوستان کے تمام اہلسنت کے واسطے اس کی اشد ضرورت تھی۔

۷ جس مدرسۂ مبارکہ منظرِ اسلام کو حجۃ الاسلام نے قائم کیا ہے، اس کی نظیر اقلیمِ ہندو پاک میں نہیں ملتی۔

پھر غور فرمائیے کہ جس دار العلوم کے بارے میں حضرت مولانا سلامت

اللہ رامپوری قدس سرہ جیسے نامور علامہ، فہامہ ایسا تبصرہ فرما رہے ہیں، اس کو قائم ہوئے معائنہ کے وقت مشکل سے دو سال ہوئے تھے، کیونکہ دارالعلوم منظر اسلام ۱۳۲۲ھ میں قائم ہوا ہے اور جس وقت مولانا موصوف نے اس کا معائنہ کیا یا معائنہ رپورٹ لکھی وہ ۱۳۲۳ھ کا سال ہے، اس وقت مہتمم و ناظم دفتر کی حیثیت سے استاذِ زمن عاشقِ رسول مولانا حسن رضا خان بریلوی تھے، جن کی وفاتِ شریفہ ۱۳۲۶ھ میں ہوئی، مگر اتنی قلیل مدت میں اس دارالعلوم کا اس قدر ترقی و شہرت کے بامِ عروج پر پہنچ جانا، اس کا معیارِ تعلیم کا کافی بلند ہونا، یقیناً اس میں اس کے بانی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کے خلوص و لِلّٰہیت، خاص توجہ، کدو کاوش اور مولانا حسن رضا کے حسن اہتمام کا ضرور دخل ہے۔ مولانا سلامت اللہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''بالخصوص منتہی طلبہ کی علوِ ہمت اور حسنِ تقریرِ مطالب اور تحریراتِ فتاویٰ جو دیکھنے میں آئیں اس سے نہایت شادمانی ہوئی۔''

جب ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں دارالعلوم منظر اسلام کے مہتمم مولانا حسن رضا کا وصال ہوگیا تو آپ ہی اس کے مہتمِم اعلیٰ منتخب ہوئے اور آپ کی نیابت میں امام احمد رضا کے ہمشیر زادے حکیم علی احمد صاحب اپنی زندگی بھر دارالعلوم منظر اسلام کا کام کرتے اور نائب مہتمم رہے (جیسا کہ سیرتِ اعلیٰ حضرت میں مولانا حسنین رضا خان نے تصریح کی ہے)۔ آپ نے اپنے دور اہتمام میں اپنی کاوشیں تیز سے تیز تر

کر دی تھیں، کیونکہ اس سے قبل آپ کے ذمہ درس و تدریس اور تعلیمی امور کی نظامت کے ساتھ ساتھ ایک اہم کام اعلیٰ حضرت کے لئے حوالے کی کتابیں اور عبارتیں پیش کرنا بھی تھا، مگر جب ۱۳۲۶ھ میں حضرت مولانا حسن رضا کا وصال ہوگیا تو منظر اسلام کے اہتمام کی پوری ذمہ داری آپ کے سر آ گئی، اور حوالوں کی تلاش کا کام حضور مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خان کے سپرد ہو گیا۔ اب جب کہ حضور مفتی اعظم نے یہ کام سنبھال لیا اور آپ مہتمم ہو گئے تو دار العلوم کی ترقی اور تعلیمی معیار میں مزید چار چاند لگانے کا اچھا خاصا موقع آپ کو میسر آیا۔

حضرتِ موصوف نے اس کے فروغ واستحکام کے لیے زبردست منصوبہ بند طریقہ پر نظام قائم کیا، کہ وقت کے چوٹی کے علماء مثلاً مولانا سلامت اللہ رامپوری، محدث سورتی، مولانا عبد السلام جبلپوری، مولانا ارشد علی رامپوری اور مولانا بشیر الدین جبلپوری کو ممتحنین کی حیثیت سے بلاتے رہے۔ مجلس شوری قائم کی، دار العلوم کی طرف عمائدین شہر کی توجہات مبذول کرائیں، انہیں اس کی ضرورت اور استحکام کا احساس دلایا۔ اکابرِ علما و مشائخ اور حکام وقت کو بلاتے رہے اور اس کے معیارِ تعلیم سے انہیں متعارف کراتے رہے۔ اس طرح آپ کی محنت شاقہ اور تگ و دو سے غیر منقسم ہندوستان کا یہ ادارہ مرجع و مرکز بن گیا۔

ہمارے اس مدعیٰ پر حجۃ الاسلام کا وہ مکتوب جو مولانا وزارت رسول خاں مرحوم کے نام ہے، بخوبی عکاسی کرتا ہے، جس کا مضمون اس کتاب میں کہیں انشاء اللہ

آپ کومل جائے گا۔

اس مکتوب کی عبارت نقل کرنے کے بعد ڈاکٹر مولانا اعجاز انجم لطیفی استاذ منظر اسلام بریلوی اپنے ایک مقالہ میں رقمطراز ہیں:

''مندرجہ بالا خط سے آپ کی حسن کارگردگی اور حسنِ نظامت کا اندازہ بخوبی ہو گیا۔ اس پر مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں، جامعہ کے بعدِ قیام جب سے آپ نے اہتمام کی عظیم ذمہ داری اپنے کندھوں پر لی، تب سے تا حیات آپ ہی مہتمم رہے اور جامعہ کو فروغ دیتے رہے۔ اپنی حیات میں جہاں آپ نے نظامت کی عظیم ذمہ داری سنبھالی، وہیں پر جب کبھی بھی جامعہ کو مدرس یا صدر المدرسین کی ضرورت در پیش ہوئی تو آپ نے تدریسی خدمات اور صدر المدرسین کے فرائض بھی انجام دیئے۔'' [1]

بلفظ دیگر یوں کہئے کہ حجۃ الاسلام مسند سجادگی پر جلوہ بار ہو کر جہاں بیعت و ارشاد، تصنیف و تالیف اور تحریکِ جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے ذریعے دینی خدمات انجام دیتے رہے، وہیں بیک وقت مہتمم، شیخ الحدیث اور صدر المدرسین تینوں اہم عہدوں پر فائز رہ کر اپنی خداداد صلاحیتوں کی جوت جگاتے رہے۔ اس طرح آپ نے منظر اسلام کے قیام ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء سے ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء تک چالیس سال بحیثیت مہتمم، شیخ الحدیث اور صدر المدرسین اس کی آبیاری کی۔

[1] از قلم ڈاکٹر مولانا اعجاز انجم لطیفی، مضمون، جامعہ منظر اسلام اپنے مہتمم کے عہد میں۔ مشمولہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت صد سالہ منظر اسلام نمبر، ص ۱۵۱

آپ کا حسن اہتمام : ایک اچھے مہتمم کے لیے ضروری ہے کہ مخلص ہونے کے ساتھ ساتھ محنتی بھی ہو، وہ اپنا قیمتی وقت صرف کرے اور دلچسپی سے کام کرے۔ حضور حجۃ الاسلام کے دورِ اہتمام کے معمولات سے متعلق مولانا ابراہیم خوشتر علیہ الرحمہ مولانا شمس الحسن شمسؔ بریلوی کے حوالے سے تذکرۂ جمیل میں رقمطراز ہیں:

''آپ معمول کے مطابق روزانہ دارالعلوم کے دفتر میں تشریف لاتے اور مولانا تقدس علی خان رضوی نائب مہتمم سے انتظامی امور پر تبادلۂ خیال کرتے۔ منشی فدا یار خان مرحوم، مولانا مفتی ابرار حسن صدیقی تلہری اور شمس الحسن شمس بریلوی فاضلِ مشرقیات سے بھی تنظیمی معاملات میں مشورہ فرماتے اور ان کی رائے کی بڑی قدر ومنزلت کرتے۔''

خوشتر صاحب علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں:

''طلبا کی تدریس اور قیام وطعام میں بنفس نفیس دلچسپی لیتے۔ محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولانا سردار احمد کی ایسی تعلیم وتربیت فرمائی کہ خود منیۃ المصلی اور قدوری تک پڑھایا۔ اپنے گھر ہی میں طعام کا انتظام فرمایا، تا آں کہ لوگ شیخ الحدیث کو حامدی خاندان کا فرد خیال کرنے لگے اور یہ اندازِ تعلیم وتربیت آپ کا عام تھا، جس سے ہر محنتی طالب استفادہ کرتا''۔ [۱]

---

[۱] تذکرۂ جمیل، ص ۱۷۵

اور آپ کے اہتمام کے سنہرے دور سے متعلق ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں کہ:

''امام احمد رضا کی موجودگی میں دارالعلوم کا سارا انتظام وانصرام آپ کے سپرد تھا۔ آپ کے دورِ اہتمام میں حضرت مولانا رحم الٰہی شیخ الحدیث، شمس العلماء ظہور الحسین فاروقی نقشبندی مجددی رامپوری اور شمس العلماء کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے علامہ نور الحسین رامپوری، صدر المدرسین تھے۔ اہلسنت کے ممتاز علماء مولانا محمد حشمت علی خان لکھنوی، مولانا احسان علی صاحب صدیقی مظفر پوری، مولانا مفتی ابراہیم فریدی سمستی پوری، مولانا عبدالواجد گڑھی کپوری پشاوری، مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی، مولانا مفتی سید محمد افضل حسین مونگیری، مولانا غلام جیلانی میرٹھی وغیرہم فارغ التحصیل ہوئے۔

دارالعلوم منظر اسلام کے نہ صرف آپ مہتمم رہے بلکہ مولانا رحم الٰہی مرحوم کے ۱۹۳۶ء/۱۳۵۴ھ میں میرٹھ چلے جانے کے بعد شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کا منصب بھی آپ نے سنبھال لیا۔ حدیث وتفسیر خصوصاً بیضاوی شریف پڑھانے کا انداز اتنا دلنشیں تھا کہ علماء دور دور سے آپ کے درس میں شرکت کے لئے شدِّ رحال کرتے اور سفر وحضر میں آپ سے استفادہ کرتے۔[1]

☆☆☆

---

[1] تذکرۂ جمیل، ص۱۷۳، مصنفہ مولانا محمد ابراہیم خوشتر مرحوم

دارالعلوم منظر اسلام کا شاندار اجلاس

تاریخ گواہ ہے کہ دارالعلوم منظر اسلام کے یومِ تاسیس سے آج تک اس کا ہر سالانہ اجلاس فقید المثال رہا ہے۔ مگر ان سطور میں ۲۱/۲۲/۲۳/ شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق ۹/۱۰/۱۱/ دسمبر ۱۹۳۴ء کے شاندار اجلاس کی تیاریوں اور اس میں مدعوین علما، مشائخ اور عمائدین کا مختصر ذکر کیا جا رہا ہے، تا کہ حجۃ الاسلام کا منظر اسلام کے زریں دورِ اہتمام کا منظر آنکھوں میں آ جائے۔ اور آپ کے غیر منقسم ہندوستان میں عظمت وشہرت کا اندازہ ہو سکے۔ اور یہ بھی معلوم کیا جا سکے کہ ان ایام میں افاضل مدرسین، علمائے عاملین اور طلبائے کاملین وجود سے منظر اسلام کا منظر کتنا دلکش ہوگا۔ حضرت حجۃ الاسلام کے مندرجہ ذیل مکتوب سے آپ کی مصروفیات اور کاوشوں کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا۔

''یہاں آج کل دار العلوم کے جلسہائے سالانہ کے انتظامات زیر نظر ہیں۔ مجالسِ شوریٰ کا انعقاد ہو رہا ہے اور سارے عمائد شہر کی توجہ منعطف ہے۔ اس سال نتیجۂ امتحان بہترین صورت میں دکھایا جانا قرار پایا ہے۔ بیس طالب علم دستار فضیلت کے قابل تیار ہوئے ہیں، رؤسائے شہر کی رائے ہے کہ گورنر یوپی حافظ احمد سعید خان صاحب (جو میری ملاقات کے اشتیاق میں دو مرتبہ بریلی آئے۔ اور میرے موجود نہ ہونے کے باعث ملاقات نہ ہو سکی) چونکہ اک

مسلمان گورنر ہیں لہذا جلسہ سالانہ میں انہیں دعوت دی جائے۔ اور نواب سر مزمل اللہ خان اور سر محمد یوسف وغیرہ عمائد ہند اور مشائخ میں سے جناب دیوان صاحب اجمیر مقدس اور پیر جماعت علی شاہ صاحب پیرِ پنجاب وغیرہ منتخب حضرات کو بلایا جائے۔ جس کے مصارف کا تخمینہ تقریباً ۹۰۰ کیا گیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ بخیر انجام پہنچائے اور جلسہ دارالعلوم کو نتیجہ خیز کرے'' ۔[۱]

حضور حجۃ الاسلام شیخ الانام علیہ الرحمہ ظاہری و باطنی دونوں علوم کے جامع تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علوم دینیہ کی ترویج واشاعت کو اپنی حیات کا اہم فریضہ تصور کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرضی وخوشی سے منظر اسلام کی بنیاد ڈال کر ملت اسلامیہ پر عظیم احسان فرمایا کہ ہزاروں تشنگانِ علم وفن اس سرچشمۂ فیض سے سیراب ہورہے ہیں۔ طلبا کی تدریس اور قیام وطعام میں بنفسِ نفیس دلچسپی لیتے، آپ کا دولت کدہ مہمانوں کے لئے مہمان خانہ اور طلبا کے لئے لنگر خانہ ہوتا۔ دارالعلوم کے انتظام وانصرام کے علاوہ جب آپ نے صدر المدرسین وشیخ الحدیث کا منصب سنبھالا تو دارالعلوم منظر اسلام پر جامعہ ازہر، مصر کا شبہ ہوتا تھا۔ آپ کی تعلیم وتربیت سے بڑے بڑے جید علما فارغ التحصیل ہوکر شیخ الحدیث وشیخ العلما ومناظر اعظم ہو گئے، جو بجائے خود اپنے دور میں درس و تدریس، تعلیم وتربیت، رشد وہدایت، تصنیف وتالیف کے امام شمار ہوتے ہیں۔

---

[۱] مولوی وزارت رسول حامدی کے نام حضور حجۃ الاسلام کا مکتوب بحوالہ تذکرۂ جمیل ص ۸۱ تا ۸۲

منظر اسلام خدماتِ حجۃ الاسلام کا شاہکار ہے

حجۃ الاسلام کی خدمت کا ہے جو شاہکار
مفتی اعظم کی جدت سے ہوا جو آشکار

اور جیلانی میاں سے جو ہوا ہے باوقار
حضرت ریحاں رضا سے جس میں آئی ہے بہار

کہتے ہیں خوش ہو کے سب اہل سنن یہ بار بار
منظر اسلام ہے وہ منظر اسلام ہے

از قمر مصطفوی، شمس آبادی

منظر اسلام مرکز رشد و ہدایت ہے

اعلیٰ حضرت کی عنایت منظر اسلام ہے
اہل سنت کی امانت منظر اسلام ہے

حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم کے طفیل
مرکزِ رشد و ہدایت منظر اسلام ہے

شاہ جیلانی میاں کی دانش و بینش سے آج
آفتابِ علم و حکمت منظر اسلام ہے

زیب و زینت، نور و نکہت دیکھئے رضوی محل
شاہ سبحانی کی خدمت منظر اسلام ہے

از مولانا عبید الرحمٰن خان قادری، اٹاوہ

☆☆☆

پندرہواں نور

تحریک رضائے مصطفیٰ اور اس میں آپ کے کارنامے

کل ہند جماعتِ رضائے مصطفیٰ، بریلی اہل سنت و جماعت کی ایک عظیم تحریک کا نام ہے، جس نے سالہا سال تک کارہائے نمایاں انجام دئے۔ اور ہر محاذ پر مسلمانوں کی قیادت و رہنمائی فرمائی۔ اس کے بانی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فقیہ اعظم بریلوی تھے، اور وہ تا دمِ آخر اس کے سرپرست بھی رہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے وصال سے تقریباً ایک سال قبل ۷/ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۷/دسمبر ۱۹۲۰ء کو جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے نام سے ایک کل ہند تحریک کی بنیاد ڈالی۔ اس نے اسلام وسنیت کا خوب کام کیا، مسلمانوں کی خوب مدد کی۔ اس کا مقصد اول دشمنانِ اسلام اور مخالفینِ اہلسنت کے حملوں کی تحریراً، تقریراً اور عملاً ہر طرح سے مدافعت کرنا، ان کے ان افتراؤں اور بہتانوں کا پردہ فاش کرنا تھا، جن سے سادہ لوح مسلمانوں کو یہ گمراہ کرتے تھے۔ اس وقت کے سنگین حالات اور اس تحریک کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے ادیبِ شہیر مولانا شہاب الدین رضوی رقمطراز ہیں:

''۱۹۲۰ء میں ہندوستان مخالفینِ اسلام کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔ اسلام اور اہلِ اسلام کو نیست و نابود کرنے والی تحریکیں بڑے زور وشور سے چل رہی تھیں۔ اس

زمانے میں مسلمانوں کی بھی تنظیمیں تھیں، ایسا نہیں ہے کہ مسلمانوں کی کوئی تحریک نہ ہو، مسلم قیادت کے حامی اور داعی علماء اور لیڈروں کی کمی نہ تھی، مگر جیسے آج مسلم قیادت کا فقدان ہے، ایسی ہی صورت اس زمانے میں تھی، اور جو مسلم قائدین تھے وہ ہندؤوں کے فرمانبردار تھے، انہیں اسلام اور مسلمانوں سے کوئی ہمدردی و تعلق نہ تھا، تنظیموں کی لاشیں اپنے سربراہوں کے کاندھوں پر چل رہی تھیں، اور کچھ تنظیمیں سسک سسک کر دم توڑ چکی تھیں، مطلق العنانی دیکھ کر مخالفینِ اسلام نے حملے اور تیز کر دیئے اور مسلم علماء انگریز سامراج کے ایجنٹ بن بیٹھے، نماز، روزہ، حج و زکوۃ کے نام پر مسلمانوں سے پیسہ وصول کیا جاتا تھا۔ پھر وہی پیسہ مسلمانوں کے خلاف استعمال ہوتا۔

ایسے کسمپرسی کے دور میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی غیرت کو رہا نہ گیا، چونکہ وہ خود بھی احیاے سنت کی تحریک تھے۔ قرآن وسنت اور سلف صالحین کے طریقوں پر سختی سے قائم تھے۔ اور مسلمانوں کو اسی پر عمل کرنے کی تلقین کرتے تھے، اسلام پر مر مٹنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ ایسے مسلم لیڈروں کے سخت مخالف تھے، جو مسلمان ہو کر غیروں کے ہاتھوں میں بکے ہوئے ہوں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ۷/ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء کو ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' کے نام سے ایک کل ہند تحریک کی بنیاد ڈالی''۔ [1]

---

[1] تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص ۵۷۔ از قلم مولانا شہاب الدین رضوی بہرائچی

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی سرپرستی میں چلنے والی اس تحریک نے ان کی حیات میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیے اوران کے وصال کے بعدتو اور جوان ہوگئی اور پورے ملک میں اپنی خدمات جلیلہ کالوہا منوالیا۔اس نے ابوالکلام آزاد جیسے آزاد خیال، دنیا دار اور سیاست کے علمبردار سے ٹکرلیا اور اسے لا جواب کر دیا۔تحریکِ خلافت اورتحریکِ ترکِ موالات کا ناطقہ بند کر دیا۔تحریکِ انسدادِ گاؤ کشی میں تالا لگادیا۔ابھی یہ صحیح طور سے کھڑی بھی نہ ہوئی تھی کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کا ۲۵ ؍صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ ؍اکتوبر ۱۹۲۱ء کو وصال ہو گیا۔جس کے سبب اس تحریک کو سخت دھچکا لگا۔دوسری طرف اسلام دشمن نے امام اہلسنت کے وصال کو اپنے لیے فال حسن سمجھا، میدان خالی سمجھا اور یہ سوچا کہ امام احمد رضا قدس سرہ تو تنہا ایک محاذ پر لڑ رہے تھے، اب کون ہمارے مقابل آئے گا؟ مگر اہلسنت و جماعت پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں رہی ہیں، اس کے رحم وکرم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کے نگہبان رہے ہیں۔امامِ اہلسنت کے وصال کے بعد فوراً جماعتِ رضا کی باگ ڈور بحیثیتِ سرپرست ان کے شہزادے، حجۃ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد حامد رضا اور مفتی اعظم حضرت محمد مصطفیٰ رضا قدست اسرارہما نے سنبھال لی۔ان کا سنبھالنا تھا کہ اس جماعت میں جان آ گئی۔ان دونوں بزرگوں نے اس کی سرپرستی قبول کی اور تاحینِ حیات اس کی کامیابی کے لیے اپنا خون جگر پیش کرتے رہے۔اگرچہ امام احمد رضا کا جسمانی سایہ اٹھ چکا تھا

مگر ہمیشہ وہ روحانی سایہ بن کر اس جماعت پر چھائے رہے۔ان کے فیض سے ان دونوں شہزادوں نے خوب کام کیا اور دشمنوں کو کنارے لگا دیا۔

جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے ناظم مولانا سید ایوب علی رضوی رقمطراز ہیں:

''اگرچہ بظاہر میرے سر سے ان کا سایہ اٹھ گیا تھا، مگر درحقیقت اعلیٰ حضرت نوّر اللہ مرقدہ کے برکات و فیوض و مکارم میرے شامل حال رہے۔۔۔ ظاہر کا سامان یہ ہو گیا کہ ان کے صاحبزادگانِ والا شان، حضرت مولانا مولوی حاجی قاری مفتی شاہ محمد حامد رضا خان صاحب قبلہ اور حضرت مولانا مولوی آل الرحمٰن محمد مصطفیٰ خان صاحب قادری برکاتی نوری، نیز حضور (اعلیٰ حضرت) کے تلامذہ و خلفا، نیز علمائے عظام نے اپنا دست شفقت میرے سر پر رکھا، تبھی تو حضورِ پُرنور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اعدائے دین نے بزعم خود خالی میدان پا کر کیا کیا ناپاک حملے، شدید نرغے نہ کیے، مگر میرا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔کوئی دقیقہ بیخ کنی کا اٹھا نہ رکھا، مگر بفضلہٖ تعالیٰ جو مقابل آیا، اوندھے منہ گرا، سنبھل بھی نہ سکا، سیدھا اپنے مقر پہنچا''۔[۱]

اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے تینوں سرپرست آخری دم تک اس کے سرپرست رہے اور اسے عروج و ترقی کی شاہراہوں پر لانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ بقول مولانا شہاب الدین رضوی:

---

[۱] تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص۹۷

’’جماعتِ رضائے مصطفیٰ بریلی کے بانی و سرپرستِ اعلیٰ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تھے، وہ جب تک حیات سے رہے، اس مرکزی محمدی فوجِ اسلامی کی سرپرستی فرماتے رہے، امام احمد رضا بریلوی کے انتقال کے بعد حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا بریلوی نے جماعت مبارکہ کی سرپرستی قبول فرمائی۔ وہ جب تک باحیات رہے، اس کے بال و پر سنوارنے اور ترقی کی منزلوں تک پہنچانے میں لگے رہے۔ آپ کے بعد تاجدارِ اہل سنت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی نے سرپرستی و قیادت فرمائی، حضور مفتی اعظم کے دور میں جماعت رضائے مصطفیٰ کو سخت سے سخت تر مراحل کا سامنا کرنا پڑا‘‘۔

تحریکِ جماعتِ رضائے مصطفیٰ اور اس کے کارناموں کے حوالے سے ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے صد سالہ منظر اسلام نمبر میں ہے:

’’۱۹۲۰ء میں جماعتِ رضائے مصطفیٰ کی بنیاد رکھی گئی اور یہی سال مسلمانانِ ہند کے ملّی تشخص، ایمان اور مال و جان کے لئے بڑا ہی خطرناک اور بھیانک سال تھا، ملکی آزادی اور سلطنتِ عثمانیہ ٹرکی پر فرنگی مظالم کے خلاف آواز بلند کرنے کے پردے میں موہن داس کرم چند گاندھی نے مندرجہ ذیل تحریکات چلائیں۔

’’تحریکِ خلافت، تحریکِ ترکِ موالات، تحریکِ ہجرت، اور تحریکِ جہاد‘‘۔ مسلمان اپنا برا بھلا سوچے بغیر گاندھیائی آندھی میں اڑتا چلا جا رہا تھا۔

مولوی عبدالباری فرنگی محلی، مولوی عبدالماجد بدایونی، علی برادران، ابوالکلام آزاد، سب کے سب مسٹر گاندھی کی چوکھٹ پر دین ودنیا نچھاور کررہے تھے، کل تک فرنگی عظمت اور برطانوی حکمرانی کا نغمہ الاپنے والے حکومتِ انگریزی کے نمک خوار و وفادار اب خلافتی اور نیشلسٹ بن گئے تھے۔ مساجد میں شردھانند کو منبروں پر بٹھایا جارہا تھا۔ دین وایمان پامال ہورہے تھے، جان و مال اور عزت وآبرو کا تحفظ مشکل ہوگیا تھا مگر ہر طرف خموشی طاری تھی۔ آخران تحریکات کے خلاف بریلی ہی سے صدا بلند ہوئی اور بریلی کے عظیم تر فاضل، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ان کا قلع قمع کیا۔ ان تمام تحریکات کا زور توڑ کر مسلمانوں کے دین وایمان اور مال و جان کا تحفظ آپ نے اپنے صاحبزادگان ذی شان حجۃ الاسلام و مفتی اعظم ہند نیز اپنے خلفاء و تلامذہ اور منظر اسلام کے وابستگان کی مدد سے کیا۔ (ملخصاً: مقالہ: ''اندھیرے سے اجالے تک'' از علامہ شرف قادری مرحوم) [1]

شدھی فتنہ اور اس کا مقابلہ شردھانند اور اس کے رفقا صرف اپنی تعداد بڑھانے اور مسلمانوں کو کمزور کرنے کی غرض سے کمزور ایمان والے مسلمانوں کو شدھی تحریک کے پلیٹ فارم سے مرتد بنارہے تھے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کی جانب سے شائع ہونے والی ایک تحریر کے مطابق:

''ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے ہنود نے بڑے

[1] ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا صد سالہ نمبر، ص ۱۱۸، مقالہ نگار ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مرحوم

پیمانے پر تیاریاں کی ہیں اور گاؤں گاؤں ''شدھی سبھائیں'' قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے''۔ ۱

مولانا شہاب الدین رضوی تحریر فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کو مرتد بنا کر ہندوازم میں داخل کرنے کی تحریکِ شدھی تو بہت پہلے سے چلی مگر اس کا طوفانی تبلیغی دورہ ۱۹۲۳ء سے شروع ہوا۔ راجپوتانہ میں تقریباً ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کا شکار کیا گیا۔ جگہ جگہ، گاؤں گاؤں جا کر مسلمانوں کو شدھی ہونے کے لیے کہا جاتا تھا الخ''۔ ۲

شدھی تحریک کا فتنہ کس قدر خطرناک تھا اس کا پتہ حضور مفتی اعظم ہند کے مکتوب کے ایک اقتباس سے لگایئے، وہ رقمطراز ہیں:

''اس علاقے میں آریوں نے اس موضع (بڑاوی، یوپی) کو اپنے قیام اور کوششوں کا مرکز بنا لیا ہے اور متعدد لوگ یہاں زر کی طمع میں شدھی کو قبول کر کے مرتد ہو چکے ہیں''۔ ۳

جماعت رضائے مصطفی کی کامیابی سوال یہ ہے کہ جماعت رضائے مصطفیٰ کو آریہ ہنود کی تحریکِ شدھی کو ناکام بنانے اور ساڑھے چار لاکھ لوگوں کے ایمان کی حفاظت کرنے یا مرتدوں کو پھر سے آغوشِ اسلام میں لانے کے حوالے سے جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے اراکین کو مسلسل جد

---

۱ ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور، ص ۵، بابت ۵/فروری ۱۹۲۴ء، ج ۵۶ ش ۲۴، بحوالہ تا جماعت رضائے مصطفیٰ ص ۲۰۷

۲ تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص ۲۰۶ ۳ دبدبۂ سکندری، رام پور، ص ۸، بابت ۲۳/اپریل ۱۹۲۳ء

وجہد کرنے کے بعد کیا کامیابی ملی؟ اس کا جواب جماعت رضائے مصطفیٰ کے متحرک وفعال رکن مناظر اہلسنت مولانا حشمت علی خان لکھنوی ثم پیلی بھیتی علیہ الرحمہ کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے، وہ لکھتے ہیں:

''بفضلہٖ تعالیٰ ان سے جدا ہو کر اسلامی احکام کے آگے سرخمیدہ ہو گیا (ایک گروہ یعنی آدھا گاؤں شدھیوں سے جدا ہو گیا)، ہم نے ان کی چوٹیاں کاٹیں، انہیں تجدیدِ اسلام کرائی، ابتدائی تعلیم کا مدرسہ کھول دیا اور اب انہیں نماز، روزہ کی تعلیم دی جائے گی''۔ [1]

اور اسی جماعت کے رکن مولانا ابوالبرکات سید احمد علیہ الرحمہ یوں منظر کشی کرتے ہیں:

''الحمد للہ! عجیب منظر تھا، کہ جب مسجد میں خدا کے بندے اس کی یاد کے طریقے سیکھ رہے تھے، اور ان کو نماز کی تلقین کی جارہی تھی۔ اسی سلسلہ میں موضع اکرن کا ایک نوجوان شخص جس نے اول شرماتے ہوئے لہجے میں انکار کیا، لیکن آخر میں وہ بھی ہمارے ساتھ اتنا مانوس ہوا کہ اس نے خود اپنی چوٹی کاٹی، غسل کیا اور نماز پڑھی، وہ واپسی پر ہمارے ساتھ آیا اور نہایت شوق سے نماز سیکھتا رہا، اس کو ہندی رسمِ خط کی نماز کی کتاب دی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان صاحبوں کو ملت حقہ پر قائم رکھے''۔ [2]

---

[1] مولانا حشمت علی لکھنوی ثم پیلی بھیتی، دبدبۂ سکندری، ص۹۔ ۱۹، فروری ۱۹۲۳ء، بحوالہ تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص۲۲۹

[2] دبدبۂ سکندری رام پور، ص۳، بابت ۱۲/ مارچ ۱۹۲۳ء، بحوالہ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص۲۴۱

آپ کی دعاؤں کا اثر : اب سوال یہ ہے کہ تحریک جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کو ناپاک شدھی تحریک کو ناکام کرنے اور نومسلموں کو فضل مولیٰ سے ایمان و اسلام پر استقامت بخشنے اور مرتدوں کو پھر سے اسلام کی ڈگر پر لا کھڑا کرنے میں جو عظیم کامیابیاں ہر موڑ پر ملیں وہ کس بنیاد پر؟ اسکا جواب یہ ہے کہ جہاں جماعت رضائے مصطفیٰ کے صدر، ناظم اور دیگر ارکان، سرکار مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خان، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، محدث اعظم حضرت محمد میاں کچھوچھوی، امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، مولانا سید ایوب علی رضوی، مولانا رحم الٰہی منگلوری، مولانا شفاء اللہ مظفر پوری، مولانا دیدار علی الوری، مولانا قطب الدین برہمچاری، فضل حسن صابری ایڈیٹر ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور، منشی نواب وحید احمد خان وغیرہم کی زبردست مساعیِ جمیلہ اور خدماتِ جلیلہ رہی ہیں، وہیں حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی سعی اور دعائیں شامل رہی ہیں۔ چنانچہ جس وقت فتنۂ شدھی اور فتنۂ ارتداد نے سر اٹھایا تھا، اس وقت جماعتِ رضائے مصطفیٰ نے اس فتنہ کو درگور کرنے کے لیے ایک ہنگامی اجلاس ۸ر جمادی الآخر ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۳ء کو بلایا، جس میں جلسہ بھی ہوا اور اس سے ہٹ کر اکابرِ علماء کی ایک خاص نشست بھی ہوئی، جس میں آریہ سماج کی شدھی تحریک سے نبٹنے کے لیے ایک لائحۂ عمل تیار کیا گیا کہ جماعت رضائے مصطفیٰ کے علماء کا ایک وفد جائے واردات پر پہنچے گا، تبلیغی دورہ کرے گا اور شدھی

تحریک سے لوگوں کو نجات دلائے گا۔اس اجلاس میں مولانا حکیم غلام احمد سنبھلی، رحم الٰہی منگلوری، مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مولانا حشمت علی وغیرہم کی پرزور تقریریں ہوئیں۔ اور وفدِ اسلام کو بھیجنے پر برانگیختہ کیا گیا تھا۔ بعدہ حضور حجۃ الاسلام نے بحیثیتِ سرپرستِ جماعت رضائے مصطفیٰ وفد اسلام کی کامیابی کے حوالے سے پُر مغز دعائیں کیں، چنانچہ ان دعاؤں کا اثر ہوا کہ یہ جماعت مظفر و منصور اور فاتح رہی۔

دبدبۂ سکندری رامپور کے حوالے سے تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ میں ہے:

’’آخرِ جلسہ میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے وفد کی کامیابی اور اسلام کی ترقی کے لیے دعا فرمائی۔ مولانا بریلوی اور تمام مجمع برہنہ سر ہوکر مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہوکر دردِ دل کے ساتھ دعائیں کر رہے تھے۔ اس وقت کثیر التعداد مجمع میں کوئی آنکھ نہ تھی، جس نے آنسوؤں کا تار نہ باندھ لیا ہو۔ لوگ ایسے بے اختیار روئے کہ مسجد دردناک آہوں سے گونج اٹھی، اس طرح یہ جلسہ ختم ہوا‘‘۔ [۱]

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے کئی کارناموں میں سے ایک عظیم یہ کارنامہ ہے کہ اس کے سرپرست، صدر، سکریٹری اور دیگر عہدیداران نے

---

[۱] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رامپور، ص ۵، ۶، بابت ۵/فروری ۱۹۲۳ء، جلد ۵۹، ش ۴، بحوالہ تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص ۲۱۰

شردھانند کی قائم کردہ شدھی تحریک کو درگور کر دیا۔ یہ تحریک غیر پختہ نومسلموں کو مرید بنا رہی تھی، اور اس نے لاکھوں کو اپنے دامِ فریب میں لے لیا تھا، ہندی زبان کے لفظ ''شدھی'' کے معنی ہیں۔ پاک کرنا، پاک کرنے والی جماعت۔ شدھ کا مطلب ہوتا ہے ''پاک''۔ سوامی شردھانند اور دیگر غیر مسلموں نے یہ مراد لیا تھا کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے، وہ پہلے ہندو تھے، جب اسلام قبول کر کے مسلمان ہو گئے، تو وہ ناپاک ہو گئے، انہیں پھر سے ہندو بنا کر شدھ اور پاک کیا جائے (العیاذ باللہ) اسی لیے انہوں نے اپنی تحریک کا نام شدھی تحریک رکھا تھا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کے پلیٹ فارم سے اس ناپاک تحریک کو مٹانے کے لیے جماعت رضائے مصطفیٰ کے سربراہ، اسلام کے قائد اور ملت کے سپہ سالارِ اعظم مفتیِ اعظم سیدی مصطفیٰ رضا خان بریلوی نے جو قربانیاں پیش کی ہیں، اس کی قدرے تفصیل فقیر قادری راقم الحروف نے مفتی اعظم کی استقامت وکرامت میں درج کر دی ہے۔ دیگر خلفائے اعلیٰ حضرت، تلامذہ اور علمائے اہلسنت کے کارناموں کی تفصیل کتابِ مستطاب تاریخِ جماعت رضائے مصطفیٰ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ حضور حجۃ الاسلام شیخ الانام مولانا مفتی حامد رضا خان قدس سرہ نے اس عظیم دینی وملی تحریک کے ساتھ جو اپنی محبت، لگاؤ اور قربانیاں پیش کی ہیں، اسے ہم یہاں ظاہر کرنا چاہیں گے۔

شدھی تحریک کو ناکام بنانے والا نسخہ : حضرت حجۃ الاسلام اپنے سینے میں تڑپتا ہوا دل رکھتے تھے، انہوں نے دینِ اسلام کے تحفظ اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں تن من دھن کی بازی لگا دی۔ انہوں نے اہلِ اسلام کی خیر خواہی کے حوالے سے وہ خدمات انجام دی ہیں کہ صبحِ قیامت تک تاریخِ عالم پر ثبت رہیں گی۔ اپنے دور میں ان کے والد گرامی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اسلام اور ناموس رسالت کے حفاظت کی تحریک کی داغ بیل ڈالی تھی تو حضور حجۃ الاسلام اور سرکار مفتی اعظم نے ایک وفادار بیٹے بلکہ مبلغِ اسلام اور محافظِ سنیت کی حیثیت سے اس تحریک کو سالمیت اور توانائی عطا کی۔ مسلمانوں کے لیے وہ کتنا پُر آشوب دور تھا کہ مجددِ اعظم امام احمد رضا کو آنکھیں بند کیے ہوئے ابھی چند ہی ماہ ہوئے ہیں کہ میدان خالی سمجھ کر دیگر باطل تحریکوں کی طرح شردھانند کی قیادت میں شدھی تحریک بھی زور پکڑنے لگتی ہے اور غریب و نادار اور بے علم مسلمانوں کے علاقوں میں پہنچ کر اور مال و دولت کی لالچ دے کر انہیں مرتد بنانے لگتی ہے۔ لاکھوں مسلمانوں کو اس تحریک نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور معاذ اللہ مرتد بنا دیا۔ امام احمد رضا کے تربیت یافتہ اسلام کے جیالے یہ کب برداشت کر سکتے تھے کہ اسلام اور مسلمانوں پر حملہ کیا جائے اور یہ خاموش رہیں، چنانچہ تحریکِ جماعت رضائے مصطفیٰ کے پلیٹ فارم سے حضرت حجۃ الاسلام، حضور اشرفی میاں، سرکار مفتی اعظم، حضرت صدر الافاضل، شیر بیشۂ اہلسنت وغیرہم

میدانِ عمل میں کود پڑتے ہیں اور غیر منقسم ہندوستان کے قریہ قریہ، شہر شہر پہنچ کر اپنی مؤثر اور دل پذیر تقریر و تبلیغ اور مساعیٔ جمیلہ سے مرتدوں کو پھر سے اسلام کی آغوش میں لاتے اور کمزور ایمان رکھنے والوں کے ایمان کو جلا بخشتے ہیں۔ شدھی فتنہ کتنا زہریلا تھا؟ مسلمانوں کو اپنے مذہبِ حق سے منحرف کرنے کی کتنی اسکیمیں اس فتنے نے بنائیں اور انہیں بروئے کار لائیں، اور حضرت حجۃ الاسلام، سرکار مفتی اعظم اور ان کے رفقائے کار، اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ نے کون سی تدبیر اور نسخۂ کیمیا بروئے کار لاکر اس فتنۂ عظیم سے مسلمانوں کو بچایا؟ اس کا کچھ ذکر تو راقم السطور نے ''مفتی اعظم کی استقامت و کرامت'' میں کر دیا ہے، یہاں حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے خطبۂ صدارت کے ایک اقتباس کو پڑھ کر اندازہ لگائیے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اب تک تو شدھی کی کوششیں راجپوتانہ ہی میں تھیں، لیکن اب انہوں نے اپنا میدانِ عمل وسیع کر دیا ہے۔ اور تمام ہندوستان میں جہاں موقع ملتا ہے ہاتھ مارتے ہیں۔ قومیں کی قومیں ان کے دستِ برد سے تباہ ہو رہی ہیں۔ مسلمانوں کی مذہبی انجمنیں ہر جگہ نہیں ہیں، جو ہیں ان میں رابطہ نہیں، جس سرزمین کو خالی دیکھا، وہاں آریہ دوڑ پڑے۔ جب تک علمائے اسلام کو کسی حصۂ ملک سے بلائے تب تک کتنے غریب شکار ہو چکتے ہیں۔ راجپوتانہ میں تجربہ ہو چکا ہے کہ آریوں کے زر، زور، طمع اور دباؤ وغیرہ کی تمام قومیں اسلامی فضلا کی دعوتِ حق کے مقابل

بیکار ہو جاتی ہیں۔۔۔ جاہل ناداروں کے سامنے ہزار ہا روپئے پیش کیے جاتے تھے اور انہیں مرتد ہو جانے پر بہت ولولہ انگیز مژدے سنائے جاتے تھے۔۔۔ وہاں ہمارے پاس اسلامی زہد اور بزرگوں کے ذکر کے سوا کوئی نسخہ نہ تھا، جو ایسے مریض پر کارگر ہوتا، مگر یہ نسخہ ایسا بے خطا اثر کرتا تھا کہ دیہاتی نوجوان اپنی مستی سے ہوش میں آ کر دل لبھانے والی صورت اور مال و منال کے لالچ، دونوں کو نفرت کے ساتھ ٹھوکر مار کر طاعتِ الٰہی کے لیے کمر بستہ ہو جاتا تھا۔[1]

اسلام سے ہمکنار کرنے میں اہم کردار پیش کرنے والے حضرات: حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم کے ساتھ شدھی تحریک کو ناکام بنانے اور غیر مسلموں کو آغوشِ اسلام سے ہمکنار کرنے میں جن علمائے اہلسنت نے اہم کردار پیش کیا ہے، ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی درجِ ذیل اقتباس میں پڑھیئے۔ ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی مرحوم رقمطراز ہیں:

''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے وصال کے بعد ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' کو کافی دھکا لگا۔ لیکن آپ کے خلفاء، تلامذہ اور ہم مسلک علماء نیز منظری حضرات نے اس تحریک کو آگے بڑھایا۔ اسی زمانے میں آریہ سماج کے بانی شردھانند نے آگرہ، متھرا، بلند شہر، میرٹھ، بھرت پور، علی گڑھ وغیرہ اضلاع

---

[1] خطبۂ حجۃ الاسلام، ص ۱۴۔۱۵

نیز راجپوتانہ میں مسلمانوں کو جبری شدھی کرنے کی تحریک چلائی۔ اس تحریک کو توڑنے اور لاکھوں مسلمانوں کو ایمان کے تحفظ نیز غیر مسلموں کو آغوشِ اسلام سے ہمکنار کرنے میں حسبِ ذیل حضرات نے اہم کردار ادا کیا۔

(۱) حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خان (۲) مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان، (۳) امیرِ ملت پیر سید جماعت علی (۴) صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی (۵) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی (۶) علامہ غلام قطب الدین برہمچاری (۷) مبلغ اسلام علامہ عبد العلیم میرٹھی (۸) علامہ ابو البرکات سید احمد رضوی (۹) علامہ ابو الحسنات قادری (۱۰) علامہ احمد مختار صدیقی میرٹھی (۱۱) علامہ نثار احمد کانپوری (۱۲) علامہ مشتاق احمد کانپوری (۱۳) محدث اعظم ہند علامہ سید محمد کچھوچھوی (۱۴) شیر بیشۂ اہلسنت علامہ حشمت علی خان وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم۔ ؎۱

آزاد اور آزادیوں پر لگام : ۱۹۲۰ء اور ۱۹۴۷ء کے درمیان کے کچھ سال مسلمانوں کے لیے زبردست فتنے کے سال تھے، اسی زمانے میں کانگریس، خلافت کمیٹی اور ترکِ موالات کمیٹی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زوروں پر گل افشانیاں کر رہی تھیں۔ یہاں یہ مثل یاد رکھئے کہ ’’ ہاتھی کے دو دانت، ایک کھانے کا اور ایک دکھانے کا‘‘۔ ان کے کارکنوں کا یہی حال تھا، ان کا حال یہ تھا کہ پہلے انگریز و نصاریٰ کے غلام تھے، ان کی ہاں میں ہاں ملاتے، پھر

؎۱ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا صد سالہ نمبر، ص ۱۱۹، مقالہ منظر اسلام اور سنی تحریکات، از قلم ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی بریلی شریف

مشرکوں کی غلامی کا قلادہ گردن میں لگالیا۔ ''ہندوستان کی آزادی'' کے نام پر اور'' انگریزوں کو بھگاؤ'' کے نعروں پر قرآن وحدیث کے معانی ومفاہیم بدلنے لگے، قرآن نے کہا ''و اولی الامر منکم'' (اورتم میں سے جواولوالامر ہیں ان کی اطاعت کرو)۔۱۹۲۱ء میں اس کا یہ مفہوم گڑھا کہ گاندھی کی اطاعت کروجبکہ آیت مذکورہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی اطاعت کرواوراس کے رسول کی اطاعت کرواور علمائے کرام، خلفائے اسلام اور سلاطینِ اسلام کی اطاعت کرو۔کسی مشرک کی اطاعت کرنے کا تو عندالاسلام سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جب بھی اطاعت کی جائے گی تو اللہ اور رسول کی اور شرف اسلام رکھنے والوں کی۔ ان تحریکوں سے جڑنے والے نام نہاد مسلمانوں نے مسٹر گاندھی کوامام مہدی تک کہہ دیا۔کسی نے مذکّر کہا، مبعوث من اللہ کہا، نبی بالقوۃ بتایا۔روح اعظم کہہ ڈالا۔ مسلمان بتائیں کہ کیا کوئی کافر ومشرک امام مہدی، مذکِّر یا مبعوث من اللہ یا نبی بالقوۃ یا روح اعظم ہوسکتا ہے، اگرآپ مومن ہیں تو آپ کا ایمانی ضمیر پکار اٹھے گا کہ ہرگزنہیں ہوسکتا۔ مذہب اسلام اور علمائے اسلام کا کہنا یہ ہے کہ ایسا قول کرنا تو درکنار،تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اگرکوئی ایسا قول کرے یا اعتقاد رکھےتو اپنے ایمان کی فکر کرے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا، مفتی اعظم حضرت علامہ مصطفیٰ رضا اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے دیگر اراکین نے ایسے آزاد خیالوں پر قدغن لگایا، ان کے منہ میں لگام لگایا۔حق کو واضح کیا اور

بطلان کا ابطال کیا۔ بروقت مسلمانوں کی رہنمائی کی اوران کے ایمان وعقیدے کی حفاظت فرمائی۔

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ کو ان کی حسن کارکردگی پر داد وتحسین دیتے ہوئے ایک تحریر میں ان باتوں کی وضاحت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم علمائے اہلسنت اس بارگاہِ عالی یعنی باگاہِ اعلیٰ حضرت کے غلام ہیں، دامانِ کرم قادریت کے سایۂ رحمت میں ہیں، ہم لیڈروں کی طرح نہیں جو صبح کو انگریز ونصاریٰ کے غلام ومتبع تھے اور شام کو مشرکوں کے غلام ومتبع بن بیٹھے ہیں، ہم نے نصرانیوں کو کبھی ''اولی الامر'' کا مصداق نہ ٹھہرایا اور نہ آج انہیں اور مشرکین کو ٹھہراتے ہیں۔ ہم ہرگز کسی مشرک کو امام مہدی، مذکّر، مبعوث من اللہ اور نبی بالقوۃ نہیں کہتے اور نہ کہہ سکتے ہیں اور نہ ایسا اعتقاد رکھ سکتے ہیں۔ موصوف کی تحریر دیکھئے اوران کا مذہبی وملی درد وکسک بھی محسوس کیجئے، ساتھ ہی اردوئے معلیٰ کا عکس جمیل بھی ملاحظہ کیجئے۔ آپ رقمطراز ہیں:

''اس بارگاہِ عالی کے غلام نہ مثل لیاڈر کل تک نصاریٰ کے غلام اور آج مشرکین کے غلام، نہ انہوں نے کل تک ''اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ'' کا مصداق نصاریٰ کو ٹھہرایا، نہ آج مشرک کو امام مہدی و مذکّر مبعوث من اللہ و نبی بالقوہ بتایا۔ ہم دامانِ کرمِ قادریت کے سایۂ رحمت میں رہے، دین ودنیا وآخرت میں ہر بلا، ہر آفت سے بچے۔ جو ان سے پھرے حق سے پھرے ''خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃَ

وَ ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ" کے مصداق ہوئے۔ ہمارے علمائے اہلسنت روشِ امامِ اہل سنت اعلیٰ حضرت پر چلے "کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّ کُلُّکُمْ مَّسْئُولٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ" کا فرض ادا کرتے رہے۔ مصطفیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑوں کو شیطانی گرگوں "ذِیَابٌ فِیْ ثِیَابٍ" کے حملوں سے بچاتے رہے۔ دین کے چوروں نے مسلمانوں کی گٹھریاں ماریں، ایمان کے راہ ماروں نے متاعِ ایمان کی لوٹ کر دی۔ کفر و ضلال کی آندھی شورش و یورش پیروانِ گاندھی نے مسلمانوں کی جان و مال، عزت و آبرو، دین و ایمان سب پر بنا دی، تو وہ کون تھا جس نے حمایتِ حق کا جھنڈا اٹھایا، دینِ الٰہی کی نصرت فرماتا میدانِ وفا میں آیا، دین کے چوروں کو کفر شکن نعروں سے للکارا۔ ایمان کے قزاقوں سے مسلمانوں کی جان و مال، دین و ایمان بچایا۔ اس کے آتے ہی فتح و ظفر کے نشان چمکے، فضائے اجلال و ہوائے اقبال میں پھریرے لہرائے، سوراجی راجدھانی میں زلزلے آئے، حریفانِ اسلام کے پاؤں لڑکھڑائے، گاندھوی شغال کفر و ضلال کے روباہ "خِصَالٌ کَحُمُرٍ مُّسْتَنْفِرَۃٍ مِنْ قَسْوَرَۃٍ" کی مثال بھاگتے نظر آئے۔ یہ شیر بیشۂ اہل سنت، مجدّدِ دین و ملت امامِ اہلِ سنت کے فیوض کی فوج ظفر موج کا ایک دستہ جماعت رضائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثنا کا تبلیغی شعبہ تھا، جس کے صف شکن رسالوں نے "ھل من مبارز" کا ڈنکا بجایا، اشتہاروں، اعلانوں نے کفرِ کفار کو کیفر کردار چکھایا۔ اس پُر آشوب زمانے میں جس سرگرمی و

مستعدی سے جانبازانِ اہل سنت و جاں نثارانِ رضویت اراکین و عاملینِ جماعت نے کام کیا۔ رضائے خدا و رضائے مصطفیٰ کے لئے احقاقِ حق وازہاقِ باطل کیا، اس میں شبہ نہیں کہ یہ جہاد اکبر تھا۔ اس مبارک جماعت سے اہل سنت کا منہ اجالا، کلمۃ الحق کا بول بالا ہوا۔ ''اِنَّ کَلِمَۃَ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا'' واہل باطل کا منہ کالا ہوا ''اِنَّ کَلِمَۃَ الْکُفْرِ ھِیَ السُّفْلٰی'' ۔اس مبارک جماعت نے بھولے بھٹکوں کو سیدھا راستہ بتایا۔ کفر کی گھنگھور گھٹاؤں، الحاد کی سخت تاریکیوں میں نورِ سرکار رسالت سے چراغِ ہدایت دکھایا، مسلمانوں کو شاہراہِ شریعت پر چلایا، بیشک رضائے مصطفیٰ نے رضائے رب العلا و رضائے مصطفیٰ جل وعلا و ﷺ کے کام کیئے۔ بیشک رضائے مصطفیٰ اسم بامسمی رضائے مصطفیٰ ہے۔ فقیر اس پر مسرت ظاہر کرتا ہے کہ جماعت مبارکہ خالص رضوی جماعت، متوسلانِ بارگاہ اعلیٰ حضرت کی جماعت ہے اور بحمدہ تعالیٰ نہایت تیقظ و بیداری سے سرگرمِ کار ہے۔ اس کے اعمال اور سنیوں کی طرح نہیں۔ نظام دفتر خوش آیند اسلوب کے ساتھ باقاعدہ ہے، اس کے حسابات مثل آئینہ صاف۔ اللہ تعالیٰ جناب سید ایوب علی صاحب نائب صدر، ناظم و نائب ناظم وامین ومعین وجمیع اراکین وعاملین کو ان کی دینی خدمتوں اور جانکاہ کوششوں کا اجرِ غیر ممنون عطا فرمائے''۔

مولانا عبد الباری کی توبہ میں کوشش : مولانا عبد الباری فرنگی محلی ہندوستان کے زبردست عالم مانے جاتے تھے۔ ان کا لقب تھا

''صوت الایمان''۔آپ سیاسی بصیرت بھی رکھتے تھے۔مگراس دور میں گاندھوی سیاست کا زور زیادہ تھا،لہذا مولانا موصوف بھی اس کی لپیٹ میں بسا اوقات آ جاتے تھے۔ظاہر ہے کہ کوئی شخص اسلامی سیاست وتدبر کی بجائے دنیوی سیاست میں دخیل ہوگا تو جب تک کہ تائیدِ ربانی حاصل نہ ہواس کا قدم صراطِ مستقیم پر نہ رہ سکے گا۔لہٰذا ان کا قدم بھی پھسلا مگر سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا احسان کہئے کہ انہوں نے مولانا موصوف کو نہایت اخلاص اور خیر خواہی کے طور پر افہام وتفہیم سے کام لیا،ان کے خلاف شرع سیاسی اقدامات وتحریرات کی گرفت کی،رجوع الی الحق پر زور دیا۔مولانا موصوف غلام احمد قادیانی،قاسم نانوتوی،رشید احمد گنگوہی،خلیل احمد انبیٹھوی اور اشرفعلی کی طرح دین کے معاملہ میں ضدی،ہٹ دھرم اور ہوائےنفس کے شکار نہ تھے۔لہٰذا دنیوی طور پر اگر چہ توبہ کرنے میں شرم و عار کی بات ہومگر انہوں نے دنیوی ذلت ورسوائی کا کچھ خیال نہ کیا بلکہ رضائے الٰہی کو ترجیح دیا اور اپنی آخرت سنوارنے کی کوشش کی۔اور یہ سب اعلیٰ حضرت اور حضرت حجۃ الاسلام اور ان کے فیض سے ہوا۔چنانچہ ادیبِ شہیر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مرحوم لکھتے ہیں:

''مولانا عبدالباری فرنگی محلی صاحب (لکھنؤ) پر ان کی کچھ سیاسی حرکات وتحریرات کی بنا پر سیدنا اعلیٰ حضرت نے ان پر فتویٰ صادر فرمادیا،انہیں دنوں مولانا عبدالباری صاحب نے نجدیوں کے ذریعے حرمین شریفین کے (مزاروں کے)

قبہ جات گرانے اور قبروں کی بے حرمتی کرنے کے سلسلے میں لکھنؤ میں ایک کانفرنس منعقد کی تھی۔

حضرت حجۃ الاسلام صاحب جماعت رضائے مصطفیٰ (بریلی) کی طرف سے چند مشہور علماء کے ہمراہ لکھنؤ تشریف لے گئے، وہاں عبد الباری صاحب اور ان کے متعلقین و مریدین نے زبردست استقبال کیا، جب مولانا عبد الباری صاحب نے حجۃ الاسلام سے مصافحہ کرنا چاہا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا، جب تک میرے والد گرامی (اعلیٰ حضرت) کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے آپ توبہ نہیں کرلیں گے، میں آپ سے نہیں مل سکتا۔

حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ کا لقب ''صوت الایمان'' تھا، لہذا انہوں نے حق کو حق سمجھ کر کھلے دل سے توبہ کرلی اور یہ فرمایا:

''لاج رہے یا نہ رہے، میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے توبہ کررہا ہوں مجھ کو اس کے دربار میں جانا ہے۔ مولوی احمد رضا خان نے جو کچھ لکھا ہے، صحیح لکھا ہے''۔[1]

ابوالکلام کی شکست اور اھلسنت کی کامیابی

۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء کا دور ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے بڑی کشمکش کا دور تھا۔ آزادی ہند کے نام پر لوگ انگریزوں کی غلامی سے تو نکلنا چاہ

---

[1] تجلیاتِ حجۃ الاسلام، ص۶۹

رہے تھے مگر ہندوؤں کی غلامی قبول کر چکے تھے، جیسا کہ آج بھی اس کا اثر ہے۔ نام نہاد مسلمان لیڈر شریعت کے خلاف خوب بکواسیں کرتے، جو جی میں آتا وہ بولتے، کوئی لگام لگانے والا نہ تھا، ہاں لگایا تو بریلی کے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور ان کے تلامذہ اور خلفا نے۔ مسٹر گاندھی کے ایماء پر نام نہاد لیڈروں نے خلافت کمیٹی، ترکِ موالات اور صیانتِ اماکنِ مقدسہ کے نام سے کئی تنظیمیں قائم کیں اور ان کے تحت اسلام کی صورت کو مسخ کرنا چاہا۔ ان تنظیموں کے اراکین یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ ہم ان تنظیموں سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں، مگر ان کا مقصد مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا نہ تھا بلکہ کچھ اور ہی تھا۔

ان کے اراکین کا حال سنیے، اسلام کے نام لیوا لیڈر عبدالماجد بدایونی نے ایک غیر مسلم لیڈر مسٹر گاندھی کے بارے میں کہا، ''خدا نے ان کو مذکّر بنا کر بھیجا ہے'' مولانا عبدالباری فرنگی محلی اعلان فرماتے رہے کہ ''مسٹر گاندھی کی تقریر سے یہاں تک متاثر ہوا ہوں کہ میں نے گائے کی قربانی اپنے یہاں سے اٹھا دی''، نیز انہوں نے ایک مقام پر تحریر فرمایا، ''میں پس روِ گاندھی ہوں، ان کو اپنا رہنما بنا لیا ہے، جو وہ کہتے ہیں وہی کرتا ہوں''۔

ابوالکلام آزاد کے حوالے سے اخبار میں چھپا کہ انہوں نے کہا ''گنگا و جمنا کی سرزمین مقدس ہے'' خلافت کمیٹی ہی کے حوالے سے شائع ہوا کہ ''دوستو! خدا کی رسی مضبوط پکڑو، اگر دین نہیں تو دنیا ضرور مل جائے گی''۔ کسی نے ہندو کا قشقہ لگایا، کسی نے

کہا کہ ”مہاتما گاندھی کی جے“ اور ایک رکن نے کہا کہ ”اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتے“ (معاذ اللہ) وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح کسی نے مسٹر گاندھی کو نبی بالقوہ مانا۔

واضح رہے کہ علما کا کہنا ہے کسی کافر کے بارے میں یہ کہنا کہ ”یہ منجانب اللہ مذکّر ہے“ کفر ہے۔ اسی طرح کسی کافر کے بارے میں یہ کہنا کہ میں اس کو ”اپنا پیشوا اور مقتدا مانتا ہوں اور اسے اپنا رہنما بنالیا ہے“ منافیِ اسلام ہے، گنگا اور جمنا کو پاک و مقدس سرزمین کہنا بھی، یہی حکم رکھتا ہے۔ اور یہ کہنا بھی ہرگز درست نہ ہوگا کہ اللہ کی رسی مضبوطی سے تھامنے سے اگر چہ دین نہ ملے گا مگر دنیا ملے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رسی یعنی (دین اسلام) اختیار کر لینے سے دین سے محرومی کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ خود ہی فرماتا ہے ”**وَ اعْتَصِمُوا بِحَبلِ اللّٰہِ جَمِیعًا** “ مسلمانوں کا کسی کو مہاتما کہنا بھی منافی شریعت ہے، کیونکہ اس کے معنی ہیں ”روح اعظم“ اور روح اعظم حضرت جبرئیل علیہ السلام کا لقب ہے۔ پھر کسی کافر کی جے پکارنا تو دوہرا گناہ ہے۔ اسی طرح خلافت کمیٹی کے کسی رکن کا یہ کہنا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتے اسلام کے سراسر خلاف اور باطل ہے۔ اسی طرح مسٹر گاندھی کو نبی القوہ جاننا ہرگز اسلام کی بولی نہیں۔

خلافت کمیٹی اور تحریکِ ترکِ موالات وغیرہما کی یہ وہ خامیاں تھیں جن کے سبب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، سرکار مفتی اعظم ہند، حضور صدر الشریعہ، مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، مولانا ظفر الدین بہاری، مفتی برہان الحق جبلپوری اور مولانا حسنین رضا بریلوی وغیرہم اکابرِ اہلِ سنت ان تنظیموں میں شریک نہ ہوئے

بلکہ افہام وتفہیم کے ذریعہ انہیں توبہ کرنے کا موقع فراہم کیا۔ جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے توفیق دی وہ اعلیٰ حضرت اوران کے رفقا کی تفہیم کے بعد تائب ہوئے اور جنہیں جہنم رسید ہونا تھا وہ اپنے گناہوں پر اڑے رہے۔

مذکورہ تحریکوں کے عہدیداروں نے بریلی شریف میں بھی پروگرام رکھا یہ سوچ کر کہ ہم اگر بریلی میں کامیاب ہو گئے تو پورے ہندوستان میں کامیاب ہو جائیں گے، مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ابوالکلام آزاد اور اس کے رفقا کو قادر مطلق نے شکستِ فاش دی اور اپنے اولیاء اللہ یعنی امام احمد رضا، صدرالا فاضل، مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، صدر الشریعہ، برہان الحق، ملک العلما، مولانا حسنین رضا بریلوی وغیرہم کو فتح ونصرت عطا کی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علالت وضعف سے گزر رہے تھے، کیونکہ تحریکِ خلافت کمیٹی اور تحریکِ ترکِ موالات کا یہ جلسہ ۱۴؍رجب المرجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۴؍ مارچ ۱۹۲۱ء کو منعقد ہوا تھا۔ اسی ۱۹۲۱ء میں جبکہ کمزوری کے سبب آپ رمضان المبارک کا روزہ بریلی شریف میں رہ کر رکھنے کے قابل نہ تھے تو ایک ٹھنڈے مقام بھوالی (نینی تال کے قریب) تشریف لے گئے اور وہاں پورے روزے رکھے اور اسی سال آپ کا وصال ہو گیا، اس کے سبب اعلیٰ حضرت تو خود اس جلسہ میں تشریف نہ لے گئے مگر ان کے ایما پر حضور حجۃ الاسلام، مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، حضور برہان

ملت وغیرہم بڑی شان وشوکت کے ساتھ اس جلسہ میں پہنچے اور جلسہ کے صدر ابو الکلام آزاد وغیرہ کو بھرے مجمع میں چیلنجِ مناظرہ دیا۔لیکن ابوالکلام آزاد اور اس کے معاونین کے اندر یہ سکت ہی نہ رہی کہ مناظرہ کرسکیں۔ہمیں یہاں عرض یہ کرنی ہے کہ ان آزاد خیال لوگوں کو شکست دینے میں اپنے رفقا کے ساتھ حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا علیہ الرحمہ نے زبردست کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ آزادیوں کی شکست اور اہلسنت کی کامیابی کے واقعات کی تفصیلات کے لیے تاریخی کتاب تاریخِ جماعت رضائے مصطفیٰ وغیرہ کی عبارتیں ہم یہاں تلخیصاً نقل کرتے ہیں تاکہ پورے واقعہ کی عکاسی ہو سکے۔

خلافت کمیٹی کے اراکین میں بالخصوص مسلم زعماء مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا عبدالماجد بدایونی نے ۱۴؍رجب المرجب ۱۳۳۹ھ کو شہر بریلی میں ''جمعیۃ العلماء'' کی جانب سے ایک جلسہ منعقد کیا۔اس سے قبل مذکورہ اشخاص نے منافیِ اسلام کلمات کہے تھے،اور گاندھی کو مذکّر من اللہ تک بتایا،اور یہ کہا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتے (معاذ اللہ) وغیرہ وغیرہ۔۔۔ان کے یہ کلمات اخبارات ورسائل میں چھپے، جماعتِ رضائے مصطفیٰ بریلی نے فوراً ایکشن لیا،اور یہ دیکھا کہ یہ لوگ بریلی آرہے ہیں تو یہیں ان سے سوالات کیے جائیں۔ایک پوسٹر ''اتمامِ حجت تامہ'' کے نام سے شائع کیا گیا،اور اس میں مذکورہ شخصیات سے متعلق ستر (۷۰) سوالات کے جوابات

طلب کیے، یہ سوالات جماعتِ رضائے مصطفیٰ بریلی کی طرف سے اس کے صدر شعبۂ علمی نے ۱۰؍رجب المرجب بروز دوشنبہ ۱۳۳۹ھ کو ایک اعلانِ مناظرہ و اتمامِ حجت تامہ پر مشتمل شائع کیا، اور یہ ایک معزز وفد کے ہاتھ ناظم ''جمعیۃ العلماء'' مولوی عبدالودود [1] کے پاس پہلے ہی بھیج دیا گیا، اور مولانا آزاد، مولانا فرنگی محلی جب ٹرین سے بریلی جنکشن پر اترے تو وہیں ایک وفد نے اس کو پیش کر کے جواب کا مطالبہ کیا، وفدِ جماعت کی تمام کارگزاریاں اشتہار بعنوان ''معززین اہل سنت کی توجہ ضروری ہے'' میں ۱۲؍رجب کو شائع کر کے طلبِ مناظرہ کا شدید تقاضا کیا۔ مگر مسلسل ومتواتر تقاضوں پر بھی بالکل خاموشی رہی۔ پھر ۱۳؍رجب کو مولانا سید سلیمان اشرف بہاری تشریف لا چکے تھے۔ انہوں نے طلبِ مناظرہ جماعت رضائے مصطفیٰ میں اپنے دستخط فرما دیئے، اور اپنے طور پر منفرد خط بھیجا۔۔۔ جماعتِ رضائے مصطفیٰ کی جانب سے مناظرینِ وفد میں یہ علماء شامل تھے: حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، مولانا حسنین رضا خاں بریلوی، مفتی برہان الحق جبل پوری، مولانا ظفر الدین بہاری۔ [1]

---

[1] مولوی عبدالودود، مولانا آزاد کے داہنے بازو تھے اور ان کا سیاست میں کافی اثر تھا۔ کانگریس کے حامی اور بریلی ضلع پر یشد جمعیۃ العلماء کے نمائندہ تھے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی سے خاص مخالفت رکھتے تھے، مگر علمی مسائل میں ان ہی کی طرف رجوع رہتے۔ اور مسائل شرعیہ میں ان کے محتاج تھے جیسا کہ مولوی عبدالودود کا پہلا استفتاء فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۴۲۶ پر درج ہے۔ استفتاء کی تاریخ ۲۶؍جمادالاولیٰ ۱۳۳۸ھ ہے۔ اور دوسرا سوال ص ۴۲۷ پر درج ہے۔ اس کی تاریخ ۲۷؍جمادالاولیٰ ہے۔ بریلی کے محلّہ گندہ نالا کے رہنے والے تھے۔ اب کوئی نام لیوا بھی نہیں ہے۔ ۱۲ منہ غفرلہ

جماعتِ رضائے مصطفیٰ کی طرف سے چوتھی بار مناظرہ کا مطالبہ ہوا، تو مولانا کی ایک عجیب وغریب تحریر سامنے آئی، جس میں ''اتمامِ حجۃ تامہ'' کے جواب سے قصداً پہلوتہی کی گئی تھی۔ اور جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے مناظرینِ اربعہ سے بالکل بات کرنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ چونکہ ان کی ساری کمزوریاں اور کفریات کو سامنے لاکر رکھ دیا گیا تھا۔ مولانا آزاد کی کسی پہلوتہی پر خیال نہ کر کے جماعت نے اپنی کوشش تحقیقِ حق کو غیر متزلزل رکھا، اس وقت دو اور خط روانہ کیے، ایک مناظرین جماعت کی طرف سے، دوسرا مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کی طرف سے، چونکہ مولانا آزاد سے مولانا سید سلیمان اشرف کے مراسم وتعلقات تھے، مولانا سید سلیمان اشرف کے خط کا جواب مولوی عبدالودود نے یہ دیا:

''ہر کس وناکس سے نزاع ومخاصمہ کرنا خدام ملت کے نزدیک بے نتیجہ اور بے سود ہے۔''

اس خط کا جواب ۱۴/ رجب ۱۳۳۹ھ/ ۲۴/ مارچ ۱۹۲۱ء کو بوقتِ صبح مولانا نے یہ دیا:

''جلسۂ ''جمعیۃ العلماء'' منعقدہ بریلوی کا رقعۂ دعوت فقیر کے پاس پہنچا، فقیر نے شرکت سے قبل امر مابہ النزاع کا تصفیہ چاہا، آں جناب اس بے بضاعت کو ناکس قرار دے کر گفتگو سے اعراض فرماتے ہیں، امامِ اہل سنت مجددِ مائۃ حاضرہ سے طالبِ مناظرہ ہوتے ہیں۔ انصاف شرط ہے کہ رقعۂ دعوت فقیر کے

پاس بلا واسطہ بھیجا جائے، اور گفتگو کی جب نوبت آئے تو اسے کس و ناکس کہا جائے، اس کے احقاق کو نزاع و مخاصمہ قرار دیا جائے، کیا یہی شیوۂ خدام ملت ہے۔ آخر میں نہایت ادب سے گزارش ہے کہ براہ کرم قبل نماز جمعہ فقیر کو اپنے جلسہ میں بحیثیت سائل حاضر ہونے کی اجازت عطا فرمائیں''۔

مولانا سید سلیمان اشرف کے خط کا جواب تحریری دیا، مگر اس میں بھی گریز اختیار کی تھی۔ اور یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ ''ان امور (غیر متنازعہ) کے علاوہ فی الحال دوسرے مباحث سے اس مناظرہ کا کچھ علاقہ نہ ہوگا''۔۔۔۔اس حیلہ اور ٹال مٹول سے صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ ان کے اندر اتنی سکت باقی نہیں رہ گئی ہے کہ وہ مناظرہ کریں۔ تاہم مسلمانوں کی ہدایت اور اتمامِ حجت کے لیے مولانا سید سلیمان اشرف اور جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے مناظرین اربعہ جمعیۃ العلماء کے پنڈال میں بعد شام بہت شان و شوکت کے ساتھ پہنچے، ہزاروں مسلمان اللہ اکبر کے نعرے بلند کر رہے تھے اور آگے آگے نعت خواں نعت شریف پڑھتے ہمراہ تھے۔ مناظرینِ جماعت رضائے مصطفیٰ کو نہایت احترام و احتشام کے ساتھ لے جا کر اپنے مقام صدر پر بٹھا دیا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کا یہ ساتواں مطالبہ تھا۔

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کا نورانی وفد پہنچنے پر لوگوں میں بڑا جوش و خروش پیدا ہو گیا تھا۔ اس وقت مولوی احمد سعید دہلوی تقریر کر رہے تھے۔ بڑے زوردار انداز میں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے تھے کہ عوام کہیں مناظرین کی

طرف متوجہ نہ ہو جائیں۔۔۔تقریر ختم ہونے پر مولانا سید سلیمان اشرف کو صدر جلسہ مولوی آزاد نے ۳۵؍منٹ کا وقت دیا لیکن اصحابِ اربعہ مناظرین جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کو وقت نہ دیا گیا۔مولانا نے جماعت رضائے مصطفیٰ کے نظریات کی حمایت اوراس کی ترجمانی کرتے ہوئے یوں تقریر شروع فرمائی:

''حضرات! فقیر کی حاضری اور خطاب کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ نہایت وضاحت اورصراحت سے امر مابہ الاتفاق اور مابہ الاختلاف کو آپ کے سامنے پیش کروں۔مسئلۂ خلافت وتحفظ وصیانتِ اماکنِ مقدسہ اورترک موالات یہ وہ مسائل ہیں جنہیں نہ صرف یہ فقیر بلکہ......تمام مسلمانانِ عالم پر بقدرِ استطاعت فرض ہے''۔

''حاضرینِ جلسہ ! یہ وہ مسائل شرعیہ ہیں جنہیں نہ میں صرف اس وقت بیان کر رہا ہوں بلکہ آج سے دس برس پیشتر فقیر نے لکھا، کہا، چھاپا، ملک میں شائع کیا۔میرا و نیز دیگر علماءِ اہل سنت و جماعت کا آپ سے اختلاف اس مسئلہ میں ہرگز نہیں، ہاں اختلاف اس میں ہے کہ آپ ہندوؤں سے موالات برتتے ہیں، اور مسلمانوں کو حرام وکفریات کا مرتکب بناتے ہیں۔تفصیل اس کی یہ ہے:
موالات ہر نصرانی و یہودی سے ہر حال میں حرام اور قطعی حرام۔''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰیٓ'' ؎۱......نصرانی و یہود خواہ فریق

؎۱ القرآن الحکیم، آل عمران، آیت ۲۸

محارب ہوں یا غیر محارب، مطلقاً موالات ان سے حرام اور مطلقاً حرام۔ ہر کافر سے موالات حرام، خواہ محارب ہو یا غیر محارب ''لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکَافِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ'' [1] آپ حضرات انگریزوں سے تو موالات حرام بتاتے ہیں، اور کافروں سے موالات نہ صرف جائز بلکہ عینِ حکمِ الٰہی کی تعمیل بتاتے ہیں، دلیل میں سورۂ ممتحنہ کی آیت لَا یَنْھٰکُمْ ....پیش فرماتے ہیں۔ کیا یہ کھلی تحریف نہیں؟ ......آیت کریمہ میں اجازت غیر محارب کے ساتھ بروا قساط کی ہے، نہ کہ موالات کی۔ یعنی محبت واتحاد وخلوص جو آپ برت رہے ہیں۔ براہ کرم کسی مفسر، کسی محدث، کسی فقیہ کا قول اس ثبوت میں پیش فرما دیں کہ بر واقساط موالات کے مرادف ہے، یا یہ ثابت کیجیے کہ سورۂ ممتحنہ کی یہ آیت ناسخ ہے۔ ان آیات متعددہ کثیرہ کی جن میں مطلقاً ہر کافر و بددین سے موالات کو منع فرمایا گیا ہے، لفظِ ولا اور تولّی جبکہ کلام پاک میں بکثرت جا بجا نازل ہوا۔ پھر اس لفظ کا مفہوم و مصداق کیا علماء مفسرین نے بیان نہیں فرمایا؟......جلسۂ خلافت دہلی میں منعقد ہوا۔ مسٹر گاندھی اس جلسہ کے پریزیڈنٹ ہوتے ہیں۔ مولوی عبدالباری صاحب اثناءِ تشکر و امتنان میں اس کا اعلان فرماتے ہیں کہ ''مسٹر گاندھی کی تقریر سے یہاں تک متاثر ہوا ہوں کہ میں نے گائے کی قربانی اپنے یہاں سے اٹھا دی''۔ پھر اس قربانی کے مسئلہ کے لیے حدیث شریف میں تحریف ہوئی۔ براہِ کرم ارشاد

---

[1] القرآن الحکیم

ہو کہ انگریزوں سے ترکِ موالات کیا اسی کا مستلزم تھا کہ مسلمانوں کا صدیوں کا حق ملکی اور مذہبی اس طرح قربان کر دیا جائے، مولوی عبد الباری فرنگی محلی یوں تحریر فرمائیں کہ ''میں پس روِ گاندھی ہوں، ان کو اپنا رہنما بنالیا ہے، جو وہ کہتے ہیں وہی کرتا ہوں''۔

''کسی کافر کو پیش رو بنانا اور کسی کافر کا پس رو بننا، بت پرستی پر آیات و احادیث کی عمر نچھاور کرنا، حرام ہے، کفر ہے۔ آپ کے رکن نے بیان کیا، اخباروں میں چھپا اور شائع ہوا۔'' دوستو! خدا کی رسی کو مضبوط پکڑ و اگر دین نہیں تو دنیا ضرور مل جائے گی'' کیا یہ صریح کفر نہیں، حق سبحانہ فرماتا ہے ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً'' [1] اس آیت پاک میں حق سبحانہ نے جسے اس نے ڈوری ارشاد فرمایا ہے کیا اسے مضبوط پکڑنے کے بعد بھی دین سے محرومی کا خیال گزر سکتا ہے؟.....کیا ڈوری اس لیے مضبوط پکڑنے کو ارشاد فرمایا ہے تاکہ دنیا ملے، دین کھو کر جو دنیا کو حاصل کیا جائے، وہ ممنوع ہے؟ آپ نے قشقہ لگایا [2] ''مہاتما گاندھی کی جے'' پکاری۔ جس طرح صلیب علامت تثلیث ہے، کیا قشقہ علامت شرک نہیں؟.....کیا آپ کی غیرت تقاضا کرتی ہے کہ شرک کی علامت قشقہ اپنی پیشانیوں پر لگائیں؟.....آپ ہمارے سامنے سمرنا وغیرہ کے مظالم بیان کر کے ہمارے جذبات ابھارتے ہیں، مگر کیا ہندوؤں نے آرہ، شاہ آباد اور کٹارپور وغیرہ میں قربانی بند کرنے کے لیے ایسے ہی مظالم نہیں کیے، قرآن مجید نہیں پھاڑے،

---

[1] القرآن الحکیم [2] قشقہ:۔ مشرکین اپنے مذہب کے شعار کے طور پر اپنی پیشانی میں ایک خاص چیز لگاتے ہیں

عورتوں کی بے حرمتی نہیں کی، مسلمانوں کی جانیں نہیں لیں، مسجدوں میں بے ادبیاں نہیں کیں؟.....آج آپ سبز گنبد کی بے ادبی ہونے سے غیرت دلاتے ہیں، مگر کیا آپ کے لیے یہ غیرت کی بات نہیں تھی جبکہ یہ کہہ کر دربارِ نبوت و رسالت ﷺ کی اہانت کی گئی کہ ''اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے''۔ آپ نے اس پر کیوں نہ انکار کیا، کیوں خاموش رہے؟

ہندوستان میں ہمیں بھی ہندوؤں سے کم رہنے کا حق نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہم یہاں آئے، اسلامی فوج کے ایک دستہ نے مقام تھانہ پر حملہ کیا، دوسرے نے دیبل پر، اور اس وقت میں ہم نے اپنے خون بہا کر ہندوستان میں رہنے کا حق حاصل کیا۔ ہم اور ہندو دونوں ملکی مفاد سے تعلق رکھتے ہیں.......مگر جہاں سے مذہبی حدود آئیں مسلمان الگ اور ہندو الگ۔ ہم اپنے مذہب میں ہندوؤں سے اتحاد نہیں کر سکتے، غرض مقاماتِ مقدّسہ وخلافتِ اسلامیہ کے مسائل میں ہمیں خلاف نہیں......خلاف ان حرکات سے ہے جو آپ لوگ منافی ومخالف دین کر رہے ہیں۔ ان حرکات کو دور کیجیے، ان سے باز آیئے، ان کی روک تھام کیجیے، عوام کو ان سے باز رکھیے تو خلافتِ اسلامیہ و ممالکِ مقدّسہ کی حفاظت، ہندوستان کے ملکی مفاد کی کوشش ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر کرنے کو تیار ہیں.......[1] ملخصاً

---

[1] حسنین رضا بریلوی: مولانا: ماہنامہ الرضا بریلی شریف، ص تا ۷، بابت رجب ۱۳۳۶ھ، ج ۲ ش ۷

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کی تقریر کے بعد مولانا آزاد کھڑے ہوئے، اور یہ کہا:

''مجھے مولوی سلیمان اشرف صاحب اپنے دوست قدیمی کے اگر چہ اب وہ مجھے فراموش کر چکے ہوں گے، اس طرح سنجیدگی، صفائی سے اپنے امور مابہ النزاع ظاہر کرنے سے بہت مسرت ہے مگر مجھے ثابت ہو گیا کہ ہمارے دوست کو غلط فہمی ہوئی ہے''۔

مولانا آزاد نے اپنی تقریر میں مولانا سید سلیمان اشرف کی باتوں کا رد کیا، اور کہا کہ ہم ایسا فعل ہرگز نہیں کرتے اور نہ کسی کو اجازت دیتے ہیں۔ مولانا آزاد کی تقریر ختم ہونے پر مفتی برہان الحق جبل پوری نے فرمایا:

''اخبار زمیندار لاہور'' کے خلافت کانفرنس ناگپور کے ایک ماہ تک کے پرچے دیکھ لیجیے، ان میں لیڈروں کے جہاں مقولے گنائے ہیں، وہاں آپ کی نسبت ہے کہ آپ نے کانفرنس کیمپ میں خطبۂ جمعہ پڑھا، اور اس میں گاندھی کی تعریف کی جس کے الفاظ مجھے یاد نہیں مگر ماحصل یہ ہے کہ گاندھی کے صفات جمیلہ بیان کیے''۔اس پر مولانا آزاد نے کہا کہ ''میں نے یہ پرچے نہیں دیکھے، اگر اس میں ایسا لکھا ہو تو کذب ہے ''لعنۃ اللہ علیٰ قائلہ''...... مفتی برہان الحق جبل پوری نے فرمایا ''آپ یہ تکذیب ہی طبع کرا کر شائع کیجیے''۔ نیز اخبار تاج کے حوالہ سے کہا کہ ''آپ نے گنگا و جمنا کی سرزمین کو مقدس کہا''۔اس پر مولانا آزاد

نے ''لعنۃ اللہ علیٰ قائلہ'' کہا۔

مولانا سید سلیمان اشرف نے مولانا عبدالماجد بدایونی کی طرف متوجہ ہو کر زوروں سے کہا'' کہو یار تمہاری بھی کہہ دیں، تم نے گاندھی کو کہا کہ خدا نے ان کو مُذَکِّر بنا کر بھیجا ہے''...... مولانا بدایونی خاموش رہے کچھ نہ کہہ سکے۔ جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے اصحاب اربعہ کو وقت نہ دیا گیا مگر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے فرمایا:

''حرمین طیبین و مقاماتِ مقدّسہ و ممالکِ اسلامیہ کی حفاظت و خدمت ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدرِ وسعت وطاقت فرض عین ہے۔اس میں ہمیں خلاف ہے نہ تھا۔ تمام کفار و مشرکین و نصاریٰ و مرتدین وغیرہم سے ترک موالات ہم ہمیشہ سے فرض وضروری جانتے ہیں۔ ہمیں خلاف آپ حضرات کی ان خلاف شرع و خلاف اسلام حرکات سے ہے، جن میں سے کچھ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں۔.....اور جن کے متعلق جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے ستّر سوال بنام ''اتمامِ حجۃ تامہ'' آپ کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کے جواب دیجیے، جب تک آپ ان تمام حرکات سے اپنا رجوع نہ شائع کر دیں گے، اور ان سے عہدہ برآنہ ہو لیں گے، ہم آپ سے علیحدہ ہیں، اور اس کے بعد خدمت وحفاظتِ حرمین شریفین و مقاماتِ مقدّسہ و ممالکِ اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ مل کر جائز کوشش کرنے کو تیار ہیں''۔

مولانا حامد رضا بریلوی کی ان باتوں کا کوئی جواب نہ بن پڑا، اور خاموش رہے۔ اسی ضمن میں مولانا حامد رضا خان نے بالخصوص مولانا آزاد سے مخاطب ہو کر فرمایا ''حضرت آپ کو بھی تو اپنی حرکات سے توبہ کرنا ہے''۔ اور مولانا حامد رضا خان بریلوی نے جماعتِ رضائے مصطفیٰ پر سے الزام کے دفع کے لیے مولانا آزاد سے وقت چاہا مگر انہوں نے وقت نہ دیا، اور آگے جلسہ کی کارروائی شروع کرادی۔.... مناظرہ کے لیے تو وہ تیار نہ ہوئے مگر مناظرین جماعت رضائے مصطفیٰ نے سوالات کی بوچھار کردی، اور وہ کسی سوال کا جواب نہ دے سکے۔ اگر مناظرہ ہوتا تو مولانا آزاد کا حشر کیا ہوتا؟

مولانا آزاد نے مناظرہ سے جان بچانے کے لیے جو تحریر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے حضور بھیجی تھی اس کو راتوں رات انہوں نے شائع کردیا، اور یہاں سے جو جواب دیا گیا تھا اس کو خاموشی کے ساتھ دابے رہے۔ جماعتِ رضائے مصطفیٰ کا جواب ہدیۂ ناظرین ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

''جناب مسٹر ابوالکلام آزاد صاحب.......... بارے آج چوتھے دن شب کے آٹھ بجے کے بعد آپ کا ایک خط آیا، بچاؤ کی تدبیر تو کسی نے اچھی سوجھائی کہ وہ کفریات وضلالت جو آپ حضرات برت رہے ہیں، اور جن پر اعتراض ہے، اور

جو وجہ خلاف ہیں، ان سب کو یکسر بالائے طاق رکھیے، اور جن باتوں کی خود ادھر سے بار بار تصریح چھپ چکی، ان میں مناظرہ چاہیے۔ کس نے کہا تھا کہ سلطنتِ اسلامیہ اور اماکنِ مقدّسہ کی حفاظت بری ہے؟ کیا فرمانِ اقدس میں طبع نہ ہوا کہ سلطنتِ اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے؟ کون مسلمان ہوگا کہ اماکنِ مقدّسہ کی حفاظت نہ چاہے گا۔ کیا دبدبۂ سکندری و سواد الاعظم میں اعلیٰ حضرت کا فرمان نہ چھپا کہ ''سلطانِ اسلام کی کفار سے جب جنگ ہو مسلمانوں پر حسبِ استطاعت اس کی مدد فرض ہے؟ استطاعت سے زیادہ نہیں۔ اسی طرح اماکنِ مقدّسہ کی حفاظت علیٰ حسبِ الوسعۃ فرض ہے''۔ کہا یہ تھا کہ جو طریقے اس میں برت رہے ہیں وہ کفر وضلال و وبال و نکال ہیں۔ اس کا اگر آپ اقرار کرلیں تو مناظرہ ختم ہو گیا، یہی ہمارا مدعا تھا۔ اب اتنا رہا کہ ان کفروں، ضلالوں، وبالوں سے توبہ چھاپ دیجیے۔ اور ہندوؤں، وہابیوں، دیوبندیوں سے بالکل قطع کر کے تحفظِ سلطنتِ اسلامیہ و اماکنِ مقدّسہ کی جائز وممکن تدبیریں کیجیے، ہم آپ کے ساتھ ہیں...... ''اتمامِ حجتِ تامہ'' کے سوالات اسی پر ہیں، ان کا جواب لینے کو ہمیں اپنے جلسہ میں آنے دیجیے، وقت بتائیے، آپ کے اعلانوں میں تو مطلق مخالفین پر اتمامِ حجت کا وعدہ تھا۔ ہم بھی مخالف ہیں، اب عام کہہ کر منہ نہ چھپائیے۔

اور یہ اس سے بڑھ کر کہی کہ ترکِ موالات و اعانتِ اعدا محاربینِ اسلام میں خلاف...... اے سبحان اللہ! یہی تو ہم کہہ رہے ہیں کہ آپ صاحبوں نے

قرآن کریم کو پسِ پشت ڈالا، دشمنانِ اسلام وخدا سے موالات، اتحاد وخلوص اخلاص کی ٹھہرائی، ادھر سے کسی غیر مسلم کی موالات کو کہا گیا، آپ تو محاربین کی قید گڑھتے ہیں اور ہم ہر کافر سے موالات قطعاً حرام بتاتے ہیں......آپ کو (مولانا ابوالکلام آزاد) اگر رقعہ بازیوں سے وقت ٹالنا، اور تشریف لے جانا ہے تو ویسے ہی کہہ دیجیے، ورنہ فوراً فوراً جاری مطبوعہ گزارش قبول کر کے ہمیں وقت دیجیے، یا لکھ دیجیے کہ ہم اپنے اعلانوں کو استعفا دیتے ہیں، اتمامِ حجت کے جھوٹے وعدے سے باز آتے ہیں، بہتر تو یہ ہے کہ ابھی ورنہ صبح آٹھ بجے تک جواب عطا ہو، ورنہ آپ کی اجازت سمجھی جائے گی کہ خود آپ کے مطبوعہ اعلان اجازتِ عام دے رہے ہیں۔ **وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔**

طالبانِ مناظرہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی ۱۳/ رجب ۱۳۳۹ھ /۲۳/ مارچ ۱۹۲۱ء۔ [۱]

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی نیک نیتی دیکھیے کہ انہوں نے صاف صاف دو لفظوں میں یہ چھاپ دیا تھا کہ ہمیں حق منظور ہے، ہمارے سوالات کا مقصد صرف یہ ہے کہ حق کیا ہے؟ وہ واضح ہو جائے، اور اگر ہم لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں تو ہمارے شکوک وشبہات کو صاف کر دیجیے اور ہم کو اپنے ساتھ لیجیے ورنہ پوری امتِ مسلمۂ ہند کو غرقاب کیوں کر رہے ہیں۔ [۲]

---

[۱] حسنین رضا بریلوی، مولانا، ماہنامہ الرضا بریلی، ص ۱۳ تا ۱۴، بابت رجب ۱۳۳۹ھ
[۲] ایک چھوٹا ہینڈ بل، ناشر جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف

اصحابِ جماعت رضائے مصطفیٰ میں صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی بھی شامل تھے۔ اختتامِ جلسہ پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی اجازت سے اپنے وطنِ مالوف مرادآباد پہنچ کر انہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بارگاہ میں ایک تفصیلی خط لکھا، جس میں مناظرہ کی کامیابی کا حال درج ہے۔ اس خط کو مختصراً درج کیا جاتا ہے:

سیدی دامت برکاتہم .... سلام و نیاز کے بعد گزارش، حضور سے رخصت ہو کر گھر پہنچا، یہاں آکر میں نے ''اتمامِ حجتِ تامہ'' کا مطالعہ کیا، فی الواقع یہ سوالات فیصلۂ ناطقہ ہیں۔ اور یقیناً ان سوالات نے مخالف کو مجالِ گفتگو، اور راہِ جواب باقی نہیں چھوڑی۔ میں سچ عرض کرتا ہوں، اور بہ قسم عرض کرتا، کہ اس مکالمہ میں ایسی بیّن اور زبردست فتح ہوئی ہے جس کا کبھی تصور بھی نہ تھا۔ وہ بے معنی پر جوش مجمع جو گاندھی اور شوکت علی کے خلاف کوئی بات سننا گوارا ہی نہیں کرتا۔ محمد علی جناح اور لاجپت رائے کو یہ میسر نہیں ہے کہ ایک کلمہ خلاف کا زبان سے نکال سکیں۔ ناگپور میں شوکت علی کو مولانا نہ کہنے اور مسٹر کہنے پر محمد علی جناح کو شیم شیم اور غیرت غیرت کے آواز سننے پڑے۔ اور بریلی کے جلسہ کے لیے تمام ہندوستان میں شور مچایا گیا، اور اخباروں میں اشتہاروں کے ذریعہ بہت جوش پھیلا دیا گیا تھا۔ ہزار مولوی ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ اس مجمع میں روبرو کھڑے ہو کر خلافت کمیٹی کے تمام اراکین کا ایسا صریح خلاف کر سکتے، اگر یہ جلسہ بریلی میں نہ

ہوتا تو یہ بات میسر نہ آتی، مگر بے شبہہ یہ حضرت کی کرامت، اور حضرت کے فضل وکمال کی ہیبت تھی، کہ ابوالکلام جیسے زبان آور شخص کو مجمع میں یہ سب کچھ سننا پڑا۔ ....خلافت کمیٹی گاندھی کی بدولت تو وجود میں آئی، اس کے اشاروں پر تو چل ہی رہی ہے.......پھر کفریات کا شمار، اور قربانی کے مسئلہ میں خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء دونوں کو مجرم قرار دینا، مولوی عبدالماجد صاحب کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہنا، کہو میاں تمہاری بھی کہہ دیں، مولوی عبدالباری صاحب پر کفر کا حکم لگانا، کفریات کا ذکر کرنا، ابوالکلام کا سب سے جان چرانا، کسی کا جواب نہ دینا۔ یہ ان کے مبہوت اور حواس گم کردہ ہونے کی دلیل نہیں؟ ان کے عجزِ تام اور لاجوابِ محض ہو جانے کا اٹل ثبوت نہیں تو کیا ہے؟....کیا وہ ایسے ہی خاموش رہنے والا شخص ہے؟ کیا کسی اور دوسرے مقام پر بھی اس کو ایسا ہی دبا سکتے تھے؟

بریلی میں جمعیۃ الوہابیہ (العلماء) کے جلسے میں اس اعلان کے ساتھ ابو الکلام اور اتمام حجت کے منہ پر ان کے کفر کے حکم لگائے جائیں، اور وہ سب دوختہ دہاں ہوں، یقیناً یہ حضرت کی کرامت اور حق کی شاندار اور عظیم الشان فتح ہے، جس وقت ابوالکلام تقریر کر رہے تھے، میں ان کے برابر بیٹھا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ ان کا بدن بید کی طرح لرز رہا ہے.......دوسرے دن کے اجلاس میں انہوں نے کہا کہ ہم مسرت کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ حضرات (جماعت) آئے، اور انہوں نے شرکت فرمائی، اور صلح ہوگئی۔ روانگی کے وقت بریلی کے اسٹیشن پر ایک

تاجر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ابوالکلام جس وقت بریلی سے جا رہے تھے میں ان کے ساتھ تھا، وہ یہ کہتے جاتے تھے ''کہ ان کے جس قدر اعتراض ہیں، حقیقت میں درست ہیں، ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں جن کا جواب نہ ہو سکے، اوران کو اس طرح گرفت کا موقع ملے''۔ میں اپنی اس مسرت کا اظہار نہیں کر سکتا جو مجھے اس فتح سے حاصل ہوئی۔ حضرت کے غلاموں کی ہمت قابلِ تعریف ہے....... حضور کا حلقہ بگوش: نعیم [۱]

نجدی مظالم پر احتجاج اور اس میں حضرت کی شمولیت

نجدی مظالم پر احتجاج اور اس میں حضرت کی شمولیت : وہابیوں کے نہایت گندے عقائد ہیں جن کے سبب وہ گمراہ وگمراہ گر ہیں۔ اولیاء اللہ اوران کے مزارات سے متعلق بھی ان کے برے خیالات ہیں، جن کے سبب وہ ان مزاروں کو منہدم کرنے کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں، امریکہ اور انگلینڈ کے انگریزوں کی مدد سے جب ان نجدیوں نے مکہ ومدینہ زادھما اللہ شرفاً وعدلاً پر اپنی حکومت قائم کر لی تو جنت البقیع وغیرہا کے مزارات کو بلڈوزر سے شہید کرنا شروع کیا بلکہ سب کو شہید کر دیا۔ جس میں صحابۂ کرام اور تابعین عظام بھی آرام فرما ہیں، حضرات اہلبیت بھی ہیں اور دیگر اولیائے کرام بھی۔ اس دردناک واقعہ کی خبر پر مطلع ہونے کے بعد پوری دنیائے اہلسنت کانپ اٹھی۔ سارے اہلِ دل مسلمانوں کی طرح حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی

---

[۱] مکتوب مولانا نعیم الدین مرادآبادی بنام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا: مطبوعہ روداد مناظرہ، ص۱۷ تا ۲۰، م: حسنی پریس بریلی شریف۔
نوٹ: مذکورہ خط اخبار دبدبۂ سکندری رامپور شمارہ میں بھی شائع ہوا ہے۔

اعظم ہنداوران کے رفقا کا بھی کلیجہ دہل گیا۔ چنانچہ جماعت رضائے مصطفیٰ نے نجدی مظالم کے خلاف ایک عظیم احتجاجی جلسہ مسجد بی بی جی، بہاری پور، بریلی شریف میں منعقد کیا۔ جس میں کئی علماء کی ولولہ انگیز تقریریں ہوئیں۔ اورآخر میں وہابیوں کے خلاف کئی تجویزیں پاس ہوئیں۔ یہ جلسۂ احتجاج ہمارے ممدوح حجۃ الاسلام مولانا مفتی محمد حامد رضا خان سرپرست جماعت رضائے مصطفیٰ کے زیر صدارت منعقد ہوا تھا۔

مولانا شہاب الدین رضوی بہرائچی رقمطراز ہیں:

''جنت البقیع کے انہدام سے اراکینِ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے بے چین ہوکر ۱۵/ جون ۱۹۲۶ء کوایک عام جلسہ مسجد بی بی جی صاحبہ میں زیر صدارت مولانا حامد رضا خان بریلوی منعقد کیا''۔[۱]

رضوی صاحب موصوف نے اپنی کتاب تاریخِ جماعت رضائے مصطفیٰ میں ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور کے حوالے سے ان پانچ تجاویز کو بھی درج کیا ہے، جواس احتجاجی جلسے میں پاس ہوئی تھیں۔ان میں کی دوتجویزیں یہ ہیں۔

۱؎ ''مسلمانانِ بریلی کا یہ جلسہ ان وحشیانہ حرکات پرنہایت نفرت وحقارت اور انتہائی غم وغصہ کا اظہار کرتا ہے جونجدیوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں زیر اختیار کرکے مسلمانانِ عالم کو بے چین کردیا ہے۔ اورابن سعود کے وجود نامسعود کو

---

[۱] تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص۱۹۰

ایک لمحہ کے لیے بھی حجاز مقدس میں روا نہیں رکھتا''۔

۲ یہ جلسہ گورنمنٹ برطانیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ لاکھوں مسلمانوں کی بے چینی اور اضطراب روحانی اور ایمانی جذبات کا لحاظ کر کے نجدی کو آئندہ کے لیے مقابرِ متبرکہ کی بے حرمتی اور ان کی عمارات کو ہاتھ لگانے سے منع کر دے''۔ [1]

شادی سے متعلق عمر کی قید پر احتجاج

مسلمانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انگریزوں کے دور سے ہی مسلم پرسنل لاء یعنی مسلمانوں کے اسلامی قانون میں ترمیم کی ناپاک کوششیں حکومتِ ہند کی طرف سے جاری ہیں۔ کبھی لڑکا لڑکی کی شادی میں ۲۱؍سال اور ۱۸؍سال کی قید لگا کر تو کبھی شاہ بانو کے کیس کو مدعا بنا کر مینٹننس کا قانون پاس کر کے (یعنی اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دیدیا تو اسے اس وقت تک نفقہ دیتا رہے گا جب تک کہ وہ دوسرے سے شادی نہ کرے) لیکن ہر دور میں علمائے اہلسنت نے حکومت کی اس جرأت و مداخلت کو اپنے پاؤں تلے روندا اور علمائے سو نے اپنی ذاتی منفعت کے پیش نظر اسے کلیجہ سے لگایا اور اپنی دنیا و آخرت برباد کی۔ ۱۹۲۹ء میں بھی کچھ ایسا ہی ہوا کہ ہندوستان پر تن کے گورے من کے کالے انگریزوں کی حکومت تھی، انھوں نے ہندوستانی شہریوں کے لیے مسئلۂ ازدواج

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور، ص ۷، بابت ۲۸؍جون ۱۹۲۶ء، ج ۶۲، ش ۴۹، بحوالہ جماعت رضائے مصطفیٰ ص ۱۹۱

میں تقیید عمر کا قانون پاس کر دیا۔ مثلاً ۱۶؍سال کی عمر کی قید متعین کر کے تحدید کر دی۔ جبکہ غیر مسلموں پر اگر چہ اس سے کچھ اثر نہیں پڑتا مگر مسلمانوں پر اس کا برا اثر مرتب ہوگا کیونکہ نکاح کے لیے شریعت اسلامیہ نے عمر کی حد بندی نہیں کی ہے، نابالغ اور نابالغہ کا بھی نکاح ولی کے توسط سے ہوسکتا ہے اور ہر بالغ کا نکاح ہوسکتا ہے اگر چہ اٹھارہ سال سے کم کا ہو۔ یعنی کم عمری میں بھی نکاح کرنا جائز ہے، شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ ظاہر ہے کہ شادی کی عمر میں حکومتِ ہند کا حد بندی کا بل منظور کرنا مداخلت فی الدین تھا، اس لیے مسلمانوں کی دینی حمیت کو ٹھیس پہنچی، اور غم وغصہ کا اظہار کیا۔ اور اس قانون کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اس موقع سے جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے ارکان اور دیگر علمائے اہلسنت نے کافی سرگرمیاں دکھائیں۔ اور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان برکاتی نوری کی ہدایت پر بریلی شریف میں ایک مرکزی جلسے کا انعقاد ہوا جس میں مذکورہ قانون کے خلاف پُرزور صدائے احتجاج بلند کی گئی اور تجاویز بھی پاس ہوئیں۔ خاص بات یہ ہے کہ یہ جلسہ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے زیر صدارت منعقد ہوا تھا۔ جس سے حضور حجۃ الاسلام اور سرکار مفتی اعظم کی سرگرمیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہفت روزہ اخبار دبدبۂ سکندری رام پور کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا شہاب الدین رضوی رقمطراز ہیں:

''۱۹۲۹ء میں حکومتِ ہند نے شرعی امور میں مداخلت کی، اور شریعت

اسلامیہ میں کسی کی بھی مداخلت ایک غیور مسلمان برداشت نہیں کرسکتا ہے، اس وقت جماعتِ رضائے مصطفیٰ کی شاخیں پورے ہندوستان میں پھیل چکی تھیں، حضرت مفتی اعظم کی ہدایت پر بریلی شریف میں ایک مرکزی جلسہ ہوا۔ جس میں حکومت کی شرعی امور میں مداخلت پر پُر زور صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ جلسہ کا انعقاد ۲۰ / ستمبر ۱۹۲۹ء بعد نماز مغرب زیر صدارت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی ہوا۔ جس میں شرع مطہر کی پابندی پر مقررین نے تقریریں کیں، اوران لوگوں سے اظہارِ بیزاری کیا جو شریعت کی پابندی کو غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ اس کے بعد اصل مقصد کی طرف توجہ دی گئی۔ یعنی ''شاردہ بل'' کے متعلق مولانا ابو المعانی محمد ابرار حسن حامدی تلہری، مدیر ماہنامہ یادگار رضا بریلی کا ایک ریزولیشن بایں الفاظ پیش ہوا:

''یہ جلسہ حکومتِ ہند کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ مسئلۂ ازدواج میں تقیدِ عمر سے باز رہے اور وہ اس وعدے کو یاد کرے جو کسی مذہب میں مداخلت نہ کرنے کے متعلق کرچکی ہے۔ نکاح یا زفاف کے لیے قانوناً کوئی عمر مقرر کرنے کا اسے کسی طرح کوئی حق ہے؟۔۔۔ ایسے قوانین ضرور ہماری مذہبی و دینی آزادی سلب کرنے والے ہیں۔ مسلمان ایسے قوانین کو جابرانہ، اور قانونِ شرع میں ترمیم یقین کررہے ہیں۔ اوراس سے دیندار مسلمانوں کی انتہائی دل آزاری ہورہی ہے، آج حکومت کو ان امور میں جو من وجہٍ عبادت ہیں ابھارا جا رہا ہے، اگر

مسلمان اس پر خاموش رہے، اورانہوں نے ٹھنڈے دل سے تسلیم کرلیا، اس پر جیسی بے چینی چاہئے اس کا اظہار نہ کیا تو کل حکومت کو ایسے امور کی طرف قانون سازی کے لیے متوجہ کی جائے گی، جو سراسر عبادتیں ہیں۔ کس قدر ستم ہے کہ جو قانون ہندو چاہتے ہیں، اس کا نفاذ تمام کیا جاتا ہے۔ ہندو مذہب کے خلاف جو بات نہیں، کیا ضرور ہے کہ وہ اسلام کے خلاف بھی نہ ہو؟ اسلام نے ہمیں جن بارے میں آزاد کیا ہے ہم اس میں کیوں کوئی قید پسند کرلیں؟ ویسے ہی ہر قسم کی قیود کیا تھوڑی ہیں؟ جو روز روز پابندیاں اختیار کی جائیں"۔[1]

گذشتہ صفحات میں آپ نے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، حضور مفتی اعظم اور ہمارے دیگر علمائے اہلسنت کے ان کارناموں کو ملاحظہ کیا جو انہوں نے جماعت رضائے مصطفیٰ کے پلیٹ فارم سے انجام دیے۔ تاریخی شواہد بتاتے ہیں کہ اس طرح کے بے شمار کارنامے ہیں، جو ہمارے اکابر نے انجام دئے۔ ذیل میں اس حوالہ سے کچھ تاریخی جھلکیاں بھی ملاحظہ کریں گے، ان سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے علما و مشائخ کس قدر متحرک و فعال تھے، بلاشبہ وہ مذہب وملت کے لیے ہمیشہ حرکت میں رہتے تھے، وہ چین سے سونا جانتے ہی نہ تھے۔ انگریزی پرفتن اقتدار کے دوران ایک وقت وہ آیا کہ جماعت اہلسنت کے سرخیل امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری پر کشمیر میں داخلہ پر پابندی لگادی

---

[1] اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ، دبدبۂ سکندری رام پور، س ۷، ش ۱۶۔۱۷، ج ۱۷، ک ۲، بحوالہ تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص ۳۷۹

گئی، تا کہ وہ جو دین اسلام اور مسلک کے فروغ واستحکام کا کام کر رہے ہیں وہ رک جائے۔ دوسری طرف ''ہندو گجراتی سورت'' اخبار نے اسلام اور پیشوایان اسلام کی بابت سفاہت، توہین اور دریدہ ذہنی سے کام لیا تھا، ان مسائل کو لے کر ہمارے علماء حرکت میں آ گئے اور انہوں نے جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے بینر تلے خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ بریلی میں ۲۵/صفر المظفر ۱۳۴۷ھ کو ملک کے نامور علمائے کرام، مشائخ عظام اور عمائدین ملت کا اجتماع کیا جس میں درجہ ذیل قراردادیں پاس ہوئیں۔

یہ جلسۂ واجتماع بھی شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خان کی صدارت میں ہوا تھا۔ اس جلسہ میں پانچ قراردادیں پاس ہوئی تھیں، ان میں سے دو یہاں ملاحظہ کیجئے، بقیہ کو دبدبۂ سکندری رام پور ص ۷ بابت ۲۷/اگست ۱۹۲۸ء، ج ۶۶ اور تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ کے ص ۱۸۷/اور ۱۸۸/ پر دیکھئے۔ وہ تجاویز یہ ہیں:

۱۔ ''یہ عظیم الشان جلسہ، عمّالِ ریاستِ کشمیر کے اس فتنہ انگیز و مسلم آزار رویّہ پر دلی نفرت و ملامت کا اظہار کرتا ہے جو حضرت سید صوفی جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری، صاحبزادہ سید نور الحسن، مولانا نواب الدین سنکوہی کے داخلہ کو ریاستِ کشمیر کے حدود میں ممنوع قرار دے کر کیا ہے، حکومت ہند اور پریذیڈنٹ ریاست کشمیر سے استدعا کرتا ہے کہ اس امتناعی حکم کو فوراً منسوخ کر

کے اہلِ اسلام کے غم وغصہ کو دور کریں۔

محرک: خان محمد خان میونسپل کمشنر ریزیڈنٹ انجمن اسلامیہ چھاؤنی فیروز پور۔

مؤید: نواب سعید احمد خان رضوی، ناظم جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی۔

۲۔ یہ جلسہ فدائے ملت مولانا سید حبیب شاہ مالک ''اخبار سیاست'' لاہور کی تجویز وفد متعلقہ داخلہ حضرت شاہ علی پوری صاحب کو بہ نظرِ استحسان دیکھتا ہے، حضرت حجۃ الاسلام، صدر آل انڈیا سنی کانفرنس، سرپرست مرکزی جماعتِ رضائے مصطفیٰ، بریلی، مولانا نعیم الدین مرادآبادی سے استدعا کرتا ہے کہ وہ مجوزہ وفد کو کامیاب بنانے کے لئے عملی طور پر اس کی رہنمائی فرمائیں''۔[1]

مخالفت کے باوجود امامت کے حوالے سے آپ کی فتح و نصرت

: گذشتہ صفحات میں یہ واضح کیا جاچکا کہ پکے دنیادار سیاسی لیڈروں نے دین کے بدلے دنیا خریدنی شروع کی، اور ہر آدمی جانتا ہے کہ ایسے لیڈروں کا کوئی دھرم نہیں ہوتا، اپنے مطلب کا حصول ان کا دھرم ہے۔ ایسا ہی حال خلافت کمیٹی والوں کا تھا، ان لوگوں نے ترکِ موالات کے نام سے ایک تحریک چلائی کہ ہندوؤں سے دوستی خوب رکھو اور انگریزوں سے دوستی مت کرو، ان کا بائیکاٹ کرو۔ بلفظ دیگر یہ لوگ اتحادِ ہنود کے قائل تھے۔

---

[1] تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص ۱۸۷

حالانکہ اسلامی قانون یہ ہے کہ انگریز ہوں یا ہنود یا یہود ہر ایک سے ترکِ موالات یعنی عدمِ دوستی کا حکم ہے، دوستی ناجائز ہے۔ ان سب سے عدم اتحاد کا حکم ہے۔ اسی طرح ''نان کوآپریشن'' کے نام سے بھی ان لیڈروں نے ایک تحریک چلائی اور مسائلِ اسلامی کا چہرہ مسخ کرنا چاہا۔ اس وقت کے حالات اس قدر پیچیدہ تھے کہ کسی کی ہمت نہ تھی کہ ان بازی گرزعمائے وقت کو جواب دے۔ یہ اعلیٰ حضرت، ان کے شہزادے حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند اور ان کے دیگر تلامذہ اور خلفا کی جرأت و بسالت تھی کہ انہوں نے ان گیدڑوں کو شکست فاش دیا۔ ابو الکلام آزاد کی ''آل انڈیا کانفرنس بریلی'' کا قلع قمع کیا اور ''اتمامِ حجت تامہ'' پیش کر کے سبھی کو خاموش کر دیا۔ یہ ''اتمامِ حجت تامہ'' جو ستّر لاجواب سوالوں پر مشتمل تھا، اس کا جواب خلافت کمیٹی کے لیڈران نہ دے سکے۔ تو انتقام کی صورت شر پسندوں نے یہ نکالی کہ اس سال (۱۹۲۱ء میں) نمازِ عید کے مقررہ امام حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خان کو نماز عید نہیں پڑھانے دیں گے۔ ''خلافت کمیٹی'' نے خوب شور مچایا بلکہ منصوبہ بند طریقے سے یہ تحریک چلائی کہ مولانا حامد رضا خان بریلوی کو نماز عید الفطر کی امامت اس سال کسی طرح نہیں کرنے دیں گے۔ جبکہ مدتوں سے عیدگاہِ بریلی شریف میں حضرت حجۃ الاسلام ہی امامت فرماتے رہے۔ مگر اس بار مسٹر گاندھی کے متبعین ابوالکلام آزاد وغیرہ نے امام احمد رضا اور حجۃ الاسلام کے خلاف فضا مکدر کرنا چاہی۔ عوام کے درمیان یہ

کہتے تھے کہ حجۃ الاسلام کی اقتدا میں نماز نہ ہوگی، کیونکہ یہ ''اتحادِ ہنود'' اور'' نان کو آپریشن'' کے خلاف ہیں۔ ان گاندھویوں اور خلافتیوں نے اپنی کامیابی اور حجۃ الاسلام اور دیگر علمائے جماعت رضائے مصطفیٰ کو ناکام کرنے کے لیے پوری توانائی صرف کر دی، ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ کافی سامان و اسباب فراہم کر لیے، مگر ان کو کیا معلوم کہ اللہ اپنے ولیوں کا ضرور ناصر و مددگار رہے، انہیں اپنی تائید سے نوازتا اور فاتح و منصور کر دیتا ہے۔ حضور حجۃ الاسلام کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا کہ ان کے مذکورہ مخالفین کو قادر مطلق نے شکست فاش دی اور حضور حجۃ الاسلام اور دیگر علمائے اہلسنت کو کھلی فتح ونصرت عطا کی، حضور حجۃ الاسلام نماز کے وقتِ مقرر پر عیدگاہ تشریف لائے اور بڑی شان وشوکت اور کرّ وفر کے ساتھ تشریف لائے، نعرہائے تکبیر اور نعرہائے رسالت کی جھنکار میں تشریف لائے اور بااطمینان وسکون نمازِ عیدالفطر پڑھائی۔ سنیوں کا بول بالا ہوا اور دشمنانِ دین کا منہ کالا ہوا۔

اس قدر تمہید کے بعد آیئے حضور حجۃ الاسلام کی شاندار امامت اور جماعتِ رضائے مصطفیٰ بریلی کے دیگر علما حضور مفتی اعظم ہند وغیرہ کے کارناموں کو ''دبدبۂ سکندری'' کے حوالے سے پڑھیں۔

''بروز پنجشنبہ یکم شوال ۱۳۳۹ھ کو عیدگاہِ بریلی کے وسیع میدان میں مسلمانانِ بریلی کا اس کثرت سے اجتماع ہوا کہ دس بجے بالکل عیدگاہ بھر گئی، اس

کے بعد آنے والوں کو باہر جگہ مل سکی، اس قدر مجمع عیدگاہ میں کئی سال سے نہیں ہوا تھا۔۔۔تخمیناً بیس (۲۰) ہزار آدمی ہوں گے، حالات بڑے نازک تھے، جماعت رضائے مصطفیٰ نے حالات کے پیش نظر ایک روز قبل سے وہاں جملہ سامانِ راحت مہیا کر دیا تھا۔ وضو کے لیے لوٹے۔۔۔۔ بڑے بڑے کڑھاؤ تھے، جن میں پانی کا اعلیٰ طریقے پر انتظام تھا۔۔۔سقہ لوگ کثیر تعداد میں لوٹے بھر رہے تھے، جماعت رضائے مصطفیٰ کے کارکنان اپنے گلوں میں جماعت مبارکہ کا علامتی نشان ڈالے تھے، لوٹے بھرنے پر مستعد تھے، کسی شخص کو کڑھاؤ سے پانی لینے کی تکلیف نہ اٹھانا پڑی، جماعت رضائے مصطفیٰ نے دو کڑھاؤ میں برف کا پانی بھر رکھا تھا۔ اور جماعت مبارکہ کے کارکن بھر بھر کر پلا رہے تھے اور کچھ کارکن لوٹوں میں پانی بھرے ہوئے عیدگاہ کے اندر پانی پلانے پر مامور تھے۔

عین نماز کے وقت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، جماعت رضائے مصطفیٰ کے بینر تلے اور رضا کاروں اور سرکردہ شخصیات کے ساتھ عیدگاہ تشریف لائے۔۔۔عیدگاہ میں موجود رضا کاروں اور حاضرین نے شاندار استقبال کرتے ہوئے بصد شان وشوکت منبر پر حجۃ الاسلام کو لایا، اللہ اکبر اور یا رسول اللہ کے نعرے بلند ہو رہے تھے، صفیں قائم ہوئیں۔ حضرت حجۃ الاسلام نے نماز عید کی امامت فرمائی، اور مخالفین کے چہرے حق کے سامنے فق نظر آ رہے تھے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کا انتظام ملکوتی تھا۔ اللہ تعالیٰ بطفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جملہ اہل حق کو

اسی طرح فتح بخشے اور حق کا بول بالا کرے (آمین)''۔۔۔ [1]

واضح رہے کہ ان سب کارناموں میں سرکار مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں، حضور حجۃ الاسلام کے ساتھ شانہ بہ شانہ تھے اور ان کامیابیوں میں ان کا کلیدی کردار رہا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ خلافتیوں کی ناکامی اور حضور حجۃ الاسلام کی فتح و کامیابی سے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اس قدر شاداں و فرحاں ہوئے کہ جماعت رضائے مصطفیٰ کے عہدیداروں کو مبارکبادی کا ایک مکتوب بھوانی ضلع نینی تال سے ارسال فرمایا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ آپ سخت علیل تھے، ضعیف ہو چکے تھے۔ مئی جون کی گرمی کے سبب بریلی شریف میں رہ کر رمضان المبارک کا روزہ نہ رکھ سکتے تھے، اس لیے اس ٹھنڈے مقام پر تشریف لے گئے تا کہ روزہ رکھ کر عزیمت پر عمل کیا جائے۔ رمضان گزارنے کے بعد جب آپ کو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے دشمن خلافتیوں کو شکست اور حجۃ الاسلام کی امامت کے ذریعہ جماعت رضائے مصطفیٰ کو فتح و ظفر ملی ہے تو انہوں نے مبارکباد دیتے ہوئے یہ ذکر فرمایا کہ:

اس سال بکرمہ تعالیٰ ایک دن میں تین عیدیں ہوئیں، مولیٰ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ فقیر آپ کی کاروائیوں کا بہت ممنون ہوا اور دل سے دعائیں کرتا ہے۔

---

[1] ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور، ص۴، بابت ۲؍جون، ۱۹۲۱ء، ش ۴۰، ج ۵۷، ک ۲۰۱، بحوالہ تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص ۳۸۱

دعاء کے سوا فقیر کے پاس کیا ہے۔ پچاس روپئے نذرِ جماعت کرتا ہے اور پانچ روپئے اس دن کے کارکنوں کی شیرینی کو۔

پھر حاشیہ میں تینوں عیدوں کی اس طرح وضاحت فرماتے ہیں:

''(۱) عید الفطر (۲) فرنگی محلی کی توبہ پر جلسۂ تہنیت (۳) نماز عید میں گاندھویہ امامت کی ناکامی''۔ [۱]

قارئین پر یہ مخفی نہ رہے کہ خلافتیوں نے حضور حجۃ الاسلام کو امامت سے کیوں روکنا چاہا؟ یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ اتحادِ ہنود کے نعرہ کے ذریعہ ان کا منظر نامہ سامنے آجاتا ہے کہ ہندوؤں سے دوستی کرنا، ان سے اتحاد کرنا، ان کے منشور میں شامل تھا، جو شرعاً ناجائز و حرام ہے۔ ہر کافر سے دوستی گناہ ہے۔

☆☆☆

---

[۱] تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ

سولہواں نور

مجرب اور تیر بہدف وظائف وعملیات کی تعلیم

حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں رسول اکرم ﷺ کی امت کے زبردست خیر خواہ عالمِ دین تھے، وہ کبھی تحریر وتقریر کے ذریعہ اللہ و رسول کا پیغام پہنچا کر امت محمد یہ ﷺ کی بھلائی کرتے، کبھی تعویذات ونقوش کے ذریعہ اس کی ضرورتیں پوری کرتے اور کبھی مجرب اور تیر بہدف وظائف وعملیات کی تلقین کر کے اس کی قضائے حاجات اور حل مشکلات فرماتے اور اس بہانے اس کو یادِ خدا میں بھی مشغول ہونے کا عادی بنا دیتے تھے۔ اس حوالے سے آپ کی درج ذیل تحریریں ملاحظہ فرمائیے۔

حلقۂ ذکر کے ایک طریقہ کی تلقین : حلقہ بنا کر ذکرِ الٰہی کے کئی طریقے ہیں، مثلاً چند آدمی جمع ہو کر ''لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ'' دوسو، ''اِلَّا اللّٰہ'' چار سو، ''اللّٰہ اللّٰہ'' چھ سو اور ''حق حق'' ایک سو بار پڑھتے ہیں۔ اور ایک طریقہ وہ ہے جسے حضرت حجۃ الاسلام نے ایک مقام پر ذکر فرمایا ہے۔ جو معرفتِ الٰہی کے حصول اور دینی ودنیوی فوائد کے لئے مجرب ومستند ہے۔ آپ رقمطراز ہیں:

پہلے درود شریف

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ

لِلّٰہِ الْحَمْدُ۔۳بار

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ۔۳بار

شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ جب تک نفس تنگ نہ ہو ’’ھو‘‘ کو مدّ (دراز) کیا جائے اور تصور کیا جائے کہ تمام عالمِ ناسوت فانی ہے اور میں اسے ترک کر کے عالمِ ملکوت کی سیر کرتا ہوں کہ اس عالمِ ناسوت سے کوئی نفع نہ ہوا۔ پھر سر اٹھائے اور کہے ’’یَا ھُوَ‘‘ اور مثلِ سابق تا ضیقِ نفس مدّ کرے اور عالمِ ملکوت میں عروج کا تصور باندھے اور خیال کرے کہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ و السلام سے لے کر تمام ملٰئکۂ عظام تشریف فرما ہیں۔ اور وہ سب حضرات انبیائے کرام کی بارگاہ میں ہمارا ذریعہ و وسیلہ ہیں۔ اس عالم سے اب میں سیر کر کے عالمِ جبروت کی جانب عروج کرتا ہوں۔ پھر سر اٹھائے اور کہے ’’یَا مَنْ ھُوَ‘‘ اور تصور کرے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور سیدنا عیسیٰ علیہ التحیہ تک تمام انبیائے کرام بارگاہِ بیکس پناہ حضور سید الانبیا علیہ افضل التحیۃ والثنا میں میرے شفیع ہیں اور میں بوسیلۂ ان حضراتِ کرام کے ان کی جناب میں حاضر ہوتا ہوں۔ یہ سب ناوِدانِ فیض و ذریعۂ وصول ہیں، لہٰذا عالمِ لاہوت کی جانب عروج کرتا ہوں۔ پھر سر اٹھائے اور کہے ’’یَا مَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُو‘‘ اور مثلِ سابق ضیقِ نفس تک مدّ کرتا رہے اور تصور کرے کہ بارگاہِ گدا نواز حضور پرنور میں حاضری نصیب

ہوئی اور بذریعہ ووسیلہ اپنے آقا و مولیٰ بارگاہِ قدس حضرت عزت میں باریابی میسر ہوئی اور اس کریم و رحیم کے سامنے حاضر ہوں اور اپنے معاصی و آثام (گناہوں) سے خوف کر کے دستِ طلبِ عفو دراز کرتا ہوں اور گڑگڑا گڑگڑا کر عرض کرتا ہوں، اَسْئَلُکَ اَنْ تَغْفِرَلِیْ وَ تَرْحَمَنِیْ یَا رَبِّ۔ ۳بار۔ پھر ''یَا ھُو''''یَا مَنْ ھُوَ'' وغیرہ مثلِ مذکورۂ بالا کہے اور ویسے تصور کے ساتھ آخر میں دعا مانگے۔ یونہی تیسری مرتبہ دعا مانگ کر چوضربی حسبِ ذیل شروع کرے۔ ''اَوَّلُ ھُوْ'' دہنی جانب۔ ''آخِرُ ھُوْ'' بائیں جانب۔ ''ظَاھِرُ ھُوْ'' اوپر کی جانب۔ ''بَاطِنُ ھُوْ'' نیچے کی جانب۔ ''یَا لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ''۔ ''لَا'' ناف سے لے کر منتہائے دماغ تک بلند کرے۔ پھر ''اِلٰـــہَ'' شروع کر کے دہنی جانب منہ پھیرے اور ''اِلَّا ھُـــــوْ'' کی ضرب قلب یا ناف پر لگائے۔ یہ چوضربی ۱۴۱/بار پوری کر کے ''لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم'' کہے۔ ختمِ ہر ذکر پر کلمہ طیبہ ۱/بار پڑھا جائے۔

پھر ذکرِ ناسوتی نفی و اثبات یعنی لا الٰہ الا اللہ شروع کرے۔ ۱۱۱/بار۔ پھر وہی ''شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ'' بطریقۂ مذکور کرے۔ اور اس کے بعد ''لَا مَعْبُودَ اِلَّا اللّٰہُ، لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ، لَا مَشْھُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ، لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ'' ۱۴۱/بار۔ پھر ''اِلَّا اللّٰہُ'' ۱۴۱/بار۔ پھر اَللّٰہُ ۱۴۱/بار۔ پھر وہی ''شَھِدَ اللّٰہُ الخ'' بطریقۂ مذکور۔ پھر ''اللّٰہ'' جانبِ راس سے شروع کر کے ''ہ'' جانبِ

یمین کہے۔ پھر ''ھُوْ'' جانب چپ پھر ''ھُوْ'' جانب ناف کہے اور پورا کلمۂ طیبہ ایک بار پڑھے۔

''ذکر ارّہ'' اگر چاہے تو حسب ذیل طور پر کرے۔ ''حَیٌّ یَا ھُوْ'' اس طرح کہے جس طرح آرہ کشی کی آواز ہوتی ہے اور درمیان میں ''اَللّٰہُ'' کہنا ذاکرین کی عادت ہے۔ ''حَیٌّ'' کو ذرا کھینچ کر ''یَا ھُوْ'' کی ضرب لگائے اور ''ھُـــوْ'' کو بھی ذرا دراز کرے تو مشابہِ آوازِ آرہ ہو سکے گی۔ ختمِ ذکر پر فاتحہ پڑھ کر حضراتِ مشائخ کرام کی ارواحِ طاہرہ کو ایصالِ ثواب کرے اور دعائے مطلب کرے۔ وَ اٰخِرُ دَعْـوٰنَـا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَ اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

حـرره الـفقير الراجی رحمة ربه و نعمة حبه محمد المدعو بـحـامـد رضـا البـريـلوی سقاه ربه من نمير منهل کرمه المروی، اٰمین۔

حفاظت کے لئے ایک کامیاب وظیفہ : ایک مقام پر حجۃ الاسلام نے یہ دعا لکھی ہے۔ تین بار صبح اور تین بار شام (یہ دعاء پڑھے)

بسم الله الرحمن الرحيم

بِسْـمِ اللّٰہِ مَاشَاءَ اللّٰہُ، لَا یَسُوْقُ الْخَیْرَ اِلَّا اللّٰہُ، مَا شَاءَ اللّٰہُ، لَا یَـصْـرِفُ السُّـوْءَ اِلَّا اللّٰہُ، مَا شَاءَ اللّٰہُ، مَا کَانَ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰہِ، مَا

شَاءَ اللّٰہُ، لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

اوراعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے مایہ ناز رسالہ ’’الوظیفۃ الکریمہ‘‘ کے آغاز میں فرمایا کہ:

’’اس دعا کو صبح وشام تین تین بار پڑھ لینے سے سات چیزوں سے پناہ ہے۔ جلنا، ڈوبنا، چوری، سانپ، بچھو، شیطان، سلطان۔ صبح سے شام تک، شام سے صبح تک‘‘۔

مطلب یہ ہے کہ ظالم بادشاہ اور مذکورہ نقصان دہ چیزوں سے مذکورہ دعا پڑھنے والے کی جان ومال اورعزت وآبرو کی حفاظت ہوگی۔

حصولِ مراد کے لیے کامیاب وظیفہ: حصولِ مراداور حلِّ مشکلات کے لیے حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم علیہما الرحمہ نے اپنے مسلمان بھائیوں کودو وظیفے کی خاص طور سے تلقین کی ہے۔’’اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا شَرِیْکَ لَہٗ‘‘ آٹھ سو چوہتر (۸۷۴) بار۔ اول وآخر درود شریف تین تین یا گیارہ گیارہ بار۔

’’حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ‘ ساڑھے چارسو(۴۵۰) بار۔ اوّل و آخر درود شریف۔ ہو سکے تو انہیں بعد عشاء پڑھیں۔ ورنہ کسی بھی نماز کے بعد پڑھیں مگر جس نماز کے بعد پڑھیں روزانہ اسی وقت پڑھیں۔

ان وظائف کو اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم قدست اسرارہم نے

اپنے شجرات شریفہ میں بھی مندرج کیا اور پڑھنے کی تاکید کی ہے۔حضور حجۃ الاسلام کے بعض مریدین جو بنارس کے رہنے والے تھے، پریشانیوں میں پھنس گئے تو موصوف نے ایک خط میں ان دونوں کو پڑھنے کی مزید تاکید کی ہے۔ان کا جملہ یہ ہے۔

''اورشجرہ شریف کے اعمال''**اللّٰه ربی لا شریک له**''اور''**حسبنا اللّٰه و نعم الوکیل**''ضرورضرورجاری رکھیں''۔

(مکتوب ایک مریدہ کے نام جس میں مولانا وزارت رسول خان بنارس اورمولانا امانت رسول کا تذکرہ ہے۔)

لہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ جب بھی کوئی ضرورت ہو یا کوئی مشکل درپیش ہو، یا دشمن اور مقدمہ کا معاملہ ہوتو ان دونوں وظیفے کوعمل میں لائے۔ یہ قضاءِ حاجات اورحل مشکلات کے لیے مجرب اور تیر بہدف ہے اگر سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اول نمبر کا وظیفہ پڑھتے رہیں تو زیادہ بہتر ہے۔اوراگر کبھی دل گھبرانے لگے تو دوسرے نمبر کا وظیفہ اس وقت پڑھنے لگیں۔ اگرکوئی دشمنوں کے نرغے میں ہوتو مذکورہ وظائف کے ساتھ درج ذیل وظیفہ بھی شامل کرے۔جیسا کہ ہمارے مشائخ کرام نے شامل فرمایا۔

طُفیلِ حضرتِ دستگیر دشمن ہووے زِیر۔ایک سو گیارہ(۱۱۱) باراوراول و آخرگیارہ گیارہ یا تین تین باردرودشریف۔بعدعشاءپڑھے۔

توکل علی اللہ اور ایک کامیاب وظیفہ کی تلقین:

تلقین: حجۃ الاسلام اپنے ایک مرید یا عقیدت مند کو ایک مکتوب میں یوں تلقین فرماتے ہیں۔

''تم اپنے رب پر بھروسہ رکھو وہ انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے سب کام بنا دے گا۔ میں بفضلہٖ تعالیٰ اس کا بندوبست کرتا ہوں، تم اصلاً فکر نہ کرو۔ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ بالکل اس کا خیال اٹھا دو۔ روز تیس (۳۰) بار ''هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا'' پڑھ لیا کرو اور اس کے معنی کا بھی خیال کیا کرو کہ (وہی بہت رحمت والا ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اسی پر بھروسہ کیا)۔

اس شخص کا اور اس کی ماں کا نام معلوم تو بہتر ورنہ اللہ ہر طرح کافی ہے''۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ غالباً حضرت کا کوئی مرید کسی دشمن کے نرغے میں تھا، اور اس سے جان کا خطرہ تھا، اس لیے اس نے حضرت کے پاس اس معاملہ کو لکھ کر بھیجا تو حضرت نے فرمایا، تم کو اس کی فکر کی ضرورت نہیں میں اس کی تدبیر کرتا ہوں، البتہ روزانہ یہ آیت کریمہ بشکلِ وظیفہ پڑھا کرو۔

اللہ اللہ! پیر ہو تو ایسا، اپنے مرید کی رہنمائی کرے، یادِ الٰہی اور توکل علی اللہ کی تلقین کرے اور ہر حال میں اس کی مدد کرے۔

تسخیر کا عمل: ایک مقام پر حضور حجۃ الاسلام نے درجِ ذیل وظیفہ اور اس کی ترکیبوں کی تلقین فرمائی ہے۔ آپ رقمطراز ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ''یا رَحْمٰنَ کُلِّ شَئٍی و رَاحِمَہٗ''

ایک ہزار دانۂ گندم (گیہوں) یا جو لے کر یہ اسم مبارک اسمِ مطلوب کے ساتھ پڑھیں۔ اور ایک طرف گلی (ہانڈی) میں کہ نیا اور کورا ہو پانی بھر کر آگ پر رکھیں۔ جب پانی میں نیم جوش ہو جائے تو وہ دانے اس میں ڈال دیں۔ جب دانے نرم ہو جائیں تو انہیں دریا میں یا بڑے حوض وغیرہ میں ڈال دیں۔ یہ اسم جمالی باعثِ محبت ہوگا باذنہ تعالیٰ۔

اور یہی اسم اگر مشک وزعفران سے مع نامِ مطلوب و نامِ مادر (ماں کا نام لکھ کر سفید ریشم پر اس کے مکان کی کسی پاک جگہ یا دیوار میں دفن کر دیں تو افعالِ ذمیمہ مبدّل باوصافِ حمیدہ ہو جائیں۔

اور انقیادِ مطلوب (کسی کو تابع کرنے کے لئے) کے لیے اگر تین روز یا نو روز روزہ رکھ کر پانچ سو بار اسمِ مذکور پڑھیں۔ بعد ازاں چوتھے دن یا دسویں دن حمام یا آب جاری میں نہا کر، تحیۃ الوضو پڑھ کر دو رکعت از دیادِ محبت کی نیت سے پڑھیں اور ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ سورۂ اخلاص تین تین بار اور بعدِ سلام اسمِ مذکور تین سو ساٹھ (۳۶۰) بار پڑھیں۔ اور اسی کا نقش دستِ راست میں لکھ کر روبرو مطلوب کے جائیں، تو خدا چاہے مطلوب مطیع ہو''۔

نوٹ:۔ اس وظیفہ کا ترجمہ یہ ہے۔ اے! ہر چیز پر بہت مہربانی فرمانے والے اور اس پر رحم فرمانے والے۔

مذکورہ اسم مبارک کو مطلوب کے نام کے ساتھ پڑھیں جیسے اس کے آخر میں لگا دیں ''حُبُّ خالد بن محمودہ علَیَّ'' اور بری عادت والے کی بری عادت چھوڑانی ہو تو آخر میں یوں لگا دیں ''خالد بن محمودہ اپنی بری عادت سے جلد باز آ جائے۔

سخت دل شوہر کو موم کرنے کے لیے: اس حوالے سے حضور حجۃ الاسلام نے درجِ ذیل دعا ایک مقام پر یوں تحریر فرمائی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ''کریما کرم کر، رحیما رحم کر، دلِ سخت (فلاں) را نرم کر، محمد رسول اللہ ﷺ بادشاہ کو درمیان کر، میری اَڑی مشکل آسان کر۔

یہ عمل چڑھتے چاند میں گیارہ روز گیارہ سو گیارہ (۱۱۱۱) بار پڑھے۔ اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ۔ باوضو، قبلہ رو، پاک جگہ۔ (فلاں) کی جگہ شوہر کا نام لے۔ نماز پنج گانہ کی پابندی ضروری ہے۔ ورنہ اثر نہ ہوگا۔ جن دنوں میں عورتوں کی نماز نہیں، وضو کر کے یہ عمل پڑھ لیا کریں۔

(ماخوذ از تذکرۂ جمیل، ص ۶۲)

راقم الحروف محمد عابد حسین نوری کہتا ہے کہ یہ عمل مجرب ہے اور اس عمل کو مجموعۂ اعمالِ رضا حصۂ اول میں شوہر اور بیوی کے درمیان اتفاق و محبت کے لیے لکھا ہے اور یہ لکھا ہے کہ ''یہ عمل تین ماہ تک برابر چڑھتے چاند میں کرے، ہر گیارہ

دن روزانہ کرے۔ ہر روز ساڑھے گیارہ سو مرتبہ، اول وآخر درود شریف ۱۱۔۱۱ر بار پڑھے اور فلاں کی جگہ شوہر کا نام لے

دونوں تعداد میں سے جسے چاہے اختیار کرے، انشاءاللہ فائدہ ہوگا۔

پنج گنج قادری وغیرہ شجرہ شریف سے:

بعدنماز صبح ''یَا عَزِیْزُ یَا اَللّٰہُ ''بعدنماز ظہر''یَا کَرِیْمُ یَا اَللّٰہُ ''بعدنماز عصر'' یَا جَبَّارُ یَا اَللّٰہُ ''بعدنماز مغرب ''یَا سَتَّارُ یَا اَللّٰہُ ''بعدنماز عشاء''یَا غَفَّارُ یَا اَللّٰہُ ''۔سب سوسو(۱۰۰-۱۰۰)بار،اول وآخر تین تین بار درود شریف اس کی مداومت سے بیشمار برکاتِ دین و دنیا ظاہر ہوں گی۔ نیز بعد نماز فجر قبل طلوعِ آفتاب اور بعدنماز مغرب دس بار ''حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ''دس بار ''رَبِّ اِنِّی مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ''دس بار ''رَبِّ اِنِّی مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ''دس بار ''سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ''دس بار'' اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ ''۔اس کی مداومت سے سب کام بنیں گے،دشمن مغلوب رہیں گے۔

کوشش کرے کہ ہرنماز کے بعد''یَا بَاسِطُ ''۷۲بار،اول وآخر درود شریف کے ساتھ شامل کرے۔تا کہ رزق کی تنگی میں نہ پڑے،روزی کشادہ ہو۔ جیسا کہ شجرۂ رضویہ نوریہ میں ہے۔ہوسکے تو شجرہ شریف اوران وظائف کو پڑھنے سے قبل حصار کا وظیفہ ایک بار پڑھ کر اپنا حصار و بندش کر لے،تا کہ سحر وآسیب

وغیرہ سے محفوظ رہے۔ شجرہ شریف اور مجموعۂ اعمال رضا میں وہ حصار درج ہے، اس کے آغاز میں ''والشمس و القمر'' والی آیت ہے۔

شجرۂ علیہ حضرات عالیہ قادریہ رضویہ نوریہ حامدیہ:

یا الٰہی رحم فرما مصطفٰے کے واسطے
یا رسولَ اللہ کرم کیجیے خدا کے واسطے
مشکلیں حل کر شہِ مشکل کشا کے واسطے
کر بلائیں رد شہیدِ کربلا کے واسطے
سیّدِ سجّاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے
علمِ حق دے باقرِ علمِ ہدیٰ کے واسطے
صِدق صادق کا تصدُّق صادقُ الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے
بہرِ معروف و سری معروف دے بے خود سری
جندِ حق میں گِن جنیدِ باصفا کے واسطے
بہرِ شبلی شیرِ حق دنیا کے کتّوں سے بچا
ایک کا رکھ عبدِ واحد بے ریا کے واسطے
بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حُسن و سعد
بو الحسن اور بو سعیدِ سعد زا کے واسطے

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا
قدرِ عبد القادر قدرت نما کے واسطے

اَحۡسَنَ اللّٰہُ لَہٗ رِزۡقاً سے دے رزقِ حسن
بندۂ رزاق تاج الاصفیا کے واسطے

نصر ابی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ
دے حیاتِ دیں محیِ جاں فزا کے واسطے

طورِ [1] عرفان و علو و حمد و حسنیٰ و بہا
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

بہرِ ابراہیم مجھ پر نارِ غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھیکاری بادشاہ کے واسطے

خانۂ دل کو ضیا دے روئے ایماں کو جمال
شہ ضیا مولیٰ جمال الاولیا کے واسطے

دے محمد کے لئے روزی کر احمد کے لئے
خوانِ فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

دین و دنیا کی مجھے برکات دے برکات سے

---

[1] یعنی مرتبہ معرفت کا اور بلندی اور خوبی اور بہتری اور نور عطا کر ان مشائخ عظام کے واسطے ان میں علو بمناسبت نام پاک حضرت سید علی ہے اور طورِ عرفاں بمناسبت نام پاک حضرت سید موسیٰ اور حسنیٰ بمناسبت نام پاک حضرت سیدی حسن اور حمد بمناسبت نام پاک سیدی احمد اور بہا بمناسبت نام پاک سیدی شیخ بہاء الملۃ والدین قدست اسرارہم۔

عشقِ حق دے عشقی [1] عشق انتما کے واسطے
حبِّ اہل بیت دے آلِ محمد کے لئے
کر شہیدِ عشق حمزہ پیشوا کے واسطے
دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پرنور کر
اچھے پیارے شمسِ دیں بدر العلیٰ کے واسطے
دو جہاں میں خادمِ آل رسول اللہ کر
حضرتِ آلِ رسولِ مقتدا کے واسطے
نورِ جان و نورِ ایماں نورِ قبر و حشر دے
بو الحسین احمد [2] نوری لقا کے واسطے
کر عطا احمد رضائے احمدِ مرسل مجھے
میرے مولیٰ حضرتِ احمد رضا [3] کے واسطے
حامد و محمود اور حماد و احمد کر مجھے
میرے مولیٰ حضرت حامد رضا [4] کے واسطے

---

[1] عشقی حضرت شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تخلص ہے۔ اور انتما بمعنی انتساب یعنی نسبت عشق رکھنے والے۔

[2] عرس شریف مارہرہ مطہرہ میں ۹/۱۰/۱۱/رجب المرجب میں ہوتا ہے۔

[3] عرس شریف ۲۳/۲۴/۲۵/صفر المظفر کو بریلی شریف محلہ سوداگراں میں ہوتا ہے۔

[4] ۱۸/جمادی الاولیٰ کو آپ کا وصال ہوا۔ اس تاریخ کو بریلی شریف میں آپ کا عرس شریف منایا جاتا ہے۔

سایۂ جملہ مشائخ یا خدا ہم پر رہے
رحم فرما آلِ رحمٰں مصطفیٰ [۱] کے واسطے

اے خدا اختر رضا کو چرخ پر اسلام کے
رکھ درخشاں ہر گھڑی اپنی رضا کے واسطے

یا الٰہی دے مجھے سبطین احمد کی رضا
میرے آقا شاہ سبطین رضا کے واسطے

اتباعِ مصطفیٰ پر رکھ ہمیں ثابت قدم
میرے مرشد عابد نوری لقا کے واسطے

صدقہ ان اعیاں کا دے چھ عین،عز،علم وعمل
عفو وعرفاں، عافیت اس بینوا کے واسطے

☆☆☆

---

[۱] ۱۴ ارمحرم الحرام کی شب میں آپ کا وصال ہوا۔اس تاریخ کو بریلی شریف میں آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔آپ دونوں کا مزار مقدس قبّۂ اعلیٰ حضرت میں ہے۔

فاتحۂ سلسلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ شجرۂ مبارک ہر روز بعد نماز صبح ایک بار پڑھ لیا کریں، بعدہٗ درود غوثیہ سات بار، الحمد شریف ایک بار، آیت الکرسی ایک بار، قل ھو اللہ شریف سات بار۔ پھر درود غوثیہ تین بار پڑھ کر اس کا ثواب ان تمام مشائخ کرام کی ارواحِ طیبہ کی نذر کریں۔ جس کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اگر وہ زندہ ہے تو اس کے لئے دعائے عافیت وسلامت کریں ورنہ اس کا نام بھی شامل فاتحہ کریں۔

درود غوثیہ : اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَ الْکَرَمِ وَ اٰلِہٖ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

قضائے حاجات کے اعمال بیاض حامدی سے

: شہزادۂ حجۃ الاسلام، مفسر اعظم حضرت علامہ ابراہیم رضا خان بریلوی کے مرید وخلیفہ امین شریعت مفتی عبد الواجد قادری در بھنگوی، ہالینڈ نے ''نقوش و مجربات قادریہ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں حضور حجۃ الاسلام اور اکابر مارہرہ مقدسہ کے قلمی بیاضوں کا حوالہ دیتے ہوئے درج ذیل عملیات و تراکیب درج کی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

مقاصد برآری اور حاجتوں میں کامیابی کے لئے بزرگانِ دین اور عاملین کرام نے بہت سارے نقوش وتعویذات، دعائیں اور طریقے ارشاد فرمائے،

لیکن میں یہاں صرف ان دعاؤں اور طریقوں کو لکھتا ہوں، جو حضور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا ابن اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اکابرِ مارہرہ شریف کے قلمی بیاضوں سے نقل فرمایا اور جس کی تحریری اجازت حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ نے فقیر کاتب الحروف کو عطا فرمائی۔ پھر بارہا میں نے انہیں اپنے لئے اور اپنے بعض احباب کے لئے آزمایا تو تیر بہدف اور مجرب پایا۔ مولیٰ تعالیٰ عامۂ مسلمین کو بھی ان کے ذریعہ فائدہ تامہ عطا فرمائے۔ آمین۔

وسعتِ رزق: روزانہ وقت مقررہ اور جائے مخصوص پر اس آیت کریمہ کو ایک ہزار مرتبہ ایک ہی بیٹھک میں پڑھے اور پڑھنے کے درمیان کسی سے کوئی بات نہ کرے۔ ان تین شرطوں میں سے اتفاقاً اگر کوئی شرط چھوٹ جائے تو دنوں کا حساب ازسرِ نو کرے۔ یہ عمل اکتالیس دنوں تک کرنا ہے اور عمل کے درمیان سوائے حرام و ناجائز چیزوں کے اور کسی چیز کا پرہیز نہیں ہے۔ اول و آخر درود غوثیہ تین یا گیارہ بار ضرور پڑھے۔ آیت کریمہ یہ ہے: ''وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ، اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا'' دورانِ عمل جتنے جمعہ آئیں ہر جمعہ کو نماز جمعہ کے بعد خواہ تنہا خواہ باجماعت ختم النبی کا دور کرے اور اخیر میں ایصال ثواب کے بعد اپنی فراخیٔ رزق کے لئے خصوصیت سے دعا کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہی چلہ میں حسب دل

خواہ کامیابی حاصل ہوجائے گی۔ختم النبی یہ ہے۔بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ سو(۱۰۰) بار،کلمۂ تمجید سو(۱۰۰) بار،سورۂ الم نشرح مع بسم اللہ سو(۱۰۰) بار،سورۂ اخلاص مع بسم اللہ سو(۱۰۰) بار،اَلْمُسْتَغَاثُ اِلٰی حَضْرَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی، اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ایک ہزار مرتبہ،سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ سو(۱۰۰) بار۔پھر خرما(سوکھی کھجور پر) فاتحہ پڑھے اور روح پرفتوح حضور سید العالمین ﷺ کے حضور ایصال ثواب کرے پھر اپنے لئے دعاء کرے۔‘‘

یہ عمل صرف تین دنوں کا ہے ویسے سات دنوں تک کرلے تو رزق میں وسعت کے علاوہ تمام امور و حاجات بخیر وخوبی انجام کو پہنچیں گے۔ بدھ، جمعرات یا جمعہ کی صبح سے یہ عمل شروع کرے۔صبح صادق کے وقت غسل کرے اور خوشبو وغیرہ لگا کر مصلّٰی پر بیٹھ جائے پھر دوسو مرتبہ یہ پڑھے۔یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا فَرْدُ یَا وِتْرُ توکنی کار سخت سلیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اوراسی دن ظہر کی نماز کے بعد تین مرتبہ یہ پڑھے۔یَا حَلِیْمُ یَا عَزِیْزُ یَا کَرِیْمُ توکنی کار صعب سلیم بحق اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔پھر اسی دن نماز عشاء کے بعد دوسو مرتبہ یہ کلمات دعائیہ پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا دَائِمَ الْعِزِّ وَ الْبَقَا یَا وَاھِبَ الْجُوْدِ وَ الْعَطَا وَ یَا وَدُوْدُ ذُوْ الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد، اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَۃً مِّنَ السَّمَاءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِاَوَّلِنَا

وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَۃً مِّنکَ وَ ارزُقنَا وَ انتَ خَیرُ الرَّازِقِینَ یَا تَنکَفِیلُ وَ بِحَقِّ یَا صَمَدُ الغَفَّارُ وَ یَا ذَالمَنِّ عَلٰی جَمِیعِ خَلقِہٖ بِلُطفِہٖ یَا صَمَدُ‘‘

ہر دعاء کے اول وآخر درودِ غوثیہ تین تین بار یا گیارہ بار ہونا چاہیئے اور اس کو عروج ماہ میں شروع کرنا چاہیئے۔

کبھی تنگدست نہ ھو : حقیقتاً یہ عمل دستِ غیب کا ہے مگر اس کو عمل میں لانے کے لئے اس کی زکوۃ کی ادائیگی ضروری ہے۔ اگر بعونہ تعالیٰ اس کی زکوۃ ادا ہو جائے تو عامل کی جیب کبھی روپیوں پیسوں سے خالی نہیں رہے گی اور اگر اس نقش کو غلہ میں ڈالے تو وہ غلہ ختم نہیں ہوگا۔ تجوری میں رکھے تو تجوری خالی نہیں ہوگی۔ اس کی زکوۃ کا طریقہ یہ ہے کہ ماہ ثابت میں پہلی جمعرات کو سورج نکلنے کے بعد ایک سو اسی (۱۸۰) بار ”یَا مُفَتِّحُ افتَحُ بِالخَیرِ“ پڑھے اسی ساعت میں نقش کو چالیس عدد لکھے پھر تمام نقوش کو

C:\Users\USER\Desktop\5.jpg not found.

آٹے میں گولیا بنا کر دریا میں ڈال دے اور
ایسا ہی چالیس دنوں تک ہر صبح میں کرتا
رہے ان چالیس دنوں میں ترک حیوانات
جلالی کرے خدا کے فضل سے چالیس دن پورے ہونے کے بعد پھر کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔ اب اس کے عامل کو چاہیئے کہ مذکورہ کلمات کو روزانہ اپنے ورد میں رکھے اور ایک نقش روزانہ لکھتا رہے خواہ اس نقش کو جیب میں رکھے یا غلہ یا تجوری

میں رکھے یا کسی حاجتمند کو عطیہ کرتا رہے یا گولی بنا بنا کر دریا میں ڈالتا رہے۔

حاجت برآری: وسعت رزق اور دوسری اہم حاجتوں کو برلانے کے لئے صرف بدھ جمعرات یا جمعہ کا یہ خاص عمل ہے انشاء اللہ تعالیٰ تین ہی دنوں میں حسب منشا مراد برآئے گی۔ چاہئے کہ تینوں دن نماز فجر کے بعد تلاوت قرآن یا درود خوانی میں مصروف رہے اور جب سورج نکلے تو اول وآخر درود کے ساتھ تین سو ساٹھ (۳۶۰) بار **اَللّٰهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ وَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ** پڑھے، پھر نماز اشراق پڑھ کر ایک سو گیارہ (۱۱۱) بار **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بِذَاتِهٖ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بِقُدْرَتِهٖ** پڑھے، اس کے بعد مصلّٰی سے اٹھے، پھر نماز عشاء کے بعد وتر سے پہلے اول وآخر درود شریف اور درمیان میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) بار **يَا شَفِيْقُ يَا رَفِيْقُ نَجِّنِىْ مِنْ كُلِّ ضَيْقٍ بِحُرْمَةِ اَبِىْ بَكْرِ ن الصِّدِّيْقِ** پڑھ کر وتر کی نماز ادا کرے پھر دو رکعت قضائے حاجات کی نیت سے نفل ادا کرے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کسی سورۃ کے ملانے کے بعد محمد رسول اللہ پانچ سو بار پڑھ کر نماز پوری کر لے۔ اور سلام پھیرنے کے بعد اپنا داہنا رخسار مصلّٰی پر رکھ کر پانچ سو بار کہے ''رفتم در ہوا گرفتم روضۂ مصطفٰے نہ کنم دامنت رہا تا نہ کنی حاجت من روا''۔ پھر بایاں رخسار مصلّٰی پر رکھ کر پانچ سو بار وہی کہے تا کہ ہزار کا عدد پورا ہو جائے پھر حاجت برآری کے لئے جو چاہے دعا کرے۔ بفضلہٖ تعالیٰ محروم نہیں رہے گا بلکہ طلب سے بہت زیادہ پائے گا۔ یہ

مشائخ عظام کا معمول ہے اور اس میں جلالی و جمالی کوئی ترک نہیں۔صرف حرام امور سے پرہیز لازم ہے۔

قضائے جملہ حاجات: تمام مہمات اور حاجات میں من پسند کامیابی و کامرانی کے لئے اصحاب کہف کے اسماء کا ورد مجرب ہے، زود اثر ہے چاہئے کہ پانچوں نمازوں میں سے کسی ایک نماز کے بعد وقت مقرر کرلیا جائے اور ہمیشہ وقتِ مقرر پر اول و آخر درود شریف کے ساتھ اکتالیس بار اس کے پڑھنے کو اپنا وظیفہ بنالے ہر قسم کے آفات و بلیات باہمی رنجش وفتنہ وغیرہ سے محفوظ ہو جائے گا۔اسماء اصحاب کہف کا ورد یہ ہے۔**بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم اِنِّی اَسْئَلُکَ بِاسْلَامِ یَمْلِیْخَا وَ رَغْبَتِہٖ، وَ بِاِیْمَانِ مَکْسَلْمِیْنَا وَ غُرْبَتِہٖ وَ بِتَوْحِیْدِ کَشْفُوطَطْ وَ وَحْدَتِہٖ وَ بِعِنَایَۃِ کَشَافَتُ یُوْنَسْ وَ عَوْنِہٖ وَ بِمَعْرِفَۃِ اَذْرَفَتُ یُوْنَسْ وَ ذِکْرِہٖ وَ بِاِخْلَاصِ طَبْیُوْنَسَ وَ فِرَاسَتِہٖ وَ بِمُتَابِعَتِ یُوَانَسَ بُوْسَ وَ مُوَافِقَتِہٖ وَ بِاسْمِ کَلْبِھِمْ قِطْمِیْر وَ مَحَبَّتِہٖ اَنْ تَقْضِیْ حَاجَتِیْ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدَنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن** اور اگر ان اسماء مبارکہ کے نقش کو پاس میں رکھا جائے تو رکھنے والا بلاء ومصیبت سے محفوظ رہے گا۔اگر آتشزدگی کے موقع سے یہ نقش کسی کاغذ پر لکھ کر اس میں چند سنگریزے رکھ کر آگ میں ڈال دے تو آگ فوراً بجھنا شروع

C:\Users\USER\Desktop\3.jpg not found.

ہوجائے گی اوراگر کمر میں باندھ کر پیدل سفر کیا جائے تو تکان محسوس نہیں ہوگی۔

عورت کو دردِزہ کے وقت بائیں ران میں باندھ دیا جائے تو نہایت آسانی سے ولادت ہوجائے گی۔ جنگ کرنے والا اپنے ساتھ رکھے تو منصور ومظفر لوٹے گا۔ نیز اس کو پاس میں رکھنے والا چشم خلائق میں محترم رہے گا۔

جب حاجتیں پوری نہ ہوں تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ابھی اس کا ستارہ گردش میں ہے۔ ایسی صورت میں قادر حقیقی کی بارگاہ میں بیحد عاجزی وانکساری کے ساتھ دعاء مانگنی چاہئے اورطلوع وغروب آفتاب کے وقت کم ازکم اکیس دنوں تک یہ پڑھنا چاہئے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ يَا هَادِيُّ يَا قَدِيْمُ يَا جَلِيْلُ يَا مُتَكَبِّرُ يَا خَالِقُ مَنْ فِيْ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ بِكَ، اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ نَحُوْسَةِ

C:\Users\USER\Desktop\4.jpg not found.

الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ وَ الْمِرِّيْخِ وَ الْعَطَارُدِ وَ الْمُشْتَرِىْ وَ الزُّهْرَةِ وَ الزُّحَلِ وِ الذَّنْبِ وَ الرَّاسِ بِحَقِّ يَا اَحَدُ يَا صَمَدُ يَا مَنْ لَّمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ اوراگر کوئی ان پڑھ یا غیر مسلم ہو جو مذکورہ دعاء

کو نہ پڑھ سکے تو یہ نقش ساعت سعید میں لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دے بعونہ تعالیٰ ستاروں کی نحوست جاتی رہے گی۔

برائے ہر مہم : ہر قسم کی مشکلات و پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے اس دعاء کو اپنا ورد بنالے بعونہ تعالیٰ ہر پریشانی و مصیبت دور ہو جائے گی اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت دل میں اتر جائے گی۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِصِدْقِ اَبِیْ بَکْرٍ وَ خِلَافَتِہٖ وَ بِعَدْلِ عُمَرَ وَ صَلَابَتِہٖ وَ بِحَیَاءِ عُثْمَانَ وَ سَخَاوَتِہٖ وَ بِعِلْمِ عَلِیٍّ وَ غُرْبَتِہٖ وَ بِسَخَاوَتِ الْحَسَنِ وَ رُتْبَتِہٖ وَ شَھَادَۃِ الْحُسَیْنِ وَ غُرْبَتِہٖ اَنْ تَقْضِیَ الْحَاجَاتِ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتُ۔

فتوحات : اگر چاہے کہ فتوحات اور رزق میں وسعت رہے تو اس دعاء کو اپنا وظیفہ بنالے۔ یَا اَللّٰہُ یَا کَرِیْمُ بِاسْمِکَ اِبْتَدَیْتُ وَ بِکَرَمِکَ اِقْتَدَیْتُ وَ بِنُوْرِ قُدْسِکَ اِھْتَدَیْتُ وَ بِفَضْلِکَ اسْتَغِیْثُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ وَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّ ھَبْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۵ غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَ اِلَیْکَ الْمَصِیْرُ رَبِّ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ۵

برائے ہمہ حاجات : مشائخ برکاتیہ رضویہ نے حضور محبوب الٰہی نظام الملۃ والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ جو شخص ان اسماء

الٰہیہ کو وقت و دن کی پابندی کے ساتھ ایک ہفتہ تک پڑھتا رہے اس کی مشکل سے مشکل حاجت پوری ہو جائے گی، بالفرض اگر اس کی حاجت پوری نہ ہو تو میں اسے اجازت دیتا ہوں کہ وہ داورِ محشر کے سامنے میرا دامن گیر ہو جائے۔ چاہئے کہ ماہِ ثابت کے پہلے سنیچر سے اس عمل کو شروع کرے، طریقہ یہ ہے۔

سنیچر کو سورج نکلنے کے بعد دوسرے گھنٹہ میں یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْم تین سو (۳۰۰) بار

اتوار کو سورج نکلنے کے بعد چھٹے گھنٹہ میں یَا وَاحِدُ یَا اَحَدُ تین سو (۳۰۰) بار

پیر کو سورج نکلنے کے بعد تیسرے گھنٹہ میں یَا صَمَدُ یَا فَرْدُ تین سو (۳۰۰) بار

منگل کو سورج نکلنے کے بعد ساتویں گھنٹہ میں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ تین سو (۳۰۰) بار

بدھ کو سورج نکلنے کے بعد چوتھے گھنٹہ میں یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ تین سو (۳۰۰) بار

جمعرات کو سورج نکلنے کے بعد پہلے گھنٹہ میں یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامُ تین سو (۳۰۰) بار

جمعہ کو سورج نکلنے کے بعد پانچویں گھنٹہ میں یَا اَللّٰہُ یَا اَحَدُ تین سو (۳۰۰) بار

☆☆☆

ورد کے اول وآخر گیارہ گیارہ بار درود غوثیہ اور اخیر میں دعاء۔ واضح ہو کہ روزانہ ساعت مشتری میں پڑھنے کی ابتدا ہوگی۔

(نقوش ومجربات قادریہ، ص۶۰ر تا ۶۶، ناشر مکتبہ جام نور مٹیا محل، دہلی)

(**نوٹ**) راقم الحروف عابد حسین قادری کہتا ہے کہ یہ عمل مجموعۂ اعمال رضا حصہ اول کے صفحہ ۱۴۱ر پر بھی درج ہے، مگر مذکورہ اسمائے الٰہی کو تین سو کی بجائے سو مرتبہ پڑھنے کو لکھا ہے۔

غیر شادی شدہ لڑکا لڑکی کے لئے ایک عظیم نعمت

عظیم نعمت: یہ تعویذ ونقش غیب سے جوڑا ملنے کے لئے تجربہ شدہ ہے، جس لڑکے لڑکیوں کے لئے رشتۂ مناکحت نہیں آتا ہو چاہئے کہ اس تعویذ اور نقش کو ساعتِ مشتری یا زہرہ میں لکھ کر اسے لڑکے یا لڑکیوں کے گلے میں ڈال دیں۔ جو جگہ خالی ہے وہاں لڑکا یا لڑکی کا نام مع اس کی ماں کے نام کے لکھ دے۔ اگر لڑکا کے لئے لکھے تو **الیھا** کی جگہ **الیه** اور **حاملة حجابی** کی جگہ **حامل حجابی** لکھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا حَیُّ یَا حَیُّ یَا حَیُّ یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ اَسْئَلُکَ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ وَ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَ بِحَقِّ عِیْسٰی وَ مُوْسٰی وَ اِبْرَاهِیْمَ الْخَلِیْلِ تَجَلَّبُوْا اِلٰی مَحَبَّةِ................ بِنْتِ .... وَ تَجَلَّبُوْا وَ تَجَلَّبُوْا اِلَیْهَا (اِلَیْهِ) اَوْلَادَ اٰدَمَ لِخَطُوْبَةِ الزَّوَاجِ فِیْ الْحَلَالِ بِحَقِّ وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّةً مِنِّیْ وَ یَا مُجَلِّبَ الْقُلُوْبِ اَنْ تُجَلِّبَ اَوْلَادَ اٰدَمَ

اِلٰی حَامِلَۃِ (حَامِلِ) حِجَابِیْ ھٰذَا بِھَا
یَظْھَرُ الْحُبُّ فِیْ قُلُوْبٍ وَّ اَعْیُنِ
النَّاسِ بِحَقِّ اللّٰہِ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ
الْفَرْدِ الصَّمَدِ وَ بِحَقِّ مَنْ یَّقُوْلُ
لِشَیْءٍ کُنْ فَیَکُوْن وَ صَلَّے اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ
وَ صَحْبِہٖ وَ بَارَکَ وَ سَلَّمَ۔

برائے کشادن بخت فرزندان (آخری ترکیب) اگر رشتۂ مناکحت کے لئے مختلف ترکیبوں کے بعد بھی کامیابی حاصل نہ ہوتو خود لڑکا یا لڑکی یا اس کے والدین میں سے کسی کو چاہئے کہ وہ پہلے استخارہ کرے۔ استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد اچھی طرح غسل کرے اور دو دو کی نیت سے چار رکعتیں ادا کرے ان رکعتوں میں کسی خاص سورہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، جو یاد ہو وہی پڑھے۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد درود و سلام کی کثرت کرے پھر اگر ممکن ہوتو اسی جگہ ورنہ صاف ستھرے سونے والے بستر پر بیٹھ کر اور نیند کا غلبہ ہوتو سو کر اس دعاء کو بے تعداد پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَ لَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ فَاِنْ رَّأَیْتَ اَنَّ (عَائِشَۃَ بِنْتِ عَبْدِ اللّٰہِ) خَیْرًا لِّی فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَایَ وَ اٰخِرَتِیْ فَاقْدِرْھَا لِیْ وَ اِنْ کَانَ غَیْرُھَا خَیْرًا مِنْھَا لِیْ فِیْ

دِیۡنِیۡ وَ اٰخِرَتِیۡ فَاقۡدِرۡھَالِیۡ

نوٹ: یہ اس استخارہ کے لئے دعاء ہے جو لڑکا اپنے لئے کرتا ہے۔ اس دعاء میں عائشہ بنت عبداللہ مثال کے طور پر لکھا گیا ہے۔ یعنی یہاں اس لڑکی کا نام ماں کے ساتھ لیا جائے گا جس سے نسبت متوقع ہے۔

اگر لڑکی اپنے لئے استخارہ کرے تو اس لڑکے کا نام اس کی ماں کے نام کے ساتھ لے جہاں سے نسبت آئی ہے۔ صرف ضمیروں میں فرق کرے مثلاً **فاقدرھا** کی جگہ **فاقدرہ**۔ **غیرھا** کی جگہ **غیرہ** اور **خیرا منھا** کی جگہ **خیرا منہ** کہے۔

اگر والدین میں سے کوئی استخارہ کرے تو دعاء میں اس لڑکا یا لڑکی کا نام لے جس سے نسبت منظور ہو، اس کے بعد **خیرا لی** نہ کہے بلکہ **خیرا لابنی فلاں** کہے اس کے بعد کی تمام ضمیریں حسب حال مذکر یا مؤنث استعمال کرے۔

اس رات خواب کے اندر جو کچھ بھی دیکھے اس میں رنگ (کلر) کو اچھی طرح یاد رکھے۔ اگر سبز یا سفید کلر دیکھے تو رشتہ نہایت مبارک ہے اور اگر سرخ یا سیاہ رنگ دیکھے تو یہ رشتہ لڑکا یا لڑکی کے لئے ٹھیک نہیں ہے۔ اگر پہلی رات کامیابی نہ ہو تو دوسری اور تیسری رات بھی یہی استخارہ کرے۔ بالفرض اگر استخارہ کے ذریعہ کوئی رنگ نہ دکھائی دے تو جب بھی استخارہ کرنے والے کو مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ استخارہ کے بعد جو پیر (دوشنبہ) کی رات آئے اس میں بعد نماز عشاء

تازہ وضو کرے اور وضو کے بعد کسی سے بات نہ کرے۔ بلکہ جو درود پاک یاد ہو، اسے سو مرتبہ پڑھے۔ پھر سو مرتبہ کلمۂ تمجید پڑھ کر روزہ کی نیت کے ساتھ سو جائے دوسرے دن (دوشنبہ کو) روزہ رکھے افطاری کے بعد نماز مغرب ادا کرے پھر دو رکعت نفل پڑھے جس کی ہر ایک رکعت میں سورۂ الحمد کے بعد سورۂ قل ھو اللہ شریف پڑھے اور سلام کے بعد تکیہ پر ٹیک لگا کر قبلہ رخ بیٹھ جائے اور سات بار ان کلمات کو کہے ''اے بخت فرزندم بیدار شو واگر بیداری دستم بگیر'' انشاء اللہ تعالیٰ ایک بار ہی ایسا کرنے پر جوڑا میسر آ جائے گا۔ (بیاض حامدی)

بانجھ عورتوں کے لئے: بیاض حامدی میں عقیمہ عورتوں کے لئے بہت ساری تعویذیں اور ترکیبیں ہیں جن میں سے مخصوص پانچ قسم کی تعویذیں میں یہاں لکھتا ہوں تا کہ اہل حاجت اس سے فائدہ اٹھائیں۔ میں نے بہت سے حاجتمندوں پر اس کا تجربہ کیا جس سے ننانوے فیصد لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔

(۱) عقیمہ کے لئے تعویذ و ترکیب سے پہلے یہ جانچ لینا ضروری ہے کہ اس کی قسمت میں اولاد بھی ہے یا نہیں؟ اگر ترکیب سے یہ ثابت ہو جائے کہ بفضلہٖ تعالیٰ یہ صاحب اولاد ہو سکتی ہے تو اس کے لئے تعویذ و ترکیب ضرور کی جائے ورنہ سعی لا حاصل ہوگی۔ ہاں اس کی تبدیلیٔ قسمت کے لئے دعاء کی جا سکتی ہے ''الدعاء یرد القضاء''۔ خدائے پاک پتھر سے بھی پانی نکالنے پر قادر ہے۔ جانچ کی ترکیب

یہ ہے کہ جس عورت کو بچہ پیدا نہ ہوتا ہو وہ کسی جمعرات کو روزہ رکھے اور جمعرات کے دن اتنا دودھ گرم کرے جس کے پینے سے اس کی پوری سیرابی وشکم سیری ہو جائے اور دودھ بچنے نہ پائے۔ پھر اس گرم دودھ پر کسی صحیح خواں سے سات مرتبہ سورۂ مزمل شریف پڑھوا کر دم کرائے اور اس وقت سے اس دودھ کو زمین پر نہ رکھے بلکہ کسی الماری یا طاق میں یا لٹکا کر رکھے پھر جب افطاری کا وقت آئے تو اسی دودھ سے افطاری کرے اور ساتھ ہی ساتھ سب کو پی بھی جائے پھر رات بھر کچھ نہ کھائے نہ پیئے اگر یہ دودھ صبح تک ہضم نہ ہو تو اسے راضی برضائے الٰہی رہنا چاہئے۔ اور اگر دودھ ہضم ہو جائے تو نو عدد لونگ اور نو عدد سوکھی کھجور (خرما) حاصل کرے ہر ایک لونگ پر سات سات مرتبہ اس آیت کو پڑھ کر دم کرے اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَا اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰاهَا وَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُوْرٍ اور ہر ایک خرما پر نو نو بار سورۂ مزمل شریف صحت کے ساتھ پڑھ کر دم کرے جب عورت حیض سے پاک ہو تو پہلی جمعرات کی رات کو سوتے وقت ایک لونگ کو خوب اچھی طرح چبا کر کھا جائے اس کے بعد نہ کچھ کھائے نہ پانی پیئے، شوہر سے ہمبستر ہو اور صبح سویرے نہا دھو کر فجر کی نماز ادا کرے، پھر جمعہ کی رات کو سوتے وقت ایک خرما کھائے اور ایک لونگ چبائے اور حسبِ سابق رات گزارے اسی طرح دوسرے تیسرے ہفتہ میں بھی کرے۔ اگر آئندہ مہینہ میں حیض بند ہو گیا فبہا

ورنہ پھر ترکیب بالا پر عمل کرے۔ یہ دم کیا ہوا لونگ اور خرما تین ماہ کے لئے کافی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ترکیب کے اندر اندر حمل قرار پائے گا۔

(۲) کسی ماہ قمری کے پہلے جمعہ یا جمعرات کو بوقت طلوع آفتاب یا دوشنبہ کو آفتاب طلوع ہونے کے دو گھنٹے کے بعد کسی میٹھی چیز پر اس آیت کریمہ کو گیارہ بار پڑھ کر دم کرلے ''اِذْ قَالَتِ امْرَأَۃُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّی نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّی اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ'' دم کردہ شیرنی کو محفوظ رکھے اور جب عورت حیض سے پاک ہو تو ان اسماء کو ساعت سعید میں لکھ کر عورت کے گلے میں لٹکائے یَا عَلِیُ یَا عَلِیُ یَا عَلِیُ یَا عَلِیُ یَا عَلِیُ یَا عَلِیُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اِلٰھِیْ یَا اِلٰہَ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ اِھْیًا اَشْرَاھِیًا اِھْیًا اَشْرَاھِیًا اِھْیًا اَشْرَاھِیًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بَلْ اِھْیًا اَشْرَاھِیًا۔

Users\user\Desktop\Taweez\2.j
not found.

اور یہ نقش بھی ساعت سعید ہی میں لکھے اور چالیس دنوں تک ایک ایک پلاتا رہے۔ اگر درمیان میں حیض آجائے تو پلانا موقوف کردے اور طہر کے بعد پلانا شروع کردے۔

پہلے طہر کے بعد جس دن گلے میں تعویذ ڈالا جائے گا اور پینے والی تعویذ کی ابتداء ہوگی اسی رات کو دم کردہ شیرنی دونوں میاں بیوی مل کر کھائے اور

ہمبستر ہو۔شیرینی کے بعدکوئی دوسری چیزکھانے پینے کی استعمال نہ کی جائے۔یہ عمل تین راتوں کومسلسل کرے پھرچھوڑ دے اگرحیض بند ہوگیا تو ٹھیک ہے ورنہ دوسرے طہرمیں بھی یہ عمل کرے۔خدانے چاہاتو تندرست اولا دعطا ہوگی۔

(۳)ایک رتی مشک اورایک رتی زعفران کوعرق گلاب میں خوب اچھی طرح حل کرلے اورساعت سعید میں نقش ۱ چھ عدد لکھے اورنقش ۲ و ۳ ایک ایک عدد لکھ کررکھ چھوڑے اورجب عورت پاکی کاغسل کرے تونقش ۱ اور ۲ کو سورۂ مزمل شریف پڑھتے ہوئے بندکرے اورتعویذ بنا کرعورت کے گلے میں ڈال دے اورنقش ۳ کوآیۃ الکرسی پڑھ کرتعویذ بنا دے اوراسے کمر میں باندھ دے اورنقش ۱ کے بقیہ پانچ نقوش میں سے روزانہ ایک ایک نقش سوتے وقت عقیمہ کو پلائے اورہمبستر ہو۔اگرمہینہ گزرنے کے بعدحائضہ ہوجائے تو دوسرے تیسرے طہرمیں بھی یہی ترکیب کرے۔حیض کے دنوں میں گلے اورکمر کے نقوش اتاردئے جائیں اوردوسرے تیسرے طہر کے لئے پینے کی تعویذیں ازسرِنو لکھے جائیں،انشاءاللہ تعالیٰ اولا دنرینہ سلیم الطبع صاحب عمر پیدا ہوگی۔

نوٹ:۔تعویذ ۲ اور ۳ کے حروف م،ص،و،ع،ف،ق لکھنے میں جوف دارر ہیں گے یعنی اس کی آنکھیں کھلی رہیں گی۔

(۴)نقش ۱مشک وزعفران سے لکھ کرزنِ عقیمہ کے داہنے بازو پر باندھے اورنقش ۲ گلے میں اس طرح حمائل کرے کہ ناف کے نیچے رہےاورنقش ۲ ہی کا تین عددسوتے وقت دھوکر تین دنوں تک پیئے۔اورشوہر کے ساتھ ہمبستر بھی ہو پھرتعویذ ۳ اسّی عددلکھ کرایک ایک روزانہ پلانا شروع کرے اگرحمل قرار نہ پائے اورحیض شروع ہو جائے تو گلے اور بازو کےتعویذیں کھول لئے جائیں اور تعویذیں پلانا بھی موقوف کر دیا جائے۔جب پا کی کاغسل کرےتو پھرتعویذیں باندھ دئے جائیں اور بقیہ تعویذوں کا پلانا جاری کر دیا جائے دوسری بار پھراگر حیض آجائےتو طہر کے بعدحسب سابق پھرترکیب جاری رکھی جائے۔تیسرے طہرتک حمل ضرورقرار پائے گا۔

نقش ۱ایک ہی لکھا جائے گا یہ تمام تعویذیں بھی ساعت سعید ہی میں لکھے جائیں گے۔اگرابتداے ماہ ہوتو بہتر ہے۔

:\Users\user\Desktop\Taweez\5.jp not found. :\Users\user\Desktop\Taweez\4.jp not found.

File D:\Meraj\M. Book Final\Graph

(۵) استقرار حمل کے لئے ترکیب بھی نہایت مفید اور زود اثر ہے۔ چاہئے کہ نقش ۱ ایک سو ایک عدد لکھے اور گیہوں کے آٹے میں گولی بنا کر دریا میں ڈال دے اور نقش ۲ کو چودہ عدد لکھے جب عورت پاکی کا غسل کرے تو بیوی اور شوہر لگاتار سات دنوں تک روزہ رکھے اور افطاری کے بعد دونوں ایک ایک تعویذ کو کھا جائیں اور ساتوں رات ہمبستر بھی ہوں خدا نے چاہا تو ایک ہی ہفتہ میں کامیابی حاصل ہوگی۔

:\Users\user\Desktop\Taweez\8.jp not found.

:\Users\user\Desktop\Taweez\7.jp not found.

استقرار حمل کے لئے ایک آسان اور مجرب تعویذ

راقم الحروف کہتا ہے کہ جس عورت کو بچہ نہ ہوتا ہو اس کے لئے ایک آسان صورت یہ ہے کہ درج ذیل تعویذ کو کمر میں اس طرح باندھ کر رکھے کہ تعویذ ناف کے نیچے رہے۔ بعض معوذین کا کہنا ہے کہ یہ نقش بارہا کا آزمودہ ہے، آپ بھی آزماکر دیکھئے

not found.

☆☆☆

سترہواں نور

حجۃ الاسلام بحیثیتِ شاعرِ اسلام

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی قدس سرہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں اور ساری خوبیوں سے نوازا تھا، متنوع اور ہمہ گیر شخصیت کا مالک بنایا تھا، وہیں اپنی اور اپنے نبی ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حمد وثنا اور خراجِ عقیدت پیش کرنے والا، نعت گو شاعر بھی بنایا تھا۔ کیونکہ اپنے اندر اللہ ورسول عز وجل ﷺ کی محبت اور عشق کا سوزِ دروں لانے کے لیے حمد الٰہی اور نعتِ رسول بہترین وسیلہ وذریعہ ہیں۔ اسی دروازے سے بہت سے عشاق مقربِ بارگاہ اور معرفت کے آفتاب ہو گئے۔ جن میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبد اللہ بن رواحہ، مولانا کافی مرادآبادی، امام احمد رضا بریلوی، استاذِ زمن، مفتی اعظم وغیرہم علیہم الرحمۃ والرضوان اور تاج الشریعہ علامہ شاہ اختر رضا ازہری میاں سرفہرست ہیں۔ امام احمد رضا اور ان کے خانوادے پر اللہ واسع المغفرۃ والرحمۃ کی خاص رحمت اور رسول اکرم ﷺ کا خاص فیضان ہے کہ جہاں اور اعتبار سے بہتیرے خانوادے پر اس خانوادہ کو فوقیت ملی ہے وہیں صنفِ نعت کا ذوق سلیم بھی خوب خوب ملا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو تو ملک سخن کی شاہی مسلم وسپرد تھی، جس پر کئی حصوں پر مشتمل حدائق بخشش شاہدِ عدل ہے، مگر ان کے بھائی استاذِ زمن مولانا حسن رضا

خان بریلوی، خلف اکبر حضور حجۃ الاسلام، خلف اصغر مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان اور ان کے نبیرہ مولانا ریحان رضا اور علامہ اختر رضا خان ازہری اور ان سب کی کتابیں ذوقِ نعت، مجموعۂ کلام حامدؔ، سامانِ بخشش، مجموعۂ کلامِ ریحان اور سفینۂ بخشش کو بھی دیکھئے، معلوم ہوتا ہے کہ اس خانوادے کے شہزادگان فضل الٰہی سے ایسے مؤید ہیں کہ فطری طور پر شاعر و ادیب معلوم ہوتے ہیں۔ امام احمد رضا کے خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام اور ان کے کلام کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ قادر الکلام ہیں۔

ایں سلسلہ از طلائے ناب است ایں خانہ تمام آفتاب است

اسی طرح عربی، فارسی اور اردو نثر نگاری اور خدماتِ زبانِ اردو میں بھی اس خانوادے کا جواب نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، حضرت حجۃ الاسلام اور سرکار مفتی اعظم کی نثر نگاری تو سب کو معلوم ہی ہے اور سب کے نزدیک مسلم۔ اس خاندان کے ایک اور ادیب حضرت علامہ مفتی سبطین رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان دیکھئے۔ راقم کی تالیف ''مقام غوث اعظم اور امام احمد رضا'' پر جو حضرت نے تقریظ لکھی ہے، اسے پڑھئے تو پڑھتے ہی چلے جایئے، اس میں دلپذیر الفاظ کا انتخاب، انوکھی ترتیب اور دل نشیں انداز اختیار کیا ہے۔

ہاں حضرت حجۃ الاسلام عربی و اردو ادب کے بہترین شاعر و ادیب تھے۔ البتہ اپنی شاعری کا رخ کبھی دنیوی مفاد کی طرف نہ ہونے دیا بلکہ طلبِ رضائے

مولیٰ میں اپنی ساری فکری توانائی صرف کی، اسی لیے آپ کو اور آپ کے خانوادے کے کسی فرد کو محض شاعر نہیں کہا جاتا بلکہ حامد اور نعت گو شاعر کہا جاتا ہے۔آپ کی ایک حمد اور تین نعتیں پیش کی جاتی ہیں، جن سے آپ کی شاعرانہ عظمت، محبتِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ کا اندازہ لگانا آسان ہو جاتا ہے۔ پڑھیے اور اپنے ایمان و عقیدے کو تازگی بخشیے۔

اللہ ، اللہ، اللہ ، اللہ

دل مرا گدگداتی رہی آرزو　　آنکھیں پھر پھر کے کرتی رہیں جستجو
عرش تا فرش میں ڈھونڈھ آیا تجھ کو تو　　نکلا اقرب از حبلِ و رید گلو

اللہ ، اللہ، اللہ ، اللہ

طورِ سینا پہ تو جلوآرا ہوا　　صاف موسیٰ سے فرما دیا لن ترا
اور ''انی انا اللہ'' شجر بول اٹھا　　تیرے جلووں کی نیرنگیاں چار سو

اللہ ، اللہ، اللہ ، اللہ

کون تھا جس نے ''سبحانی'' فرما دیا　　اور ''ما اعظم شانی'' کس نے کہا
بایزید بسطام میں کون تھا　　کب ''انا الحق'' تھی منصور کی گفتگو

اللہ ، اللہ، اللہ ، اللہ

میں نے مانا کہ حامد گنہ گار ہے　　معصیت کیش اور خطا کار ہے
میرے مولیٰ! مگر تو غفار ہے　　کہتی رحمت ہے مجرم سے ''لاتقنطوا''

اللہ ، اللہ، اللہ ، اللہ

آپ کی قادرالکلامی کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ ''الدولۃ المکیہ'' کے عربی اشعار کا ترجمہ اردو زبان میں کیا تو اشعار کا ترجمہ بھی اشعار ہی کی صورت میں کیا ہے۔

آپ نے ایک جید سنی عالم دین مولانا عبد الکریم درسؔ علیہ الرحمہ کے وصال پر کئی اشعار کہے ہیں، جس کا مطلع ہے:

درسؔ عبد الکریم عبد کریم　　　　کرد جانِ خودش بحق تسلیم

کمال شاعری یہ ہے کہ شاعر کے کلام میں ندرتِ فکر، بلندیِ پرواز اور سوز و گداز ہو، اس جہت سے دیکھئے تو آپ کے کلام۔ع ''دلہن شفاعت بنے گی، دولہا نبی علیہ السلام ہوگا''۔ میں جدت اور سوز و گداز ہے۔ یہاں دولہا اور دلہن کے معنی ہیں، معزز، قابل احترام اور لائق تعظیم۔ اسی طرح۔ع خدا کی مرضی ہے ان کی مرضی۔ ہے ان کی مرضی خدا کی مرضی۔ میں شانِ رسالت اور عند اللہ وجاہتِ رسول ﷺ کا اظہار اور مسلکِ اہلِ سنت کا اثبات ہے، بلکہ وہابیت و دیوبندیت کا رد و ابطال ہے۔

احسن المخلوقات، اجمل الناس رسولِ اکرم ﷺ کے جمالِ جہاں آرا کی تابشوں کے حوالے سے بھی ایک شعر دیکھئے، حجۃ الاسلام عرض کرتے ہیں:

تلووں سے ان کے چار چاند لگ گئے مہر و ماہ کو
ہیں یہ انہیں کی تابشیں، ہیں یہ انہیں کے نام دو

فکر ونظر کی دل آویزی اور عشق ومحبت کی نغمگی سے پورا کلام مملو ہے۔اس نعت پاک میں سرکار ﷺ کے گیسوئے مبارک کو بڑے نادر انداز میں پیش کیا ہے۔محبوبِ کائنات کے چاند سے رخِ زیبا پر دو گیسوئے مبارک کی معنویت اور خوبی کو کچھ اس طرح اجاگر کیا ہے کہ آپ کا چہرۂ مبارک دن اور صبح کے اجالے کی طرح ہے اور اس روشن صبح کے وقت مشک کی طرح خوشبو دینے والے کالے کالے دونوں گیسوئے مبارک شام کے وقت کا پتہ دیتے ہیں گویا روشن صبح اور کالی کالی گھٹا، یہاں دونوں کا سنگم ہے،اس طرح یہاں علم بدیع کی صنعتِ تضاد ہے۔ لکھتے ہیں:

چاند سے ان کے چہرے پر گیسوئے مشک فام دو
دن ہے کھلا ہوا، مگر وقتِ سَحَر ہے شام دو
ان کے جبینِ نور پر زلفِ سیہ بکھر گئی
جمع ہیں ایک وقت میں ضدیں صبح و شام دو

اعلیٰ حضرت کو اپنے رسول ﷺ سے جو عشق ومحبت تھی وہ سب پر آشکار ہے، وہ اس حوالے سے بلاشبہ صادق ومصدوق تھے۔ان کی ہر ادا سنتِ رسول کی ادائیگی اور عشقِ رسالت پناہی سے عبارت تھی۔ان کا سونا جاگنا،اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا سب رضائے محبوب کے لیے تھا۔ وہ ان کی ادا میں گم تھے، فنا فی الرسول تھے۔اس لیے وہ سوتے تو قبلہ رخ ہوکر سوتے اور سکڑ کر سوتے ،وہ ایسا سوتے کہ

پورے وجود سے لفظ ''محمد'' ادا ہو جائے۔ وہ داہنے کروٹ سوتے ایک ہاتھ کو داہنے کان کے نیچے اور دوسرے کو بائیں کے اوپر رکھتے اور دونوں پاؤں کو سمیٹ لیتے۔ اس طرح سر سے ''محمد'' کی 'میم' ادا ہو جاتی، ہاتھ سے 'ح' اور بقیہ اعضا سے دوسری 'میم' اور 'دال' ادا ہوتی ہے۔

اسی طرح ہر مسلمان کو سونا چاہیے اور اپنے جسم کو یہی نظام دینا چاہیے تاکہ عشقِ رسول پیدا ہو اور ایک عاشق سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے اپنے پیارے محبوب ﷺ کے تصور میں رہے۔ اسی عاشق باپ کے بیٹے تھے حضرت حجۃ الاسلام، پھر وہ بھی کیوں نہ اپنے محبوب کے جلووں میں گم رہتے۔ چنانچہ وہ بھی خود کو اور اپنے تمام برادرانِ دینی کو یہی نظام بپا کرنے کا پیغام دے رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

ہاتھ کو کان پر رکھو، پا با ادب سمیٹ لو
دال ہو ایک، حٓ ہو ایک، آخرِ حرف لام دو
نامِ حبیب کی ادا جاگتے سوتے ہو ادا
نامِ محمدی بنے، جسم کو یہ نظام دو

بلکہ نظامِ جسم کی عکاسی کرتے ہوئے حضرت حجۃ الاسلام اپنے اشعار میں تشریح کرتے ہیں کہ انسان کے ہاتھ میں خلّاقِ کائنات کے اسم اعظم لفظ ''اللہ'' کا ظہور ہے۔ وہ اس طرح کہ ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہیں، وسطِ مسبّحہ یعنی شہادت

کی انگلی کے بیچ والے حصہ پر انگوٹھے کے سرا کو رکھا جائے، اس کے بعد دیکھا جائے، سب سے چھوٹی انگلی سے حرف ''الف'' اس کے بعد والی اور بیچ کی انگلیوں سے لفظ ''اللہ'' کا حرف مشدد لام اور شہادت کی انگلی پر انگوٹھے کے سرا کو رکھ کر کچھ گول بنا دینے سے حرف ''ہا'' بن جاتا ہے۔ اس طرح انسان کے ہاتھ میں لفظ ''اللہ'' کا جلوۂ ظہور ہے اور انسان کی ذات وجسم میں لفظ ''محمد'' کا جلوۂ ظہور ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں:

وسطِ مسبّحہ پہ سر رکھیے انگوٹھے کا اگر
نامِ اِلٰہ ہے لکھا، ہ اور الف ہے، لام دو
نامِ خدا ہے ہاتھ میں، نام نبی ہے ذات میں
مہرِ غلامی ہے پڑی، لکھے ہوئے ہیں نام دو

شجرۂ رضویہ میں مناسب ترمیم واضافہ

گدائے قادری کہتا ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کئی زبان اور بیان میں اپنے سلسلۂ قادریہ برکاتیہ کے شجرۂ شریفہ کو بیان کیا ہے۔ ایک شجرۂ مسدسہ فارسی کہلاتا ہے، صلاتیہ عربی، ایک مشعر شجرۂ درودیہ عربی اور ایک اردو زبان میں منظوم شجرہ جو سلسلۂ برکاتیہ نوریہ رضویہ کے ہر پیر ومرید کی زبانوں پر ہے۔ بلکہ ان کے علاوہ بہت سی خانقاہوں میں بھی مقبول ومروج ہے۔ اس لیے اس کا نام شجرۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ مقبولہ ہوتو بجا ہے، جو عنداللہ،

عندالرسول،عندالمشائخ مقبول وعندالناس مروّج ومعمول ہے۔چار شجرہ طیبہ مرتب کرنے سے مشائخ کرام سے رضا کے عشق ومحبت کا پتہ ملتا ہے۔اس شجرۂ شریفہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں رسول اکرم ﷺ ، مشائخ کرام اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ والرضوان کو وسیلہ وواسطہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے رحم وکرم، علم وعمل،عفو وعافیت، رزق وبرکت،غرضیکہ دنیا وآخرت کی ہر نعمت کی دعا مانگی گئی ہے اور پیران سلسلہ کو ان کے شایانِ شان القاب کے ساتھ یاد بھی کیا گیا ہے،اس خیال سے کہ راحت وآرام کے اوقات میں انہیں یاد کیا جائے تو رنج وغم اور پریشانی کے اوقات میں وہ ہمیں بھی یاد کریں گے۔رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں گے۔ بہترین وسیلہ و قاسمِ نعمتِ الٰہی کی حیثیت سے ہماری فریادرسی فرمائیں گے اور بفضلہٖ تعالیٰ نعمتِ الٰہی سے بہرہ ور بھی فرمائیں گے۔ اس کے علاوہ ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اندر مشائخ کرام کے ناموں اور القاب کی مناسبت سے ایسے ایسے پرمغز، جامع اور چیدہ الفاظ کی لڑیوں میں اشعار کو پرویا ہے کہ سب شجرۂ منظوم ہونے کے ساتھ شانِ شاعری اورفن بدیع کا شاہکار ہوگئے۔اس کا مطلع ''یاالٰہی'' سے شروع ہے یعنی:

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
یا رسول اللہ کرم کیجیے خدا کے واسطے

اس شجرۂ طیبہ میں اعلیٰ حضرت نے مقطع میں یوں کہا تھا۔

صدقہ ان اعیاں کا دے چھ عین، عز، علم و عمل

عفو و عرفان، عافیت احمد رضا کے واسطے

یہ ذو معنیین دعاء واستغاثہ ہے۔ایک معنی یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے مولیٰ! اپنے بندے احمد رضا کو ان عظیم شخصیتوں کے صدقے چھ عین عطا فرما، عزت، زیورِ علم، توفیقِ عملِ صالح، عفوو عافیت اور اپنی ذات وصفات کا عرفان ومعرفت عطا فرما۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ مریدین ومتوسلینِ اعلیٰ حضرت یوں عرض کرتے تھے کہ اے مولیٰ! ان مذکورہ عظیم شخصیتوں کے صدقے اور میرے پیرومرشد امام احمد رضا کے طفیل ہم لوگوں کو چھ عظیم چیزیں، عزت، زیورِ علم، توفیقِ عملِ صالح، عفوو عافیت اور اپنی ذات وصفات کی معرفت عطا فرما۔

اس سے واضح ہوا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے پہلا معنی مراد لے کر مذکور شعر فرمایا جو اپنے حق میں دعا تھی اور اس کے بعض الفاظ مثلاً عمل کا تعلق ظاہر حیات سے تھا۔اگرچہ مریدین ومتوسلین دوسرا معنی مراد لیتے تھے۔اسی لیے جب ۲۵ رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا وصال ہوا اور حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خان اعلیٰ حضرت کے جانشیں ہوئے تو ایک شعر انہوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے نام نامی کا اضافہ کر دیا اور یوں کہا:

کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے
میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے

اس شعر کا مطلب یہ ہوا کہ یا الٰہی! میرے آقا حضرت احمد رضا کے واسطے مجھے مولانا احمد رضا عطا فرما یعنی ان کی اتباع و پیروی میں رکھ جو احمد رضا، نبی پاک احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہیں۔

اور مقطع میں ''احمد رضا'' کی جگہ ''اس بے نوا'' کر دیا اور اس کو اس طرح پڑھنے لگے۔ع ۔عفو و عرفاں و عافیت اس بے نوا کے واسطے

حجۃ الاسلام کے اس شعر اور ترمیم کی مقبولیت دیکھئے اور حضور مفتی اعظم ہند کی اپنے برادر اکبر حجۃ الاسلام سے محبت و الفت ملاحظہ کیجئے کہ باوجودیکہ آپ خود فنکار شاعر تھے، اپنا کوئی شعر اس مقام پر نہ لایا بلکہ حضور حجۃ الاسلام ہی کے مذکورہ شعر اور ترمیم کو خوب پسند فرمایا اور اپنے شجرۂ شریفہ میں جاری کیا۔ اسی طرح حضور مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا قدس سرہ نے بھی اسے باقی رکھا اور آج بھی آپ کے شہزادوں، خلفا اور مریدین میں مروّج و معمول بہا ہے۔

آپ کی اردو شاعری پر تبصرہ ڈاکٹر عبد النعیم کے قلم سے

حجۃ الاسلام نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں اشعار کہے تھے، لیکن افسوس آپ کا شعری مجموعہ محفوظ نہیں رہا۔ یہ مجموعہ کیسے غائب ہوا اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔

عربی زبان وادب میں اپنی مہارت تامہ کے لئے آپ تو مشہور تھے ہی، فارسی اور اردو شعروادب پر بھی آپ حاوی تھے۔عربی اور فارسی میں آپ کے جو چند تاریخی قطعات دستیاب ہیں، انہیں سے ان زبانوں میں آپ کی شعری قدرت کا پتہ چلتا ہے۔

ڈاکٹر لطیف حسین ادیبؔ بریلوی اپنی تالیف ''تذکرۂ نعت گویان بریلی ۱۹۸۶ء'' میں حضرت حجۃ الاسلام کی بابت تحریر کرتے ہیں:

''سخن فہم وسخن سنج تھے۔آپ کا مشہور زمانہ مخمس نغمۂ توحید........

دل مرا گداگداتی رہی آرزو۔آنکھیں پھر پھر کے کرتی رہیں جستجو

اللہ اللہ اللہ اللہ

آپ کے شاعرانہ کمال کا ثبوت ہے''۔(ص ۵۱)

ادیبؔ صاحب خود بھی لکھتے ہیں کہ ہم سب ہی ان کے دیوانِ نعت کی طباعت سے ناواقف ہیں۔نعت کا انتخاب قبالۂ جنت ص ۴ سے کیا گیا''۔

ادیبؔ صاحب نے آپ کی مشہور زمانہ نعت۔''گناہگاروں کا روز محشر شفیع خیر الانام ہوگا'' کے سات اشعار بھی نقل کئے ہیں۔

تعظیم علی نقوی شایاںؔ بریلوی نے بھی حضور حجۃ الاسلام کی نعتیہ شاعری کا مختصر تذکرہ لکھا ہے۔(تاریخ شعرائے روہیل کھنڈ)

کاش حضرت حجۃ الاسلام کا اردو نعتیہ مجموعہ ہی دستیاب ہوتا تو ان ناقدین

کے علاوہ دیگر صاحبان ادب بھی آپ کی شاعری پر نقد ونظر کا فریضہ انجام دینے میں فخر محسوس کرتے اور یہ اردو نعت گوئی کی تاریخ میں ایک اہم اور قابل قدر اضافہ ہوتا۔

حضرت مولانا ابرار حسن صدیقی تلہری حضور حجۃ الاسلام کی شاعری کی بابت رقم طراز ہیں:

''علامہ کی شاعری یقیناً ایک فطری شاعری ہے اور نہ صرف اردو میں بلکہ عربی، فارسی وغیرہ دیگر زبانوں میں بھی جملہ اصنافِ شعروسخن پر آپ کو پوری پوری قدرت حاصل ہے۔

علامہ کو اپنے کلام میں اصولِ تغزل کا کافی لحاظ رہتا ہے۔ علامہ کا کلام شیفتگی، فریفتگی، بے خودی، مدہوشی، شوق، درد والم اور سوز وگداز کا مرقع ہوتا ہے۔ آپ کے کلام میں انہیں جذبات واحساسات وواردات کا اظہار ہوتا ہے، جن کا وقوع کثرت سے ہوا کرتا ہے۔ بندش چست، الفاظ شیریں، نرم اور خوشگوار ہوتے ہیں۔ طرز ادا بھی نہایت طرب انگیز اور مستانہ ہوتا ہے۔

(ماہنامہ یادگار رضا، بریلی شریف ص ۱۳-۱۴ /رمضان ۱۳۴۸ھ)

راقم نے بھی حضرت حجۃ الاسلام کی نعت نگاری پر بہت پہلے دو مقالات لکھے تھے۔ ایک کی نقل تو محفوظ نہیں رہی، البتہ دوسرا مقالہ جو ماہنامہ ''احوال وآثار'' لاہور۔ اگست، ستمبر ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا تھا، اس کی نقل ضرور محفوظ ہے۔ اب راقم

اسی کی روشنی میں مزید اضافہ اور کچھ ترمیم کے ساتھ حضرت علیہ الرحمہ کی تقدیسی شاعری پر نقد ونظر کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

فی الوقت حضرت علیہ الرحمہ کے مندرجہ ذیل اردو کلام دستیاب ہیں:

(۱) حمدیہ نظم......دوعدد.......حمد باری، نغمۂ توحید

(۲) نعت پاک........۷؍عدد

(۳) منقبت سیدنا آل رسول احمدی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۳؍عدد

(۴) منقبت حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ایک عدد

حضرت حجۃ الاسلام اس ''عظیم المرتبت'' نعت نگار اور عاشق مصطفیٰ کے خلف ونائب ومظہر ہیں کہ جو شاہِ ملکِ سخن اور امامِ نعت گویاں ہیں اور اردو نعت گوئی کی تاریخ میں ان جیسا مدحت گرِ رسول کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔

بقول ڈاکٹر ریاض مجید ''مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی کے سبب نعت کا ایک دبستاں قائم ہو گیا ہے''۔(ملخصاً اردو میں نعتیہ شاعری)

لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی طرح حضرت حجۃ الاسلام نے بھی نعت کے توسط سے رسول کونین ﷺ کی عقیدت و محبت اور ادب واحترام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ عقیدہ کا تحفظ بھی کیا ہے تو بجا و حق ہے۔

آپ نے جو حمدیہ کلام پیش فرمایا ہے اس میں ایک کا عنوان ہے

(۱)''حمد باری'' اور دوسرے کا عنوان ہے (۲) نغمۂ توحید۔

حمد باری:۔ابتداء اس طرح ہوتی ہے:

کون میں کون ہے تو ہی تو، تو ہی تو ہے یَا مَنْ ھُوْ

تو ہی ہے ہر سو، یَا مَنْ لَیْسَ اِلَّا ھُوْ

لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوْ یَا مَنْ لَیْسَ اِلَّا ھُوْ

یہ حمد گیارہ بندوں پر مشتمل ہے۔اس میں اللہ جل مجدہ کی وحدانیت، اس کے واجب الوجود اور وحدۃ الوجود ہونے نیز ہر سو اسی کی قدرت کے جلووں کا بیان ہے۔اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے، اول ہے، آخر ہے، باطن ہے، ظاہر ہے وغیرہ وغیرہ کا بہت حسین شاعرانہ بیان ہے۔

(۲) نغمۂ توحید:

یہ حمد یہ کلام خاصے کی چیز ہے اور مخمس میں ہے۔چونکہ مخمس کی دونوں شکلیں ہوسکتی ہیں یعنی پانچواں مصرع ہر بند میں مختلف بھی ہوسکتا ہے اور ہر بند میں ایک ہی مصرع لوٹ لوٹ کر بھی آسکتا ہے جیسے یہاں پانچواں مصرع ''اللہ اللہ اللہ اللہ'' ہر بند میں آیا ہے۔

یہ نغمۂ توحید'' گیارہ بندوں پر مشتمل ہے۔ابتداء اس طرح ہوتی ہے۔

دل میرا گدگداتی رہی آرزو — آنکھ پھر پھر کے کرتی رہی جستجو

عرش تا فرش ڈھونڈ آیا میں تجھ کو تو — نکلا اقرب زحبلِ ورید گلو

اللہ اللہ اللہ اللہ

یہ نغمہ۔ جمالیات اور منظر نگاری کا عمدہ نمونہ ہے۔ یہ بند دیکھئے:

طائرانِ چمن کی چہک وحدہٗ　　نغمہ بلبل کا ہے لا شریک لہٗ
قمریوں کا ترانہ ہے لا غیرہٗ　　زمزمہ طوطی کا ہوہ ہوہ

اللہ اللہ اللہ اللہ

بلبلوں کو چمن میں رہی جستجو　　پپیہا کہتا پھرا پی کہاں سو بسو
پر نہ چمکا کہیں غنچۂ آرزو　　ہاں ملا تو میرے دل ہی میں تو

اللہ اللہ اللہ اللہ

یہ بند دیکھئے، تصوف کے نظریہ کا کیسا حسین غماز ہے؟

مجھ کو در در پھراتی رہی جستجو　　ٹوٹے پائے طلب، تھک رہی آرزو
ڈھونڈتا میں پھرا کوبکو　　تھا رگِ جاں سے نزدیک تر دل میں تو

اللہ اللہ اللہ اللہ

حضرت حجۃ الاسلام نے اپنی نعتوں کے ذریعہ حضور ختمی مآب ﷺ سے جس عشق وعقیدت کا اظہار کیا ہے، وہ رسمی یا شاعرانہ نمائش نہیں ہے، بلکہ ان کی عملی محبت کا آئینہ ہے۔ انہوں نے احساس اور لفظ کا فاصلہ محض زبان دانی اور زور بیانی پر ہی طے نہیں کیا ہے، بلکہ جذبہ کی پاکیزگی والتہاب کو بروئے کار لا کر عشقِ شہِ کونین علیہ التحیۃ والثناء کی روشنی اور رہنمائی میں یہ لطیف اور نورانی سفر طے کیا

ہے اور ہر ہر لفظ ان کی عملی محبت وعقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ کی بیداری کا لمحہ لمحہ تو محبتِ رسول میں وقف تھا ہی وہ سوتے میں بھی یادِ حبیب سے غافل نہ رہے اور اس یاد کو تازہ رکھنے کے لئے سونے کا وہ انداز اختیار کرتے تھے کہ ان کے جسم سے لفظ ''محمد'' ﷺ بن جایا کرتا تھا۔ وہ اپنے اسی انداز کو اشعار میں ڈھال کر اس طرح پیش فرماتے ہیں۔

وسطِ مسبّحہ پہ سر رکھئے انگوٹھے کا اگر
نام اللہ ہے لکھا ہ اور الف ہے لاؔم دو
ہاتھ کو کان پر رکھو پا با ادب سمیٹ لو
دالؔ ہو ایک ح ہو ایک، آخرِ حرف لاؔم دو
نام خدا ہے ہاتھ میں، نام نبی ہے ذات میں
مہرِ غلامی ہے پڑی، لکھے ہوئے ہیں نام دو
نامِ حبیب کی ادا جاگتے سوتے ہو ادا
نامِ محمدی بنے جسم کو یہ نظام دو

جس ناعِت کا یہ عالم ہو اس کے جذبے کی پاکیزگی اور شدت میں کیا شبہ ہوسکتا ہے اور یہی وہ سچا اور حسین جذبہ ہے کہ سنگلاخ زمینوں کا سینہ چیر کر فکر و خیال کی رم جھم برسات سے اشعار کے ایسے حسین ورنگین پھول کھلاتا ہے، جن کی رنگت کبھی مدھم پڑتی ہے نہ ہی مہک کبھی زائل ہوتی ہے۔ یہ پھول سدا تازہ ہی

رہتے ہیں اور فکر و نظر و قلب و جگر کی کائنات سے لے کر عقیدہ و ایمان کے جہان کو عطر بیزی اور شادابی بخشتے رہتے ہیں۔ نعت پاک۔ ''نام محمدی بنے جسم کو یہ نظام دو'' کا مطلع ملاحظہ کیجئے تغزل سے کس قدر بھرپور ہے۔

چاند سے ان کے چہرے پر گیسوئے مشک فام دو
دن ہے کھلا ہوا مگر وقت سحر ہے شام دو

اس مطلع میں تشبیہات کا حسن بھی لائق دید ہے۔

تغزل سے بھرپور چند حسین و دل نشین اشعار اور بھی ملاحظہ کے قابل ہیں۔

روئے صبیح اک سحر زلف دوتا ہے شام دو
پھول سے گال صبح دم مہر ہیں لالہ فام دو
عارض نور بار سے بکھری ہوئی ہٹی جو زلف
ایک اندھیری رات میں نکلے مہِ تمام دو
ان کی جبینِ نور پر زلفِ سیہ بکھر گئی
جمع ہیں ایک وقت میں ضدّین صباح و شام دو

مندرجہ بالا اشعار میں سراپا نگاری کا حسن بھی ہے اور تشبیہات کا جمال بھی، نیز والہانہ پن بھی۔

دونوں حرم۔ مکہ معظّمہ اور مدینہ امینہ کی زیارت کی حسین تمنا کا اظہار دیکھئے

خیر سے دن خدا وہ لائے، دونوں حرم ہمیں دکھائے

زمزم و بیرِ فاطمہ کے پئیں چل کے جام دو

رسول عربی ﷺ کی صورت پر قربان جاتے ہوئے ان کی شان اور آن بان پر بھی خود کو نچھاور کر رہے ہیں۔ اشعار ملاحظہ کیجئے:۔

تیری صورت کے میں قربان رسولِ عربی
پیارا جس پر ہوا رحمٰن رسولِ عربی
لیس الانسان کما کان رسول عربی
کلّ یوم ہو فی شان رسول عربی
جان کی جان مری جان رسول عربی
اور ایمان کا ایمان رسول عربی

حقیقت پر مبنی عقیدہ و عقیدت کو لو دیتے ہوئے یہ اشعار بھی ملاحظہ کریں۔

ہے عرش بریں پر جلوہ فگن محبوبِ خدا سبحان اللہ
اک بار ہوا دیدار جسے سو بار کہا سبحان اللہ
گناہگاروں کا روزِ محشر شفیع خیر الانام ہوگا
دلہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ السلام ہوگا
خدا کی مرضی ہے ان کی مرضی، ہے ان کی مرضی خدا کی مرضی
انہیں کی مرضی پہ ہو رہا ہے، انہیں کی مرضی پہ کام ہوگا

درحبیب کی جدائی میں عاشقِ صادق کی تڑپ کی کیفیت بھی دیکھئے اور

حاضریٔ درِ آقا پر اس کی مستانہ و مدہوشانہ عالم بھی ملاحظہ کیجئے

اسی تمنا میں دم پڑا ہے، یہی سہارا ہے زندگی کا
بلا لو مجھ کو مدینے سرور نہیں تو جینا حرام ہوگا
حضورِ روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر، آنکھ بند، لب پر مرے درود و سلام ہوگا

نعتیہ شاعری کا محرکِ اصلی نبیٔ کونین علیہ وسلم کی محبت و عقیدت ہی ہے اور غزلیہ شاعری کا محور و مرکز بھی عشق ہی ہے۔ لیکن دونوں میں مجازی اور حقیقی کا فرق ہے۔ جب غزل کا لفظ لفظ نیز غزل نگار کے جذبہ کو منزلِ تقدیس سے گزار کر مجلّٰی و مصفّا کر دیا جائے تو یہ فرق مٹ جاتا ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام کی نعتوں میں تغزل کا رنگ اور رس لہریں لے رہے ہیں، جو ان کی واردات قلبی ہی کا جلوہ ہے اور یہی سبب ہے کہ ان کے نعتیہ اشعار میں فدائیت اور مستانہ پن انگڑائیاں لیتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اشعار دیکھئے:

شاہد گل ہے مست ناز حجلۂ نو بہار میں
ناز و ادا کے پھول ہیں پھولے گلے کے ہار میں
عشق نے چھوڑی پھلجھڑی دل کی لگی بھڑک اٹھی
آتشِ گل کے پھول سے آگ لگی بہار میں
بجلی سی اک تڑپ گئی خِرمنِ ہوش اڑ گیا

برق شرارہ بار تھی جلوۂ نورِ یار میں
شاہد گل ہے مصطفیٰ طیبہ چمن ہے جاں فزا
گلشن قدس ہے کھلا صحنِ حریم یار میں
ساری بہاروں کی دلہن ہے میرے پھول کا چمن
گلشنِ ناز کی پھبن طیبہ کے خار زار میں
تم ہو حبیبِ کبریا پیاری تمہاری ہر ادا
تم سا کوئی حسین بھی ہے گلشنِ روز گار میں؟
گردش چشم ناز سے حامدؔ میگسار مست
رنگِ سرور و کیف ہے چشمِ خمار دار میں

مندرجہ بالا اشعار جمالیات اور امیجری کے بھی حسین نمونے ہیں۔

جمالیات اور میجری

جمالیات اور امیجری کے مزید جلوے ملاحظہ کریں:

صرف سبک اور رواں دواں لفظوں کے انتخاب و استعمال سے شعر میں حسن و ندرت، امیجری اور لطف و ادا و مستانہ پن کے جلوے نہیں بکھیرے جا سکتے، بلکہ اس کے لئے زبان و بیان پر عبور کے ساتھ جذبے کی صداقت، التہاب اور اس عشقِ صادق کا ہونا لازمی ہے، جس میں بلالؔی رنگ اور اویسؔی خوشبو بھی کارفرما ہو۔

حضرت حامدؔ کے جذبۂ صادق اور فدائیت کے شباب کے چمن زار میں لہلہاتے ہوئے متحرک و دل نشین اشعار کے گلاب و یاسمین کی بہاروں سے حظ اٹھایئے۔

پیاری نگاہِ دل نواز پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگسِ مست ناز ہے چشمِ امیدوار میں
تابشِ رخ سے چار چاند لگ گئے مہر و ماہ کو
حسنِ ازل ہے جلوہ آئینۂ عذار میں
سن کے نوائے دلربا مطربہ فلک ہے عشق
حورِ جناں ہے مست ناز خوب چھکی بہار میں
مے کے سبو ذرا ڈھلک قلقل مینا تو چھک
جام چھلک کہ جاؤں چھک ہوش اڑیں بہار میں

درحقیقت حضرت حامدؔ نے شعری توانائی اور حرکیت کو بروئے کار لا کر اشعار کے متحرک اور جاندار پیکر تراشے ہیں۔ ان کا ہر ہر شعر الفاظ و معانی میں ارتباط کی خوبصورت مثال ہے۔

☆☆☆

عقیدہ کا اظہار

حضرت حامدؔ کے ہاں جس طرح عشق وعقیدت کا دلکش وحسین اور دل نشین اظہار موجود ہے، اسی طرح عقیدہ کا سچا اظہار بھی موجود ہے۔نعت میں اظہارعقیدہ سے مراد ہے حضور جانِ نور ﷺ کی بابت وہ عقیدہ جو قرآن وسنت اور آثار واخبار سے ظاہر و باہر ہے یعنی۔

حضور ﷺ نورِ الٰہ، اصلِ تکوینِ عالم، محبوبِ خدا، حاضر وناظر، غیب داں، کونین کے سرور اور شافعِ محشر ہیں۔ ربِّ جلیل نے انہیں اختیارات وتصرفات عطا کئے ہیں، ان کی معراج جسمانی معراج تھی اور وہ نبی اول بھی ہیں اور آخر بھی یعنی خاتم النبیین ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اپنے محبوب کے حسن وجمال اور عظمت وکمال کا بیان تو عاشق کی فطرت کا تقاضا ہے۔ یہاں تو محبوب وہ ہے جو حسن وجمال اور عظمت وکمال کی جان حتیٰ کہ سارے جہان کی جان اور جانِ ایمان وایقان ہے، جو محبوبِ ربِّ عظیم بھی ہے اور محبوبِ کل جہان بھی ہے۔ ظاہر ہے رب کے ایسے حبیب، سارے جگ کے طبیب اور رحیم وکریم آقا کی ایک ایک ادا، ان کے دیار و دار اور ان سے نسبت رکھنے والی ہر شے یہاں تک کہ مدینہ امینہ کے ذروں اور کانٹوں سے بھی وابستگی کا اظہار عاشق کے لئے سرمایۂ ناز وافتخار رہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اس عقیدہ کے اظہار میں اظہارِ عقیدت بھی پوشیدہ

رہتی ہے اور آقا کی عظمت ورفعت سارے زمانہ پر ظاہر ہو جاتی ہے اور ایسی مدح وتوصیف ایک ناعت، رسولِ کونین کے ایک عاشقِ صادق ہی کا مقدر ہے۔

ملاحظہ کیجئے کہ حضرت حامد کس والہانہ انداز میں عقیدہ کا اظہار کرتے ہیں:

(۱) سیرت مبارکہ

آپ کی خَلق پہ پیارا ہوا اخلاق جہاں
آپ کا خُلق ہے قرآن رسول عربی

غریبوں دردمندوں کی دوا تم ہو، دعا تم ہو
فقیروں، بےنواؤں کی صدا تم ہو ندا تم ہو

(۲) صورت پاک (حسن وجمال)

تری صورت میں نظر آئے خدا کے جلوے
تو ہے آئینۂ رحمٰن رسول عربی

تابشِ رخ سے چار چاند لگ گئے مہر و ماہ کو
حسنِ ازل ہے جلوہ ریز آئینۂ عذار میں

روئے صبیح اک سحر، زلف دوتا ہے شام دو
پھول سے گل صبح دم مہر ہیں لالہ فام دو
عارض نور بار سے بکھری ہوئی ہٹی جو زلف
اک اندھیری رات میں نکلے مہِ تمام دو

وہ لا ثانی ہو تم آقا، نہیں ثانی کوئی جس کا
اگر ہے دوسرا کوئی تو اپنا دوسرا تم ہو

(۳) محبوبیت

حبیبِ کبریا تم ہو، امام الانبیاء تم ہو
محمد مصطفیٰ تم ہو، محمد مجتبیٰ تم ہو

تم ہو حبیبِ کبریا، پیاری تمہاری ہر ادا
تم سا کوئی حسیں بھی ہے گلشنِ روزگار میں

(۴) شفاعت

گناہگاروں کا روزِ محشر شفیع خیر الانام ہوگا
دلہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ السلام ہوگا

وہی ہے شافع، وہی مشفَّع، اسی شفاعت سے کام ہوگا
ہماری بگڑی بنے گی اس دن وہی مدار المہام ہوگا

(۵) رضا

خدا کی مرضی ہے ان کی مرضی، ہے ان کی مرضی خدا کی مرضی
انہیں کی مرضی پہ ہو رہا ہے انہیں کی مرضی پہ کام ہوگا

جدھر خدا ہے ادھر نبی ہے، جدھر نبی ہے ادھر خدا ہے
خدائی بھر سب ادھر پھرے گی جدھر وہ عالی مقام ہوگا

(۶)علم غیب اور اول وآخر

ہو الاول ہو الآخر، ہو الظاہر، ہو الباطن
بکل شیٍٔ علیمٍ لوحِ محفوظِ خدا تم ہو
نہ ہو سکتے ہیں دو اول، نہ ہو سکتے ہیں دو آخر
تم اول اور آخر، ابتداء تم، انتہا تم ہو

(۷)حاضر وناظر واصلِ تکوینِ عالم

ترا چمن چمن، زلف ہے سنبل و سمن
تو ہے بہار کی پھبن، تو ہی ہے بن میں بار میں
تری رکاب میں، رنگ رخ آفتاب میں
بو ہے تری گلاب میں، رنگ ترا انار میں
تو ہی دولہا ہے، براتی ہے سارا عالم
ہیں یہ تیرے لیے سامان رسول عربی

(۸)معراج پاک

ہے عرش بریں پہ جلوہ فگن محبوبِ خدا سبحان اللہ
اک بار ہوا دیدار جسے سو بار کہا سبحان اللہ
حیران ہوئے برق اور نظر، اک آن ہے اور برسوں کا سفر
راکب نے کہا اللہ غنی مرکب نے کہا سبحان اللہ

ہے عبد کہاں معبود کہاں، معراج کی شب ہے راز نہاں
دو نور حجابِ نور میں تھے خود رب نے کہا سبحان اللہ

منقبت نگاری

مناقب سیدنا آل رسول احمدی مارھری رضی اللہ عنہ:۔ حضرت سیدنا آل رسول احمدی مارہروی رضی اللہ عنہ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مرشد برحق ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام سیدنا آل رسول کے جانشین سرکار ابوالحسین احمد نوری نور اللہ مرقدہ کے مرید ہیں۔ ظاہر ہے اپنے والد کے مرشد اور اپنے مرشد کے مرشد و جد امجد سے محبت و عقیدت تقاضائے فطرت ہے اور پھر ذات ہی ایسی عظیم وجلیل ہے کہ جس قدر بھی تعریف وتوصیف کی جائے، ان کی ولایت وکرامت اور دیگر فضائل وخصائل کا اظہار کیا جائے کم ہے۔

حضرت حامدؔ نے سیدنا آل رسول رضی الرحمٰن عنہ کی تین منقبتیں لکھی ہیں۔ ان مناقب میں بھی حضرت کا والہانہ پن، زبان و بیان کا بانکپن اور تغزل کی طرحداری جلوہ ریز ہے۔

چند اشعار ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے:

ما و من سے بچائے آلِ رسول من وعن ہوں رضائے آلِ رسول
میری آنکھوں میں آئے آلِ رسول میرے دل میں سمائے آلِ رسول

چاند نا چاند کے مدینے کے　　لمعۂ حق نمائے آلِ رسول
سات افلاک زینے پھر کرسی　　عرش رفعت سرائے آلِ رسول
صورتِ شیخ کا تصور ہو　　ہوں میں محوِ لقائے آلِ رسول
تاج والوں کا تاجِ عزت ہے　　کہنہ نعلین پائے آلِ رسول
بھینی بھینی سی مست خوشبو سے　　دل کی کلیاں کھلائے آلِ رسول
ان کی سیرت ہے سیرتِ نبوی　　ان کی صورت لقائے آلِ رسول
آتے دیکھیں جو اعلیٰ حضرت کو　　آنکھیں کہہ دیں یہ آئے آلِ رسول
بیل میری بھی اب منڈھے چڑھ جائے　　صدقہ حامد رضائے آلِ رسول

منقبت سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

امامِ اہلِ سنت، نائبِ غوث الوریٰ تم ہو
مجدّد دین و ملت کے، شہ احمد رضا تم ہو
جو مرکز ہے شریعت کا، محیط اہل طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاصفیاء تم ہو
تمہارے در کے ٹکڑوں سے گزر رہے قادریوں کی
ہے جگ میں بٹ رہا باڑا وہ جگ داتا رضا تم ہو
انا من حامد و حامد رضا منی کے جلووں سے
بحمد اللہ رضا حامد ہے اور حامد رضا تم ہو

زبان و بیان

حضرت حجۃ الاسلام کی زبان بہت ہی پاکیزہ اور ستھری نکھری ہوئی ہے۔ زبان کی سلاست اور بے ساختگی قابلِ دید ہے، ساتھ ہی ساتھ مضمون آفرینی کے جلوے بھی حسن وادا کے ساتھ موجود ہیں۔

چند اشعار دیکھئے:

خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی
خدا پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے کہ کیا تم ہو

جیت کے ہیں گلے میں ہار، فتح کے پھول ہیں نثار
تیغ کے گھاٹ ہے اوتار خلد کے لالہ زار میں

برزخ صورتِ احمد شدہ مرآتِ احد
آب و گل پردۂ رحمٰن رسول عربی

عارضِ نور بار سے بکھری ہوئی ہٹی جو زلف
ایک اندھیری رات میں نکلے مہِ تمام دو

ان کی جبینِ نور پر زلفِ سیہ بکھر گئی
جمع ہیں ایک وقت میں ضدین صباح و شام دو

☆☆☆

تشبیہات واستعارات

حضرت حجۃ الاسلام حامدؔ نے اپنے کلام کو خوبصورت اور نازک تشبیہات و استعارات سے جس طرح مزین کیا ہے اس کے چند نمونے ملاحظہ کیجئے۔

گناہگاروں کا روزِ محشر شفیع خیر الانام ہوگا
دلہن شفاعت بنے گی، دولہا نبی علیہ السلام ہوگا
کبھی تو چمکے گی نجمِ قسمت ہلال ماہِ تمام ہوگا
کبھی تو ذرے پہ مہر ہوگی وہ مہر ادھر خوش خرام ہوگا

کعبہ ابرو دیکھ کر سجدے جبیں میں مضطرب
دل کی تڑپ کو چین کیا، تاب کہاں قرار میں؟
شاہد گل مصطفیٰ طیبہ چمن ہے جاں فزا
گلشنِ قدس ہے کھلا صحنِ حریمِ یار میں

روئے صبیح اک سحر زلف دوتا ہے شام دو
پھول سے گل صبح دم مہر میں لالہ فام دو
ساری بہار کی دلہن ہے میرے پھول کا چمن
گلشن ناز کی پھبن طیبہ کے خار زار میں

ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن
بکلّ شئی علیمِ لوحِ محفوظِ خدا تم ہو

چاند نا چاند کا مدینے کے
لمعۂ حق نمائے آل رسول
سفینہ ہے شریعت کا، خزینہ ہے طریقت کا
ہے سینہ مجمعِ بحرین خضرِ رہنما تم ہو

صنعتوں کی بہار

صنعت ایہام:۔

دیس کا راگ چھوڑ کر لے میں عرب کی جنگلا چھیڑ
دھن ہو رہی حجاز کی دیس نہ گا ملار میں

اس شعر میں ایک دیس سے مراد ہے وطن یا ملک اور ایک دیس سے مراد ہے۔راگ:۔

کون میں کون ہے تو ہی تو، تو ہی تو ہے یا مَن ہُو
تو ہی تو ہے تو ہر سو، یا من لیس الا ہُو

صنعتِ مراعاۃ النظیر :۔

سوسن و یاسمن سنبل و لالہ نسترن
سارا ہرا بھرا چمن پھولا اسی بہار میں
مے کے سبو ذرا ڈھلک قلقل مینا تو چھک
جام چھلک کہ جاؤں چھک ہوش اڑیں بہار میں

آئیں گھٹائیں جھوم کر عشق کے کوہسار میں
بارش غم ہے اشکبار گریۂ بے قرار میں

صنعت تلمیح:۔

بازی زیست مات ہے موت کو بھی ممات ہے
موت کو بھی ہے ایک دن موت پہ اذن عام دو
برزخ صورت احمد شدہ مرآت احد
آب و گل پردۂ رحمٰن رسول عربی
تحریر ہے آب زر سے ورق ہے دل میں لکھا حامد کے سبق
اَنْتَ الْھَادِیْ، اَنْتَ الْحَقُّ، لَیْسَ الْھَادِیْ اِلَّاھُوْ
لا الہ الا ھو، لا الہ الا ھو، لا الہ الا ھو، یا من لیس الا ھو

صنعت اقتباس:۔

ھو الاول ھو الآخر ھو الظاھر ھو الباطن
بکل شئ علیم لوحِ محفوظِ خدا تم ھو
انا لہا کہہ کے عاصیوں کو وہ لیں گے آغوشِ رحمت میں
عزیز اکلوتا جیسے ماں کو انہیں ہر ایک یوں غلام ہوگا

صنعت تلمیح:۔

ہے عبد کہاں معبود کہاں معراج کی شب ہے رازِ نہاں
دونوں حجاب نور میں تھے خود رب نے کہا سبحان اللہ

طور ہی پر رہے غش کھا کے جنابِ موسیٰ
عرش پہ تم ہوئے مہمان رسول عربی

ادھر وہ گرتوں کو تھام لیں گے، ادھر پیاسوں کو جام دیں گے
صراط و میزان و حوضِ کوثر یہیں وہ عالی مقام ہوگا

خیر سے دن خدا وہ لائے دونوں حرم ہمیں دکھائے
زم زم و بیرِ فاطمہ کے چل کے پئیں گے جام دو

صنعت تضاد:۔

کہیں وہ جلتے بجھاتے ہوں گے، کہیں وہ روتے ہنساتے ہوں گے
وہ پائے نازک پہ دوڑنا اور بعید ہر اک مقام ہوگا

ہے عبد کہاں معبود کہاں معراج کی شب ہے راز نہاں
دو نور حجاب نور میں تھے خود رب نے کہا سبحان اللہ

چاند سے ان کے چہرے پر گیسوئے مشک فام دو
دن ہے کھلا ہوا مگر وقت سحر ہے شام دو

صنعت حسن تعلیل:۔

عارض نور بار سے بکھری ہوئی ہٹی جو زلف
اِک اندھیری رات میں نکلے مہ تمام دو

باغ جہاں لہک اٹھا قصر جناں مہک اٹھا
سیکڑوں ہیں چمن کھلے پھول کی اک بہار میں

خلاصۂ کلام

(۱) حضرت حجۃ الاسلام کا کلام شرعی خامی سے پاک، ادب واحترام اور شریعت کے دائرہ میں ہے۔

(۲) کلام عقیدہ وعقیدت کا مظہر ہے۔

(۳) زبان سلیس اور پاکیزہ۔ لفظ لفظ معطر اور حرف حرف معتبر۔

(۴) اسلوب دل کش اور متاثر کن۔

(۵) نعتیہ کلام تغزل سے بھرپور ہے۔

منظوم شادی کارڈ

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے اردو میں حمد، نعت، منقبت وغیرہ لکھنے کے علاوہ تاریخی قطعات بھی لکھے۔ نیز اور بھی اشعار کہے، لیکن وہ دستیاب نہیں ہیں۔

اردو شاعری ہی کے تحت اس منظوم شادی کارڈ کا نمونہ بھی پیش کیا جا رہا ہے۔ آپ نے اپنے خلف اکبر حضرت مفسر اعظم ہند علامہ مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی شادی خانہ آبادی پر یہ منظوم دعوت نامہ (شادی کارڈ) لکھا تھا۔

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

تہنیت شادی بلطف الٰہی۔ جشن شادی ابراہیم رضا

۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء

صد الحمد فصلِ گل آئی جوبنوں پر ہے حسن آرائی
گل و بلبل کی ہے رچی شادی ہو مبارک یہ خانہ آبادی
غنچے چٹکے کلی کھلی دل کی ہنستے ہنستے قبائے گل مسکی
میرے لختِ جگر کی ہو شادی میرے نور نظر کی ہو شادی
لختِ دل میرا پیارا ابراہیم برضائے سعید و سلیم
مصطفٰی و خدا کی رحمت سے غوث اعظم کے دست قدرت سے
نیک ساعت سے شبھ گھڑی آئی میں نے منھ مانگی آرزو پائی
چار شنبہ شب کے آٹھ بجے بعد پچیس کے جو شب آئے
اور چھبیسویں کو ہے رخصت لائیں تشریف تو رہے عزت
ہے بہاروں پہ آج کیا جو بن نئی دلہن کی ہے پھبن میں چمن
ہے نوا سنج مرغ لا ہوتی بولتا ہے ہزار کا طوطی
جوش پر آئے ولولے دل کے جذبے یوں دل کو گدگدانے کے لئے
میرا نور نگاہ جیلانی بندۂ بارگاہ جیلانی
آرزو تھی کہ اس کی شادی رچے خیر سے اپنے گھر دلہن آئے

نوری فیض و کرم، عنایت سے اعلیٰ حضرت کی بس کرامت سے
ٹھہری تاریخ ماہ فاخر کی اسی ماہ ربیع الآخر کی
بعد سہرے کے رسم کے اس رات جائے گی مصطفیٰ میاں کے یاں برات
صبح جمعہ کرم ہو پھر حضرت ہے ولیمہ کی دعوتِ سنت
عرض حامد رضا ہے منت سے اس گدا پر کرم ہو شرکت سے

(تجلیاتِ حجۃ الاسلام از ص ۱۱۸ تا ۱۴۰۔ مؤلفہ ادیب شہیر ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی مرحوم، بریلی شریف۔ ناشر: ادارۂ اشاعت تصنیفاتِ رضا، جامعہ نوریہ، بریلی شریف، یوپی)

☆☆☆

اب لگے ہاتھوں حضرت کے کچھ دستیاب کلام یکجا ملاحظہ کیجئے۔ یہ کلام چند سال قبل الحاج غلام رضا عرف منّے میاں نوری مرحوم، سلطان گنج، پٹنہ کے چہلم کے موقع سے مولانا ڈاکٹر محمد رضا امجد صاحب اور مرحوم کے شہزادوں نے ''تحائف بخشش'' کے نام سے القلم فاؤنڈیشن، پٹنہ سے شائع کیا تھا۔ (عبد المصطفی محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی)

کلامِ حجۃ الاسلام

حمد باری تعالیٰ

کون میں کون ہے تو ہی تو، تو ہی تو ہے یا مَن ہو
تو ہی تو ہے تو ہر سو، یا من لیس الا ہو
لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، يَا مَنْ لَيْسَ اِلَّا هُوَ

ذرے میں نور ہے گل میں بو، کوئل کو کے کو کوکو
پی کہاں پپیہا کہے ہر سو، اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ
لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُو، لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوْ، یَا مَنْ لَیْسَ اِلَّا ھُوْ
کثرت میں ہے کیسی وحدت، وحدت میں پھر کیسی کثرت
چشمِ مست میں تیری رنگت، پھولوں میں تیری خوشبو
لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُو، لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوْ، یَا مَنْ لَیْسَ اِلَّا ھُوْ
طور بنا ہے ذرہ ذرہ، نور بنا ہے قطرہ قطرہ
تیرا ثناگر بت کا بندہ، سجدہ بتوں کا تیری سو
لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُو، لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوْ، یَا مَنْ لَیْسَ اِلَّا ھُوْ
روح میں تو ہے دل میں تو، میری آب و گل میں تو
اصل میں تو ہے، ظل میں تو، حق حق حق ہو ہو ہو
لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُو، لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوْ، یَا مَنْ لَیْسَ اِلَّا ھُوْ
لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ لَا مَشْھُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ
لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا ھُوْ لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا ھُوْ
لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُو، لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوْ، یَا مَنْ لَیْسَ اِلَّا ھُوْ
روح و دل سر اور ادرخفی، اخفی میں بھی ہے تو ہی
قلب صنوبر نیلوفری، جاری ساری سب میں تو

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، یَا مَنْ لَیْسَ اِلَّا ھُوْ

حَسْبِیْ رَبِّیْ جَلَّ اللّٰہ، مَافِیْ قَلْبِیْ غَیْرُ اللّٰہ

نُوْرِ مُحَمَّدْ صَلَّی اللّٰہ، اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، یَا مَنْ لَیْسَ اِلَّا ھُوْ

اول تو ہے آخر تو، باطن تو ہے ظاہر تو

قادر قادر قادر تو، اللہ اللہ اللہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، یَا مَنْ لَیْسَ اِلَّا ھُوْ

تو میرا آقا میں تیرا بندہ، بندہ بھی کیسا گھنونا بندہ

لوثِ معاصی سے اگندہ، کر اپنے کرم سے عفو عفو

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، یَا مَنْ لَیْسَ اِلَّا ھُوْ

تحریر ہے آب زر سے ورق، ہے دل میں لکھا حامدؔ کے سبق

اَنْتَ الْھَادِیْ اَنْتَ الْحَقّ، لَیْسَ الْھَادِیْ اِلَّا ھُوْ

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، یَا مَنْ لَیْسَ اِلَّا ھُوْ

نغمۂ توحید

دل میرا گد گداتی رہی آرزو — آنکھ پھر پھر کے کرتی رہی جستجو

عرش تا فرش ڈھونڈ آیا میں تجھ کو تو — نکلا اقرب زحبلِ ورید گلو

اللہ اللہ اللہ اللہ

طائرانِ چمن کی چہک وحدہ نغمہ بلبل کا ہے لا شریک لہ
قمریوں کا ترانہ ہے لا غیرہ زمزمہ طوطی کا ہوہ ہوہ
اللہ اللہ اللہ اللہ

بلبلوں کو چمن میں رہی جستجو پپیہا کہتا پھرا ''پی کہاں'' سو بسو
پر نہ چٹکا کہیں غنچۂ آرزو ہاں ملا تو ملا میرے دل ہی میں تو
اللہ اللہ اللہ اللہ

شاہدانِ چمن نے لب آب جو آبِ گل سے نہا کر کے تازہ وضو
حلقۂ ذکر گل کے کیا رو برو اور لگانے لگے دم بدم ضرب ہو
اللہ اللہ اللہ اللہ

رہ کے پردوں میں تو جلوہ آرا ہوا بس کے آنکھوں میں آنکھوں سے پردہ کیا
آنکھ کا پردہ پردہ ہوا آنکھ کا بند آنکھیں ہوئیں تو نظر آیا تو
اللہ اللہ اللہ اللہ

کعبۂ کعبہ ہے کعبۂ دل میرا کعبہ پتھر کا دل جلوہ گاہِ خدا
ایک دل پر ہزاروں ہی کعبے فدا کعبۂ جان و دل کعبے کی آبرو
اللہ اللہ اللہ اللہ

طورِ سینا پہ تو جلوہ آرا ہوا صاف موسیٰ سے فرما دیا لن ترا
اور اِنّی اَنَا اللہ شجر بول اٹھا ٹوٹے پائے طلب تھک رہی آرزو

ڈھونڈتا میں پھرا کو بکو چار سو　　تھا رگِ جاں سے نزدیک تر دل میں تو

اللہ　اللہ　اللہ　اللہ

کون تھا جس نے ''سبحانی'' فرما دیا　　اور ''ما اعظم شانی'' کس نے کہا

بایزید اور بسطام میں کون تھا　　کب ''انا الحق'' تھی منصور کی گفتگو

اللہ　اللہ　اللہ　اللہ

یا الٰہی دکھا ہم کو وہ دن بھی تو　　آبِ زمزم سے کر کے حرم میں وضو

با ادب شوق سے بیٹھ کے قبلہ رو　　مل کے ہم سب کہیں یک زباں ہو بہو

اللہ　اللہ　اللہ　اللہ

میں نے مانا کہ حامدؔ گنہگار ہے　　معصیت کیش ہے اور خطا کار ہے

میرے مولیٰ مگر تو تو غفار ہے　　کہتی رحمت ہے مجرم سے لاتقنطوا

اللہ　اللہ　اللہ　اللہ

نغمۂ رسالت

ہے عرش بریں پر جلوہ فگن محبوبِ خدا سبحان اللہ

اک بار ہوا دیدار جسے سو بار کہا سبحان اللہ

حیران ہوئے برق اور نظر اک آن ہے اور برسوں کا سفر

راکب نے کہا اللہ غنی، مرکب نے کہا سبحان اللہ

طالب کا پتہ مطلوب کو ہے، مطلوب ہے طالب سے واقف
پردے مین بلا کر مل بھی لئے، پردہ بھی رہا سبحان اللہ

ہے عبد کہاں معبود کہاں، معراج کی شب ہے راز نہاں
دو نور حجابِ نور میں تھے خود رب نے کہا سبحان اللہ

جب سجدوں کی آخری حدوں تک جا پہنچا عبودیت والا
خالق نے کہا ما شاء اللہ حضرت نے کہا سبحان اللہ

سمجھے حامدؔ انسان ہی کیا یہ راز ہیں حسن و الفت کے
خالق کا حبیبی کہنا تھا خلقت نے کہا سبحان اللہ

جاؤں دنیا سے مسلمان رسول عربی

تیری صورت کے میں قربان رسولِ عربی ۔۔۔ پیارا جس پر ہوا رحمٰن رسولِ عربی
ہو فدا تجھ پہ میری جان رسولِ عربی ۔۔۔ تجھ پہ صدقے ترے قربان رسولِ عربی
دل سے ہے دل ترے قربان رسولِ عربی ۔۔۔ اور سو جان سے فدا جان رسولِ عربی
تیری اک شان ہے ہر آن رسولِ عربی ۔۔۔ اور ہر شان کی اک آن رسولِ عربی
لیس الانسان کما کان رسولِ عربی ۔۔۔ کلّ یومٍ ہو فی شان رسولِ عربی
جان کی جان میری جان رسولِ عربی ۔۔۔ اور ایماں کا ایمان رسولِ عربی
تو ہی دولہا ہے براتی ہے سارا عالم ۔۔۔ ہیں یہ تیرے لئے سامان رسولِ عربی
تیرا ارشاد ہے ارشاد الٰہی پیارے ۔۔۔ تیری ہر بات ہے قرآن رسولِ عربی

آپ کی خُلق پہ پیارا ہوا اخلاقِ جہاں　　آپ کا خُلق ہے قرآن رسول عربی
بات بات آپ کی ہے اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ　　بات بات آپ کی قرآن رسول عربی
تیری صورت میں نظر آئے خدا کے جلوے　　تو ہے آئینۂ رحمٰن رسول عربی
طور ہی پر رہے غش کھا کے جناب موسیٰ　　عرش پہ تم ہوئے مہمان رسول عربی
کافر و مرتد و شیطان بھی نہ محروم رہے　　تیری رحمت کے میں قربان رسول عربی
نزع کے وقت سلامت رہے ایمان میرا　　جاؤں دنیا سے مسلمان رسول عربی
تم پہ ہر لحہ نچھاور ہو صلاۃ و تسلیم　　ہو درود آپ پر ہر آن رسولِ عربی
برزخ صورتِ احمد شدہ مرآت احد　　آب و گل پر دۂ رحمٰن رسول عربی
خاک ہوجائے تیری گلیوں میں مٹ کر حامدؔ　　ہے مرے دل کا یہ ارمان رسول عربی

تمنائے دل

گنہگاروں کا روز محشر شفیع خیر الانام ہوگا
دلہن شفاعت بنے گی اور دولہا نبی علیہ السلام ہوگا
کبھی تو چمکے گا نجمِ قسمت، ہلال ماہِ تمام ہوگا
کبھی تو ذرے پہ مہر ہوگی، وہ مہر ادھر خوش خرام ہوگا
پڑا ہوں میں ان کی رہ گزر میں، پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا
دل و جگر فرشِ رہ بنیں گے، یہ دیدہ مشق خرام ہوگا
وہی ہے شافع وہی مشفَّع اسی شفاعت سے کام ہوگا
ہماری بگڑی بنے گی اس دن، وہی مدار المہام ہوگا
انہیں کا منہ سب تکیں گے اس دن، جو وہ کریں گے وہ کام ہوگا

دہائی سب ان کی دیتے ہوں گے، انہیں کا ہر لب پہ نام ہوگا
انا لہا کہہ کے عاصیوں کو وہ لیں گے آغوشِ مرحمت میں
عزیز اکلوتا جیسے ماں کو انہیں ہر ایک یوں غلام ہوگا
ادھر وہ گرتوں کو تھام لیں گے، ادھر پیاسوں کو جام دیں گے
صراط و میزان و حوضِ کوثر یہیں وہ عالی مقام ہوگا
کہیں وہ جلتے بجھاتے ہوں گے، کہیں وہ روتے ہنساتے ہوں گے
وہ پائے نازک پہ دوڑنا اور بعید ہر ایک مقام ہوگا
ہوئی جو مجرم کو بازیابی تو خوف عصیاں سے دھج یہ ہوگی
خمیدہ سر آبدیدہ آنکھیں لرزتا ہندی غلام ہوگا
حضور مرشد کھڑا رہوں گا کھڑے ہی رہنے سے کام ہوگا
نگاہِ لطف و کرم اٹھے گی تو جھک کے میرا سلام ہوگا
خدا کی مرضی ہے ان کی مرضی، ہے ان کی مرضی خدا کی مرضی
انہیں کی مرضی پہ ہو رہا ہے، انہیں کی مرضی پہ کام ہوگا
جدھر خدا ہے ادھر نبی ہے، جدھر نبی ہے ادھر خدا ہے
خدائی بھر سب ادھر پھرے گی جدھر وہ عالی مقام ہوگا
اسی تمنا میں دم پڑا ہے، یہی سہارا ہے زندگی کا
بلا لو مجھ کو مدینے سرور نہیں تو جینا حرام ہوگا
حضور روضہ ہوا جو حاضر، تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر آنکھ بند، لب پر مرے درود و سلام ہوگا

نسیم طیبہ

شاہد گل ہے مست ناز حجلۂ نو بہار میں
ناز و ادا کے پھول ہیں پھولے گلے کے ہار میں
آئیں گھٹائیں جھوم کر عشق کے کوہسار میں
بارشِ غم ہے اشکبار گریۂ بے قرار میں
عشق نے چھوڑی پھُل جھڑی دل کی لگی بھڑک اٹھی
آتشِ گل کے پھول سے آگ لگی بہار میں
آنکھوں سے لگ گئی جھڑی بحر میں موج آ گئی
سیلِ سر شک ابل پڑا نالۂ قلب زار میں
شوق کی چیرہ دستیاں، دل کی اڑائیں دھجیاں
وحشتِ عشق کا سماں دامنِ تار تار میں
بجلی سی اک تڑپ گئی خرمنِ ہوش اڑ گیا
برق شرارہ بار تھی جلوۂ نورِ یار میں
تابشِ رخ سے چار چاند لگ گئے مہر و ماہ کو
حسنِ ازل ہے جلوہ ریز آئینہ عذار میں
کعبۂ ابرو دیکھ کر سجدے جبیں میں مضطرب
دل کی تڑپ کو چین کیا تاب کہاں قرار میں

شاہد گل ہے مصطفیٰ طیبہ چمن ہے جاں فزا
گلشن قدس ہے کھلا صحنِ حریم یار میں

سوسن و یاسمن وسمن، سنبل و لالہ نسترن
سارا ہرا بھرا چمن پھولا اسی بہار میں

باغ جناں لہک اٹھا، قصرِ جناں مہک اٹھا
سیکڑوں ہیں چمن کھلے پھول کی اک بہار میں

سارے بہاروں کی دلہن، ہے مرے پھول کا چمن
گلشنِ ناز کی پھبن طیبہ کے خار خار میں

تم ہو حبیبِ کبریا پیاری تمہاری ہر ادا
تم سا کوئی حسیں بھی ہے گلشنِ روزگار میں

نکلی نہ کوئی آرزو، دل کی ہی دل میں رہ گئی
حسرتیں ہیں ہزار دفن قلب کے ایک مزار میں

خارِ مدینہ دیکھ کر وحشتِ دل ہے زور پر
دستِ جنوں الجھ گیا دامن دل کے تار میں

ماہ تری رکاب میں، نور ہے آفتاب میں
بو ہے تری گلاب میں، رنگ ترا انار میں

غنچۂ دل مہک اٹھا موج نسیم طیبہ سے
روح شمیم تھی بسی گیسوئے مشک بار میں

شوق کی ناشکیبیاں سوز کی دل گدازیاں
وصل کی نامرادیاں عاشقِ دلفگار میں
گردش چشم ناز سے حاؔمد میگسار مست
رنگِ سرور و کیف ہے چشم خمار دار میں

نام محمدی بنے جسم کو یہ نظام دو

چاند سے ان کے چہرے پہ گیسوئے مشک فام دو
دن ہے کھلا ہوا مگر وقتِ سحر ہے شام دو
روئے صبیح اک سحر زلف دوتا ہے شام دو
پھول سے گال صبح دم مہر ہیں لالہ فام دو
عارضِ نور بار سے بکھری ہوئی ہٹی جو زلف
ایک اندھیری رات میں نکلے مہہ تمام دو
ان کی جبیں نور پر زلفِ سیہ بکھر گئی
جمع ہیں ایک وقت میں ضدّیں صباح و شام دو
خیر سے دن خدا وہ لائے دونوں حرم ہمیں دکھائے
زمزم و بیر فاطمہ کے پئیں چل کے جام دو
ذاتِ حسن حسین ہے عین شبیہِ مصطفیٰ
ذات ہے اک نبی کی ذات ہیں یہ اسی کے نام دو

پی کے پلا کے میکشو! ہم کو بچی کچھی ہی دو
قطرہ دو قطرہ ہی سہی، کچھ تو برائے نام دو

ہاتھ سے چار یار کے ہم کو ملیں گے چار جام
ایک نگاہِ ناز پر سیکڑوں جامِ مے نثار

گردشِ چشم مست سے ہم نے پیئے ہیں جام دو
وسطِ مسبّحہ پہ سر، رکھئے انگوٹھے کا اگر

نام اللہ ہے لکھا ہ اور الف ہے لام دو
ہاتھ کو کان پر رکھو پا با ادب سمیٹ لو

دالؔ ہو ایک حؔ ہو ایک آخرِ حرف لام دو
نام خدا ہے ہاتھ میں، نام نبی ہے ذات میں

مُہر غلامی ہے پڑی، لکھے ہوئے ہیں نام دو
نامِ حبیب کی ادا جاگتے سوتے ہو ادا

نام محمدی بنے جسم کو یہ نظام دو
نامِ خدا مرقعہ، نامِ خدا رخِ حبیب

بینی الف ہے ہ دہن زلفِ دوتا ہے لام دو
وحشی ہے ایک دل مرا، زلف سیاہ فام کا

بندشِ عشق سخت تر صید ہے ایک دام دو

تلووں سے ان کے چار چاند لگ گئے مہر و ماہ کو
ہیں یہ انہیں کی تابشیں، ہیں یہ انہیں کے نام دو
گاہ وہ آفتاب ہیں گاہ وہ ماہتاب ہیں
جمع ہیں ان کے گالوں میں مہر و مہ تمام دو
بازیِ زیست مات ہے، موت کو بھی ممات ہے
موت کو بھی ہے ایک دن، موت پہ اذنِ عام دو
اب تو مدینے لے بلا، گنبد سبز دے دکھا
حامؔد و مصطفیٰ ترے ہند میں ہیں غلام دو

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم

محمد مصطفیٰ نورِ خدا، نامِ خدا تم ہو
شہِ خیر الوریٰ، شانِ خدا صلِّ علیٰ تم ہو
شکیبِ دل، قرارِ جاں محمد مصطفیٰ تم ہو
طبیب دردِ دل تم ہو، مرے دل کی دوا تم ہو
غریبوں، درد مندوں کی دوا تم ہو، دعا تم ہو
فقیروں، بے نواؤں کی صدا تم ہو، ندا تم ہو
حبیبِ کبریا تم ہو، امام الانبیاء تم ہو
محمد مصطفیٰ تم ہو، محمد مجتبیٰ تم ہو

ہمارے ملجا و ماویٰ آسرا تم ہو
ٹھکانہ بے ٹھکانوں کا شہِ ہر دوسرا تم ہو
غریبوں کی مدد، بے بس کا بس، روحی فدا تم ہو
سہارا بے سہاروں کا ہمارا آسرا تم ہو
نہ کوئی ماہ وِش تم سا، نہ کوئی مہ جبیں تم سا
حسینوں میں ہو تم ایسے کہ محبوبِ خدا تم ہو
میں صدقے انبیاء کے یوں تو محبوب ہیں لیکن
جو سب پیاروں سے پیارا ہے وہ محبوبِ خدا تم ہو
حسینوں میں تمھیں تم ہو نبیوں میں تم ہی تم ہو
کہ محبوبِ خدا تم ہو، نبی الانبیاء تم ہو
تمہارے حسن رنگیں کی جھلک ہے سب حسینوں میں
بہاروں کی بہار روں میں بہارِ جانفزا تم ہو
زمین میں ہے چمک کس کی، فلک پر ہے جھلک کس کی
مہ و خورشید سیاروں، ستاروں کی ضیا تم ہو
وہ لا ثانی ہو تم آقا نہیں ثانی کوئی جس کا
اگر ہے دوسرا کوئی تو اپنا دوسرا تم ہو
ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن

بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ لوحِ محفوظِ خدا تم ہو
نہ ہو سکتے ہیں دو اول، نہ ہو سکتے ہیں دو آخر
تم اول اور آخر، ابتدا تم، انتہا تم ہو
خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی
خدا پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے کہ کیا تم ہو
انا من حامد و حامد رضا منی کے جلووں سے
بحمد اللہ رضؔا حامؔد ہیں اور حامؔد رضا تم ہو

نغمۂ طرب

شاہد گل ہے مصطفیٰ، اس کی بہارِ جانفزا
گلشنِ قدس کی فضا صحنِ حریمِ یار میں
شوق کی ناشکیبیاں، سوز کی دل گدازیاں
وصل کی نامرادیاں عاشق دل فگار میں
عشق کی وہ تعلّیاں، حسن کی لن ترانیاں
ناز کی بے نیازیاں عارضِ حسنِ یار میں
تابِ نظارہ ہو کسے غش ہوں جہاں کلیم سے
طور کی ہیں تجلیاں آئینہ عذار میں

تم نے کلیم کو زباں روحِ خدا کو بخشی جاں
نازِ خلیل کی جناں جلوۂ نور بار میں

حیرتِ حسنِ گل سے چپ سکتے میں بلبل دہزار
طوطی ہے اس بولتا سو نہیں ہزار میں

نرگسِ مستِ ناز سے چشمِ نگاہِ لطف ہے
لطفِ نگاہِ ناز ہے چشمِ امیدوار میں

پیاری نگاہ دلنواز پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگسِ مستِ ناز ہے چشمِ امیدوار میں

سر خوش کیف نغمہ ہے بلبلِ مدحتِ نگار
چھیڑ کے پردۂ حجاز قمری اڑی بہار میں

سن کے نوائے دلربا مطربۂ فلک ہے غش
حورِ جناں ہے مستِ ناز خوب چھکی خمار میں

دیس کا راگ چھوڑ کر لے میں عرب کی جنگلا چھیڑ
دھن ہو وہی حجاز کی دیس نہ گا ملا میں

سوسن و یاسمن و سمن، سنبل و لالہ نسترن
سارا ہرا بھرا چمن پھولا اسی بہار میں

باغِ جہاں لہک اٹھا قصرِ جناں مہک اٹھا

سیکڑوں ہیں چمن کھلے پھول کی اک بہار میں
غنچۂ دل مہک اٹھا روحِ شمیمِ زلف سے
موج نسیم تھی بسی، گیسوئے مشکبار میں
جلوہ ترا چمن چمن، زلف ہے سنبل و سمن
تو ہے بہار کی پھبن تو ہی ہے بن میں بار میں
ماہ تری رکاب میں، رنگ رخِ آفتاب میں
بو ہے تری گلاب میں رنگ ترا انار میں
ان کی کلی میں ہے چٹک، ان کی ہے پھول میں مہک
ان کی صبا میں ہے سنک، ان کی لہک بہار میں
ان کا ہے زخم میں نمک، ان کی لہک بہار میں
ان کا ہے زخم میں نمک ان کی ہے درد میں چمک
آنکھ میں ہیں وہی کھٹک ان کی کھٹک ہے خار میں
ان کی ہے مہر میں چمک، ان کی ہے ماہ میں دمک
ان کی ہے نور میں جھلک ان کی چہک ہزار میں
ان کا ملیح میں نمک، ان کی صبیح میں جھلک
ان کی ذبیح میں پھڑک ان کی پلک ہے خار میں
دل کو ہو دید زیست تک آنکھ تو ٹکٹکی سے تک

خار پلک کی ہے جھپک دیدۂ انتظار میں
دل میں کسی کے ہے کھٹک، بسکے اٹھا کہیں مہک
جلوے ہیں اس کے مشترک پھول میں اور خار میں
دردِ فراق میں شہا تڑپے ہے مبتلا تیرا
اب تو مدینے لے بلا دل نہیں اختیار میں
ساری بہار کی دلہن، ہے مرے پھول کا چمن
گلشنِ ناز کی پھبن طیبہ کے خار خار میں
خونِ شہید کے نثار دم سے ہے اس کے یہا بہار
زخموں کے ہیں گلے میں ہار جیت ہے ان کی ہار میں
جیت کے ہیں گلے میں ہار فتح کے پھول ہیں نثار
تیغ کے گھاٹ ہے اوتار خلد کے لالہ زار میں
خشک لبو، مجاہدو! سایۂ تیغ میں بڑھو
جام لیے کھڑی ہوئی حور ہے انتظار میں
مے کے سبو ذرا ڈھلک قلقل مینا تو چہک
جام چھلک کہ جاؤں چھک ہوش اڑیں بہار میں
گردشِ جام ناز سے حامدؔ مے گسار مست
رنگِ سرور و کیفِ مے چشمِ خمار دار میں

بحضور سیدنا آل رسول مارہروی

''ذریعۂ التجا''

ماومن سے بچائے آل رسول
من وعن ہوں رضائے آلِ رسول

حق میں مجھ کو گمائے آل رسول
مجھ کو حق سے ملائے آلِ رسول

میری آنکھوں میں آئے آل رسول
میرے دل میں سمائے آلِ رسول

تو ہی جانے فدائے آل رسول
قدر سمو سمائے آلِ رسول

سات افلاک زینے پھر کرسی
عرش رفعت سرائے آلِ رسول

چاند نا چاند کا مدینے کے
لمعۂ حق نمائے آلِ رسول

ہے ارادہ ترا ارادۂ حق
حق کی مرضی رضائے آلِ رسول

بعد جس کے نہ ہوگا فقر کبھی
وہ غنا ہے غنائے آلِ رسول

صبغۃُ اللّٰہ کی چڑھی اپنی
حق کی رنگت رچائے آلِ رسول

اس کی نیرنگیوں میں ہوں یکرنگ
رنگِ وحدت جمائے آل رسول

ہو خودی دور اور خدا باقی
ہو خدا ہی خدائے آل رسول

موت سے پہلے مجھ کو موت آئے
میری ہستی مٹائے آل رسول

یوں مٹوں میں کہ مجھ میں مٹ جائے
مجھ کو مجھ سے گمائے آل رسول

جیتے جی جی میں میں گذر جاؤں
پھول میری اٹھائے آل رسول

بیڑی کٹ جائے ہر تشخص کی
قید سے یوں چھڑائے آل رسول

یہ خودی بھی فدائے دعویٰ ہے   کردے بے خود خدائے آل رسول
صورت شیخ کا تصور ہو   ہوں میں محوِ لقائے آل رسول
سر تا پایم فدا سر و پایت   وہ چہ نور وضیائے آل رسول
دل و جانم فدا سرت گردم   لمعۂ حق نمائے آل رسول
بھردے قطرے کے سینے میں قلزم   نم میں یم کو سماوے آل رسول
حقہ حق ہو ظاہر و باطن   حق کے جلوے دکھائے آل رسول
دل میں حق حق زباں پہ حق حق ہو   دید حق کی کرائے آل رسول
حق کا دیوانہ ہادئ حق سے   حق کی دھو میں مچائے آل رسول
فانی ہو جاؤں شیخ میں اپنے   ہو بہو ہو ادائے آل رسول
فانی فی اللہ باقی باللہ ہوں   تو ہی تو ہے خدائے آل رسول
یہ تقرّب ملے نوافل سے   ہوں حبیب فدائے آل رسول
ہاتھ پاؤں ہو آنکھ کان ہو وہ   عقل بھی ہو فدائے آل رسول
میرے اعضا بنے مرا مولےٰ   مجھ پہ پیار آئے آئے آل رسول
اس سے دیکھوں سنوں چلوں پکڑوں   مولیٰ دے بندہ پائے آل رسول
میری ہستی حجاب ہے میرا   تو ہی پردہ اٹھائے آل رسول
قرب حاصل ہو پھر فرائض کا   صوفی کامل بنائے آل رسول
ملک لاہوت سے الی الناسوت   ہونے رجعت نہ پائے آل رسول

سیر فی اللہ اور من اللہ ہو — درجے سب طے کرائے آل رسول
پھر الی اللہ فنائے مطلق سے — پورا سالک بنائے آل رسول
قید نا سوت سے رہائی ہو — پھیرے میرے بڑھائے آل رسول
شاخ لاہوت پر بسیرا ہو — ہو سیہ طائر ہمائے آل رسول

یا الٰہی! برائے آلِ رسول — دل میں بھر دے ودلائے آل رسول
سوکھے دھانوں پہ بھی برس جائے — ابر جود و سخائے آل رسول
سر سے قربان تجھ پہ آنکھوں سے — آنکھیں سر سے فدائے آل رسول
سحق نعلیں رگڑا آنکھوں کا — طوطیا خاک پائے آل رسول
میری بگڑی بنی ہے تیرے ہاتھ — تو ہی بگڑی بنائے آل رسول
تجھ سے جس کو ملا ملے پیارے — تجھ سے جو پائے پائے آل رسول
تیزیٔ مہرِ حشر کا کیا خوف — میں ہوں زیرِ لوائے آل رسول
بادشاہ ہیں گدا ترے در کے — ہوں گدائے گدائے آل رسول
تاج والوں کا تاجِ عزت ہے — کہنہ نعلین پائے آل رسول
ٹھنڈی ٹھنڈی نسیمِ مارہرہ — دل کی کلیاں کھلائے آل رسول
بھینی بھینی سی مست خوشبو سے — دل کی کلیاں بسائے آل رسول
طیب طیبہ میں ہیں بسی کلیاں — مہکی گلگوں قبائے آل رسول

بھولے بھٹکوں کا خضر ہی تو ہے　　راستہ پر لگائے آل رسول
سبز گنبد پہ اڑ کے جا بیٹھوں　　شوق کے پر لگائے آل رسول
خاک میری اڑے جو بعدِ فنا　　مدنی ہو ہوائے آل رسول
اب تو گدیہ گروں کی چاندی ہے　　ہیں کھرے سکّہائے آل رسول
خم سے آسن جمائے در پہ گدا　　کوئی پیالہ پلائے آل رسول

پار بیڑا لگائے آل رسول　　ڈوبے بجرے ترائے آل رسول
جو ہیں اپنے پرائے آل رسول　　سب کو اپنا بنائے آل رسول
ٹھوکروں پہ نہ ڈال غیروں کی　　ہم ہیں قدموں میں آئے آل رسول
تیرا باڑا ہے بٹ رہا جگ میں　　تو ہی دے یا دلائے آل رسول
جھولی پھیلائے ہے ترا منگتا　　پھر دے داتا برائے آل رسول
دے دے چمکار کر کوئی ٹکڑا　　سگِ در کو رضائے آل رسول
در سے اپنے نہ کر اسے در در　　در دے در کی رضائے آل رسول
دور دوری کا دَور دَورا ہو　　دَور پھر یہ نہ آئے آل رسول
نگھرّے در بدر بھٹکتے ہیں　　دے ٹھکانہ برائے آل رسول
تلخیاں ساری دور ہو جائیں　　مئے شربت پلائے آل رسول
ہیں رضاؔ غوثؔ کے قدم بقدم　　ہیں قدم ان کے پائے آلِ رسول

جس نے پایہ تمہارا پایا ہے کہہ اٹھا میں نے پائے آل رسول
اپنی قدموں کے نیچے ہے جنت اور قدم ہیں یہ پائے آل رسول
ان کی سیرت ہے سیرتِ نبوی ان کی صورت لقائے آل رسول
ان کے جلووں میں ان کے جلوے ہیں ہر ادا سے ادائے آل رسول
آتے دیکھیں جو اعلیٰ حضرت کو آنکھیں کہہ دیں یہ آئے آل رسول
ہے بریلی میں آج مارہرہ اعلیٰ حضرت ہے جائے آل رسول
قادریوں کا ہے لگا میلہ ہے تماشا ضیائے آل رسول
نوری مسند پہ نوری پتلا ہے اچھا ستھرا رضائے آل رسول
چھتر رحمت کا شامیانہ ہے سر پہ ہے یا ردائے آل رسول
ہیں پروں سے کئے ہوئے سایہ پرے قدسی جمائے آل رسول
ہیں گھٹا ٹوپ رحمتیں چھائیں پا ہے ظل ہمارے آل رسول
غوث کا ہاتھ ہے مریدوں پر برز میں کالسماء آل رسول
برکاتی برکات کا دولہا شاہ احمد رضائے آل رسول
برکاتی پیار کا سہرا تیرے سر ہے رضائے آل رسول
قادریت دلہن بنی نوشہ شاہ احمد رضائے آل رسول
نور کا حُلّہ جوڑا شاہانہ نوری جامہ عبائے آل رسول
نور کی چہرے پر نچھاور ہے صدقے ہم سب گدائے آل رسول

بیل میری بھی اب منڈھے چڑھ جائے صدقہ حامد رضائے آل رسول

منقبت در شان اعلیٰ حضرت

امام اہلِ سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو
مجدّد دین و ملت کے شہ احمد رضا تم ہو
خدا نے عزتیں بخشیں تمہیں کو مدینے میں
عجم کا ذکر کیا پیارے عرب کے پیشوا تم ہو
شیوخِ طیبہ و بطحا نے مانا قبلۂ و کعبہ
وہ قبلہ اہل قبلہ کے ہیں قبلہ قبلہ نما تم ہو
حقائق کے حقائق کا محقق حق نے فرمایا
حقیقت میں حقیقت کے حقیقت آشنا تم ہو
شریعت کے معدِّل منطقہ چرخ طریقت کے
مدارِ قادریت قطب و غوث الاولیاء تم ہو
جو مرکز ہے شریعت کا محیط اہلِ طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاصفیا تم ہو
سفینہ ہے شریعت کا خزینہ ہے طریقت کا
ہے سینہ مجمع بحرین خضر رہنما تم ہو

بھنور میں آ پڑی کشتی مخالف ہے ہوا چلتی
لگا دو پار بیڑا میرے آقا نا خدا تم ہو

تمہارے ہاتھ میری لاج، میری دستگیری ہے
کرم کر لو تو بیڑا پار ہے مشکل کشا تم ہو

تمہارے در کے ٹکڑوں سے گزر رہے قادریوں کی
ہے جگ میں بٹ رہا باڑا وہ جگ داتا رضا تم ہو

بھکاری کو ملے ٹکڑا ہے جھولی ڈالے یہ منگتا
یہ جگ داتا کا ہے باڑا گدا کا آسرا تم ہو

غلامانِ شہِ کونین محبوبِ الٰہی ہیں
پیارے کے پیارے ہو کہ عبد المصطفیٰ تم ہو

نہیں جو بندے کا بندہ خدا کا ہو وہ کب بندہ
خدا کے خاص بندے یہ کہ عبد المصطفیٰ تم ہو

انا من حامد و حامد رضا منّی کے جلووں سے
بحمد اللہ رضا حامدؔ ہے اور حامد رضا تم ہو

☆☆☆

اٹھارہواں نور

حجۃ الاسلام اپنے مکتوبات کے آئینے میں

مکتوب کے ذریعہ دعا اور پیغامِ صبر بمطالعۂ عزیز

محترم جناب مولوی وزارت رسول صاحب۔ سلّمہٗ اللہ تعالیٰ۔

''بعد سلامِ مسنون ودعائے خلوص مشحون۔ آج عزیزم محمد داد خان سلمہ کے خط سے معلوم ہوا کہ تمہارے لختِ جگر، نورِ بصر نے داغِ فراق دیا۔ حقیر کو اس سے صدمہ ہوا۔ مولیٰ عزّ وجلّ تمہیں، اس کی والدہ، اس کی دادی اور اس کی پھوپھی سب کو توفیقِ صبر واجر عطا فرمائے اور نعم البدل عطا کرے۔ اولاد دل کا پھل ہوتی ہے اور چھوٹے بچے کا بہت صدمہ ہوتا ہے، مگر صبر وشکر کرنا چاہئے کہ وہ تمہارے لیے پیش خیمۂ شفاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر راضی رہنا چاہئے کہ تم نے اس کی امانت کو بہتر حالت میں اسے سپرد کیا۔ اور وہ تمہاری گودوں سے بہتر گودوں میں کھیل رہا ہے۔ اور ابدی راحتوں اور جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہے۔ تمہیں اس پر دلگیر ہونا نہ چاہئے۔ جزع فزع سے اجر ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور مردہ تکلیف پاتا ہے۔ ہرگز بے صبری نہ کرنا چاہئے۔ دنیا فانی اور ہر شئی یہاں کی آنی جانی ہے۔ مولیٰ باقی، باقی فانی ہے۔

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئےX

الدعا: ''میرا یہ دعا نامہ سب کو سنا دو اور تلقینِ صبر کر دو۔ میرے سب عزیزانِ طریقت کو سلام و دعا''۔

مکتوب شریف کے مذکورہ جملوں پر بار بار توجہ دیجئے۔ کیسے چیدہ چیدہ الفاظ ہیں، پھر معانیِ احادیثِ رسول ﷺ کو کتنے سلیقے سے سجا کر صبر کی تلقین فرمائی ہے۔

مثلاً حدیث شریف میں ارشاد ہوا کہ جو نابالغ بچے وفات پا جاتے ہیں وہ اپنے ماں باپ کی شفاعت کر کے انہیں جنت میں لے جائیں گے۔ اس لیے حضرت حجۃ الاسلام نے بڑا جامع لفظ لایا۔ فرمایا:

''مگر صبر و شکر کرنا چاہئے کہ وہ تمہارے لیے پیش خیمۂ شفاعت ہے''۔

صبر کی تلقین کا حکم اور جزع و فزع اور بے صبری کی ممانعت حدیث میں وارد ہے۔ صبر کرنے والا اجر و ثواب پاتا ہے اور بے صبری کرنے والا اس سے محروم ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ میت پر آواز کے ساتھ رونے کے حوالے سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ آواز کے ساتھ گھر والے کے رونے سے مردہ کو عذاب دیا جاتا ہے۔ ان دونوں مفہوم کو حضرت نے یوں بیان کیا۔

''جزع فزع سے اجر ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور مردہ تکلیف پاتا ہے، ہرگز بے صبری نہ کرنا چاہئے''۔

اس خط کے اسلوب کا ادبی اعتبار سے جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ادب کا اعلیٰ شہکار ہے۔ اگر آپ کے خطوط کا ذخیرہ مل جائے تو یقیناً اس سے ادب عالیہ میں اضافہ ہوگا۔

کانگریس کو چیلنج اور ایک تنظیم اہل سنت کا منصوبہ : ہندوستان کی آزادی کے نام پر افقِ سیاست پر ابھرنے والی کانگریس پارٹی کے اندر ہمیشہ خامیاں رہی ہیں، ان میں سے ایک یہ کہ ۱۹۴۳ء سے قبل بلکہ اس کے بعد بھی کانگریسیوں نے مسلمانوں پر بہت مظالم ڈھائے ہیں اور ان کے حقوق کا استحصال کیا ہے۔ انہیں کے وقت میں ہندو مسلم رائٹ زیادہ ہوئی، اس میں مسلمانوں کی شرکت کے جواز کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، مگر کیا کہئے گا وقت کے المیہ کو کہ مسلمانیت کا دعویٰ کرنے والے علمائے دیوبند حسین احمد مدنی وغیرہ نے اپنے ذاتی مفاد اور حصولِ شہرت کی غرض کے تحت اس کا ساتھ دیا، اس کے ممبر بنے اور قوم مسلم کو قعرِ مذلت میں ڈالا۔ جبکہ کانگریسیوں کے مظالم اس قابل نہیں کہ مسلمان بھول سکیں۔

حضور حجۃ الاسلام سیاسی شعور رکھتے تھے اور اسلامی ہمدردی کے ناطے وہ ہمیشہ قومِ مسلم کے بہی خواہ رہے، اسی لیے انہوں نے حسین احمد مدنی اور دیگر کانگریسی مولویوں کو چیلنج دیا کہ تم خود کو مسلمان اور عالم ہونے کا دعویٰ کرتے ہو، اگر ذرا سی بھی اسلامی غیرت ہے تو کانگریس کی شرکت کا جواز پیش کرو۔ آپ نے اسی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ جماعت رضائے مصطفیٰ ہند کے پلیٹ فارم سے کانگریس کی شرکت کی حرمت پر ایک نہایت مدلل فتویٰ بھی شائع کیا۔ مگر ان گم گشتگان راہ سے اس چیلنج کا کوئی جواب نہ بن سکا۔

دوسری طرف حضور حجۃ الاسلام نے اس کانگریس اور مسلم لیگ کے شر و فساد سے بچنے اور مسلمانوں کی صالح قیادت کے لیے ایک تنظیم تنظیم اہلسنت کے نام سے قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔مگر کسی وجہ کر یہ منصوبہ پورا نہ ہو سکا،جس کا افسوس حضور حجۃ الاسلام کو آخر حیات تک رہا۔آپ حامی سنت حاجی ابوبکر،حاجی احمد صاحب سکریٹری انجمن تبلیغِ صداقت بمبئی کے ایک مکتوب کے جواب میں لکھتے ہیں:

''کانگریس ہی مسلمانوں کے لیے پیام موت تھی،اس کا مجھے قلق تھا،مگر علمائے اہلسنت کی طرف سے کوئی متفقہ آواز اس کے خلاف میں نہ اٹھی،یہ کام کا وقت تھا،کانگریسی مولوی اور دیوبند اس وقت نہایت سخت ذلت و رسوائی کے گڑھے میں گر رہے تھے،ان کی کانگریس میں شرکت مسلمانوں کو ان سے نفور کر رہی تھی،جگہ جگہ ان پر لوگ حملہ آور ہوئے،داڑھیاں پکڑ پکڑ کر کفش کاوی کرتے۔

مگر افسوس ہمارے علماء کا جمود نہ ٹوٹا،ان کی کوئی آواز مسلمانوں کے کان تک نہ پہنچی،کوئی اسلامی جھنڈا لے کر نہ اٹھے کہ تمام سنی اس کے نیچے جوق در جوق آ جاتے اور ہماری ملک میں ایک آواز گونج جاتی،کفار و مشرکین،گمراہ،بد دین جماعتوں کے مقابل خالص اہلسنت کا ایک محاذ قائم ہو جاتا۔جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف سے خبیث کانگریس کی شرکت کی حرمت پر ایک نہایت مدلل

فتویٰ قرآن کریم کے براہین کے ساتھ شائع ہوا۔ حسین احمد وغیرہ تمام دیوبندی مولویوں کو میں نے بھی چیلنج دیا تھا کہ اس کی شرکت کا جواز ثابت کریں، اور جن آیات قرآنیہ سے اس کی حرمت کا ثبوت دیا گیا ہے، ان کا جواب دیں، کانگریس کے مظالم اس قابل نہیں کہ مسلمان بھول سکیں۔ افسوس صد افسوس کہ ہمارے علمائے اہلسنت وزعمائے ملت وامنائے سنت وشریعت سوتے ہی رہے اور وقت ضائع کردیا۔

میں نے عرس اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تنظیم اہلسنت کے لیے بہت سے اکابر علماء کو جمع کر کے چاہا تھا کہ ہماری ایک متفقہ آواز ملک سے مسلمانوں کی حمایت کے لیے اٹھے، اور مسلمان ہمارے علما کی آواز پر لبیک کہیں اور بے دینوں کے پنجے سے اس طرح انہیں نجات ملے اور اغیار کی قیادت سے نکل کر علمائے اہلسنت کی قیادت میں ہم اپنا کام کریں، مگر اس کی تخریب کردی گئی، جس کے مخرب ہمارے بعض افراد تھے۔ یہ ہماری غایت درجہ کی عاقبت نااندیشی اور زمانہ ناشناسی تھی''۔ [1]

تنظیم اہلسنت کے قیام کی افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ حاجی عثمان عبداللہ، جودھپور، کاٹھیاواڑ اور تمام مسلمانوں کو یوں لکھتے ہیں:

''اس وقت دیوبندیوں پر بری بنی تھی، جگہ جگہ انہیں ذلت ورسوائی کا سامنا

---

[1] بحوالہ فتاویٰ حامدیہ، ص ۴۴۵

تھا،مسلمان ان سے متنفر ہورہے تھے۔اگر یہ تنظیم ''تنظیم علمائے اہلسنت'' ہو جاتی تو ہماری آواز نہ صرف کانگریس کے لیے زلزلہ فگن ہوتی بلکہ احرار''جمعیۃ العلماء'' دہلی اور تمام کانگریسی دیوبندی مولوی سب سے جدا ہو کر اہلسنت کے ساتھ ہوتے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آوازِ حق بلند کرتے،ان کی سچی غلامی کا دم بھرتے۔ میں ضرور اس کی ضرورت محسوس کرتا تھا اور اس وقت جو مہلکے کی حالت مسلمانوں کے لیے ہے وہ کھلی آنکھوں کے سامنے ہے،مشرکین ہمارے دین اور مساجد کی توہین کررہے ہیں،قربانیِ گاؤ اور از ان جیسے شعائرِ دین بند کیے جارہے ہیں۔مسلمانوں کی جان و مال وعزت وآبرو سخت خطرے میں ہے۔ اسلام کے نام لیوا محض اس جرم میں کہ''مسلمان'' ہیں ذبح کئے جارہے ہیں،کیا اب بھی ضرورت شرعی کا تحقق نہیں ہوتا؟''[1]

شکریے کا مکتوب مریدِ خاص مولانا وزارت رسول کے نام

ازز کریا اسٹریٹ،کلکتہ

بمطالعۂ برخوردار سعادت آثار مولوی وزارت رسول خان سلمہ

بعد دعائے عافیت وسلامتی جان وایمان وبرکاتِ کونین۔مولیٰ تعالیٰ کا شکر ہے کہ فقیر مع الخیر آپ سب عزیزانِ طریقت کے لئے دل سے دعا کرتا ہے،مولیٰ تعالیٰ سب کو شاد وآباد و بامراد رکھے۔آپ صاحبوں کی سچی محبت اور راسخ عقیدت

[1] فتاویٰ حامدیہ،ص۴۳۴

کا گہرا اثر فقیر کے صمیمِ قلب میں جگہ پائے ہوئے ہے، راہ میں جس قدر آرام ملا مولیٰ تعالیٰ اس کی بہتر جزاے خیر آپ صاحبوں کو عطا فرمائے۔ منشی نعمت اللہ صاحب کو رب العزۃ شاد و آباد رکھے، ان کے دلی مقاصدِ خیر خیر کے ساتھ پورے فرمائے۔ انہوں نے بھی میری راحت کا نہایت درجہ دل سے خیال رکھا، سایہ کی طرح فقیر کے ساتھ ساتھ رہے۔ پتر کنڈہ، مدنپورہ کے عزیزانِ طریقت، سب کا دلی شکریہ اور سب کے لئے قلبی دعا، مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے۔ علاج ہو رہا ہے لیکن ابھی میڈیکل ہال میں داخلہ نہیں ہوا، کوشش ہو رہی ہے۔ میں پہلے سے اچھا ہوں۔ ڈاکٹر خورشید علی خان صاحب کی دوائیں بہتر ثابت ہوئیں، ان سے بہت فائدہ ہوا لیکن یہاں وہ استعمال میں نہیں آئیں، تین دانے پشت میں ابھی تک باقی ہیں۔ مولیٰ عز و جل شفاءِ کلی عطا فرمائے۔ ڈاکٹر صاحب اور منشی نعمت اللہ صاحب اور ان کے بڑے بھائی منشی حشمت اللہ صاحب اور چھوٹے بھائی منشی لیاقت اللہ اور ان کے گھر میں اور عزیزہ حسینہ اور آپ کی والدہ صاحبہ اور جناب ماموں صاحب اور منشی امجد علی صاحب، منشی واجد علی صاحب، عزیزم نسیم الدین اور خاص تم کو فقیر کی دعا و سلامِ مسنون پہنچے۔ راہ میں گیا تک ڈاکٹر خواجہ سید احمد اشرف صاحب سے بہت آرام ملا، ان کے دو خط بھی آ چکے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں بھی خوش رکھے۔ واپسی میں گیا بھی خدا نے چاہا تو جانا ہوگا اور بنارس بھی فقیر آئے گا۔ حاجی جلال الدین صاحب اور ان کے صاحبزادوں اور عبد الجبار

وغیرہم کو فقیر کی دعا پہنچا دیں۔ مولوی عبد الرشید صاحب اور مولوی خلیل دانش صاحب کو بھی بہت بہت سلامِ شوق پہنچے۔

بمطالعۂ عزیز جان مولوی وزارت رسول خان سلمہ، محلّہ پتر کنڈہ، بنارس

نوٹ: یہ تحریر ایک پوسٹ کارڈ پر ہے، جس کی دونوں جانب تحریر ہے۔ سر ورق پر مندرجہ بالا جملہ لکھا ہے۔

مناظرہ میں کامیابی پر مبارکبادی: حضور حجۃ الاسلام کے شاگردِ رشید اور خلیفۂ ومجاز مفتی اعظم پاکستان مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ اور دیوبندیوں کے مناظر منظور سنبھلی کے درمیان مناظرہ ہوا تھا، جس میں مفتی اعظم پاکستان کو فضل الٰہی سے زبردست کامیابی ملی تھی اور منظور کو شکست فاش۔ اس حوالے سے حضور حجۃ الاسلام نے محدث اعظم پاکستان کو مبارک باد پیش کی تھی، جس کی تفصیل یہ ہے:

''محلّہ کٹرہ چاند خاں، شہر کہنہ بریلی میں عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا اور فائق صاحب کی نظمِ تہنیت اس میں پڑھی گئی۔ اور بھی متعدد اجلاس شہر میں مختلف محلوں میں منعقد ہوئے۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا مولوی شاہ مفتی محمد حامد رضا خان صاحب مدظلہ (۱) رضوی نوری سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ ان ایام میں ضلع بدایوں میں رونق افروز تھے۔ مناظرہ میں اہلسنت کی فتح مبین کی خبرِ فرحت اثر

---

(۱) قدس سرہ ۱۲

سن کر حضرتِ ممدوح نے مناظرِ اہلسنت کو مندرجہ ذیل مکتوبِ مبارکباد ی تحریر فرمایا:‘‘

۷۸۶

مولانا المکرّم عزیز محترم مولوی سردار احمد صاحب، صدر جمعیتِ خدامُ الرضا۔ بعد سلام مسنون وادعیۂ خلوصِ مشحون۔ فقیر اس فتحِ نمایاں کی مبارکباد دیتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیشہ اعدائے دین پر آپ کو مظفر و منصور رکھے اور آپ کا بول بالا، اہل باطل کا منھ کالا کرے، بریلی میں اس فتحِ مبین کا سہرا آپ کے سر رہا، آپ کی قائم کردہ جماعت بحمدہ تعالیٰ بہت مفید و کار آمد ثابت ہوئی اور خدا اسے اور ترقی عطا فرمائے تو اہلسنت کے لئے اس کا وجود مورثِ برکات وحسنات و قوتِ اہلسنت و نکایتِ بدعت کا باعث ہوگا۔ باذنہ تعالیٰ فقیر حاضر آستانہ ہونے پر خدا نے چاہا تو جمعیت کے متعلق خاص توجہ کریگا۔ والسلام۔

فقیر محمد حامد رضا خان غفرلہ ۲۷ رمحرم الحرام ۱۳۵۴ھ

قاصد (۱) کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرتِ ممدوح نے اس خوشخبری کو سن کر فوراً فرمایا: ’’قَدْ نَدَّ مَنْظُوْرُ ‘‘ (یعنی تحقیق کہ بھاگا منظور) جیسے ’’دُقَّ دَنُّ مَنْظُوْرٍ ‘‘ (یعنی منظور کا بھانڈا پھوڑ دیا گیا) بھی کہہ سکتے ہیں۔ عدد نکالنے پر معلوم ہوا کہ یہی (۱۳۵۴) منظور کے فرار کی تاریخ ہے۔ مفتی اعظم حضرت مولانا شاہ

---

(۱) عزیزی مفتی مفتی اعجاز ولی خان سلمہ ۱۲

مصطفیٰ رضا خان صاحب قادری نوری''۔(تذکرۂ جمیل ص ۵۳)

مذکورہ مناظرہ میں سنیوں کی کامیابی اور مبارکباد پر تبصرہ کرتے تجلیات حجۃ الاسلام میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی یوں رقمطراز ہیں:

''حضور محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ابھی فارغ التحصیل ہوئے صرف ایک سال ہی ہوئے تھے اور آپ دارالعلوم منظر اسلام میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے کہ دیوبندی مولوی منظور سنبھلی سے ۱۳۵۴ھ میں ایک فیصلہ کن مناظرہ ہوا۔ محدث اعظم پاکستان اہل سنت کی طرف سے مناظر تھے۔ آپ نے ۲۰؍تا ۲۳؍محرم الحرام متواتر چارروز تک ہونے والے اس مناظرہ میں منظور سنبھلی کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اس مناظرہ میں سنیوں کو فتح اور دیوبندیوں کی شکست سے بریلی کے سیکڑوں افراد بدمذہبیت سے تائب ہو گئے۔ حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ نے محدث اعظم کی دستار بندی فرمائی۔ حضرت حجۃ الاسلام اس وقت بدایوں میں تھے، انہوں نے اس فتح کی خبر سن کر بے حد مسرت کا اظہار فرمایا اور اپنے اس مکتوب کے ذریعہ مبارکباد دی۔''

واضح رہے کہ مذکورہ دونوں جملے کے اعداد ۱۳۴۵ھ ہیں اور یہ مادۂ تاریخ والے جملے حضرت نے برجستہ فرمایا جو نہایت معنی خیز ہیں۔

مریدین و احباب کے لیے دعا اور حوصلہ افزائی: حضور حجۃ الاسلام کے پاس احباب و متوسلین کا خط آتا تو اس کا جواب ضرور لکھتے، اور اگر کسی کی طبیعت علیل ہو یا کوئی کسی پریشانی میں ہو تو اس

کے لیے دعائیں فرماتے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے، اس طرح کی باتیں آپ کے کئی خطوط میں درج ہیں۔ آپ کی ایک مریدہ جو غالباً پتر کنڈہ، بنارس میں رہتی تھیں، ان کے مکتوب کے جواب میں ایک تفصیلی مکتوب لکھا، آغاز میں درج ذیل عبارت لکھتے ہیں:

عزیزہ سلمہا

بعد دعائے مدعیٰ

''تمہارا رجسٹری بند خط آیا۔ عزیزم مولوی وزارت رسول سلمہ کی حالتِ علالت اور ان کی صحت معلوم ہوئی۔ مولیٰ عز وجل انہیں صحتِ کامل و عاجل اور پوری قوت عطا فرمائے اور انہیں ان کے حسبِ خاطر اچھی جگہ عطا فرمائے۔ آمین''۔

کثرتِ کار اور ھجومِ افکار : حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نہایت متحرک و فعال شخصیت کا نام ہے۔ آپ کے سر دین وملت کی بہت ذمہ داریاں تھیں۔ خود کتب و رسائل لکھنا، بد مذہبوں کا تعاقب کرنا، اعلیٰ حضرت کے کتب و رسائل کی اشاعت کرنا، ان کے مشن کو آگے بڑھانا، دار العلوم منظر اسلام کی آبیاری اور فروغ و استحکام میں منہمک رہنا، ''ماہنامہ یادگار رضا'' کا تحفظ، جماعت رضائے مصطفیٰ کے پلیٹ فارم سے سیکڑوں امور انجام دینا، اعلیٰ حضرت کے مریدین ومتوسلین کی دلجوئی کے لیے اسفار کرنا، یہ سب آپ کی مصروفیات

تھیں، یعنی کثرتِ کار اور ہجومِ افکار۔ بلفظِ دیگر۔ یک سر ہزار سودا۔ یہ وجوہات ہیں جن کے سبب حضرت حجۃ الاسلام نہایت کمزور ہو گئے، یہاں تک کہ سالہا سال بیمار رہے، اور غم بالائے غم یہ کہ اسی دوران یعنی ۱۳۵۸ھ یا اس سے کچھ قبل آپ کے گھر میں چار اموات ہو گئیں، اگر آپ کی جگہ پہاڑ بھی ہوتا تو ان صدمات کو شاید برداشت نہ کر سکتا مگر حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہیں کہ ان حالات وصدمات سے دوچار ہونے کے بعد بھی یہ صبر وشکیب کا جبل مستقیم بنے رہے۔

حجۃ الاسلام حامیِ سنت ماحیِ بدعت جناب حاجی ابوبکر صاحب سکریٹری انجمن تبلیغِ صداقت، بمبئی کے ایک سوال کے جواب کے ضمن میں رقمطراز ہیں:

''میری حالت سے آپ غالباً آگاہ نہیں، میں نہایت سخت علیل تھا، سات آٹھ مہینے تک صاحبِ فراش رہا، حیاتِ مستعار کی قطعاً امید باقی نہ تھی۔ زندگی سے دور، موت سے قریب تھا۔ ابھی تک پوری صحت، کافی قوت حاصل نہ تھی کہ اس اثنا میں میرے گھر میں سخت علالت ہوئی اور وہ جانبر نہ ہو سکیں، نیز میری علالت ہی میں میری ایک جوان بھتیجی اور میری ایک نواسی انتقال کر گئی، پھر میرے عمِ محترم مولانا محمد رضا خان صاحب نے انتقال کیا، اس بنا پر ہجومِ افکار اور اس کے ساتھ کثرتِ کار نے مجھے بیکار رکھا، پھر ابھی تک بوجہِ ضعف ونقاہت پیرانہ سالی اور دماغی کمزوری کی وجہ سے کوئی دماغی محنت کا کام کرنے سے معذور ہوں، ذرا دیر کتاب دیکھنے سے دماغ ماؤف ہو جاتا ہے۔ یہ وجوہ ہیں کہ میں ضروری

سے ضروری مراسلات کے جوابات نہیں دے سکتا اور تعویق و تاخیر پیش آ جاتی ہے''۔[1]

ایک مریدہ کے نام مکتوب

از خانقاہ عالیہ رضویہ، بریلی، محلّہ سوداگراں

۷۸۶

عزیزہ سلہما! بعد دعاے مدعیٰ

تمہارا رجسٹری بند خط آیا عزیزم مولوی وزارت رسول سلمہ کی حالتِ علالت اور ان کی صحت معلوم ہوئی مولیٰ عز و جل انہیں صحت کامل و عاجل اور پوری قوت عطا فرمائے اور انہیں ان کے حسبِ خاطر اچھی جگہ عطا فرمائے۔ آمین! یہاں آجکل دار العلوم کے جلسہائے سالانہ کے انتظامات زیرِ نظر ہیں مجالسِ شوریٰ کا انعقاد ہو رہا ہے اور رؤساء و عمائدینِ شہر کی توجہ منعطف ہے۔ اس سال نتیجۂ امتحان بہترین صورت میں دکھایا جانا قرار پایا ہے، بیس طالب علم دستارِ فضیلت کے قابل تیار ہوئے ہیں اور رؤسائے شہر کی رائے ہے کہ گورنر یوپی سر حافظ احمد سعید خان صاحب (جو میری ملاقات کے اشتیاق میں دو مرتبہ بریلی آئے اور میرے موجود نہ ہونے کے باعث ملاقات نہ ہوسکی) چونکہ ایک مسلمان گورنر ہیں، لہٰذا جلسۂ سالانہ میں انہیں مدعو کیا جائے اور نواب سر مزمل اللہ خان

---

[1] بحوالہ فتاویٰ حامدیہ ص ۴۴۳، مرتبہ مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی، مرکزی دار الافتا، بریلی شریف، ناشر: اشاعت تصنیفات رضا، محلّہ سوداگران، رضانگر، بریلی شریف

اور سر محمد یوسف وغیرہ عمائدین اور مشائخ میں سے جناب دیوان صاحب اجمیر مقدس اور پیر جماعت علی شاہ صاحب پیر پنجاب وغیرہ منتخب حضرات کو بلایا جائے، جس کے مصارف کا تخمینہ سرسری طور پر نو سو ہے۔ مولیٰ تعالیٰ بخیر انجام پہنچائے اور جلسۂ دارالعلوم کو نتیجہ خیز کرے، اس وجہ سے سردست میرا جانا نہیں ہو سکتا، نیز لاہور میں انجمن حزبُ الاحناف کے جلسے مقرر ہیں۔ وہاں میری صدارت کی اشاعت کر دی گئی اور میں وعدۂ شرکت کر چکا ہوں۔ پھر فیروز پور کے احباب نے اصرار کیا ہے کہ میں لاہور سے وہاں آؤں اور ایک شادی چند ماہ سے صرف میرے آنے پر ملتوی رکھی ہے، جب میں وہاں پہنچوں گا تو تقررِ تاریخ ہوگا اور تقررِ تاریخ میرے ہی ذمہ رکھا ہے۔ راہ میں امرتسر کے بعض احباب مصر ہیں کہ یہاں بھی قیام ہو۔ غرضیکہ یک سر ہزار سودا۔ پھر یہاں میری واپسی پر جلسۂ دارالعلوم کی تواریخ رکھی گئی ہیں غالبًا..........شعبان کو جلسہ ہوگا اور مہمان داری اس کے بعد تک رہے گی پھر رمضان المبارک آجائے گا.....انتظام وغیرہ کام ہونگے۔ پھر اس ماہِ مبارک میں عبادت کے سوا اور کام بھی کیا ہو؟ اس لئے شعبان و رمضان میں سفر حیدر آباد کا نہیں ہوسکتا پھر شوال میں افتتاحِ دارالعلوم کا وقت ہے، پندرہ روز پھر جانا نہ ہو سکے گا، لہٰذا افسوس ہے کہ میں اپنے عزیز بچوں کے ہمراہ نہیں جا سکتا، ان کو جانا چاہیئے اور جلد جانا چاہیئے۔ میں دعا کرتا ہوں، مولیٰ تعالیٰ انہیں اپنے مقاصد حسنہ میں کامیابیاں فوق المراد عطا فرمائے۔ آمین!

تعویذات بھیجتا ہوں، رؤساء و حکام سے ملنے کے وقت اپنی اپنی ٹوپیوں میں رکھیں اور شجرہ شریف کے اعمال ''اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا شَرِیْکَ لَہٗ'' اور ''حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ ''ضرور ضرور جاری رکھیں۔عزیزم مولوی امانت رسول سلمہ کا خط دیکھا۔مولیٰ تعالیٰ انہیں دونوں جہاں کی نعمت و دولت سے سرفراز کرے۔ انکی ہمدردی کا شکریہ۔ دل سے دعائے خیر کے سوا کیا ہوسکتا ہے مگر فقیر کوئی زر پرست، دنیا دار، عبد الدرہم، عبد الدینار فقیر نہیں۔اعلیٰ حضرت قبلہ کی روش میرے لئے بہترین اسوہ ہے۔میں نے ناظم عزیز محترم منشی شیخ محمد حسین صاحب مرحوم کی تحریک پر جب بارہ سو روپئے ماہوار کی جگہ پر نظر نہ کی تو اب چھ سو روپئے کی ملازمت کر کے کیا دنیا طلبی کروں گا۔نواب رامپور نے پچاس ہزار روپئے خانقاہ شریف کے نام سے دینے کا لالچ دیا اور بار باران کے خطوط بنام فقیر آئے مگر الحمد للہ تعالیٰ کہ فقیر نے اصلاً توجہ نہ کی۔مولیٰ تعالیٰ دینِ حق کا خادم رکھے اور اس کی سچی خدمتوں کی توفیقِ رفیق فرمائے اور خلوصِ نیت و اخلاصِ عمل کے ساتھ خالصاً لوجہ اللہ خدمتِ دینِ نبیِ کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم پر چلائے،اسی پر مارے اوراسی پر حشر فرمائے۔آمین!میں جب کبھی حیدرآباد گیا ان سے ملوں گا انہیں مطلع کر دوں گا، یہ میرا کام نہیں کہ میں اپنی مبالغہ آمیز تعریفوں کے اشتہار چھپوا کر وہاں بھیجوں اور دنیا سازی سے طلبِ دنیا کا جال بچھاؤں۔جب جاؤں گا اپنے کسی عزیز کے یہاں قیام کروں گا جس سے میرا روحانی یا خون کا رشتہ ہوگا۔

بڑے بڑے رؤساء سے میرا کوئی علاقہ و واسطہ نہیں ہے۔ رہی دین کی خدمت وہ جس طرح میرا رب مجھ سے لے میں .... ہر وقت حاضر ہوں والدعا

فقیر محمد حامد رضا

غفرلہ خادم سجادہ وگدائے آستانہ، بریلی

(یہ مکتوب غالباً پتر کنڈہ، بنارس کی ایک مریدہ کے نام ہے۔ محمد عابد حسین قادری)

درج ذیل تین مکتوب ہم ''تجلیاتِ حجۃ الاسلام'' سے ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مرحوم بریلی شریف کے تبصرے کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

''جس طرح شاعر کے اشعار اور مصنف کی تصنیفات وتحریرات سے اس کی شخصیت پر روشنی پڑتی ہے، اسی طرح خطوط سے بھی مکتوب نگار کی شخصیت کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ مکتوب منہ سے اس کے تعلقات کا بھی پتہ چلتا ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام کے تعلقات عالم اسلام کے مشاہیر علماء ومشائخ سے تو تھے ہی اوران سے خط وکتابت بھی رہتی تھی ساتھ ہی ساتھ ان کا اپنے خلفاء و مریدین اور دوسرے نیازمندوں سے بھی خط وکتابت کا سلسلہ رہتا تھا۔ ظاہر ہے اگر ان کے خطوط کی نقلیں محفوظ ہوتیں تو وہ بھی ایک علمی وادبی سرمایہ ہوتیں اوران سے حجۃ الاسلام کی حیات وشخصیت کے مختلف گوشوں اور زاویوں پر مزید روشنی

پڑتی۔

صاحبزادہ مولانا سید وجاہت رسول قادری نے اپنی تصنیف ''تذکرۂ مولانا سید وزارت رسول قادری'' میں حضور حجۃ الاسلام کے چند خطوط کی زیروکس کاپیاں شامل کر دی ہیں۔ جن میں کچھ تو حجۃ الاسلام ہی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں اور کچھ کو دوسروں سے لکھوایا ہے۔ ان خطوط کی نقول پیش ہیں۔ ان پر ایک مختصر تبصرہ بھی پیش کیا جائے گا۔''

بنام مولانا سید وزارت رسول قادری

خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف

۶ر ذی قعدہ ۶۰ھ

عزیز مکرم سلمہ۔ سلام مسنون نیاز مشحون

محبت نامہ موصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔ نوید تازہ پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ عزیز محترم عبدالہادی خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو مولائے جلیل، رب کریم نے دولت فرزندی سے نوازا۔ فقیر کی دلی دعا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نومولود کو بطفیل خواجۂ کون و مکاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خادم دین، صاحب اقبال کرے اور والدین کا نورِ نظر و راحتِ جان رہے۔ آمین۔ فقیر کی طرف سے سید صاحب، عزیزہ سلمہا کو بہت بہت مبارکباد کہیے۔ گھر میں سب لوگ اس خوش خبری سے مسرور ہیں اور عزیزہ کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ فرزندم عزیزم نعمانی میاں

سلمہ بے حد خوش ہیں اور مولود مسعود کے لئے ہدیۂ تعویذات پیش کرتے ہیں۔ان کو بچہ کے گلے میں موم جامہ کر کے ڈال دیں۔اپنی بہن کو سلام کہتے ہیں اور مبارکباد پیش کرتے ہیں۔للت پور کے لئے فقیر کو اپنے تمام پروگرام تبدیل کرنے پڑے۔کئی مقامات کے لوگ فقیر کو لے جانے پر مصر رہے،مگر فقیر نے اس سفر کو ترجیح دی۔یادش بخیر، یار زندہ صحبت باقی۔مولیٰ کریم عزیزہ کو خیریت سے رکھے اور شفائے عاجلہ کاملہ بخشے۔والدعا

فقیر رضوی غفرلہ

تبصرہ:

حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کا یہ خط ان کے مرید و تلمیذ خاص مولانا وزارت رسول قادری صاحب کے نام ہے۔اس خط میں حضرت نے اپنے مرید نومسلم (بنگالی) عبدالہادی صاحب کے فرزند ہونے پر مبارکباد پیش کی ہے اور نومولود کے لئے تعویذ بھی بھیجا ہے۔یہ خط حضرت نے کسی اور سے لکھوایا ہے۔

حضرت مولانا سید وزارت رسول قادری بنارسی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت علامہ مولانا ہدایت رسول قادری قدس سرہ (لکھنوی) کے صاحبزادے تھے۔آپ حجۃ الاسلام کے چہیتے مریدوں، خلفاء اور شاگردوں میں تھے۔بریلی شریف میں رہ کر تعلیم بھی حاصل کی تھی۔

بنگالی نومسلم عبدالہادی صاحب حجۃ الاسلام کے بہت ہی چہیتے مرید

تھے۔انہیں حجۃ الاسلام سے ازحد عقیدت ومحبت تھی۔

زیرِنظر مکتوب واقعی ایک کھلا ہوخط، سادگی کا نمونہ، ایک پیر کا اپنے مرید سے محبت اور کرم فرمائی کا غماز ہے۔اس کی خوشی پر اپنی مسرت کا اظہار نیز نومولود کے لئے دعائیں اور حفاظت کے تعویذ وغیرہ اس بات کی شہادت بھی دیتے ہیں۔ خط مولانا سید وزارت رسول صاحب کے نام ہے، اس سے حجۃ الاسلام کا ان پر اعتماد اور ان سے ان کی محبت وشفقت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

طرز تحریر عالمانہ اور متین ہے۔

مکتوب۲:۔

باسمہ سبحانہ

عزیزہ عفیفہ دامت عصمتہا

بعد دعائے سلامتیٔ جان وایمان و برکت دارین، دولت کونین، مسرت نامہ ملا، باعثِ انکشافِ حالات ہوا۔مرزا اچھو صاحب کے مقدمات میں کامیابی کی خبر فرحت اثر مجھے اودے پور ملی تھی جبکہ میں راجپوتانہ کے سفر میں تھا۔میں نے انہیں مبارکباد کا دعا نامہ وہیں سے تحریر کرایا تھا اور اپنا اظہار مسرت اور مزید مبارکباد اب تحریر کرتا ہوں۔

فقیر کی دلی دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ انہیں چشم زخم اعدا سے محفوظ رکھے اور ان کی ہمشیرہ عزیزہ فقیر کی دختر طریقت کو صحت وعافیت عطا فرمائے۔میں نے جب

سے یہ خبر پائی کہ وہ پھر علیل ہوگئیں، فکر خاص بہ دلی ہے۔ یہ گدا دست بدعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ جلد شفاء عطا فرمائے۔ آمین!

یہاں بہت عدیم الفرصت ہوں، سیکڑوں روپے کے کام چھڑے ہوئے ہیں۔ تعمیرِ خانقاہ جاری ہے، کتب دینیہ کی اشاعت کا کام ہو رہا ہے۔ میرے جاگیری دیہات جن کے وقف کا میں متولی ہوں، ان کے بعض ضروری کام سر پر ہیں۔ میرے مختار عام کی خواہش ہے کہ میں بذات خود اس کی طرف توجہ کروں، دار الافتاء کا کام، اس کی نگرانی بھی میرے ذمہ ہے۔ دار العلوم منظر اسلام کے افتتاح کا وقت ہے اس میں بھی میری اشد ضرورت ہے۔ میری چھوٹی ہمشیر کے شوہر کا انتقال حال میں ہوا ان کے تمام دیہات کا کام اس کا انتظام کرانا اور اس کے نام داخل خارج کرانا بھی ضروری ہے۔ ان اشد ضرورتوں کی وجہ سے مجھے اس طویل سفر پر اقدام کرنا اور اس ہجوم کار اور کثرت افکار کے باعث آستانہ عالیہ چھوڑنا ایک امر دشوار تھا عزیزۂ محترمہ سلمہا کی علالت نے مجھے زیادہ پریشان کر دیا۔ تمہارے اسی خط نے اور بھی میرے جذبات ابھار دئے۔ انکی والدۂ محترمہ دام ظلہا کی تحریک ایسی نہیں کہ میں اسے ٹھکرا سکوں، لہٰذا میں فیصلہ کرتا ہوں کہ میں للت پور (جھانسی) ضرور جاؤں گا۔ ڈپٹی کلکٹر صاحب کو میری آمد کا تار یا خط بھیج دینا چاہئے اور یہاں فوراً کسی صاحب کو آنا چاہئے جو میرے ہمراہ رکاب ہوں۔ میں منتظر جواب و پابرکاب ہوں۔ میں راغب سلمہ کی ملازمت کے لئے سی۔ آئی۔

ڈی. کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ناصر خاں سلّمہٗ کو سفارشی خط لکھ چکا ہوں۔افسوس کہ اب تک وہ برسرِ کار نہ ہوا۔میں ڈاکٹر محمد سعید خاں سلّمہٗ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کا حافظ وناصر ہے۔میرے عزیزانِ طریقت کو دعا وسلام۔والدعا

گدائے دعا گو فقیر حامد رضا خاں قادری رضوی بریلوی گدائے سجادہ آستانہ عالیہ رضویہ، بریلی۔

نوٹ:۔

(یہ مکتوب حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ بنام سکینہ بیگم بنت علاّمہ سیّد ہدایت رسول قادری علیہ الرحمہ ہے)

اس مکتوب میں حجۃ الاسلام نے اپنی بھانت بھانت کی نجی، مسلکی ودینی مسروفیات کا بھی ذکر کیا ہے اور حضرت علاّمہ ہدایت رسول قادری علیہ الرحمہ کی صاحبزادی جو آپکی مریدہ تھیں ان کی علالت سے تشویش اور اپنی قلبی رنج کا اظہار بھی کیا ہے اور انکی صحت وشفاء کے لئے دعا بھی۔مرزا اچھو صاحب کی مقدمات میں کامیابی پر خوشی ظاہر کی ہے۔

اس خط سے حضرت علامہ ہدایت رسول قادری علیہ الرحمہ کی اہلیہ محترمہ کے لئے انکے دل میں جو عزت اور پاس ہے اسکا بھی اظہار ہے نیز اپنے مریدین ومتوسلین کی خوشی سے خوشی اور انکی پریشانی سے انھیں تکلیف بھی ہوتی ہے۔

یہ خط تصنع سے عاری، سادگی اور خلوص وکرم فرمائی سے پر ہے۔

مکتوب۳:۔

۹۲/۷۸۶

عزیز محترم جناب مولوی وزارت رسول صاحب سلمہ

بعد سلام مسنون آپکا مبلغ دس روپیہ کا منی آرڈر آج وصول ہوا۔مولی تعالی شاد وآباد رکھے اور فیوض و برکاتِ اعلی حضرت رضی المولی تعالی عنہ سے مستفیض فرمائے۔

ہاتھ میں چوٹ لگ جانے سے میرے دل پر چوٹ لگی۔مولی تعالی جلد صحت وعافیت عطا فرمائے۔آپکے گھر میں بچوں کو اور اپنی ہمشیرہ عزیزہ سلّمہا کو دعا کہئے اور اپنی والدہ محترمہ و ماموں صاحب کو سلام دعا فرمایئے۔مرزا اچھو صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ کہاں ہیں اور کیسی ہیں اور انکی خیریت سے بھی مطلع فرمایئے۔اگر یہاں ہوں تو میری دعا کہئے اور انکی والدہ اور مرزا اچھو صاحب کو فقیر کا سلام فرمایئے۔

والدعا

فقیر محمد حامد رضا القادری الرضوی البریلوی

زیب سجادہ آستانہ عالیہ رضویہ سوداگران بریلی شریف

راقم نعمانی

نوٹ:۔

(یہ مکتوبِ حجۃ الاسلام آپکے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا حماد رضا خاں

عرف نعمانی میاں کے ہاتھ سے لکھا گیا ہے)

اس خط سے بھی مولانا وزارت رسول صاحب اوران کے خاندان سے حجۃ الاسلام کی محبت ظاہر ہے۔ مرزا اچھو صاحب بھی حجۃ الاسلام کے خاص اصحاب میں معلوم ہوتے ہیں۔

مکاتیب حجۃ الاسلام

بنام ملک العلماء فاضل بہار

اب ہم حضور حجۃ الاسلام کے ان مکتوبات کو درج کرتے ہیں جوانہوں نے ملک العلماء کے نام ارسال کئے ہیں ان کے ذیل میں پروفیسر مختارالدین آرزو بن ملک العلماء کے تبصرے بھی ملاحظہ کریں:

(۱) مولانا ظفرالدین قادری رضوی

از دفتر جماعت رضائے مصطفے (علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء) خانقاہ عالیہ رضویہ، بریلی۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پر اڑتا ہے پھریرا تیرا

از خانقاہ عالیہ رضویہ محلّہ سوداگران بریلی

مولانا المکرّم المحترم زید مجدہٗ

بعد سلام مسنون ،شوق مشحون فقیر دعا کا طالب خیر مع الخیر۔''یادگار رضا کے لئے آپ سے عرض داشت کی تھی کہ اپنے قلم جواہر رقم سے مضامین مرحمت فرمایا کیجئے کہ رضویوں کی اعلیٰ شخصیتوں کا یادگار نمائندہ ہواور خدمات ملک و مذہب وقوم کے سامنے بہترین خیالات کے ساتھ پیش کر سکے، اس وقت تک آپ نے کوئی مضمون ارسال نہ فرمایا۔اب مجبور ہو کر مجھے اصحاب شوریٰ نے درخواست کی اور فقیر کو مکلّف ہونا پڑا۔امید کہ فقیر کی تحریک خالی نہ جائے گی۔

نیز تقویم کے لئے بھی جناب سے گذارش ہوئی تھی، اب صرف بریلی کا وقت درج ہوتا ہے، اگر آپ اور بلاد کے تفاوت تحریر فرمادیں گے تو عمومِ نفع کے ساتھ رسالہ کا امتیاز خاص ہوگا۔آپ نے کسی کتاب ا کے متعلق طباعت کا قصد فرمایا تھا وہ بھی معرض التوا میں ہے۔عزیزم آپ کو معلوم ہے کہ مطبع اہلسنت ،اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کا مطبع خاص ہے اور آپ کو مجھ سے اور مجھ کو آپ سے اختصاصِ خاص ہے۔آپ اپنے مطبع سے اپنے شیخ کے مطبع سے اپنے محبِ مخلص کے مطبع سے معاملہ نہ کریں اور ادھر ادھر نیت بھٹکائیں، باوجودیکہ دوسرا مطبع لے اسی پر یہ مطبع راضی ہے تو نہایت عجیب ہے، پھر جیسی تصحیح اس (مطبع میں) ہوسکتی ہے کسی مطبع میں نہ ہوگی۔اورایک یہ نفع بھی ہے کہ فقیر کی نظر سے بھی کتاب گزر جائے گی۔جس میں جانبین کا نفع ہے۔آپ (کے) پاس تخمینۂ طباعت (ہوگا) اس میں جو مناسب سمجھیں کمی فرمادیں۔اگر مطبع کا نقصان نہ ہوگا تو مطبع اسے

ضرور قبول کرنے کو تیار ہوگا۔

(میرا) وہاں ۲؎ سے کلکتہ جانے کا خیال ہے، وہاں کے احباب کی خواہش ہے کہ ایک بار صورت دکھا جاؤ شنبہ کی صبح کو فقیر سہاور ہوگا، چودھری صاحب ۳؎ کی بی بی حاجہ زائرہ (۴) ....(۵) کا جنازۂ اقدس نزد مزار اطہر امام اہل سنت وہاں سے لایا جائے گا۔

والسلام

فقیر رضوی غفرلہ، خادم آستانہ عالیہ

(جہان ملک العلماص ۸۹۲/و۸۹۳)

(لاہور) میں جلسۂ حزب الاحناف ہے، اس میں علمائے اہل سنت کی شرکت ہوگی آپ کو دعوت ضرور بھیجی ہوگی، آپ بھی ضرور ضرور شریک ہوئیے اور جلسہ کو کامیاب بنائیے۔ اس کا اس وقت مقصد اعلیٰ طہارتِ حرمین از نجاستِ ابن مسعود ہے، جواب جلد از جلد دیجئے۔ والسلام

(تبصرہ از پروفیسر مختار الدین آرزو بن حضرت ملک العلما علیہ الرحمہ)

۱؎ علم صرف میں رسالہ ''عافیہ'' جون ۱۳۳۵ھ میں لکھی گئی اور ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۸ء میں مولانا حسنین رضا خان کے اہتمام میں مطبع حسینی بریلی سے شائع ہوئی۔

۲؎ یہاں چند الفاظ پڑھے نہیں جاتے۔ بنارس یا پٹنہ کے قیام کے بعد کلکتہ کے سفر کا خیال ہوگا۔

۳؎ چودھری عبدالحمید خان صاحب رئیس سہاور ضلع ایٹہ (یو پی) (۱۸۶۴-۱۹۳۶ء) مراد ہیں۔ فقہ حنفی کی منظوم کتاب ''کنز الآخرت'' (۱۳۰۹) ان کی مشہور تصنیف ہے، جس کا پانچواں ایڈیشن ان کے عزیز، ڈاکٹر ممتاز علی خان نے دہلی سے ۱۹۹۶ء میں شائع کیا ہے۔

فاضل بریلوی نے یہ کتاب بالاستیعاب دیکھی تھی اور انہوں نے اس سلسلے میں کچھ قیمتی مشورے بھی دئے تھے۔ چودھری صاحب اور ان کی اہلیہ فاضل بریلوی سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ آصف جاہ سابع کی خدمت میں فارسی میں چودھری صاحب نے مدرسہ منظر اسلام بریلی کی طرف سے چالیس اشعار کا ایک سپاس نامہ پیش کیا تھا، جس پر حیدر آباد سے دوسو پچاس روپئے ماہانہ کی رقم مدرسے کے لئے منظور ہوئی تھی جو عرصے تک جاری رہی۔

۴؎ یہ خاتون ''حافظ و قاریِ کلام اللہ'' اور ''زائرۂ روضۂ رسول اللہ'' تھیں۔ سفر حج و زیارت روضۂ مدینہ طیبہ سے مشرف ہونے کے بعد واپسی پر پنجشنبہ ۲۹ر ربیع الاول ۱۳۴۵ھ کو وفات پا گئیں۔ چودھری صاحب نے چالیس شعروں کا ایک طویل فارسی مرثیہ لکھا جو ''زاد الآخرت'' میں درج ہے۔ حجۃ الاسلام انہیں کی تعزیت کے سلسلے میں سہاور تشریف لے گئے تھے۔

۵؎ یہاں چند الفاظ ضائع ہوگئے ہیں (جہان ملک العلماء ص ۸۹۲ر و ۸۹۳)

بجمدہ سبحانہ

یکم صفر المظفر ۵۷ھ

مولانا المحترم زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بجمدہ عزوجل عرس اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز بتاریخ ۲۳-۲۴-۲۵ صفر المظفر ۵۷ھ مطابق ۲۵-۲۶-۲۷/اپریل ۳۸ء خانقاہ عالیہ رضویہ میں منعقد ہوگا۔ فقیر کی دلی مسرت کا باعث ہوگا اگر جناب والا شریک عرس رضوی ہوکر اکتساب فیوض و برکات اعلیٰ حضرت قبلہ کریں گے۔ فقیر جناب والا کو دعوتِ خصوصی دیتا ہے اور متمنیِ شرکت ہے، امید کہ دعوتِ فقیر قبول کرتے ہوئے صحیح تاریخِ آمد سے مطلع فرمائیں۔ والسلام مع الاکرام

فقیر محمد حامد رضا خان غفرلہ

خادم سجادہ وگدائے آستانۂ رضویہ (جہان ملک العلماص ۸۹۳/و۸۹۴)

آستانۂ عالیہ رضویہ بریلی

شنبہ ۸/جمادی الاولیٰ ۵۹ھ

مولانا المکرّم المحترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

فقیر بحمد القدیر مع الخیر ہے۔ آپ کی عافیت (کی خبر) پاکر مسرت ہوئی۔

جلسۂ عرس سراپا قدس میں جناب کی یہ تحریک مہتم بالشان تھی (۱) افسوس کہ حضارِ جلسہ نے توجہ نہ کی، فقیر کو مجبوراً جلسہ سے آجانا پڑا تھا ورنہ فقیر کا بھی خیال اس جلسہ میں اس تحریک کا تھا اور اسی غرض سے اس سال عرس شریف میں جناب کو خصوصیت کے ساتھ مدعو کیا تھا کہ جناب کو اس سے زائد دلچسپی ہے اور حقیقۃً آپ اس کو اپنے کام سے بھی اہم خیال فرماتے ہیں، مگر شومیِ قسمت کہ عرس کے انتظامات کی پریشانی میں میں اس قدر پریشان رہا کہ نہ جناب سے خاص باتیں کرسکا نہ کما حقہ آپ کی خاطر تواضع کرسکا جس کا بے حد حزن و ملال رہا۔ خیر مشیت ایزدی۔ میرا ارادہ تھا کہ بنارس سے پٹنہ آؤں اور حضرت کے فتاویٰ کے چھپنے کے لئے کوئی آسان صورت آپ کے مشورہ سے نکالوں۔ لیکن بریلی سے متواتر خطوط آئے اور حضرت والدۂ ماجدہ دَامَ ظلہا کے کرم نامہ پر مجھے واپس ہونا پڑا۔ یہاں میری دو کریمہ نیک اختر کی شادی وخانہ آبادی مقرر کی جا چکی تھی، بحمدہ تعالیٰ اس سے بخیر وخوبی فراغ حاصل ہو گیا۔ جناب کی یہ مبارک تحریک میرے لئے بہت مسرت افزا ہے اور نہایت مہتم بالشان اور اس کے مہتم بالشان (ہونے) میں کوئی کلام نہیں لیکن بڑے زرِ کثیر کی ضرورت ہے۔ (۱) ترتیب فتاویٰ (۲) تبیض (۳) کتابت (۴) تصحیح (۵) طباعت (۶) اصلاح سنگ (۷) اصلاح پروف (۸) نگرانیِ کارِ مطبع۔ ان سب باتوں کے واسطے تجربہ کار علماء اور عملہ کی ضرورت ہے۔ آج کل بغیر مشین کے طباعت کا کام نہ چل سکے گا کہ پریس میں

مفقود ہیں اور مشین چلانے کے لئے بکثرت کاپیوں کا تیار ہونا اور کافی تعداد میں کاغذ کا اسٹاک موجود رہنا مشین میں اور مصلح سنگ وغیرہ کام کرنے والوں کی تنخواہوں کا انتظام، یہ سب ہزاروں روپئے کے کام ہیں، جسے میں تن تنہا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔ میرا خیال ہے کہ اس کے لئے فراہمی سرمایہ اس طرح کی جائے کہ کل مصارف کا تخمینہ کر کے اس کو حصص پر تقسیم کیا جائے اور ان حصص کو احبابِ اہلسنت خرید لیں، تو یہ ایک صورت نہایت خوش نظمی سے (۲)۔۔۔ (میں خود) بہت کافی حصہ لے سکتا ہوں۔ یہ میری ایک (تجویز ہے)۔ (یہ کام تنہا) ابھی نہیں کر سکتا۔ بہر حال میں اپنی لڑکیوں کے فرض سے سبکدوش ہو گیا۔ اب میرے لئے کوئی فکر ناخن بدل نہیں سوائے اس بارگراں۔۔۔۔کے جو میرے سر ہے اللہ تعالیٰ اس سے سبکدوش فرمائے آپ دعا فرمائیں۔

اور رسالہ ''بذل الصفا'' آپ کی پہلی تحریک پر میں نے نقل کرا دیا تھا، مگر کام کرنے والوں کے تساہل سے اب تک پڑا رہا۔ مولانا نواب مرزا صاحب (۳) نے اب تصحیح کرا کرا سے روانہ کر دیا ہے غالباً ملا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ فتاویٰ جلد سوم جس کی ترتیب ہو چکی ہے اور میں نے اس کے فوائد بھی کچھ تحریر کئے ہیں وہ آپ کو بھیج دوں آپ اس کے فوائد وقتِ فرصت تھوڑے تحریر فرمائیں کہ ایک جلد مکمل ہو جائے۔ مجھے میرا جو روپیہ حاصل ہونے والا ہے، اگر خدا نے ایک

مشت دلا دیا تو میں یہ خدمت خود ہی کرسکوں گا۔ دعا کیجئے۔

والسلام

عزیزم محترم مولوی مختار الدین سلمہ اور ان کی والدۂ محترمہ وہمشیرگان کو بہت بہت دعائیں۔ آپ کے لئے اور ان عزیزان کے لئے اپنے اوقات خاصہ میں دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ دونوں جہان کی دولتوں، نعمتوں اور برکتوں سے (انہیں) مالا مال کرے اور دونوں جہان میں شاد وآباد بامراد رکھے۔ آمین۔

جناب مداری خان صاحب (۴) کوسلام ودعا فرمادیں۔ والسلام

آپ کومعلوم ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے لکھنے سے معذور ہوں اس وجہ سے ضروری کاموں میں اور خط کے جواب میں تعویق ہوجاتی ہے، اس لئے میں نے وہ جلد فتاویٰ کی آپ کے پاس بھیج دینا مناسب سمجھا ہے۔

فقیر حامد رضا خان قادری رضوی نوری بریلوی خادم سجادہ وگدائے آستانۂ عالیہ رضویہ محلّہ سوداگران بریلی

(حاشیہ: تبصرہ از پروفیسر مختار الدین آرزو وپٹنوی، علیگڑھ)

(۱) ملک العلماء کی تحریک دوبارہ طباعتِ فتاویٰ اعلیٰ حضرت اور دیگر تصانیف کی اشاعت کے بارے میں ہوگی۔

(۲) یہاں خط کی ڈیڑھ سطریں ضائع ہوگئی ہیں۔

(۳) مولانا مفتی نواب مرزا، ملک العلماء کے خاص دوستوں میں تھے۔

میں نے انہیں اپنے بچپن میں دیکھا تھا۔ مدرسۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں غالبًا مولانا عبدالرشید قادری رضوی کی وفات ۱۷/دسمبر ۱۹۳۸ء) پر ایک مدرس کی جگہ خالی ہوئی تھی۔ ملک العلماء کی تحریک پر انہوں نے بھی درخواست دی تھی۔ وہ انٹرویو میں بلائے گئے تھے۔''ظفر منزل'' شاہ گنج میں ہفتہ عشرہ ان کا قیام رہا تھا۔ کچھ ایسا یاد آتا ہے کہ مولانا وسط ۱۹۳۹ء میں پٹنہ تشریف لائے تھے اور ہفتہ عشرہ ہمارے یہاں مقیم رہے۔ تقرر مولوی حفیظ الرحمٰن رمضان پوری کا ہوا جو بعد کو مدرسے کے پرنسپل مقرر ہوئے۔

(۴) حجۃ الاسلام ۱۹۴۰ء میں پٹنہ تشریف لائے تھے۔ ابتدا میں ''ظفر منزل'' میں مقیم ہوئے تھے پھر پٹنہ سٹی (قدیم عظیم آباد) کے مخلصین ومترشدین کے اصرار پر وہاں کے ایک تاجر جناب مداری خان صاحب کے یہاں فروکش ہوئے۔ ان کا پورا خاندان سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ سے منسلک تھا۔ یاد آتا ہے کہ مداری خان صاحب ملک العلماء کے ساتھ ایک سال عرس شریف میں بریلی بھی حاضر ہوئے تھے۔ (۴) یہ خط مولوی عزیز الرحمٰن صاحب حامدی کے ہاتھ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے، جو ان دنوں بریلی میں تھے۔ مولوی صاحب، مولانا احسان علی مظفر پوری مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی کے عزیزوں میں تھے اور برسوں پٹنہ میں رہ کر انہوں نے ملک العلماء سے علمی فیوض حاصل کئے تھے۔ (جہان ملک العلماء ص ۸۹۴/و ۸۹۵)

☆☆☆

مسلم لیگ پارٹی کی خامیاں : ہندوستان کو انگریزوں کے پنجۂ جبر واستبداد سے آزاد کرانے کے لئے جہاں کانگریس پارٹی معرض وجود میں آئی وہیں مسلم لیگ کے نام پر بھی ایک پارٹی ابھر کر سامنے آئی، مگر افسوس کہ اس پارٹی میں بھی کئی طرح کی شرعی خامیاں تھیں جو مسلمانوں کے لیے ناسور تھیں۔اس لئے بھی آپ نے تنظیم اہلسنت قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ان کو سمجھنے کے لیے درج ذیل چند اقتباس ملاحظہ کیجئے: شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمہ اپنے ایک مرید خاص حاجی عثمان عبد اللہ کھتری قادری رضوی حامدی جودھپور، کاٹھیاواڑ کے ایک مکتوب کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''بلا شبہ بحالتِ موجودہ لیگ قابلِ اصلاح ہے، اس میں بہت سی شرعی خامیاں ہیں، میں نے ہرگز آج تک کسی سے اس کی شرکت کو نہ کہا، ''وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا''۔ہاں بعض اوقات جب مجھ سے اس کے متعلق سوال ہوا تو میں نے اس کے شرعی نقائص پر روشنی ڈالی''۔[1]

''میں لیگ کو بحالت موجودہ کہ اس کے اندر شرعی مفاسد ہیں اور بہت سے گمراہ، بدمذہب، بددین شریک ہیں، نظر استحسان سے نہیں دیکھتا اور اس بنا پر میں نے آج تک کسی کو اس کی شرکت کی اجازت نہیں دی، مگر اس کے ساتھ ہی جو لوگ اس میں خالص سنی رضوی شریک ہو گئے ہیں، ان پر سخت حکم دینے کو بھی اچھا

---

[1] فتاویٰ حامدیہ، ص ۴۳۰/۴۳۱

نہیں سمجھتا کہ جب ان کی شرکت کسی شرعی نقطۂ نظر سے ہوتو تکفیر کیا معنی، تضلیل و تفسیق کا بھی شرعاً حکم نہیں دیا جاسکتا''۔ ۱؎

اور حاجی ابوبکر، حاجی احمد صاحب بمبئی کے جواب میں رقمطراز ہیں:

''میں لیگ کو بحالت موجودہ اچھا نہیں سمجھتا، اس میں ضرور شرعی مفاسد ہیں، جن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ میں نے اس کی اصلاح کو محسوس کیا تھا کہ علمائے اہلسنت اس کی طرف متوجہ ہوں اور عوام جو سیلاب کی طرح بدمذہبوں، مرتدوں کے پنجوں میں پھنس رہے ہیں، اس سے محفوظ رہیں''۔ ۲؎

اور ایک استفتا کے جواب میں یوں رقمطراز ہیں:

''بلاشبہ مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کانگریس کا طفلِ نوزائیدہ ہے۔ اس کے اربابِ بست وکشاد وہی ہیں جو خلافت کمیٹی کے تھے، ان کی اسلام فروشیوں، کفر نوازیوں کے کارنامے ''تحقیقاتِ قادریہ'' وغیرہا رسائلِ اہلِ سنت میں مفصل درج ہیں۔ کسی نے نہ دیکھا کہ بریلی میں جو پارلیمنٹری بورڈ کا جلسہ ہوا اس میں چوٹی کے وہابیہ دیوبندیہ خَذَلَھُمُ اللّٰہُ تعالیٰ ہی بھرے ہوئے تھے، وہی اس کے کلِ سرسبد و اہلِ حل وعقد تھے، جو جماعت اللہ و رسول کو گالیاں دینے والوں کی جماعت ہو، اللہ و رسول اس سے بیزار و بری ہیں (جل جلالہ ﷺ)۔ وہ ہرگز مسلمان کی جماعت کہلانے کا حق نہیں رکھتی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ نے جو

۱؎ فتاویٰ حامدیہ، ص ۴۴۱ ۲؎ فتاویٰ حامدیہ، ص ۴۴۴

احکام قرآن وحدیث کے دلائل و براہین کی روشنی میں خلافت کمیٹی کے متعلق دیئے تھے وہی پارلیمنٹری بورڈ کے متعلق ہیں۔

کیا عزیزانِ اہل سنت ان سے نابلد ہیں؟ کیا وہ ارشاداتِ عالیہ فراموش کردینے کے قابل ہیں؟ فقیر اپنے زاویۂ نگاہ سے پارلیمنٹری بورڈ کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا اور اس کے تعاون وشرکتِ عمل، اس کی حمایت و اعانت کو مذہبی نقطۂ نظر سے ناجائز وحرام جانتا ہے، الیکشن کی اہمیت ہرگز ناسخِ احکامِ شریعت نہیں ہوسکتی۔

من آنچہ شرطِ بلاغ ست باتو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

(فتاویٰ حامد رضا، ص ۴۴۷ تا ۴۴۸)

☆☆☆

انیسواں نور

آپ کے مریدین وخلفا

حجۃ الاسلام کے مریدین ۱۔ محدث مظفر پوری حضرت مولانا احسان علی رضوی علیہ الرحمہ فیض پور، مظفر پور (موجودہ سیتامڑھی)، آپ حضرت کے شاگرد اور مرید بھی تھے اور خلیفہ بھی۔

۲۔ قاضی فضل کریم رضوی علیہ الرحمہ، سابق قاضی ادارۂ شرعیہ، پٹنہ۔ آپ حضور حجۃ الاسلام کے مرید بھی تھے اور خلیفہ بھی۔ راقم کو حضرت قاضی صاحب سے شرفِ ملاقات ہے۔ زبردست عالمِ دین اور کہنہ مشق مفتی و قاضی تھے۔

۳۔ محمد ظہور خان صاحب مرحوم، موضع اٹوا فتح پور ضلع غازیپور۔ آپ کلکتہ میں حجۃ الاسلام سے مرید ہوئے، جیسا کہ حیات اعلیٰ حضرت جلد سوم ص ۱۴۱ پر مرقوم ہے۔

۴۔ الحاج مولانا شیخ محمد یونس قادری رضوی حامدی، لوکہا بازار ضلع مدھوبنی (بہار)۔ آپ نے بریلی شریف میں حضور حجۃ الاسلام سے اس وقت شرفِ بیعت حاصل کیا۔ جب دارالعلوم منظر اسلام میں زیرِ تعلیم تھے۔

۵۔ مولانا وزارت رسول، پتر کنڈہ بنارس

۶ پاکستان کے مشہور شاعر حسان العصر جناب اختر الحامدی مرحوم بھی حجۃ الاسلام کے مرید تھے۔[1]

۷ حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی صاحب۔ ان کو تذکرۂ مشائخ قادریہ نے آپ کے خلفا میں شمار کیا ہے۔

۸ گماشتہ عبدالغفور خان حامدی مرحوم والدِ ڈاکٹر مولانا امجد رضا امجد صاحب۔ آپ سیتامڑھی ضلع کے رضاباغ گنگٹی نامی گاؤں کے رہنے والے تھے، حجۃ الاسلام کے بہت چہیتے مرید تھے۔ جب حجۃ الاسلام پہلی بار پوکھریرا تشریف لائے تھے، گماشتہ صاحب انہیں اپنے گاؤں میں لے گئے، اپنے یہاں مہمان بنایا اور حضرت نے تقریباً ۱۵ر دن قیام فرمایا، آپ کے بعد آج تک یہ خانوادہ خانوادۂ رضا کا اسیر ہے۔ ان کے علاوہ ہزاروں مرید آپ کے تھے مگر تحریری طور پر ان کا سراغ نہ مل سکا۔

آپ کے مشہور خلفا: حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ، چشم و چراغ خاندان برکات اول پیر طریقت حضرت سید ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ اور چشم و چراغ خاندان برکات ثانی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے خلیفۂ و مجاز تھے، اس لیے ان دونوں بزرگوں کے توسط سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور حضور نبی اکرم ﷺ اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض و برکات سے خوب

---

[1] تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص ۴۹۶، بحوالہ ماہنامہ حجاز جدیدی اپریل ۱۹۸۹ء، ص ۵۲

سرشار ہوئے۔لہٰذا آپ کے مریدین وخلفا کی خاصی تعداد ہوئی۔جبکہ آپ اپنے پیر ومرشد حضرت سید ابوالحسین احمد نوری (مرشدِ خلافت اعلیٰ حضرت)،سرکار مفتی اعظم اور دیگر اکابرین ومخلصین کی طرح اخفائے حال کرتے،مریدین کی تعداد نہیں چاہتے،مریدین وخلفا کا رجسٹر بھی نہ رکھا۔شہرت سے گریزاں رہ کر اور گمنامی کو ترجیح دے کر خدمت دین کے دلدادہ تھے۔مگر کوئی مرید ہونے کی خواہش ظاہر کرتا تو اسے مرید کر لیتے،آپ کے خلفا ومریدین کی تعداد بے شمار تھی،مگر ہماری جماعت کا المیہ ہے کہ کسی نے ان کی تعداد کو منضبط کرنے کی طرف توجہ نہ کی۔اللہ تعالیٰ مولانا ابراہیم خوشتر مرحوم پر رحمتوں کی بارش برسائے کہ انہوں نے سب سے پہلے اپنی کتاب تذکرۂ جمیل میں تیس (۳۰) مشاہیر خلفا کے اسمائے گرامی جمع کئے ہیں۔سلسلہ میں داخل کرنے اور اجازت وخلافت سے نوازنے سے بھی آپ جیسے مخلصین کی یہی نیت تھی کہ اس کے ذریعہ دینِ متین کی ترویج ہو۔سلسلۂ علیہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ کی اشاعت ہو،تاکہ لوگ اپنے مذہب ومسلک پر ثابت قدم رہیں اور عشقِ رسول کی چاشنی پائیں اور بد مذہب اپنی بدمذہبیت سے توبہ کر کے اہل سنت کی آغوش میں آجائیں۔چنانچہ یہ کام بخوبی انجام پایا۔آپ کے پیر خانہ کے ایک سجادہ نشیں تاج العلما حضرت سید محمد میاں قادری علیہ الرحمہ ''تاریخِ خاندان برکات'' میں رقمطراز ہیں:

''حضرت سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ کا سلسلہ حضرت کے خاتم

الخلفا فخر العلما شاہ عبد المصطفی حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب قدس سرہ اور ان کے خلیفہٗ و خلف و صاحب سجادہ جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وزاد فی علمہ وعملہ وفضلہ سے جاری ہے۔اس سلسلہ کے بھی کثیر مریدین وصاحب سلسلہ بلادِ عرب وعجم و ہند میں ہیں۔[۱]

یہ حقیقت ہے کہ حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند اپنے مشائخ کرام اور آبائے عظام کے فیوض و برکات سے سرشار ہو کر ایسا با فیض بادل بنے جس کی بارش سے پوری دنیا سیراب ہے۔ایسے آفتاب بنے جس کی شعائیں ہر طرف پھیل گئیں،آپ کے مریدین وخلفا غیر منقسم ہندوستان اور بلادِ عرب وعجم میں اس طرح پھیلے کہ ہر خطے میں پائے جاتے ہیں۔ ہند و پاک سے لے کر ماریشس تک دورہ کر جائیے ہر علاقے میں آپ کے خلفا تھے۔اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حجۃ الاسلام کے بعد حضور مفتی اعظم ہند کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوا۔حضور حجۃ الاسلام کا سلسلہ آپ کے خلف اکبر مفسر اعظم حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں کے ذریعہ بھی خوب پھیلا۔اور اب تو حال یہ ہے کہ حضور حجۃ الاسلام کے پوتوں یعنی حضرت مفسر اعظم کے شہزادوں اور خلفا اور حضور مفتی اعظم کے نواسے اور خلفا یعنی ریحانِ ملت حضور ریحان رضا رحمانی،تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا خان ازہری،حضرت قمر العلما،حضرت منانی میاں،حضرت سبحانی میاں،حضرت مولانا

---

[۱] تاج العلما سید محمد میاں قادری،تاریخ خاندان برکات،ص ۱۰۷،ناشر المجمع المصباحی،مبارکپور،مطبوعہ ۲۰۰ء

توصیف رضا خان، حضرت مولانا عثمان رضا خان، حضرت انجم میاں، حضرت مولانا عسجد رضا خان، حضرت مولانا جمال رضا خان، حضرت مولانا احسن رضا خان، حضرت مولانا عمران رضا خان، مولانا عمر رضا خان، مولانا انس رضا خان، اور دیگر نبیرے اور خلفا سے کوئی ایسا ملک باقی نہ رہا جہاں ان کے مریدین وخلفا نہ ہوں، ہندو پاک سے لے کر یوروپ وایشیا، امریکہ، افریقہ کے تقریباً ہر ملک میں ان بزرگوں کے مریدین وخلفا پھیلے ہوئے ہیں۔

درجِ ذیل سطور میں آپ کے مشاہیر خلفا کی ایک جھلک ملاحظہ کریں۔

آپ کے مشہور خلفا

۱ مولانا ظہیر الحسن اعظمی، مدفون اودے پور

۲ مولانا حافظ محمد میاں صاحب اشرفی رضوی علیم آبادی، اہیاری ضلع دربھنگہ، بہار، م۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء۔

۳ مولانا عنایت محمد خان غوری فیروز پوری

۴ مولانا مفتی ابرار حسن صدیقی تلہری، مدفون تلہر ضلع شاہجہاں پور

۵ مولانا ولی الرحمٰن پوکھریروی مظفر پوری، م۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء

۶ مولانا حماد رضا خان نعمانی میاں بریلوی خلف اصغر، مدفون کراچی، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء

۷ مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری، مدفون گجرات، م۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء

۸ مولانا سردار ولی خان عرف عزو میاں بریلی، مدفون ملتان

۹ مولانا حشمت علی خان لکھنوی، مدفون پیلی بھیت، م ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء

۱۰ مولانا سید ابوالحسنات محمد احمد الوری، مدفون دربار داتا لاہور، م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء

۱۱ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد لائل پوری، م ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء

۱۲ مولانا شاہ محمد اجمل سنبھلی، م ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء

۱۳ مولانا محمد ابراہیم رضا خان جیلانی میاں، صاحب سجادہ، خلف اکبر، م ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء

۱۴ مولانا سید ریاض الحسن شاہ صاحب جودھپوری، مدفون حیدر آباد سندھ، م ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء

۱۵ مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خان رضوی بریلوی، مدفون لاہور، م ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء

۱۶ مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری، دھام نگر، اڑیسہ، م ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

۱۷ محدث بریلی مولانا محمد احسان علی مظفر پوری، م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

۱۸ مولانا محمد سعید شبلی فیروز پوری، م ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء

۱۹ مداح الرسول صوفی عزیز احمد بریلوی، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء

۲۰ مولانا ریحان رضا خان رحمانی میاں بریلوی نبیرۂ اکبر، م ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

۲۱ مولانا شاہ رفاقت حسین، مفتی اعظم کان پور، امین شریعت بہار، م۱۴۰۳ھ
۱۹۸۳/ء

۲۲ مولانا رضی احمد ماہر رضوی، مدھوبنی (بہار)

۲۳ مولانا شاہ ابو سہیل انیس عالم، امین شریعت، ادارۂ شرعیہ، پٹنہ (بہار)

۲۴ مولانا قاضی فضل کریم، قاضی شریعت بہار

۲۵ شیخ الحدیث مولانا عبدالمصطفی اعظمی، م۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

۲۶ یادگار سلف مولانا الحاج تقدس علی خان رضوی بریلوی مدفون پیر جو گوٹھ، سندھ

۲۷ مفتی محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی جمال پوری، مونگیری ثم ماریشس بانی وسر براہ سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل، ڈربن افریقہ [1] (مدفون ماریشس)

۲۸ مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، کراچی [2]

۲۹ مولانا سید محمد علی اجمیری مقیم حیدر آباد، سندھ

---

[1] مولانا ابراہیم خوشتر فرماتے ہیں راقم الحروف فقیر قادری سگ بارگاہ رضوی محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں قطب مدینہ مولانا شیخ ضیاء الدین قادری سے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ نوریہ میں حضور مفتی اعظم ہند سے اور سلسلہ عالیہ نوریہ رضویہ حامدیہ میں مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خان، مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خان جیلانی میاں اور حضرت مولانا الحاج تقدس علی خان رضوی قدست اسرارہم سے ماذون ومجاز ہے۔

دادا اورا قابلیت شرط نیست   بلکہ شرط قابلیت داد اوست

حضرت موصوف کو حضور حجۃ الاسلام نے بھی اجازت سے نوازا تھا، اس کا ذکر مولانا شہاب الدین رضوی نے بھی ''تعارف مصنف'' میں کیا ہے۔ (تذکرۂ جمیل، ص۱۸)

[2] ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، حجۃ الاسلام نمبر ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء، ص۸

۳۰ مولانا محمد علی آنولوی

۳۱ مولانا الحاج ظفر الحسین حامدی، پوکھریرا شریف، سیتامڑھی (بہار) [۱]

۳۲ مولانا سید وزارت رسول قادری (م ۱۹۸۶ء، کراچی)

(تذکرۂ جمیل از قلم مولانا محمد ابراہیم خوشتر و تذکرۂ مولانا سید وزارت رسول از قلم صاحب زادہ صاحبزادہ سید وزارت رسول)

☆☆☆

---

[۱] موصوف کی تاریخ پیدائش ۱۹۳۱ء بمطابق ۱۳۵۰ھ ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا علی حسن علیہ الرحمہ سے حاصل کی اور متوسطات تک مولانا غفران احمد حامدی و مولانا عثمان احمد و مولانا ولی الرحمٰن حامدی علیہم الرحمہ سے۔ یہ تینوں حضرات پوکھیرا شریف ہی کے رہنے والے ہیں، اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں داخل ہوئے اور ملک العلماء فاضل بہار علیہ ارلرحمہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ میں مولانا مقبول احمد خان و مولانا مقبول احمد صدیقی و مولانا فیض الرحمٰن و مولانا عبد الحفیظ الباری سے حاصل کی۔ (بیعت) گیارہ سال کی عمر میں پوکھریرا شریف میں شیخ الانام حضور حجۃ الاسلام مولانا مفتی الشاہ حامد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان سے مرید ہوئے۔ (خلافت) حضور مفسر اعظم ہند ابراہیم رضا خان جیلانی میاں و حضور مفتی اعظم ہند اور حضور مجاہد ملت علیہم الرحمہ سے حاصل ہوئی۔ چند مشہور شاگردوں کے نام: حضرت مولانا فضل رسول، شیخ الادب دار العلوم غریب نواز الہ آباد، مولانا سید رضا علی صاحب خادم درگاہ شریف اجمیر شریف، مولانا جوہر شفیع آبادی صاحب، مولانا قمر الدجیٰ صاحب جلالپوری سیوان، مولانا انوار الحق صاحب، مولانا فیضان احمد صاحب، پوکھریروی، مولانا علاء الدین صاحب مدرسہ وارث العلوم چھپرہ، مولانا علی حسین صاحب راعین بازار چھپرہ، خطیب الہند مولانا قاری رضی اللہ صاحب علیہ الرحمہ، مولانا انصار احمد صاحب مہیش استھان، مظفر پور، خطیب الہند مولانا اظہر القادری پوکھریروی، پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی صاحب، پوکھریروی بہار یونیورسٹی مظفر پور۔ (تدریسی خدمات) ۱۹۵۶ء تا ۱۹۶۰ء مدرسہ فیض العلوم جمشید پور میں علامہ ارشد القادری کے دست راست بن کر رہے اس کے بعد دار العلوم نعیمیہ چھپرا میں ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۵ء تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ پھر ۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۵ء تک جامع العلوم شریف جلالپور سیوان میں بانی و مہتمم کی حیثیت سے رہے۔ ۱۹۷۵ء سے ۲۰۰۵ء تک مدرسہ معینیہ عظمۃ العلوم صاحب گنج مظفر پور میں بانی و مہتمم اور رئیس المدرسین کے عہدے پر فائز ہوکر ریٹائرڈ ہوئے۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد گھر پر ہی رہ کر بیعت و ارشاد، دعوت الی الخیر اور فلاحی و رفاہی کاموں کے ذریعے خدمت دین و خدمت خلق میں مشغول رہے۔ ۲۷ / رجب المرجب ۱۴۳۵ھ ۲۷ / مئی ۲۰۱۴ء کو مظفر پور کے ایک گاؤں میں نکاح پڑھانے کے دوران واصل بحق ہوئے۔ حضرت مولانا اظہر القادری کے توسط سے حضرت حامدی موصوف صاحب کے شہزادہ مولانا محمد غضنفر صاحب پوکھریرا سے رابطہ ہوا، انہوں نے راقم کی گزارش پر مندرجہ بالا تحریر لکھ کر ارسال فرمایا، ان کا شکریہ۔

متن خلافت نامہ بنام سید ریاض الحسن حامدی جودھپوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للّٰہ و کفٰی و سلٰم علی عبادہ الذین اصطفی سیّما علی سیدنا و مولٰینا محمد المصطفی ﷺ و اٰلہ و اھل بیتہ ذوی القربیٰ و عترتہ و ذریتہ اھل الوفا و ازواجہ و عشیرتہ ذوی القربیٰ و صحبہ و الخلفاء اولی الصدق و الصفا و اولیاء طریقتہ العرفاء و علماء شریعتہ الحنفاء و امناء اسرار حقیقتہ سلفاً و خزنۃ انوار معرفتہ خلفاً السارۃ القادۃ الشرفاء و علینا معھم اٰنفا سالفا و بھم و فیھم الفاً الفاً۔

اما بعد می گوید فقیر نا سزا سر بگریباں فکر جزا محمد المدعو بحامد رضا عفی اللہ عنہ ماجنی کہ حضور پر نور دریائے رحمت آقائے نعمت قدوۃ الواصلین سراج السالکین نور العارفین حضرت سید شاہ ابوالحسن نوری میاں صاحب قبلہ و کعبہ افاض اللہ علینا من شآبیب فیضہ النوری و نیز باشارت سراپا بشارت حضور ممدوح حضرت سیدی و والدی واستاذی وملاذی امام اہل السنۃ مجدد المائۃ الحاضرہ مؤید الملۃ الطاہرہ سیدنا ومولانا محمد احمد رضا خان صاحب قبلہ و کعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضا السرمدی ایں نا اہل سراپا ظلم و جہل را مجاز و ماذون ساخت و بار گراں امانت بردوش ایں عاجز ناتواں انداخت۔ آسماں این بار امانت نتوانست کشید، قرعۂ فال بنام ایں دیوانہ زدند و اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ والد ماجد ولیعہد و وارث سجادہ عالیہ خود نمود و سند

اجازت عامہ تامہ شاملہ کاملہ کافلہ حافلہ ومثال خلافت جمیع سلاسل وتمامی اذکارو اشغال وسائر اورادواوفاق واعمال بدست مبارک خودتحریر کردہ عطافرمودو کان ذلک یوم عرس حضرت مرشد مرشدی سیدی و سندی کنزی و ذخری لیومی و غدی شیخ المشائخ اسوۃ الکبراء سیدنا و مولانا سید الشاہ اٰلِ الرسول الاحمدی المارھروی قدسنا اللہ تعالیٰ بشرہ الصوری و المعنوی ثمان عشرۃ من ذی الحجہ یوم الخمیس ۱۳۳۳ من ھجرۃ انفس نفیس ﷺ و علیٰ اٰلہ الاطھار و اصحابہ الاخیار ماھبّت النسیمات فی الاسحار و ترنم الھزار فوق الازھار و غررت البلابل و صدحت العنادل علی خصون الاشجار ۔ برکریماں کارہادشوار نیشت ۔ ع وللارض من کاس الکرام نصیب اگرمجاز طریقت کنند گدا ے را۔ بہ بیں عجوبہ بہ اکرام احمدنوری [1] خواہ زنا اھیم کہ اہل کنند بہ نگاہ خادم خدام احمد نوری۔ من و خدائے من برکاتیکہ ازاں آوان میمنت نشان خاصہ بمرورد ہوروامثال زباں می نیابم۔ ع دل من داندوداند دل من وللہ المن الامن فاما ایں فقیر سربگریباں خجلت [2] برنقش ونگارنا کردہ چشم برہائی خوددوختہ وبست ازیں کاردشوارکشیدہ می داشتم وخود بواقعی نااہل می انگاشتم تا آنکہ حضور پرنوروالد ماجدم اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ قدس سرہ نزدیک زمان وصال و قرب اوانِ ارتحال روز جمعہ مبارکہ جمعی را کہ بقصد بیعت گردآمدہ بود درمسجد رضوی ارشادفرمود از و بیعت کنید دست در دست رسید کہ دست او دست من است و بیعت او بیعت من وللہ المن الامن ناچار الماموالمعذ ور باشارت حضور

---

[1] یہاں کالفظ صاف نہ ہونے کےسبب نہ پڑھاجاسکا [2] یہاں کالفظ پڑھانہ جاسکا

پر نور دست کشیدہ کشادہ کردم ہر کہ بصدق دل خواست دستش بداماں مولائی آقائی کریم رسانیدم کار من اتصال وتشبث بداماں محبوبان ذوالجلال وکار ایشاں ایصال ببارگاہ ایزد متعال ع تو دانی وفردا وآن داوری، الدیۃ علی العاقلۃ والعہدۃ علی الراوی۔ سپردم بتو مایۂ خویش را۔تو دانی حساب کم وبیش را۔ فعار علی حامی الحمی وہو قادر۔اذا ضاع فی البیدا عقال بعیر۔عار شود بر شبانے رہ اگر ضائع شود۔بگرسن در دشت یا حامی الحمی امداد کن۔ بندہ ام والامر امرک آنچہ دانی کن بمن۔من نمی گویم مرا بگذار یا امداد کن۔

خانہ زادان کریماں گر بشدت می زنید۔ایں من وانیک سرم در نے امداد کن۔دست من بگرفتی وبر تو پاسش بعدازیں۔یا تو دانی یا ہماں دست تو یا امداد کن۔ اگر بہ دوزخ می روم، آخر ہمیں گویند خلق، کاں رسولی می روم، غیرت برا امداد کن۔و نیز عزیزان طریقت وخواجہ تاشان قادریت وحلقہ بگوشان چشتیت کہ آثار رشد و سعادت وانوارِ صلاح وہدایت دراو برجبین او تاباں یافتم باذکار واشغال واوراد و اعمال مجاز کردم ونبذے از علاء وصلحاء پاکباز زان اہل دل وارباب زہد وتقوی راباایں گنج گرانمایہ نشان دادم وسند اجازت ومثال خلافت عطا کردم۔ دادیم بتو نشان آں گنج گرانمایہ۔گر ما نرسیدیم تو شاید برسی۔**فالحمد لله ذی المنن و العظیم المن و الصلوة و السلام علی ..... اھ..... و له المن الامن و کان لی مقاصد شتی مثل حماية دين المتين و نكاية المبتدعين و تبليغ العقائد الحقه السنية و ترويج السلاسل العليه و لی فيها مآرب اخریٰ غبَّ هذا فالاٰن فقد التمس منی سند الاجازت و مثال الخلافت جامع الفضائل و الفواضل الفاصل بين الحق و الباطل**

حامی السنن السنية و ماحی الفتن الدنيه قرة عيونی و سلوة فوادی الحری اللقن و الحفی القمن الذکی المولوی السيد رياض الحسن القادری الرضوی الحامدی الجوده فوری ابن السيد عنايت علی القادری و ما هذا الا ببركة من انا منتم اليه و متطفل عليه بروحانية استمد و فيضه العزيز استفيض و ه يفيض علی ما يفيض و اعترف بقصور باعی و قصر يراعی و اين الصعلوک من الملوک و للمولی مافی يد المملوک و انی السمک من السموک و اين السيهک من السيهوک فاقول بحول الله و احول مستمد اربب الکون و به التوفيق والعون ۲ ھ...... علی بركة الله تعالیٰ علاه و ببركة حبيبه ﷺ و علی اٰله و من والاه اجزتک بالقران العظيم و الصحاح السته و المسانيد و المعاجيم و سائر الزبر الدينيه و اسفار الفنون العقليه و النقليه و سائر العلوم بشرطه المعلوم عند ذوی الفهوم کل ما تصح لی رواية من اساتذتی الهنديه و مشائخی الحرمية سقاهم ربهم شراباطهور اولقًّا هم نضرة و سرور ابدلائل الخيرات و الحصن الحصين و حزب اليمانی لبحر و الحرز اليمانی و الکبريت الاحمر والاسماء الاربينية و سائر الاذکار و الاشغال و الاوراد و الاوفاق و الاعمال و جميع السلاسل العليه العاليه القادرية القديمه و الجديدة و الچشتيه القديمه و الجديدة و السهروردية و النقشبنديه العلائيه والمنوريه والمعمرية و اوصيک

---

۱ یہاں کے الفاظ پڑھے نہ جاسکے ۲ یہاں کی عبارت پڑھی نہ جاسکی۔ دستخط محمد عرف حامد رضا قادری

العض بالنواجذ على مذهب اهل السنة و الجماعة و التجنب من اهل البدع و الخلاغة الذين للدنيا مشترون و للدين بايعون والتشبث بذيل شريعة صاحب الشفاعة ﷺ و علىٰ اله ذوى البداعة و ان تشمرعن ساق الجد لحماية السنة و نكاية الكفر و الضلال و الفتن الشيطانية و اعانة اهل الهداية و اربابها و اهانة اهل البدع و كلا بها لا سيما القاديانية الملاعنه و الديابنة الفراعنه فانها اخبث الطوائف الشيطانيه اضر على الاسلام و المسلمين من الفرق البطلانية و ذلك من اعظم القربات و احسن السعادات...... وللرب ارضىٰ مرضاة و ان لاتنسانى عن دعواته الصالحه المتواقره بالعفو و العافية فى الدين و الدنيا و الاٰخرة وانا ادعولك بذالک والله خير مالک و كان ذلک لخمس من شهر رجب الحرام ١٣٦١ھ الف و ثلثمائة واحد و ستين من هجرة سيد البشر ﷺ و اله السرج الغرر و صحبه المصابيح الزهر قاله بضمه و امر برقمه محمد المدعو بحامد رضا الرضوى القادرى النورى البريلوى سقاه ربه من منهل نمير كرمه المروى و حماه من حرشر مزوى آمين و الحمد لله رب العالمين.

دستخط: محمد عرف حامد رضا قادری

(ترجمہ اجازت وخلافت نامہ)

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تمام حمد اللہ کے لئے ہے اور وہ کافی ہے اور اس کے ان بندوں پر سلام نازل ہو، جنہیں اس نے منتخب فرمایا (چن لیا) خصوصاً سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ پر، اللہ تعالیٰ ان پر، ان کی آل اور اہل بیت پر ہزاروں ہزار درود نازل فرمائے، جو ان سے قرب رکھنے والے ہیں، ان کی عترت اور ان کی ذریت پر جو اہل وفا ہیں، ان سے قربت رکھنے والی ازواج اور قبیلہ پر، ان کے اصحاب اور خلفا پر جو صدق و صفا والے ہیں، ان کی طریقت کے اولیا پر جو معرفت رکھنے والے ہیں، ان کی شریعت کے علما پر جو باطل سے الگ ہو کر حق کو اختیار کرنے والے ہیں، ان میں جو سلف ہیں، ان کی حقیقت کے اسرار ورموز کے امین ہیں اور جو خلف ہیں، ان کی معرفت کے انوار کے خزانچی ہیں، اور وہ سب سردار، قائد اور شرافت والے ہیں، اور ان کے ساتھ، ان کے صدقے میں اور ان کے زمرے میں داخل کر کے ہمارے اوپر بھی ہزاروں ہزار درود ورحمت نازل فرمائے۔

امابعد! فکرِ روزِ جزا سے سربگریباں (شرمندہ) فقیر ناسزا محمد معروف بہ حامد رضا (اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمائے) کہتا ہے کہ حضور پرنور، دریائے رحمت، آقائے نعمت، قدوۃ الواصلین، سراج السالکین، نور العارفین حضرت سیدنا ومولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ وکعبہ (اللہ

تعالیٰ ہمارے اوپر ان کے نوری فیض کی بارشیں نازل فرمائے) نے اور حضرت ممدوح کی اشارت سراپا بشارت (مکمل بشارت وخوشخبری پر مشتمل اشارہ) سے حضرت سیدی ووالدی واستاذی وملاذی امامِ اہلسنت، مجددِ مأۃِ حاضرہ، مؤیّدِ ملتِ طاہرہ سیدنا ومولانا محمد احمد رضا خان صاحب قبلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضا السرمدی) نے بھی اس نااہل سراپا ظلم وجہل کو (سلسلۂ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضوہ کا) مجاز وماذون کیا۔ اوراس عاجز کے کمزور کاندھے پراس امانت کا بارگراں ڈال دیا۔

آسماں ایں بارِ امانت نتوانست کشید۔ قرعۂ فال بنام ایں دیوانہ زدند۔

(ترجمہ: آسمان اس بارامانت کو نہ اٹھاسکا۔ قرعۂ فال اس دیوانے کے نام نکلا۔)

اور والد ماجد اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ نے مجھے اپنے سجادۂ عالیہ کا ولی عہد اور پھر وارث (گدی نشیں) بنایا اور اجازت عامہ شاملہ کاملہ کافلہ حافلہ کی سند اور تمام سلاسل کی مثالِ خلافت اور تمام اذکار واشغال اور تمام اوراد واوفاق اور اعمال کی اجازت اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرما کر مجھے عطا فرمائی۔ اور یہ میرے شیخ و مرشد (سید ابوالحسین احمد نوری) کے مرشد میرے سردار، میرے لئے سند، میری دنیا وآخرت کے لئے خزانہ اور ذخیرہ، شیخ المشائخ، نمونۂ اکابر سیدنا ومولانا سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی (اللہ تعالیٰ ان کی صوری اور معنوی رونق وحسن کو مقدس رکھے) کے عرس کے دن ۱۸؍ذوالحجہ بروز جمعرات ۱۳۲۳ھ میں ہوا۔ (جس سن ہجرت کو مخلوقات میں سب سے زیادہ نفیس وبہتر ذات ﷺ کی ہجرت سے نسبت

وشرف حاصل ہے)۔اللہ تعالیٰ ان پر، ان کی آلِ اطہار پر اوران کے اصحابِ اخیار پر درود نازل فرمائے، جب تک کہ نسیم سحری یعنی صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلتی رہیں، کلیوں کے اوپر بلبل ترنم ریز رہے، درخت کی ڈالیوں پر بلبلیں چہچہاتی رہیں اور سریلی آواز بلند کرتی رہیں۔''برکریماں کارہا دشوار نیست'' (کریموں اورسخیوں پر یہ کام دشوار نہیں ہیں) ع--**وللارض من کأس الکرام نصیب** (اور زمین کوبھی کریموں اورسخیوں کے پیالے سے کچھ نہ کچھ حصہ مل ہی جاتا ہے)

اگر مُجازِ طریقت کند گدا را　　　ببیں عجوبہ بہ اکرام احمد نوری

ترجمہ: اگر گداوفقیر کومجاز طریقت کردیں (اسے طریقت کی اجازت دے دیں) تو حضرت احمد نوری کے اکرام واعزاز کا عجوبہ (حیرت میں ڈال دینے والا) دیکھواور سمجھو۔

.................ع: دل من داند وداند دل من (میرا دل جانتا ہےاور جانتا ہےمیرا دل) **وللّٰہ المنُّ الامنّ** (اوراللہ ہی کا بڑا احسان ہے) لیکن یہ فقیر سر بگریباں، مور کی طرح حالت رکھنے والا اور نقش ونگار (چمک دمک) پر فخر وناز نہ کرنے والا اس دشوار کام سے اپنی رہائی وچھٹکارا کے لئے اپنی آنکھ بند کرلیتا تھا۔ اورخودکو واقعۃً اس کام کا نااہل سمجھتا تھا۔ یہاں تک کہ حضور پرنور والد ماجد اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ قدس سرہ نے وصال کے وقت رحلت کے قریب جمعہ مبارکہ کے دن ایک جماعت سے جو حضور پرنور سے بیعت ومرید ہونے کے لئے آئی تھی اور

مسجد رضوی (مسجد رضا) میں جمع تھی، ارشاد فرمایا:

''تم لوگ حامد رضا سے بیعت ہو جاؤ، اس کے ہاتھ میں ہاتھ دو، کیونکہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے، اور اس سے بیعت ہونا مجھ سے بیعت ہونا ہے''۔ **ولله المَنُّ الامَنُّ** (اور اللہ ہی کا عظیم احسان ہے) اور معاملہ یہ ہے''**المأمور المعذور**'' (جسے حکم دیا جاتا ہے وہ معذور ہوتا ہے)۔ حضور پر نور اعلیٰ حضرت کے اشارہ و حکم سے ناچار و مجبور ہو کر اپنے بند کئے ہوئے ہاتھ کو میں نے کھول کر پھیلا دیا اور ہر وہ شخص جس نے صدقِ دل کے ساتھ مرید ہونا چاہا، اس کے ہاتھ کو اپنے کریم آقا و مولیٰ کے دامنوں میں پہنچا دیا۔ میرا کام اللہ ذوالجلال کے محبوبوں کے دامنوں کو مضبوطی سے پکڑوا دینا اور ان تک اتصال (متصل کر دینا اور ملانا) ہے اور ان محبوبانِ ذوالجلال کا کام بلند و بالا اللہ تک ایصال (پہنچانا) ہے۔

ع: تو دانی و فرداو آں داوری۔ **الدية على العاقلة و العهدة على الراوی** (ترجمہ: تو جانتا ہے کہ کل قیامت کا دن ہوگا اور وہ خدائے تعالیٰ اپنی عظمتِ شان کے اظہار پر ہوگا تو معاملہ اسی طرح ہوگا کہ دیت عاقلہ (دیت دینے والے) پر ہے اور روایت کی ذمہ داری راوی پر ہے)۔

سپردم بتو مایۂ خویش را۔ تو دانی حسابِ کم و بیش را

(ترجمہ: میں نے تجھے اپنے مایۂ و متاع کو سونپ دیا، تو اس کی کمی بیشی کے حساب کو جانتا ہے)۔

عَارٌ عَلٰی حَامِیُ الْحِمٰی وَ هُوَ قَادِرٌ ۔اِذَا ضَاعَ فِی الْبُیَدَاءِ

عِقَالُ بِعَیُرٍ

(ترجمہ: چراگاہ کی حفاظت کرنے والا جب قدرت والا ہے تو اس پر ننگ و عار کی بات ہے اگر صحرا میں اونٹ کی ایک رسی بھی ضائع یا گم ہو جائے)

(۱) عار شود بر شبانِ دہ اگر ضائع شود۔ یک رسن در دشت یا حامی الحمیٰ امداد کن

(چراگاہ کی حفاظت کرنے والے کے لئے یہ ننگ و عار کی بات ہوگی اگر ایک رسی بھی جنگل وصحرا میں ضائع و گم ہو جائے، لہذا اے چراگاہ کی حفاظت کرنے والے! میری مدد فرما۔)

(۲) بندہ ام ''وَ الْاَمْرُ اَمْرُکَ '' آنچہ دانی کن بمن۔ من نمی گویم مرا بگزار یا امداد کن

(میں تیرا بندۂ وغلام ہوں اور امر تو تیرا امر ہے (معاملہ تو تیرا معاملہ ہے)، تو جو چاہتا ہے وہ معاملہ میرے ساتھ کر، میں نہیں کہتا ہوں کہ مجھے چھوڑ دے یا مری مدد کر)

(۳) خانہ زادانِ کریماں گر بشدّ ت می زنید۔ ایں من و اینک سرم درنے امداد کن

(اے کریم ومہربان! اگر آپ اپنے خانہ زادوں کو (اپنے گھر میں پالے ہوئے غلاموں کو) شدت وسختی کے ساتھ ماریں تو ماریں۔ یہ میں حاضر ہوں اور میرا سر حاضر ہے، میرے لئے تو آپ کے علاوہ کوئی در نہیں ہے،

لہٰذا میری مدد کریں)۔

(۴) دست من بگرفتی و برتو پاسش بعدازیں۔ یا تو دانی یا ہماں دست تو یا امداد کن (آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے دامن میں لیا، اب اس کا پاس ولحاظ آپ کے ذمہ ہے، اس کے بعد آپ جانیں یا آپ کا وہی ہاتھ جانے مگر امداد کیجئے)

(۵) گر بدوزخ می روم آخر ہمیں گویند خلق۔ کال رسول/نوری می رود، غیرت براامداد کن (اگر میں دوزخ میں جاؤں تو لوگ یہی کہیں گے کہ ارے وہی رسولی (حضرت رسول اور حضرت آل رسول کو ماننے والا احمد رضا یا حضرت ابوالحسین احمد نوری سے رشتۂ ارادت رکھنے والا حامد رضا) جا رہا ہے۔ لہٰذا اے میرے غیرت والے میری مدد فرمایئے)۔

(حدائق بخشش دوم)

اور نیز عزیزان طریقت، خواجہ تاشانِ قادریت (غلامانِ قادری) اور حلقہ بگوشانِ چشتیت (خواجہ غریب نواز چشتی کے سلسلہ میں داخل ہونے والے) کہ رشد وسعادت کے آثار اور صلاح و ہدایت کے انوار ان میں اور ان کی پیشانیوں پر روشن وتاباں میں نے پائے تو انہیں میں نے اذکار و اشغال اور اوراد و اعمال کا مجاز و ماذون کیا (انہیں ان سب کی اجازت دی)۔ اور پاکباز اہل دل اور اربابِ زہد وتقویٰ علما وصلحا میں سے کچھ کو

اس گرانمایہ خزانہ کا میں نے علم ونشان بشکل سند دیا (انہیں یہ عطا کیا اور ممتاز کیا) اور انہیں سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ) کی سندِ اجازت اور مثالِ خلافت عطا کی۔

دادیم بتو نشانِ آن گنج گرانمایہ اگر مانرسیدیم تو شاید برسی

(میں نے تجھے گرانمایہ خزانہ کا نشان وعلم دیا کہ اگر ہم نہ بھی پہنچ پائیں تو ہو سکتا ہے کہ تو پہنچ جائے)۔

تو تمام حمد وثنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو ذوالمنن اور عظیم احسان والا ہے۔

اور درود وسلام نازل ہو اس نبی پر جو احسان فرماتے ہیں ان لوگوں پر جو ان کی سنت وطریقہ پر چلیں اور احسان فرماتے ہیں ان پر جو احسان کریں اور ان ہی کا عظیم احسان ہے۔

اور میرے مختلف مقاصد وکام ہیں مثلاً دین متین کی اعانت وحمایت، مبتدعین (بدعتیوں) کی نکایت (ان کو شکست دینا، مغلوب کرنا)، حق اور اعلیٰ عقائد کی تبلیغ واشاعت، سلاسل علیہ عالیہ (قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ اور چشتیہ قدیم وجدیدہ وغیرہم کی ترویج۔ اس کے علاوہ بھی میرے بہت سے کام ہیں۔

اس کے بعد اب میں کہتا ہوں کہ فضائل وخصائل کے جامع، حق وباطل کے درمیان فصل کرنے والے، بلند سنتوں کے حامی، گھٹیا فتنوں کے ماحی

(مٹانے والے)، میری آنکھوں کی ٹھنڈک، میرے دل کے قرار، لائق مناسب، زودفہم، بھرپور علم رکھنے والے اور ذکی الفہم مولوی سید ریاض الحسن قادری رضوی حامدی جودھپوری بن سید عنایت علی قادری نے مجھ سے سلاسل کی سند اجازت اور مثالِ خلافت کا التماساً سوال کیا۔ اور یہ نہیں ہے مگر اس ذات گرامی کی برکت سے جس کی طرف میں منتمی اور منسوب ہوں اور جس کے سامنے میں اپنا بیگانہ پن اور طفیلی ہونا ظاہر کرتا ہوں، میں اس کی روحانیت سے مدد چاہتا اور اس کے غالب فیض کا طالب ہوں۔ اور وہ حضرت ہر اس پر فیض برساتے ہیں، جس پر برسانا چاہتے ہیں۔ اور میں اپنے کم فیاض ہونے کا اعتراف کرتا ہوں اور حفاظت کرنے والے محل کا بھی۔ کہاں فقیر اور کہاں بادشاہ اور مملوک کے ہاتھ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ مالک و مولیٰ ہی کا ہوتا ہے۔ کہاں مچھلی اور کہاں مچھلیاں، کہاں تیز ہوا اور کہاں ہوائیں (ان دونوں کے درمیان یقیناً بہت بڑا فرق ہے)۔ تو میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی قوت و مدد سے کہتا ہوں اور مقصد کی طرف پلٹتا ہوں رب کائنات سے مدد چاہتے ہوئے۔ اور اسی کی طرف سے توفیق و مدد ہے............ میں نے تجھے قرآن عظیم، احادیث کتب صحاح ستہ، مسانید، معاجیم، تمام کتب دینیہ، فنون عقلیہ ونقلیہ اور تمام علوم کی اجازت دی، اسی شرط کے ساتھ جو اہل علم وفہم کو معلوم اور ان کے درمیان مشہور ہے،

بلکہ وہ تمام چیزیں جن کی روایت میرے ہندی اساتذۂ کرام اور حرمین شریفین کے مشائخ عظام (ان کا رب تعالیٰ انہیں شرابِ طہور پلائے اور انہیں رونق وشادابی اور مسرت وخوشی سے نوازے) سے ثابت ہیں، ان سب کی بھی اجازت دیتا ہوں، دلائل الخیرات، حصن حصین، حزب البحر، حرز یمانی، کبریت احمر، اسمائے اربعین، تمام اذکار واشغال، اوراوفاق اور اعمال اور تمام سلاسل علیہ عالیہ قادریہ قدیمہ وجدیدہ، چشتیہ قدیمہ وجدیدہ، سہروردیہ ونقشبندیہ، علائیہ، منوریہ اور معمریہ کی۔ اور میں تجھے وصیت وتاکید کرتا ہوں کہ مذہب اہل سنت و جماعت کو دانتوں سے (مضبوطی کے ساتھ) پکڑے رہو۔ اور اہل بدعت و خلاعت (بد مذہب اور متبعینِ خواہشات نفسانی) سے دوری کو لازم پکڑو، جو دنیا کو خریدنے اور دین کو بیچنے والے ہیں۔ اور صاحب الشفاعلیہ ﷺ کی شریعت کے دامن کو مضبوطی سے تھامو۔ (اللہ تعالیٰ ان پر اوران کی انوکھی شان والی آل پر صلوۃ وسلام نازل فرمائے) اور چستی کے ساتھ سنت کی حمایت ونصرت اور مدد کرنے کی اور کفر وضلالت اور شیطانی فتنوں کو مغلوب کرنے کے لئے آمادہ رہنے کی تاکید اور اہلِ ہدایت وار بابِ ہدایت کی اعانت ومدد کے لئے آمادہ رہنے اور بدعتیوں کی اور بدعت کے کتوں کی اہانت کے لئے آمادگی کی وصیت کرتا ہوں۔ خاص کر ملعون قادریانیوں اور فراعنۂ وقت دیوبندیوں کی نکایت و

اہانت کے لئے۔ کیونکہ یہ سب شیطانی گروہوں میں سب سے زیادہ خبیث گروہ اور تمام فرق باطلہ میں یہ سب سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے مضر و خطرناک ہیں۔ اور ان سب کی اہانت و تردید اعظمِ قربات و عبادات اور احسنِ سعادات میں سے ہے......... اور رب تعالیٰ کی عظیم رضا کا ذریعہ ہے۔

اور تو مجھے دین، دنیا اور آخرت سے متعلق عفو و عافیت کی اپنی نیک و متواتر دعاؤں میں نہ بھلانا۔ میں بھی تیرے لئے ان سب چیزوں کی دعا کرتا ہوں۔ اور اللہ بہترین مالک ہے۔

اور یہ تحریر ۵/رجب الحرام ۱۳۶۱ھ میں ہوئی۔

جس سنہ ہجرت کو ہجرتِ سید البشر سے نسبت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر درود نازل فرمائے، ان کی آل پر جو روشن آفتاب ہیں اور ان کے اصحاب پر جو چمکتے چراغ ہیں۔

اسے اپنے منہ سے کہا اور اسے لکھنے کا حکم دیا۔ محمد معروف بہ حامد رضا رضوی قادری نوری بریلوی نے۔ رب تبارک و تعالیٰ اسے اپنے بیان کردہ کرم کے خالص پانی کی گھاٹ سے سیراب کرے اور پوشیدہ رکھی ہوئی مصیبت و عذاب کی گرمی سے بچائے۔ آمین والحمد للہ رب العلمین۔ (دستخط)

☆☆☆

مجاہد ملت کی حجۃ الاسلام سے ملاقات اور خلافت

یہ حقیقت ہے کہ حضور حجۃ الاسلام کے مریدین و خلفا کے ذریعہ دین و سنیت اور اشاعت سلسلۂ قادریہ نوریہ حامدیہ کا زبردست کام ہوا، ان کام کرنے والوں میں مجاہد ملت پیر طریقت مولانا حبیب الرحمٰن دھام نگر (اڑیسہ) کا نام نامی اسم گرامی بھی سر فہرست ہے، حضور حجۃ اسلام سے ان کے رابطہ اور اجازت و خلافت کے حصول کے پیچھے ایک عظیم واقعہ ہے، اسے ملاحظہ کیجئے:

''چودھویں صدی کے مجدّد سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ م۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء کے خلف اکبر سیدنا حضور حجۃ الاسلام سے پہلی ملاقات اور سیدنا مجدد اعظم علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حضور مجاہد ملت کی عظمت و رفعت کو بیان کرتے ہوئے پروفیسر شاہد اختر حبیبی صاحب یوں رقم طراز ہیں۔ ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ کو سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے وصال کے بعد ہر چہار جانب اندھیرا ہی اندھیرا نظر آنے لگا سرکار حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ ہر وقت اشکبار رہتے کہ اب اہل سنت کی محافظت کون کرے گا؟ باطل قوتوں کے خلاف آوازِ حق اتنی شدت کے ساتھ کون بلند کرے گا؟ دیوبندیت، وہابیت اور قادیانیت کے امنڈتے ہوئے سیلاب کے خلاف بندھ کون باندھے گا؟ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے وصال کے ٹھیک تیس دنوں کے بعد سرکار حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے اشکبار آنکھوں سے دربار اعلیٰ حضرت میں عرضی پیش کی، کچھ دیر بیٹھے غنودگی طاری ہوگئی۔ سرکار اعلیٰ حضرت

تشریف لائے اور فرمایا کہ تم اتنے پریشان کیوں ہو؟ ادھر دیکھو اس شخص کا نام حبیب الرحمٰن ہے، یہ صوبہ اڑیسہ کے قصبہ دھام نگر میں رہتا ہے، لاکھوں کی زمن داری وصول کرتا ہے مگر اس شاہی میں بھی فقیری کو عزیز رکھتا ہے۔ یہ وہ مجاہد ہے جو باطل کے خلاف آوازِ حق کی بلندی میں کمی نہیں کرے گا۔ جو قوم وملت کی رہنمائی میں اپنا سب کچھ قربان کردے گا۔ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے سامنے انیس برس کے ایک نوجوان کا سراپا کھڑا تھا لمبا کرتا، چیک کی لنگی، سر پر دوپلّی ٹوپی اور پتلی سیاہ داڑھی۔ سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اب تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہئے۔ سرکار حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی آنکھیں کھلیں۔ بیقراری اور بڑھ گئی کہ اس نوجوان سے ملاقات کی سبیل کیا ہو۔ اول عرس سرکار اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ عنہ کے موقع پر حضور مجاہد ملت بریلی شریف تشریف لے گئے، یہ ان کی اس آستانے پر پہلی حاضری تھی۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت میں قدم بوسی کی آرزو پوری نہ ہو سکی تھی، حضور مجاہد ملت ایک گوشے میں تلاوت قرآن پاک میں مشغول تھے کہ حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی نظر پڑ گئی وہ خواب والا نوجوان فوراً یاد آ گیا، بیقرار ہو کر آگے بڑھے پوچھا تمہارا نام حبیب الرحمٰن ہے؟ تم اڑیسہ کے رہنے والے ہو؟ زمین دار ہو؟ سرکار مجاہد ملت نے انتہائی انکساری سے ان تمام باتوں کا جواب اثبات میں دیا تو حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے گلے لگالیا۔ خواب والی بات بتائی سرکار مجاہد ملت بھی اشکبار ہو گئے۔ (کلکتہ نوائے حبیب کا مجاہد ملت نمبر، ص ۴۹)

ذکر کردہ واقعہ سے یہ برملا کہا جا سکتا ہے کہ حضور مجاہد ملت کی عبقری شخصیت مجدد اعظم کی نظر انتخاب کا آئینہ تھی۔ یہی سبب ہے کہ اپنی پوری زندگی مسلک اہل سنت کی ترویج و اشاعت پہ نثار کر دی اور نجدی حکومت کے سینے پر احقاق حق کا جھنڈا لہرا کر دنیائے سنیت کے افق پر کہکشاں بن کے چمکے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور مجاہد ملت کو کمال روحانیت کے درجہ پر فائز کیا تھا۔ حضور حجۃ الاسلام کی نگاہِ ولایت نے اس چیز کا جائزہ لے لیا تھا کہ مرد مجاہد خانوادۂ رضویہ کی غلامی کے پٹہ کو اپنے گلے کا ہار بنا کر سینے سے لگا کر رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یکم ذوالحجہ ۱۳۵۰ھ کو سرکار مجاہد ملت کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا قاری مجیب الرحمٰن علیہ الرحمہ کی شادی میں شرکت کے موقع پر حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کو جمیع سلاسل کی اجازت عطا فرمائی، ساتھ ہی قرآن حکیم، صحاح ستّہ اور دیگر احادیث، اذکار و اعمال واوراد کی اجازتوں سے بھی سرفراز فرامایا۔ (نوائے حبیب کا مجاہد ملت نمبر ص ۴۹، تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر (کلکتہ) ص ۳۹۶)

خلافت نامہ بنام حضور مجاہد ملت

حضور حجۃ الاسلام نے حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کو جو اجازت وخلافت نامہ عطا کیا تھا، اس کا کچھ حصہ درج ذیل ہے۔

''فقد رأيت اساریر جبین العلم و الصلاح المبین لمن هو بالذوات الیمین بالیمین متلألأ بانوار السعادة و متبسما بازهار

آثار السیادة فالقی الله فی روعی و الھمنی ربِّی ان اجیزہ بالاجازة المطلقة الشاملة الحافلة الکاملة فاجزت الاخ السعید الحمید الرشید الحری العضی الصوفی الصافی الوفی الصفی الذکی اللوذعی الفطین ذا القلب المکین والدین المتین و الرأی الزئین حامی السنن السنیة و ماحی الفتن الدنیة فخر الاقران و الاماثل کریم السجایا و الشمائل ذا الفضل و الفواضل، الکامل الادیب الاریب الحبیب اللبیب محبی و حبیبی فلذة فوادی و سلوة کبدی و راحة قلبی و نور عینی حسنة الاوان و نادرة الزمان انسان عین الاعیان مولانا المولوی محمد حبیب الرحمن نجل الشیخ محمد عبد المنان سلمه المولیٰ الدیان قاطن رستاق دھام نگر من اعمال بالیسر صانھا المولیٰ تعالیٰ من کل شر مستیطر ۔ آمین''۔

ترجمہ:۔(حمد وصلوۃ کے بعد) میں نے علم اور صلاح مبین کی پیشانی کو سعادت کے نوروں سے درخشندہ اور سرداری کی علامتوں کے پھولوں سے مسکراتے ہوئے دیکھا اس ذات کی وجہ سے جو شخصیتوں میں سراپا خیر و برکت ہے، تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بات ڈالی اور میرے پروردگار نے مجھ پر الہام کیا کہ میں ان کو مکمل اجازت دوں تو میں نے نیک بخت قابل تعریف بھائی کو اجازت دی جو اچھے، لائق، مہربان، صوفی با صفا، وفادار، تیز، ذہین، مضبوط

دل والے، ٹھوس منصب والے اور مستحکم رائے والے، بلند سنتوں کے حامی اور قابل نفرت فتنوں کی سرکوبی کرنے والے،، ہمعصروں اور فضل وکمال والوں میں قابلِ فخر، عمدہ عادات واطوار والے، فضل اور اونچے اخلاق والے، فاضل کامل، لائق ادیب ذہین حبیب، میرے محبوب ومحبّ ہیں، میرے دل کا ٹکڑا، میرے جگر کی تسکین، میرے قلب کی راحت، میری آنکھ کے نور، اس زمانہ کے بہتر فرد اور اس زمانہ کے نادر شخص، بڑوں کی آنکھ کی پتلی مولانا مولوی محمد حبیب الرحمٰن ولد شیخ محمد عبدالمنان (اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے) رستاق دھام نگر کے رہنے والے ہیں جو بالیسر کا علاقہ ہے (اس مقام کو اللہ تعالیٰ ہر پھیلنے والے شر سے محفوظ رکھے)۔

مذکورہ سند خلافت واجازت کے بین السطور میں حجۃ الاسلام کی زبان و بیان اور بندہ نوازی واصاغر نوازی کی جو جھلکیاں ہیں، ان پر مولانا نعمان اختر فائق الجمالی، نوادہ یوں تبصرہ کرتے ہیں:

''حضور حجۃ الاسلام نے سرکار مجاہد ملت کے لئے سندِ خلافت واجازت میں زبان وادب، فصاحت وبلاغت اور ادبی شہ پاروں کے حوالے سے خانۂ دل کے اندر پلنے والے محبت کے تمام اصناف کو جس طور پر پیش کیا ہے، سمجھ سمجھ کر پڑھیئے کہ پڑھ پڑھ کر سمجھئے اور بندہ پروری وخردنوازی کی ناقابل فراموش مثال ذہن کے قرطاس پر رقم کیجیئے۔ (تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر ص ۳۹۲)

بیسواں نور

حضور حجۃ الاسلام اصحاب علم وفضل کی نظر میں

علم وعمل اور فضل وکمال والا وہ نہیں جو بذات خود اپنی خوبیوں کا ڈھنڈورا پیٹے یا دوسروں سے اپنی تعریف کرواتا پھرے، بلکہ علم وعمل سے مزین اور فضل و کمال کی چوٹی پر پہنچا ہوا وہ مسلمان ہے جس کی تعریف معاصرین کریں، جس کے زہد واتقا اور فضل وکمال کی گواہی ارباب علم وفضل دیں۔ وہ انسان واقعی کامل اور صاحب الفضل والسیادہ ہے، جس کے علم وفضل اور تقویٰ وطہارت اور زہد وورع کی گواہی متقی و پرہیزگار اور اصحاب بصیرت دیں۔ ہمارے ممدوح حجۃ الاسلام کی ذات گرامی ایسی ہے کہ ان کے کارناموں اور فضل وکمال کی گواہی معاصرین وغیر معاصرین سب نے دی ہے، بلکہ اغیار کے نزدیک بھی ان کا علم وفضل مسلم تھا۔ اسی لیے راقم الحروف کبھی کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ علیہ الرحمہ کے بعد، حجۃ الاسلام، محدث اعظم ہند، صدر الشریعہ، تاج العلما، مفتی اعظم، صدر الافاضل، ملک العلما، شیر بیشۂ اہل سنت، مفتی اعظم پاکستان، مفسر اعظم، حافظ ملت، مجاہد ملت، صدر العلما اور سید العلما جیسا مفتی اور عالم دین نہیں۔

مولانا حسن رضا کی نظر میں شگفتہ پھول کا نام حامد رضا : استاذِ زمن حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی برادر اوسط امام احمد رضا علیہما الرحمۃ والرضوان نے اپنی کتاب ''صمصام حسن'' میں بہت سے علما و مشائخ کی شان میں کلام کہے ہیں، اس میں حضور حجۃ الاسلام کے بارے میں درج ذیل کلام فرمایا، ملاحظہ ہو:

حامد رضا عالمِ علمِ ہدیٰ نو گلِ گلزارِ جنابِ رضا
حسنِ بہارش زخزاں دور باد چوں اب وجد ناصر ومنصور باد

ترجمہ: مولانا حامد رضا عالمِ ہدایت ہیں اور جناب امام احمد رضا کے باغ کے شگفتہ پھول ہیں۔ دعا ہے کہ اس کا حسنِ بہار خزاں سے دور رہے اور یہ اپنے باپ و دادا کی طرح ناصر و منصور رہیں۔ یعنی دین کے مددگار رہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی مدد ہوتی رہے۔

نوٹ: اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور استاذ زمن مولانا حسن رضا حجۃ الاسلام کے چچا عمر میں بھی بڑے اور ذی قدر عالم ہونے کے باوجود ان کی مدح وستائش فرما رہے ہیں، ہدایت پایا ہوا اور ہدایت دینے والا عالم اور باغِ رضا کا شگفتہ پھول فرما رہے ہیں، چھوٹے کا کسی کی تعریف وتوصیف اور اس قدر قدر گردانی فرمانا زیادہ اہمیت نہیں رکھتا مگر بڑا اگر نوازے تو واقعی اس میں کمالِ خوبی ہے۔ پھر یہ کہ اصل کلام حامد رضا کی بجائے ''حامدِ ما'' فرمایا ہے یعنی ہمارا حامد رضا۔ اس

کلام میں اپنی طرف نسبت فرما کر استاذِ زمن نے کس قدر اپنائیت اور محبت و شفقت کا اظہار فرمایا اور اس کا ثبوت پیش فرمایا ہے، وہ ظاہر و باہر ہے۔

علامہ سلامت اللہ رامپوری کی نظر میں حجۃ الاسلام حامل لوائے شریعت ہیں: حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا قدس سرہ اپنے معاصر علما کی نظر میں کافی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، سبھوں نے آپ کی تعریف کی ہے۔ ہندوستان کے چوٹی کے علما میں حضرت مولانا مفتی سلامت اللہ نقشبندی رامپوری علیہ الرحمہ کا نام نامی اسم گرامی شمار ہوتا ہے، انہوں نے درج ذیل القاب سے حضرت حجۃ الاسلام کو یاد کیا ہے۔

۱ صاحبِ ہمتِ بلند (بلند ہمت والا)

۲ جامعِ انحاءِ سعادت (دنیا و آخرت کی ہر طرح کی سعادتوں کا جامع)

۳ ماحیِ بدعت (بدعت کو مٹانے والا)

۴ حاملِ لوائے شریعت (شریعت کا جھنڈا اٹھانے والا)

چنانچہ نقشبندی صاحب موصوف جب ۱۳۲۳ھ میں دار العلوم منظر اسلام بریلی کے طلبہ کا سالانہ امتحان لینے تشریف لائے اور مبتدی و منتہی سارے طلبہ کو خوب سے خوب تر پایا تو آپ نے معائنہ رپورٹ میں جہاں اور خوبیاں درج کی ہیں وہیں درجِ ذیل عبارت بھی لکھی ہے۔

''حضرت مولانا (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا) کے فیضان کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ ان کے فرزندِ ارجمند، صاحبِ ہمتِ بلند، جامعِ انحاءِ سعادت، ماحیِ بدعت، حاملِ لوائے شریعت مولوی حامد رضا خان صاحب طُوِّلَ عُمُرُہٗ وَ زِیْدَ قَدْرُہٗ نے بمشارکتِ بعضِ اہلسنت ایک مدرسہ خاص اہلسنت کے لئے بنام منظر اسلام کی بنیاد ڈالی جس کی صرف بریلی والوں کے لیے نہیں بلکہ تمام اہلسنتِ ہندوستان کے واسطے اشد ضرورت تھی۔ [۱]

ملک العلما کی نظر میں آپ اعلیٰ حضرت کی بہترین یادگار ھیں : جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا وصال ہوا تو اس وقت ملک العلماء علامہ مولانا ظفر الدین بہاری علیہ رحمۃ الباری پٹنہ میں جلوہ بار تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے ان کے نام تار ارسال فرمایا۔ حضرت ملک العلما کو پہلے تو یقین نہ آیا مگر خواب میں جب اعلیٰ حضرت کو سفید، صاف وشفاف نئے کپڑے میں ایک مسجد میں تشریف فرما دیکھا اور یہ دیکھا کہ آپ کے اردگرد لوگ حاضر ہیں تو یہ تعبیر نکالی کہ حضور اگر چہ برابر سفید ہی کپڑا زیب تن فرماتے تھے، مگر اس جوڑے کی سفیدی اور براقی اور لوگوں کے ہجومِ کثیر سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ واقعی حضور کا وصال ہو گیا ہے اور کفن پوش ہو کر بہترین حالت میں ہیں۔ اور وفات پا کر بھی زندہ ہیں، اس لیے کہ اولیاء اللہ

---

[۱] بحوالہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا صد سالہ منظر اسلام نمبر دوسری قسط، ص ۲۹۳

اور محبانِ رسول مرتے نہیں زندہ رہتے ہیں، وہ صرف انتقال مکانی فرماتے ہیں۔تو یقین سے کوئی چیز مانع نہ رہی، اتنے میں حضور حجۃ الاسلام کا دوسرا تار بھی آ گیا کہ حضور واقعی وصال فرما چکے، پھر قرآن خوانی و فاتحہ خوانی کرا کے ایصال ثواب کیا۔اس کے بعد حضرت ملک العلما نے حجۃ الاسلام کے نام ایک مکتوب روانہ کیا، جس میں یہ بھی درج کیا کہ:

''اور میں یقین کامل کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس نے آپ اور مصطفیٰ میاں جیسی بہترین یادگار، سیکڑوں لائق و فاضل شاگرد اور پانچ چھ سو کے قریب (یہ اس وقت تک کے شمار کے لحاظ سے ہے ورنہ تحقیق یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات ہزار سے متجاوز ہیں۔نوری) بہترین تصنیفات چھوڑیں، اس کا ہرگز انتقال نہیں ہوا۔لوگ لاکھ اس کے مرنے کی خبریں شائع کیا کریں، مگر وہ ہرگز نہیں مرا''۔[1]

حضرت کی زندگانی مولانا غوری کی زبانی:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے حضور حجۃ الاسلام کو اپنے پیر و مرشد پیر طریقت حضرت مولانا آلِ رسول احمدی مارہروی قدس سرہ کے عرس کے موقع سے باضابطہ اپنا جانشیں مقرر فرمایا، اور اس کی سند بھی عطا فرمائی۔اسے حضور حجۃ الاسلام کے مرید و خلیفہ مولانا عنایت محمد غوری نے اپنے مختصر رسالہ ''سندِ مسندِ جانشینی'' میں من و عن درج کر دیا ہے۔موصوف نے سند کے ذکر سے قبل حضور حجۃ

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت جلد سوم ۳۲۸۔ترتیب جدید

الاسلام کی سوانح حیات پر روشنی ڈالی ہے جو اگرچہ مختصر ہے، مگر بہت جامع ہے، قندِ مکرر کے طور پر اسے ان ہی کی زبانی ملاحظہ کیجئے:

"بکرمہ تعالیٰ ہم آج باہزارانِ فخر و مباہات اپنے پدرِ روح و دل، شیخِ طریقت، آقائے نعمت، دریائے رحمت، حجۃ اللہ فی الارضین وسلالۃ الواصلین، امام العلماء المتجرین، شیخ الاسلام و المسلمین حضور پرنور سیدنا حجۃ الاسلام علامہ الحاج مولانا شاہ محمد حامد رضا خان صاحب قادری نوری دام ظلہم العالی، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ قدسیہ رضویہ بریلی کی سندِ عالی خلفائے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ کے لئے بالخصوص اور یارانِ طریقت کے لئے بالعموم بطورِ تبرک و برائے افادہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اس سند مبارک کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت قبلہ مجددِ دوراں، غوثِ زماں امامِ اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہ کے حسنِ انتخاب کا جہاں پتہ چلتا ہے، وہیں حضور پرنور سیدنا حجۃ الاسلام علامہ بریلوی مدظلہ، زیبِ سجادہ رضویہ کی رفعتِ شان و جلالتِ مکان مہرِ نیمروز و ماہِ نیم ماہ کی طرح عالم آشکار ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! اس بے نظیر سندِ اجازت اور بے مثال مثالِ خلافت کا کیا کہنا۔ کیوں نہ ہو یہ امام اہلسنت قدس سرہ کے جانشین وخلیفۂ

اعظم کی مثالِ خلافت ہے۔ امامِ اہلسنت علیہ الرحمہ کا یہ حزم و احتیاط اور اتباعِ شریعت عدیم النظیر ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام اسی امام جلیل کے لختِ جگر، نورِ بصر ہیں"۔

پروفیسر مسعود احمد کی نظر میں علم و فضل میں اپنے والد گرامی کا آئینہ تھے

: ماہرِ رضویات، مصنفِ کتبِ کثیرہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد پاکستان رقمطراز ہیں:

"عربی ادب پر بڑا عبور حاصل تھا، چنانچہ رسالہ "الاجازات المتینة" کا عربی مقدمہ اس حقیقت پر شاہد ہے۔ اس کے علاوہ رسالہ "الدولة المکیة" اور "الفیوضات المکیة" کا کامیاب اردو ترجمہ کیا ہے۔ ۷۰ برس کی عمر پائی۔ ۲۳؍ سال والد ماجد کے جانشیں رہے۔ برسہا برس دار العلوم منظر اسلام میں درسِ حدیث دیا۔ علم و فضل میں اپنے والد ماجد کا آئینہ تھے۔ فاضل بریلوی آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے، چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ "حَامِدٌ مِّنِّی اَنَا مِنْ حَامِدٍ"۔

مولانا حامد رضا خان صاحبِ تصنیف بزرگ تھے۔ مسئلۂ ختمِ نبوت پر رسالہ "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی"، مسئلہ اذان پر "سدّ الفرار" طبع ہو چکے ہیں۔ رسالہ "ملاجلال" کا حاشیہ قلمی صورت میں محفوظ ہے۔ نعتیہ دیوان اور مجموعہ حال ہی میں شائع ہو چکے ہیں"۔ [1]

---

[1] مقدمہ علی الاستمداد، ص ۲۳، از قلم پروفیسر مسعود احمد پاکستان، ناشر قادری بک ڈپو، نومحلّہ مسجد، بریلی شریف

مولانا شمس بریلی کی نظر میں آپ خود ستائی سے بہت نفور تھے:

حضور حجۃ الاسلام بلاشبہ متقی و پرہیزگار اور صاحبِ کمالات ولی اللہ تھے، اس لیے وہ اپنی تعریف اور شہرت، خود نمائی اور خودستائی سے دور ونفور تھے۔ اسی لیے کئی سال تک آپ کے لیل ونہار کا مشاہدہ کرنے والے مولانا شمس بریلوی یوں رقمطراز ہیں:

''میں سمجھتا ہوں کہ حضرت حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر جمیل کے بہت سے پہلو ایسے تھے، جن سے بہت کم لوگ واقف تھے۔ خصوصاً آپ کی پاکیزہ علمی زندگی، آپ کی یومیہ مصروفیات، آپ کی شاعری، آپ کی زندگی کے وہ پہلو ہیں جن کا اظہار میں نے آپ کی زبان سے کبھی نہیں سنا کہ اس میں خود ستائی کا پہلو تھا۔ اور حضرت مولانا خودستائی سے بہت نفور تھے''۔ [1]

مولانا شمس بریلوی پاکستان نے اس مقام پر حجۃ الاسلام کے ایک اور روشن پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ وہ ہے ہر مسلمان کے ساتھ آپ کی محبت وشفقت اور نوازشات وعنایات۔ چنانچہ بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''میں خود ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۰ء تک دارالعلوم منظر اسلام سے وابستہ رہا ہوں اور اس چھ سال کی مدت میں حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جو نوازشیں اور کرم مجھ پر مبذول فرمائے، ان کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا''۔ [2]

---

[1] مقدمہ تذکرۂ جمیل، ص۲۴ [2] مقدمہ تذکرۂ جمیل، ص۲۳

پھر آگے لکھتے ہیں:

''یہ حقیقت ہے کہ آج بھی جب میں حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی اس محبت وعنایت اور حد سے فزوں شفقت کو یاد کرتا ہوں، جس نے مجھے آپ کے حضور میں بے باکِ سخن بنا دیا تھا، تو اشکبار ہو جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مزارِ اقدس پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے اور ان کے سلسلہ کو رہتی دنیا تک قائم و دائم رکھے''۔[1]

مفتی محمد ابراھیم سمستی پوری کی نظر میں شریعت و سنت پر استقامت:

حضرت حجۃ الاسلام شریعتِ مطہرہ پر سختی سے کاربند رہتے، فرائض وواجبات کے ساتھ سنتوں کے بھی پابند تھے۔ حرام ومکروہ سے بالکل مجتنب اور دور ونفور تھے، کسی سنتِ رسول ﷺ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، عابدِ شب زندہ دار، متقی وپرہیز گار اور صاحبِ زہد وورع تھے۔ اس لیے آپ کے لیل ونہار کو قریب سے معائنہ کرنے والے مفتی محمد ابراہیم فریدی سمستی پوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وے زبزمِ جہاں رفت بہ بزمِ جناں — مفتیِ دینِ متین، مولوی حامد رضا
صاحبِ زہد و ورع، عالمِ بااتقا — پیشروِ اہلِ دیں، ہادیِ راہِ خدا
عابدِ شب زندہ دار، صوفی وصافی منش — رہروِ راہِ سلوک، صاحبِ رشد و ہدا

---

[1] مقدمہ تذکرۂ جمیل، ص ۲۵

مفتی محمود احمد قادری کی نظر میں حجۃ الاسلام علم و عمل میں باکمال تھے: مولانا مفتی محمود احمد قادری رفاقتی کی نظر میں آپ علم وعمل میں باکمال تھے اوران تمام خوبیوں کے جامع تھے جوایک مجدد کے جانشیں میں ہونی چاہئیں۔آپ رقمطراز ہیں:

''(آپ کے) تفسیر وحدیث کا درس خاص طور پر مشہور تھا،تفسیر بیضاوی کے درس میں خصوصی توجہ تھی،علم وعمل میں باکمال، والدِ ماجد کے صحیح جانشیں،عربی نظم ونثر میں منفرد اسلوب رکھتے تھے۔حسن ظاہری میں بھی منفرد تھے۔طبیعت بہت مرنجاں مرنج پائی تھی۔تلامذہ،مریدین اورناداروں کی دستگیری آپ کا شیوہ تھی۔۱۳۵۱ھ میں اجمیر شریف کی واپسی میں راقمِ سطور کے والد ماجد و پیرومرشد حضرت برہان الاصفیاء، بدرالکاملین مولانا الحاج شاہ رفاقت حسین مدظلہ العالی، امینِ شریعت صوبۂ بہار، نے تفسیر بیضاوی کا آپ سے درس لیا۔آپ ان تمام خوبیوں کے جامع تھے، جوایک مجدد کے جانشیں میں ہونی چاہئے تھیں''۔[1]

مولانا مصلح الدین کی نظر میں حجۃ الاسلام سراپا حسن اور شاندار خطیب تھے: حجۃ الاسلام کا حضور حافظ ملت علیہما الرحمہ کی دعوت پر اہلسنت کی مرکزی درسگاہ مصباح العلوم اشرفیہ، مبارکپور میں بھی ورودِ مسعود ہوا ہے، اور وہاں آپ کا خطاب نایاب بھی

[1] تذکرہ علمائے اہلسنت ،ص ۸۰، از قلم مفتی محمود احمد قادری رفاقتی ،ص ۸۰، مظفر پوری، ناشر سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، ڈجکوٹ روڈ، فیصل آباد، پاکستان

ہوا ہے۔ جسے سن کر سامعین دنگ رہ گئے۔ مولانا قاری مصلح الدین صدیقی پاکستان (م۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء) اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں۔

''وہابیہ اور شیعہ حضرات نے یہ کہا کہ ایسی نورانی صورت آج تک دیکھی نہ گئی اور نہ ایسی مدلل تقریر سنی''۔[۱]

حضرت مانا میاں قادری کی نظر میں تعظیمِ رسول کے قیام اور اعلیٰ حضرت کی تعلیمات میں منہمک رہے

: حضرت مانا میاں قادری رضوی نبیرۂ محدث سورتی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

''اعلیٰ حضرت کی تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ، اہلبیت، صحابۂ کرام اور بزرگان دین کے ادب واحترام کے قیام میں آپ ہمیشہ مصروف ومنہمک رہے۔ اور اعلیٰ حضرت کے قائم کردہ مدرسہ اور ان کی تصانیف وفتاوی کی ترتیب و اشاعت کی جانب خصوصی توجہ فرماتے رہے''۔[۲]

علامہ نور احمد قادری کی نظر میں آپ کا رخِ زیبا دیکھ کر غیر مسلم مسلمان ہو جاتے تھے

: علامہ نور احمد قادری پاکستان رقمطراز ہیں:

''اور آپ کی یہ زندہ کرامت تھی کہ کئی بڑے بڑے ہندو کا یست ۱۹۳۴ء

---

[۱] معارف رضا کراچی، ص۲۰۳، تذکرۂ جمیل، ۱۸۷ [۲] سوانح اعلیٰ حضرت بریلوی، ص۷۰، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء، تذکرۂ جمیل، ص۱۹۵

میں اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس شریف کے موقع پر صرف آپ کا شمع کی طرح روشن چہرہ دیکھ کر ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ یہ روشن چہرہ بتاتا ہے کہ یہ حق وصداقت اور روحانیت کی تصویر ہیں''۔ ۱؎

اور جناب قمر الدین احمد انجم صدر پاکستان نعت کونسل کراچی فرماتے ہیں:

''ایک ایسی کشش آپ کے وجود میں موجود تھی جو نہ صرف مسلمانوں بلکہ کئی غیر مسلموں کو اسلام کی سعادت حاصل ہونے کا سبب ہوئی۔ اور جب تک وہ ذات اودے پور میں رہی فیضان کا یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا''۔ ۲؎

ڈاکٹر حسن رضا خان کی نظر میں ناداروں کی دستگیری آپ کا شیوہ : جناب مولانا ڈاکٹر حسن رضا خان پی. ایچ.ڈی. پٹنہ اپنی مایہ ناز کتاب ''فقیہ اسلام'' میں رقمطراز ہیں:

''ظاہری حسن ووجاہت کے ساتھ باطنی فضل وکمال کے بھی جامع تھے۔ تفسیر وحدیث کا درس خاص طور پر مشہور تھا۔ عربی ادب میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ فارسی زبان میں بھی کامل عبور تھا۔ آپ اپنے والد کی تمام خوبیوں کے جامع تھے۔ تلامذہ، مریدین اور ناداروں کی دستگیری آپ کا شیوہ تھی''۔ ۳؎

۱؎ علامہ نور احمد قادری، ایم اے فارسی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی، ص ۸، مطبوعہ کراچی، پاکستان، تذکرۂ جمیل، ص ۱۹۸

۲؎ مولانا ابراہیم خوشتر رضوی جماپوری، مونگیری، بہاری، ماریشش بانی سنی رضوی اکاڈمی وسنی رضوی سوسائٹی، انٹرنیشنل اکادمی کے نام قمر الدین احمد انجم صاحب کا مکتوب گرامی۔

۳؎ فقیہ اسلام، مصنفہ ڈاکٹر مولانا حسن رضا خان، پی ایچ ڈی، پٹنہ، ناشر اسلامک پبلیکیشن سنٹر پٹنہ ۶

حجۃ الاسلام جیسا فصیح نہ دیکھا : پیرزادہ علامہ اقبال

احمد فاروقی، ایم اے پاکستان حاشیہ ''الاستمداد'' میں رقمطراز ہیں:

''۱۳۴۲ھ میں حج کے لئے گئے تو وہاں کے معروف عربی داں حضرت شیخ سید حسین دباغ اور سید محمد مالکی ترکی نے آپ کی قابلیت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ ''ہم نے ہندوستان کے اطراف واکناف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح وبلیغ دوسرا نہیں دیکھا، جسے عربی زبان میں اتنا عبور ہو''۔[1]

مولانا ریاض حیدر کی نظر میں آپ نے کارھائے نمایاں انجام دیے:

مولانا ریاض حیدر حنفی سابق صدر المدرسین دار العلوم حشمت الرضا، حشمت نگر، پیلی بھیت شریف (یوپی) یوں رطب اللسان ہیں:

''شہزادۂ اعلیٰ حضرت شیخ الانام حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ایک ممتاز مقام پر فائز ہیں۔ آپ نے اپنے زمانے میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ وہ آپ ہی کا حصہ ہیں۔ رشد و ہدایت، تصنیف و تالیف، تحقیق وتصدیق، تراجمِ کتبِ اعلیٰ حضرت وغیرہ بے شمار اہم دینی امور سے اسلام و سنیت کی جو بہترین خدمات انجام دیں، یہ سعادت آپ کے لیے ازل میں مقدر ہو چکی تھی۔ انہیں کارہائے نمایاں میں ایک عظیم الشان اور اہم کارنامہ ''منظر اسلام'' کو معرضِ وجود میں لانا بھی ہے''۔[2]

---

[1] حاشیہ الاستمداد، ص ۸۷، محشی پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی پاکستان، ناشر قادری بک ڈپو، نومحلّہ مسجد بریلی شریف (یوپی)
[2] ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا صد سالہ منظر اسلام نمبر قسط دوم، ص ۲۰۲

حضور حجۃ الاسلام، مفتی اعظم، امینِ شریعت اور تاج الشریعہ، حضرت محدّثِ کبیر کے الفاظ میں

عرسِ اعلیٰ حضرت کے دوران ۲۴؍صفر المظفر ۱۴۳۷ھ کو کانکرٹولہ، پرانا شہر، بریلی شریف کے ایک بڑے میدان میں حضور امین شریعت علامہ سبطین رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس چہلم کی کانفرنس منعقد تھی، جس میں حضور تاج الشریعہ اور محدّثِ کبیر شریک بھی تھے، اس کے ہزاروں کے مجمع میں محدثِ کبیر نے خطاب فرمایا تھا، اس کا ایک حصہ یہاں ہم نذرِ قارئین کرتے ہیں، اس سے مذکورہ شخصیتوں کی وجاہت واضح ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عظیم نشانی سیدی و مرشدی، ملجائی و مولائی حضور مفتی اعظم ہیں۔ جس نے مفتی اعظم کو دیکھا اس نے اعلیٰ حضرت کو دیکھا۔ جس نے اعلیٰ حضرت کو دیکھا تھا، جب اس نے مفتی اعظم کو دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھا کہ یہ اعلیٰ حضرت ہیں۔ یعنی اعلیٰ حضرت کی زیارت کرنے والے کو حضور مفتی اعظم کے دیکھنے کے بعد یہ شبہ ہونے لگتا کہ یہ مفتی اعظم ہیں یا اعلیٰ حضرت ہیں۔ باتیں طویل ہیں، مگر میں مختصر کرتا ہوں اور وقت بھی مختصر ہے۔ حضور مفتی اعظم کی بارگاہ میں میں نے اپنا بہت سا وقت لگایا ہے۔ بلکہ میں یہ کہوں گا کہ میری زندگی کے اوقات میں سے سب سے زیادہ وہ قیمتی اوقات ہیں، جو میں نے حضور مفتی

اعظم اور حضور حافظ ملت علیہما الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں گزارے۔ ایسے قیمتی اوقات پر ھ مجھے نہیں ملے، مگر میں نے پھر دیکھا، کیا دیکھا؟ حضور مفتی اعظم کا جلوہ دیکھا۔ مفتی اعظم کا جلوہ حضرت امینِ شریعت ہیں۔ ان کے اندر بہت سی خوبیاں تھیں۔ ایک خوبی یہ کہ انہوں نے کوئی وقت اپنی ذاتی خواہشات پر صرف نہیں کیا۔ اپنی ذاتی حاجات کے لئے انہوں نے نہ کوئی وقت نکالا نہ پیسہ۔ وہ جو کچھ کرتے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کرتے، اپنے لیے کچھ نہیں۔ اور یہ نکتہ جو سمجھ جاتا ہے، اس کا ہر فعل عبادت ہو جاتا ہے۔

میں نے ان (امینِ شریعت) کا چلنا، اٹھنا بیٹھنا اور اندازِ گفتگو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ ان کے یہ سب افعال حضور مفتی اعظم قدس سرہ سے ملتے تھے۔ یہاں تک کہ گفتگو میں جو الفاظ آپ استعمال فرماتے تھے، وہ بھی اسی طرح نپے تلے ہوتے تھے، جس طرح حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے ہوا کرتے تھے۔ گویا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ جلوۂ اعلیٰ حضرت مفتیِ اعظم ہیں اور جلوۂ مفتی اعظم امینِ شریعت ہیں، اور حضرت تاج الشریعہ تو سبحان اللہ! نجیب الطرفین ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے وہ فیوض و برکات جو آپ کے شہزادۂ اکبر حضور حجۃ الاسلام کو تفویض ہوئے اور وہ برکات خاصہ جو حضور سرکار مفتی اعظم کو عطا ہوئے، سب کو سمیٹ کر ان دونوں بزرگوں نے ان کے اندر رکھ دیا۔ ان میں دونوں کا جلوہ ہے۔ مجھے حضور حجۃ الاسلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ابھی مجھے پورے

طور پر یاد تو نہیں مگر اتنا ضرور یاد ہے کہ میں چار یا پانچ سال کا تھا، اس وقت حضور حجۃ الاسلام حضرت صدر الشریعہ کی دعوت پر ہمارے گھر تشریف لائے۔ رات کو پہنچے تھے۔ میں سو گیا تھا۔ بچے تو سویرے سو ہی جاتے ہیں۔ صبح سویرے والدۂ ماجدہ نے اٹھایا اور فرمایا: حضرت حجۃ الاسلام بڑے مولانا صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کی بارگاہ میں پہنچو۔ جلدی سے غسل کرایا کپڑے پہنائے پھر میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ زیارت کی، ملاقات کی۔ حضور نے مجھ سے میرا نام پوچھا، میں نے بتا دیا۔ بہر حال جیسا میں نے اس دن دیکھا اور آج دیکھتا ہوں تو تاج الشریعہ اور حجۃ الاسلام ایک نظر آتے ہیں۔ بلا شبہ ایک ہی نظر آتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دونوں شخصیتوں کا ظاہر و باطن دونوں آپ کو عطا فرمایا ہے۔ اس حوالے سے اب ہم یہی کہیں کہ آپ نجیب الطرفین ہیں۔ اور ہر اعتبار سے آپ کے اندر خوبیاں ہیں۔ ربُّ العٰلمین ان حضرات کے فیوض و برکات کو ہمیشہ جاری رکھے اور ان فیوض و برکات کے صدقے میں ہماری آخرت جگمگا دے۔ آمین۔

(نوٹ) محمد عابد حسین قادری نوری کے ساتھ عزیزم محمد علی رضا، برکاتی بھی اس عرس چہلم میں شریک تھا، اس نے کیسٹ سے قلمبند کر کے مندرجہ بالا حصۂ خطاب راقم الحروف کے حوالے کیا۔

قاضی یعقوب محمد کی نظر میں قدرت نے حجۃ الاسلام سے دینی امیدیں وابستہ کر دی ھیں:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے انتقال پر ملال پر جہاں ہندوستان کے ہر قریہ وشہر میں غم واندوہ کی لہر دوڑ گئی تھی، وہیں ریاست اودے پور، میواڑ میں بھی صف ماتم بچھ گئی تھی۔اس موقع سے قاضی یعقوب محمد جوائنٹ سکریٹری مدرسہ اسلامیہ اودے پور کی طرف سے دبدبۂ سکندری ص ۱۱؍ پر ایک تعزیت نامہ چھپا تھا، اس میں جہاں دعائے مغفرت اور صبر وشکیب کی دعاؤں کے جامع الفاظ ملتے ہیں، وہیں حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے حوالے سے درج ذیل وقیع الفاظ بھی ہیں۔

''اور حضرت مولانا مولوی مفتی شاہ حامد رضا خان قبلہ سجادہ نشینِ اعلیٰ حضرت کو ہم تشنگانِ علوم شریعت وطریقت کے سروں پر تادیر فیض بخش رکھے، جن کی ذات بابرکات سے تمام متوسلینِ آستانہ رضویہ کی دینی امیدیں قدرت نے وابستہ کر دی ہیں''۔[1]

مولانا منور حسین کی نظر میں حجۃ الاسلام خوش اخلاق اور شان استغنا کے مالک تھے:

حجۃ الاسلام کی خوش اخلاقی اور شانِ استغناو بے نیازی کا اعتراف سیف الاسلام مولانا منور حسین ان الفاظ میں کرتے ہیں:

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت ترتیب جدید جلد سوم، ص ۳۰۸، ناشر رضا اکیڈمی ممبئی

''ان کے صاحبزادے حضرت مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جن سے مجھ کو چند دن فیض حاصل کرنے کا موقع ملا، بڑے حسین وجمیل، بڑے عالم، بے انتہا خوش اخلاق تھے۔ ان کی خدمت میں بھی نظام حیدر آباد نے دارالافتا کی نظامت کی درخواست کی اوراس سلسلہ میں کافی دولت کا لالچ دیا۔تو آپ نے فرمایا کہ میں جس دروازۂ فدائے کریم کا حقیر ہوں میرے لیے وہی کافی ہے''۔ ۱؎

حضرت حجۃ الاسلام خود اپنے ایک مکتوب میں یوں رقمطراز ہیں:

''فقیر کوئی زر پرست، دنیادار، عبد الدرہم، عبد الدینار فقیر نہیں، اعلیٰ حضرت کی روش میرے لیے بہترین اسوہ ہے..... بڑے بڑے رؤسا سے میرا کوئی علاقۂ وواسطہ نہیں۔ملخصاً''۔ ۲؎

اسی لیے کسی بزرگ نے فرمایا:

''یہ استغنا و بے نیازی کا وہ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں میں سے کسی کسی کو عطا فرماتا ہے''۔

نہ تخت وتاج میں، نہ لشکر وسپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

☆☆☆

۱؎ مولانا سیف الاسلام منور حسین، تقویت، ص ۶۹

۲؎ الحاج مولانا وزارت رسول خان حامدی کے گھر کی ایک خاتون کے نام مکتوب جو غالباً حضرت کی مریدہ تھی۔

محدث اعظم پاکستان کی نظر میں آپ کی تحریر مقاصد حسنہ پر مشتمل ہے:

حضور حجۃ الاسلام کے شاگرد رشید محدثِ اعظمِ پاکستان مفتی سردار احمد صاحب علوم وفنون کے بحرِ ذخار تھے۔ وفورِ علم، کمالِ بزرگی اور منصبِ افتا پر فائز ہونے کے باوجود حجۃ الاسلام سے علمی استفادہ کا سلسلہ برابر جاری رکھے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ کی بات ہے کہ حضرت محدث صاحب موصوف نے چند مسائل سے متعلق کچھ سوالات درج کر کے ایک تحریر حجۃ الاسلام کے پاس بھیجی، جس کا مبسوط جواب حضرت حجۃ الاسلام نے لکھ کر بھیجا، جو ایک ڈیڑھ گھنٹہ میں پڑھا گیا۔ اس پر اپنے کچھ شبہات کے ازالہ کے لیے محدث موصوف نے دوسرا مکتوب ارسال فرمایا۔ آپ کا مکتوب چار مسئلوں سے متعلق ہے۔ (۱) تقلیدِ ائمہ اور بیعتِ مشائخ کا سلسلہ کب سے ہے؟ (۲) حدیثِ ضعیف ثبوتِ احکام میں معتبر ہے یا نہیں؟ (۳) حدیثِ منقطع عندالمحدثین مقبول ہے یا مردود؟ (۴) اذان اور اقامت کے درمیان تثویب کا مسئلہ جو کئی کتابوں میں درج ہے، وہ مکروہ ہے یا مستحسن؟ جب کہ حضور حجۃ الاسلام کا موقف یہ ہے، ''والعمل اثبت''۔ (اس پر عمل زیادہ ثابت ہے اور ثبوت وقبول کے لائق ہے)

ہم یہاں محدث صاحب علیہ الرحمہ کے دوسرے مکتوب کے آغاز کا حصہ نذرِ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، اس میں محدث صاحب نے

نہایت ادب، نیاز مندی اور اعلیٰ القاب سے حضور حجۃ الاسلام کو یاد کیا ہے۔
ملاحظہ ہو:

۷۸۶

سیدنا سندنا مستندنا حضرت حجۃ الاسلام ذوالمجد والاحترام۔زید مجدہ

مؤدبانہ تسلیمات معروض۔گذشتہ روز ایک ڈیڑھ گھنٹہ میں حضرت کی تحریرِ دل پذیر مشتمل بر تحقیقِ انیق کا مطالعہ کیا۔جواہرِ عالیہ،مطالبِ عالیہ،مقاصدِ حسنیٰ و مواقفِ عظمیٰ،فوائدِ نافعہ وزوائدِ نفیسہ سے مزین پایا۔وللہ الحمد۔شَکَرَ اللّٰہُ تَعَالیٰ سَعۡیَکُمۡ۔تجویزِ مجوز کومزور غیر مطابقِ واقع باحسن وجوہ تفصیلاً ثابت فرمایا۔ خادم بحیثیت خادم عرض کرتا ہے کہ چند باتیں قصورِ ادراک کے سبب سے خادم کے حیّزِ فہم میں نہ آئیں۔اگر مختصراً بیان فرمائیں تو زہے قسمت ورنہ اختیار بیدِ مختار۔(مکتوب بنام حضور حجۃ الاسلام۔تذکرۂ جمیل)

حجۃ الاسلام کی وقعت علمائے مکہ و مدینہ کی نظر میں: حجۃ الاسلام مفتی مولانا حامد رضا قادری علیہ الرحمۃ و الرضوان کو اعلیٰ حضرت، مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کی معیت میں علماء و مشائخِ مکہ و مدینہ (زادہما اللہ شرفا وعدلاً) نے کافی عزت دی۔آپ کی علمی وجاہت کے پیشِ نظر کافی خاطر وتواضع کی۔ پھر یہ کہ ان علما ومشائخ نے حجۃ الاسلام کو ان مقدس شہروں سے واپسی کے بعد بھی یاد رکھا۔اور دعائیں دیں نیز

آپ کے برادرِ معظم سیدی وسندی مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خان کو بھی یاد رکھا اور دعائیں دیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نام مکہ شریف سے بریلی شریف بھیجے ہوئے اپنے ایک مکتوب کے آخر میں محافظِ کتبِ حرم، عالمِ نبیل، فاضلِ جلیل مولانا سید اسماعیل مکی قدس سرہ الملکی لکھتے ہیں:

''ہماری طرف سے آپ کے دونوں کرم فرما بھائیوں کو، ہمارے مکرم برادر شیخ حامد رضا کو، ان کے برادرِ محترم شیخ مصطفیٰ رضا کو اور آپ کے جلیل القدر بھتیجے کو سلام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان سب کو فتوحات عطا فرمائے۔ اور ہمیں اور ان سب کو تقویٰ و پرہیز گاری کی روزی عطا کرے۔ اور ہماری اس دعا پر جو آدمی آمین کہے ان پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے۔'' (ترجمہ از عربی)[1]

واضح رہے کہ کرم فرما بھائیوں سے مراد، استاذِ زمن مولانا حسن رضا اور مولانا محمد رضا بریلوی علیہما الرحمۃ والرضوان ہیں۔ اور جلیل القدر بھتیجا سے مراد، حضرت مولانا حسنین رضا خان علیہ الرحمہ ہیں۔

یہی موصوف اپنے دوسرے مکتوب بابت ۲۶/ ذو الحجہ ۱۳۲۵ھ میں یوں رقمطراز ہیں:

''ہماری جانب سے آپ اپنے صاحبزادگان شیخ حامد رضا اور شیخ مصطفیٰ رضا کی خدمت میں ہمارا سلام پہونچایئے۔''

---

[1] الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ۔ مشمولہ رسائل رضویہ، ص ۱۱۲، ناشر اشاعت تصنیفات رضا محلّہ سوداگران بریلی شریف

واضح رہے کہ حضرت مولانا سید اسماعیل مکی علیہ الرحمۃ و الرضوان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم سے کافی محبت رکھنے کے سبب بریلی شریف بھی بحیثیتِ مہمان تشریف لائے تھے۔ اور کئی دن تک یہاں قیام پذیر رہے۔

یہ تو حرم محترم شہرِ مکہ المکرّمہ کے عالم جلیل کی یاد آوری اور حوصلہ افزائی تھی یہ دیکھئے دوسرے حرم محترم مدینہ منورہ کے فاضل جلیل اور شیخ وقت بھی کس طور سے امام احمد رضا اور مولانا حامد رضا کو یاد کرتے ہیں۔ یہ آلِ رسول سید محمد مامون مدنی ہیں، امام احمد رضا کے نام مدینہ منورہ سے بریلی شریف بھیجے گئے اپنے ایک مکتوب میں حجۃ الاسلام کو آپ یوں یاد کرتے ہیں، رقمطراز ہیں:۔

''آپ کے فضیلت والے فرزند کو اور آپ سے نسبت رکھنے والے ہر فرد اور آپ کی مجلس میں بیٹھنے والے ہر شخص کو سلام پیش ہے۔'' (ترجمہ از عربی) [۱]

واضح رہے کہ مولانا سید محمد مامون مدنی نے یہاں پر لفظ فاضل سے مدح وستائش کرتے ہوئے لڑکا کے لیے زبان عربی کا لفظ ''نجل'' استعمال کیا ہے، جس کے معنی ہیں۔ اولاد، فرزند اور نسل۔ اس لیے یہ احتمال ہے کہ مذکورہ عبارت میں مولانا مدنی موصوف نے جہاں حضور حجۃ الاسلام کو یاد کیا ہے وہیں تاجدارِ ولایت سرکار مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں کو بھی یاد فرمایا ہے۔

---

[۱] رسالہ الاجازات العبنۃ مشمولہ رسائل رضویہ، ص ۱۱۴

ان خطوط سے علمائے مکہ و مدینہ کی نظر میں جہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا رتبہ عالی ظاہر ہوتا ہے، وہیں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا اور مفتی اعظم کے حوالے سے بھی ان علما کی نظر میں وقعت اور محبت وشفقت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حجۃ الاسلام تصدیقاتِ علما کے آئینہ میں

۱۳۱۵ھ میں بمبئی میں ایک بد مذہب نے فجر میں دعائے قنوت نازلہ پڑھے جانے کے حوالے سے یہ فتنہ کھڑا کیا کہ یہ فتنہ وفساد اور غلبۂ کفار کے وقت تو پڑھنا جائز ہے، مگر کسی سختی، پریشانی، جیسے مرضِ طاعون اور وبا وغیرہ کے وقت جائز نہیں۔ اور اس سلسلہ میں اس نے ''ضروری سوال'' کے نام سے ایک تحریر شائع کی، جس میں مباحثہ کا چیلنج بھی کیا کہ اگر جائز ہے تو سنی حضرات دلائل پیش کریں۔

پھر کیا تھا؟ مسلمانوں میں بے چینی پھیل گئی اور اس حوالے سے بریلی شریف ۱۳۱۶ھ میں ضیاء الدین نامی شخص نے استفتا نامہ ارسال کیا۔ حضور حجۃ الاسلام نے اس کا جواب جہازی سائز کے ۸۷ صفحات میں دیا، جس نے دنیائے وہابیت میں ہلچل مچا دیا اور اس حوالے سے اس کی زبان گنگ کر دی۔ حضور حجۃ الاسلام نے اس کتاب کا نام ''اجتناب العمال عن فتاوی الجہال'' رکھا۔ کتبِ احادیث وفقہ کے کثیر دلائل و براہین سے آپ نے یہ

ثابت کیا کہ وبا، مرضِ طاعون اور دیگر پریشانیوں کے وقت بھی قنوت نازلہ کی دعا پڑھنا جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ''بالجملہ'' کے تحت پوری کتاب کا خلاصہ بھی پیش کیا ہے۔ آپ کی یہ کتاب آپ کے وقت کے اکابر علما کو اس قدر پسند آئی کہ اکیس (۲۱) اکابرِ علمائے کرام و مفتیان عظام نے آپ کے اس رسالہ پر تقریظات و تصدیقات ثبت فرمائی ہیں۔ ہم ذیل میں ان کے کچھ اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں تاکہ یہ واضح ہو کہ اکابرِ علما و مشائخ اور معاصرین کی نظر میں حضور حجۃ الاسلام کی شخصیت اور شان فتاوی نویسی مسلم تھی۔

امام احمد رضا خان کی تصدیق: آپ فرماتے ہیں:

''مجیب سلمہ القریب المجیب نے جو امور ''بالجملہ'' میں لکھا ضرور قابل لحاظ و مستحقِ عمل ہیں، مسلمانوں کو ان کی پابندی چاہیئے کہ باذنہ تعالیٰ مضرتِ دینی سے محفوظ رہیں وباللہ العصمۃ''

محدث سورتی علامہ مفتی وصی احمد قادری کی تصدیق:

''الغرض علامہ مجیب دام ظلہ نے جو تفصیلِ جواب میں افادہ فرمایا، وہ اس میں مصیب ہیں اور امور جو کہ انہوں نے بالجملہ کے ذیل میں ثبت فرمائے ہیں وہ سب قرینِ صواب اور واجب العمل ہیں۔''

مفتی محمد سلامۃ اللہ رامپوری علیہ الرحمہ کی تصدیق:

آپ فرماتے ہیں: ''جو شخص ذکی منصف بنظرِ انصاف اصلِ معانیِ تحریرِ جواب فاضل محقق مولوی حامد رضا خان صاحب کو ملاحظہ کرے گا، میری طرح اس کے منہ سے بے ساختہ یہی جملۂ جمیلہ نکلے گا کہ ''نِعْمَ الْجَوَابُ وَ حَبَّذَا التَّحْقِيْقُ'' (یعنی کیا ہی اچھا جواب اور کیا ہی عمدہ تحقیق ہے)

''حق تعالیٰ فاضلِ جلیل و عالمِ بے عدیل، فخرِ بیت الاماثل مجیبِ مصیب کو اس جوابِ باصواب کا اجرِ عظیم عطا فرمائے کہ نصرت اہلِ سنت کی اس مسئلہ میں پوری فرمائی، ورنہ ''ضروری سوال'' کے مغالطوں سے بہت سے لوگوں کو دھوکا ہوتا، خصوصاً عوام کو، جو نظرِ علمی سے عاری ہیں، وہ اس سے گمراہی میں پڑتے، اور بعضے مخالف کج فہم اس کو اپنی سندِ مستند جان کر اس پر اڑتے، فاضل مجیب (حجۃ الاسلام) نے دھجیاں اڑا کر مخالفین کے پر کاٹ دیے''۔

''حاصلِ کلام و خلاصۂ مرام یہ ہے کہ علامۂ علیم و فہامۂ حکیم، مجیبِ مظفَّر و مصیبِ مفخَّر، (حجۃ الاسلام) جن کے صورِ تقریر سے مخالفین قیامت زادہائے آہ دربر، جن کا رعدِ تحریر اعدائے دین کے ہوش وحواس کے لیے برق اندازِ محشر (اَدَامَ اللّٰـهُ ظِلَالَهٗ وَ عَمَّ الْعٰلَمِيْنَ نَوَالُهٗ وَ خَصَّ الْعٰلَمِيْنَ بِاَفْضَالِهٖ وَ مَتَّعَ اللّٰهُ الْمُسْلِمِيْنَ بِطُوْلِ حَيَاتِهٖ وَ اِفَاضَاتِهٖ) نے مقدماتِ جواب کی تنقیح و تحقیق

میں جس توضیح وتفصیل سے فیصلہ لکھا، اس میں ان کی رائے صائب اور اصابتِ رائے کا مرافعہ عند العلماء الربانیین بحال اور جو تلویح ''بالجملہ'' کے جملے میں تصریحِ افادہ فرمائی، جملہ قرینِ صواب بلکہ ایجادِ عمل درآمد کا فرمانِ شاہی بے قیل و قال۔ ملخصاً'' [1]

علامہ محمد اعجاز حسین رامپوری کی تصدیقی عبارت :

''قنوتِ نازلہ دفعِ ہر قسم کی آفت اور مصیبت کے واسطے پڑھنا جائز ہے، جیسا کہ مجیب مصیب (حجۃ الاسلام) نے بطرزِ عمدہ تحریر فرمایا۔ وَلِلّٰہِ دَرُّ الْمُجِیْبِ قَدْاَتٰی بِجَوَابٍ عَجِیْبٍ ''۔ (اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مجیب (حجۃ الاسلام) کی خوبی ہے، انہوں نے اچھا جواب پیش کیا ہے)

علامہ مفتی محمد ظہور الحسین رامپوری کی تصدیق :

''تو اللہ ہی کے پاس ثواب ہے مجیب کے رد کرنے کا کہ انہوں نے درست رد کیا اور مفصل جواب دیا اور اس میں انہوں نے مدد لی جمہور فقہا اور ائمۂ حدیث کی مرویات سے اور ان کی مرویات پر خوب اعتماد کیا۔ اور یہ موافق ہے اس کے جو ''درمختار'' میں کہا الخ''۔

[1] فتاویٰ حامدیہ، ص ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۸۱

تصدیق: علامہ مفتی محمد عبد العلی لکھنوی:

''پس جو کچھ اس کے حق میں مفتی مجیب (حجۃ الاسلام) نے تحریر فرمایا، مقرون بصواب اور مستند بسنت و کتاب ہے''۔

تصدیق: علامہ مفتی محمد ہدایت رسول لکھنوی:

آپ مذکورہ فتوی کی تصدیق میں حضور حجۃ الاسلام کی مدح وستائش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''الحمد للہ علی احسانہ کہ حضرتِ مجیب مصیب حامیِ سنت، ماحیِ بدعت، قامعِ اساسِ لا مذہباں، جناب خیر و برکت مآب مولانا مولوی حامد رضا خان صاحب دام فیضہ خلف الرشید وفرزند سعیدِ مخدوم الانام، حجۃ الاسلام، افضل المحققین، فخر المتقدمین، تاج العلما، سراج الفقہا، خاتم المحدثین، سند المفسرین، جامعِ علومِ ظاہری و باطنی، واقف حقائق خفی وجلی، صاحبِ حجۃ قاہرہ، مجدد مأۃ حاضرہ، عالی جناب مولانا المولوی احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی مدظلہ العالی، ذات بابرکات کو اللہ رب العزت جل جلالہ نے اپنے مقدس محبوب کی پیشن گوئی کے مطابق اسی مقدس ومظفر طائفے سے بنایا ہے، جس کا نیزۂ قلم ذوالفقار حیدری اور جس کے حججِ باہرہ و براہینِ قاطعہ،

معجزاتِ احمدی کا جلوہ دکھا رہے ہیں۔

خدا وندِ قدیر اس محمدی پہلوان اور حنفی شیر (مولانا حامد رضا) کو مقدس اہلسنت کے سروں پر سایہ فگن اور سلامت رکھے، جس کے نام سے شیاطینِ انس کے پر جلتے اور دشمنانِ اہلسنت کے دم نکلتے ہیں۔ پس جو کچھ اس خدا کے شیر نے تحریر فرمایا ہے وہ سراسر حق و بجا ہے، اس پر عمل ضروری اور انحراف خسرانِ ابدی ہے الخ''۔

تصدیق: علامہ مفتی محمد عبد اللہ پٹنوی:

''مجھ کو اپنے جوانِ صالح، فخرِ اماثل، مفتی وفاضل، عالم بے ہمتا، علامۂ یکتا حضرت مولانا مولوی حامد رضا خان صاحب خلفِ مخدوم و مولیٰ مجددِ وقت حضرت اقدس مولانا عبدالمصطفی احمد رضا خان صاحب مدظلہ و دامت برکاتہ کی مقدس تحریر کے حرف حرف سے اتفاق ہے۔ اللہ جل جلالہ اس رئیسِ ملت اور مقتدا و مرشدِ اہلِ سنت کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

ہندوستان میں کس اہل علم کو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ اس سلطان الفقہاء کے مقابلے میں قلم اٹھا سکے۔ افسوس ہے دشمنِ اسلام زیدِ بے قید کے حال پر، جس شقی و بد بخت کی وہ تحریر ہو، جس کا رد حضرت مولانا (حامد رضا) جیسے یکتائے روزگار متبحر کو لکھنا پڑے۔ ان شامت زدہ وہابیہ کا تو یہ مسلک ہے کہ:

بدنام اگر ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا۔''

تصدیق: مفتی محمد نجم الدین داناپوری:

''تو تم جان لو اے مسلمانانِ اہلسنت و جماعت! بے شک جو افادہ فرمایا فاضل ابنِ فاضل امام اہلسنت بریلوی سلمہ اللہ تعالیٰ بالبرکات والحسنات نے، وہ حق اور صحیح ہے، موافقِ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ہے، اس سے انکار نہ کرے گا، مگر وہ جو منکرِ دین ہے، کیوں نہ ہو، تحقیقاتِ فقہا اور تصریحاتِ محدثین اس بات پر دال ہیں کہ قنوت عند النوازل ثابت ہے۔ خاص کر طاعون کے وقت کہ وہ سخت تر بلاؤں میں سے ہے جیسا کہ فاضل مجیب (حجۃ الاسلام) نے کتبِ محققین سے تحقیق و تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا''۔ (ترجمہ از عربی)

تصدیق: مفتی محمد عبد الوحید فردوسی عظیم آبادی:

''یہی عینِ تحقیق ہے اور اس کے سوا باطلِ محض ہے، تو جنہوں نے جواب دیا وہ کامیاب ہوئے اور جس نے اس سے انکار کیا وہ بلا شک وشبہ خائب و خاسر ہوا''۔

تقریظ: ادیبِ اہلسنت علامہ محمد ضیاء الدین صاحب پیلی بھیت:

اگر شہسوارانِ سنت، نگہبانانِ بوستانِ شریعت کی چند متبرک صورتیں نہ پڑتیں تو نہ معلوم دشمنانِ دینِ متین کی کس قدر ہمتیں بڑھتیں۔ آخر ایک شیر بیشۂ

شریعت، عالمِ اہلسنت، ماحیِ بدعت اٹھ کھڑا ہوا، جملہ روباہ بازیوں کو آن کی آن میں نیست و نابود کر دیا۔ حالاتِ اندرونی و بیرونی کو آشکارا کیا''۔

''اے قادر توانا! حضرت مجیب لبیب مولانا مولوی محمد حامد رضا خان صاحب کو دارین میں جزائے خیر عنایت فرما، جنہوں نے حمایتِ شریعت، اعانتِ اہلسنت و جماعت فرما کے بہت سے سنیوں کو ورطۂ گمراہی سے نکالا۔

انہوں نے لکھا اس رسالے کا رد　　جو بیماریٔ جہل کے ہیں طبیب
کھلی سب حقیقت، ہوا راز فاش　　جسے شک ہو، دیکھے جوابِ مجیب
وہ ایسا چھپا صاف اور بے نظیر　　ہیں تعریف کرتے فہیم و لبیب
ضیا کو ہوئی فکر تاریخ کی　　خرد نے کہا سن لے میرے حبیب
تجھے فکر کیوں ہے یہ مشہور ہے　　لکھا ہے یہ اچھا جواب غریب (ملخصاً)

۱۳۲۰ھ

ان اکابر علما نے تصدیقات کی شکل میں جو حضور حجۃ الاسلام کی عبقری شان کو اجاگر اور ان کے فتوی کی مدح و ستائش کی ہے، ان میں سے میں نے گیارہویں شریف کی نسبت سے صرف گیارہ عبقری شخصیتوں کی عبارتوں کی تلخیص پیش کی ہے ورنہ کل اکیس (۲۱) اکابر علماء و مشائخ کی تصدیقات و تقریظات ہیں۔ یہ سب رسالہ ''**اجتناب العمال عن فتاویٰ الجہال**'' مطبوعہ رضوی کتاب گھر مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی کے آخر میں درج ہیں۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا مفتی حامد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے مذکورہ فتوے کا وزن واہمیت اس سے لگائیے کہ جنگ بلقان کی وجہ سے قاری غلام نبی احمد صاحب امام مسجد، صندل خانہ، درگاہ شریف اجمیر مقدس نے صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا شروع کیا تھا تو مولانا معین الدین اجمیری صاحب نے منع کر دیا اور اس کے خلاف یہ فتوی دیا کہ

''امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں سوائے نماز وتر کے کسی فرض نماز میں کسی حالت میں دعائے قنوت پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ لہذا اس کو امامت سے روکا جائے''۔

جبکہ مولانا اجمیری کا یہ فتویٰ حنفیوں کے مفتی بہ قول کے خلاف ہے۔ لہٰذا جب اس بابت قاری غلام نبی احمد موصوف نے استفتا بھیجا تو حضور اعلیٰ حضرت کے ایک شاگرد رشید مفتی محمد نواب مرزا بریلوی نے اس کا دلائل وبراہین سے بھرپور رد فرمایا۔ اور ثابت کیا کہ سختی ومصیبت کے وقت غیرِ وتر مثلاً فجر میں دعائے قنوت پڑھنا جائز و مشروع ہے اور غیر منسوخ ہے۔ دلائل سے مبرہن کرنے کے بعد آخر میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کا اور ان کے مذکورہ رسالہ کا حوالہ دیتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

''باقی اس مسئلہ کی تفصیلِ تام سیدی واستاذی ومرجعی وملاذی اعلیٰ حضرت مولانا مولوی محمد احمد رضا خان قبلہ مدظلہم الاقدس کے صاحبزادۂ والا جاہ جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خان صاحب کے رسالہ ''**اجتناب العمال عن فتاویَ الجهال**'' میں ہے''۔[۱]

[۱] فتاویٰ حامدتیہ، ص ۲۸۸، مرتبہ مولانا مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب

اکیسواں نور

کشف وکرامت کے بیان میں

حضور حجۃ الاسلام صاحبِ کشف و کرامت ولی تھے، اس لیے فضل الٰہی سے آپ سے کئی کرامات معرضِ وجود میں آئیں۔ انہیں زیب نظر کر کے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچایئے۔

بنارس کے ایک مزار کے حوالے سے غیب پر اطلاع : مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی مرحوم اپنی کتابِ مستطاب تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ میں حاجی محمد اسماعیل بن حاجی عبدالغفور صاحب مدنپورہ، بنارس کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

''ایک مرتبہ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ مدنپورہ، بنارس میں تشریف لائے۔ ادائے نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے۔ بعد نماز مسجدِ مذکور میں واقع مزارشریف پر فاتحہ پڑھنے لگے۔ چند ہی لمحوں کے بعد اچانک آپ نے قدم کو پیچھے ہٹالیا اور ارشاد فرمایا۔ یہ قبر اپنی اصلی جگہ پر نہیں ہے۔ لوگوں نے جب اس بات کو سنا تو کہا کہ حضور! صف میں دشواری ہو رہی تھی، جس کی وجہ سے تابوت کو ذرا کھسکا دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ فوراً اس تابوت کو اس کی اصل جگہ پر رکھا جائے''۔ [1]

---

[1] تذکرۂ مشائخ قادریہ، ص ۴۹۴

راقم فقیر قادری کو بارہا مدنپورہ کی اس مسجدِ برتلہ میں نماز پڑھنے کا موقع ملا ہے، اس میں مخیّر قوم جناب حافظ ایاز محمود رضوی صاحب بحیثیت امام ہیں۔ فقیر کو اس مزار شریف کی زیارت کرنے کا بھی بارہا موقع ملا ہے۔ وہاں کے لوگ اس مزار شریف کو نہایت بافیض سمجھتے اور اس پر خوب حاضری دیتے ہیں۔

جن کو بھگانے میں شان مسیحائی: ایک مرتبہ آپ مدنپورہ، بنارس تشریف لائے۔ لوگوں کو جب علم ہوا کہ حضرت آسیب زدہ کو فی الفور صحت یاب فرما دیتے ہیں تو لوگوں کی بھیڑ جمع ہوگئی اور متعدد لوگوں نے اپنی حاجت بیان کی، حضرت نے ارشاد فرمایا، کہ مریض کے کپڑے کو سامنے لاؤ، آناً فاناً کپڑوں کا انبار لگ گیا۔ آپ نے ان تمام کپڑوں کو بنظر غائر دیکھا اور ان میں سے چند کپڑوں کو الگ کر کے ارشاد فرمایا کہ یہی لوگ اصلی مریض ہیں، باقی سب یونہی ہیں، ان کو آسیب کا کوئی عارضہ نہیں ہے۔ ان کپڑوں پر آپ نے کچھ پڑھا، چند ہی دنوں میں وہ تمام مریض صحت یاب ہو گئے اور پھر کبھی آسیبی خلل میں گرفتار نہ ہوئے۔ انہیں میں سے ایک شخص پر اس قدر خطرناک قسم کا جن تھا جو رات میں چھتوں کے منڈیر پر خوب دوڑتا تھا۔ گھر والے اس کی اس حرکت سے کافی پریشان تھے۔ اور ہمہ وقت خطرہ لاحق رہتا کہ کہیں چھت سے نیچے گر کر ہلاک نہ ہو جائے۔ حضرت کی دعا سے وہ خبیث جن بھی تائب ہوا، شخص مذکور کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ بفضلہٖ تعالیٰ صحت یاب ہو گیا۔

گستاخ دیوبندی پر غیبی عتاب : حضرت علامہ شیخ عبد المعبود جیلانی مکی روایت کرتے ہیں کہ میں جب بریلی شریف گیا تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اپنی مشہور نعت۔ ع ''وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں'' کا گیارہواں شعر لکھ رہے تھے۔ کیونکہ میں گیارہویں والے سرکار حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہوں، اس لیے اس کو میں نے اپنے لیے فال نیک سمجھا۔ بہر حال ان چند دنوں میں حضور حجۃ الاسلام سے بھی بہت قربت رہی، مجھے یقین کرنا پڑا کہ حضور حجۃ الاسلام صاحبِ کرامت بزرگ ہیں۔ ان کی کرامت کا اندازہ مجھے اس واقعہ سے ہوا کہ جب میں بریلی شریف سے دہلی آیا تو دہلی میں جس مکان میں میرا قیام تھا، اسی سے متصل دیوبندیوں کا جلسہ ہورہا تھا۔ دورانِ تقریر ایک مولوی نے تقریر کرتے ہوئے کہا ''یہ مولانا حامد رضا، حامد نہیں ہیں، بلکہ جامد ہیں'' (معاذ اللہ) اس مولوی دیوبندی نجدی نے سرکار حجۃ الاسلام کا نام نامی بے ادبی وگستاخی سے لیا اور حامد کے بجائے جامد کہا۔ تھوڑی ہی دیر بعد لوگوں نے دیکھا کہ اس بے ادب گستاخ مقرر کی زبان جامد ہو گئی اور وہ خود جامد ہو گیا۔ اور چند ہی لمحے کے بعد موت نے اس کو ہمیشہ کے لیے جامد کر دیا۔ اس واقعہ سے جلسہ میں کہرام مچ گیا، یہاں تک کہ اس نے کچھ بولنا چاہا، مگر بول نہ سکا تو اشارہ سے قلم دوات طلب کیا اور ایک کاغذ پر مرنے سے قبل یہ لکھ کر مرا ''میں مولانا حامد رضا خان صاحب کی بے ادبی سے توبہ کرتا ہوں''۔ [۱]

---

[۱] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بابت اپریل ۱۹۸۶ء، ص ۲۶ / ۲۷، تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص ۵۹۵

حضرت مفتی ابراہیم خوشتر ماریشس مرحوم اور ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بریلوی مرحوم نے بھی حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے حوالے سے کئی کرامتیں اپنی کتابوں، تذکرۂ جمیل اور تجلیات حجۃ الاسلام میں قلمبند فرمائی ہیں۔ ان میں سے کچھ درجِ ذیل ہیں:

آپ کی دعا نے لا ولد کو صاحبِ ولد اور صاحبِ ایمان کر دیا: بنارس میں آپ کے تبلیغی دورے بہت ہوا کرتے تھے۔ یہاں کا ایک ہندو بنگالی جس کی شادی کو برسوں ہو گئے تھے مگر کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی، جب وہ اپنے پنڈتوں اور گرؤوں سے مایوس ہو گیا تو آپ کا شہرہ سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اولاد کے لیے درخواست کی۔ آپ نے اسے دعوتِ اسلام دی تو اس نے یہ شرط رکھی کہ اگر لڑکا ہو گیا تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا، ایک نہیں دو۔ اور نام بھی تجویز فرما دیا۔ ایک سال کے بعد اس غیر مسلم کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کے چند سال بعد دوسرا لڑکا ہوا۔ چنانچہ اولاد کی پیدائش کے بعد وہ آپ کے ہاتھوں پر مشرف باسلام ہو گیا اور آپ سے مرید بھی ہو گیا۔ آپ نے اس بنگالی نومسلم کا نام ''عبد الہادی'' رکھا۔

ولی راولی می شناسد: ایک بار حضرت حجۃ الاسلام نے بغیر کسی پروگرام کے اچانک بنارس جانے کی تیاری شروع کر دی اور خادم کو حکم دیا کہ فوراً

تیار ہو جاؤ، بنارس چلنا ہے۔ گھر والے حیران کہ اچانک ایسی کیا بات ہوگئی کہ بنارس جانا پڑ رہا ہے۔ لوگوں نے عرض کی کہ حضور! موسم بھی ناساز گار ہے اور ہر طرف سیلاب ہے، خصوصاً بنارس اوراس کے اطراف میں سیلاب کا بڑا زور ہے، اس لیے ایسی حالت میں جانا مناسب نہیں ہے، مگر آپ نے کسی کی کوئی بات نہ سنی، بنارس کے لیے گھر سے نکل پڑے اور ٹرین کے بعد کشتی اور پالکیوں کے ذریعہ بنارس کے ایک غیر معروف مقام پر پہنچ گئے۔ آپ کے وہاں پہنچتے ہی ایک بزرگ نمودار ہوئے اور بڑی بیتابی سے آپ کا استقبال کیا جیسے وہ آپ ہی کے منتظر رہے ہوں۔

حجۃ الاسلام سے مصافحہ و معانقہ کے بعد وہ بزرگ بیٹھ گئے اور خود حجۃ الاسلام بھی ان سے بہت قریب، مگر مؤدب طریقے پر دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور پھر دونوں ایک دوسرے سے اتنا قریب ہوئے کہ ایک دوسرے سے مل گئے۔ اب ان بزرگ نے اپنے دامن کو تین بار حجۃ الاسلام کی طرف جھٹکا پھر حجۃ الاسلام بڑے ہی اطمینان کے ساتھ ان سے مل کر رخصت ہو گئے اور بنارس میں کسی کے یہاں قیام کئے بغیر بریلی شریف واپس آ گئے۔ سفر میں آپ کو کوئی دقت بھی نہ ہوئی۔ اس دن حجۃ الاسلام نے ذکرِ الٰہی بہت دیر تک کیا، جس سے آپ کے چہرے پر ایک عجیب اور نیا نکھار پیدا ہو گیا۔ آپ تو پہلے سے ہی حسین اور نکھرے، سنورے، نورانی چہرے والے تھے کہ دیکھنے والے فدا ہو جاتے تھے اور جانے

کتنے تاریک دل ان کے چہرے کے نور سے ایمان پا جاتے تھے، مگر اس روز سے آپ کی نورانیت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

یہ راز تب سے آج تک نہ کھلا کہ وہ بزرگ کون تھے۔ انہوں نے آپ کو کیا دیا؟ کوئی خبر، پیغام یا کوئی امانت؟ یہ تو یہی دونوں بزرگ جانیں۔ کہاوت ہے:

''ولی را ولی می شناسد'' ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے۔

اللہ اکبر! حجۃ الاسلام کے کشف کا یہ عالم، ایک ولی کو خبر ہوئی اور وہ دوسرے ولی سے ملنے کے لیے اچانک بہ ہزار دشواری بنارس پہنچ گئے۔

(بروایت جناب الحاج شوکت حسن خان صاحب بڑے داماد مفسر اعظم حضرت ابراہیم رضا خان جیلانی میاں)

اپنے وصال کا علم : اپنی والدہ ماجدہ کے وصال کے موقع پر حضور حجۃ الاسلام نے قبر کو ڈھکنے کے لیے اپنے خادم فدا یار خان سے پتھر لانے کو کہا، مگر ایک پتھر کی بجائے دو پتھر لانے کی ہدایت کی، جب کہ ایک قبر کو ڈھکنے کے لیے ایک ہی بڑا پتھر کافی تھا۔

فدا یار خان صاحب یہ سن کر حیران و پریشان ہو گئے اور سمجھ گئے کہ دوسرا پتھر اپنی قبر شریف کے لیے فرما رہے ہیں، شاید جلد ہی وہ خود بھی پردہ فرمانے والے ہیں۔ وہ غمگین ہو گئے اور عرض کی کہ حضور! دو کی کیا ضرورت ہے؟ ایک کیوں نہ لائیں، اس پر حجۃ الاسلام نے فرمایا، پتھر بڑی مشکل سے ملتا ہے، بعد

میں دوسرا پتھر لانے کے لیے تمہیں ہی پریشانی ہوگی۔

اس اشارے سے فدا یار خان صاحب اور دوسرے لوگوں کو اور بھی یقین ہو گیا کہ حضرت کو خبر ہے کہ وہ بھی جلد ہی پردہ فرمانے والے ہیں، اسی لیے دوسرا پتھر لانے کو فرما رہے ہیں۔

بہر حال فدا یار خان حضرت سے معذرت کر کے ایک ہی پتھر لائے۔ والدہ ماجدہ کے پردہ فرمانے کے کچھ ایام بعد حجۃ الاسلام کا بھی وصال ہو گیا اور آپ کی تدفین کے سلسلے میں پتھر تلاش کرنے میں بڑی دشواری پیش آئی''۔[1]

اللہ اکبر! حضرت حجۃ الاسلام کو اپنے وصال کے وقت کی خبر تھی اور یہ بھی علم تھا کہ پتھر دستیاب کرنے میں احباب کو دشواری ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ والدہ ماجدہ کے وصال کے موقع پر اپنے لیے بھی پتھر لانے کو فرما دیا۔

اس واقعہ سے عیاں ہو گیا کہ حضرت حجۃ الاسلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور صاحبِ کشف ولی تھے اور انہیں قبلِ وصال ہی اپنے وصال کی خبر ہو گئی تھی۔

ایک صاحب کو تنبیہ: جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ سفر جبلپور میں جس کمرہ میں حضور کا قیام تھا اس میں ایک دروازہ تھا، جس کے کواڑوں کے تختوں نے خشک ہو کر جھروکے پیدا کر دئے تھے۔ اس دروازہ

---

[1] تجلیات حجۃ الاسلام، ص ۷۸ تا ۸۰

کے دونوں پہلوؤں پر دو کھڑکیاں تھیں، اسی کمرہ کی ایک بغلی کوٹھری تھی، جس میں دو دروازے تھے، ایک جوڑی کواڑ کمرہ کی طرف، اور اس میں بھی ایسے جھروکے تھے کہ جھانکنے سے پورا کمرہ صاف نظر آتا تھا اور دوسرا دروازہ بیرونی برآمدہ کی طرف لگا تھا۔ اس کوٹھری میں فقیر غفرلہ اور برادر قناعت مقیم تھے۔ برآمدہ میں حاجی کفایت اللہ صاحب رہتے تھے۔ ہم لوگ کمرہ کا دروازہ ہر وقت بند رکھتے تھے۔ حضور کے قیلولہ فرمانے کے وقت حاجی صاحب کمرہ کی کھڑکیاں اور دروازہ اندر سے بند کرلیا کرتے تھے اور فرشی پنکھا چلاتے رہتے تھے ایک روز کسی جگہ دعوت تھی وہاں سے دوپہر کو واپسی ہوئی۔ حاجی صاحب نے حقہ بھر کر کمرہ میں پلنگ کے پاس رکھا، اور حسب معمول کواڑ بند کر کے پنکھا جھلنا چاہا۔ حضور نے فرمایا: حاجی صاحب آج پنکھے کی ضرورت نہیں ہے، تشریف لے جایئے۔ حاجی صاحب باہر آ گئے حضور نے کمرہ اندر سے بند کر لیا۔ حاجی صاحب نے ہم لوگوں سے آکر کہا کہ آج خلافِ معمول حضور نے پنکھے کو منع فرمایا۔ میں سن کر خاموش ہو گیا، مگر برادرم قناعت علی نے کچھ دیر کے بعد کوٹھری میں کمرہ والے دروازہ کے پاس لیٹ کر جھروکوں سے جو نظر ڈالی تو پلنگ اور تمام کمرہ بالکل خالی پایا۔ کہیں حضور کا پتہ نہ تھا۔ یہ لیٹے لیٹے وہاں سے ہٹ آئے، اس کا تذکرہ جس وقت مولانا حامد رضا خان صاحب قبلہ کے سامنے آیا وہ لرز گئے، اور فرمایا: سید صاحب اب آئندہ کبھی ایسا نہ کیجئے گا کہ

ایسے مواقع پر آنکھیں جانے کا اندیشہ ہوتا ہے‘‘۔ [۱]

اس واقعہ سے جہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی ولایت و کرامت ظاہر ہوتی ہے وہیں حجۃ الاسلام کے اسرارِ ولایت کے واقف کار اور خیر خواہِ امت محمدیہ صلی اللہ علی صاحبہا ہونے کا پتہ ملتا ہے۔

☆☆☆

---

[۱] حیات اعلیٰ حضرت جلد سوم، ص ۲۲۸/۲۲۹

بائیسواں نور

وصال مبارک کے حوالے سے

پہلے مرض سے صحت یابی پر مبارکبادیاں

صحت ومرض دونوں اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ مرض اس لیے نعمت ہے کہ آدمی گنہ گار ہوتو اس کے سبب اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں، صبر کرنے کا ثواب ملتا ہے، خدائے تعالیٰ کے ذکر اور آخرت کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ اس طرح اسے گناہوں سے توبہ کرنے اور کلمۂ استغفار پڑھنے کا زریں موقع مل جاتا ہے۔ اور نیکوکار ہوتو اس کے درجات میں ترقی ہوتی ہے۔ وہ صبر کے ساتھ ساتھ شکر الٰہی بھی بجالاتا ہے، وہ مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو لوگوں کی بھیڑ بھاڑ، کثرتِ کار، ہجومِ افکار سے اطمینان پاتا ہے اور یکسو ہو کر یادِ خدا میں لگ جاتا ہے..................

اس طور سے پہلے کی بنسبت وہ خدا اور رسول کا ذکر زیادہ کرنے لگتا ہے۔ حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمہ بھی ان حالات سے گزرے۔ ۱۳۴۹ھ میں وہ سخت علیل ہو گئے تھے۔ اس طرح شدتِ مرض نے نڈھال کیا کہ ایک ماہ تک صاحبِ فراش ہو گئے، کہیں آنے جانے سے بالکل مجبور ہو گئے۔ ایک دن اچانک آپ نے فرمایا، ''مسجد جاؤں گا'' پھر کیا تھا، آپ کو روبہ صحت دیکھ کر اہل خانہ، اور احباب میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی، اعزاء واقربا شاد اور خوش وخرم ہو گئے،

ان کے غسل صحت پر خوشیوں کی ڈالیاں نچھاور کی گئیں۔اس موقع پر بریلی شریف کے مشہور شاعر قیسؔ بریلوی یعنی جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے صدر جناب منشی نواب ہدایت یار خان مرحوم نے حضور حجۃ الاسلام کی بارگاہ میں مندرجہ ذیل منظوم تہنیت ومبارکبادی پیش کی:

نویدِ دل و جان و ایماں مبارک — ہمیں شاہ حامد رضا خاں مبارک
ہے سایہ کناں ظلِّ سبحاں مبارک — ترے سر پہ رحمت کا ساماں مبارک
ابو بکر و فاروق و عثمان، حیدر — ہیں سایہ فگن شاہِ جیلاں مبارک
یہ سب شاہِ برکات کی برکتیں ہیں — کہ گونج اٹھیں شہروں کی گلیاں مبارک
تو اچھے کا اچھا ہے جب تو ہے اچھا — تجھے صحتِ جان و ایماں مبارک
یہ ہے فیض آلِ رسول احمدی کا — جبیں پر ہے نورِ درخشاں مبارک
رضا کی رضا جوئیاں کام آئیں — ہوا مسند آرائے دوراں مبارک
اعزا ترے شاد و آباد خرم — ترے دشمنوں کو ہو زنداں مبارک
ہمیں مدعائے دلی مل گیا ہے — تمہیں فتح نوشہ علی خاں مبارک
ملے قیسؔ کو غسلِ صحت کا صدقہ — مرے حامد حامد رضا خاں مبارک [1]

(نوٹ) حضور حجۃ الاسلام کی صحت یابی پر مذکورہ اشعار میں نوید دی گئی اور شادی رچائی گئی ہے تو جہاں مظہرِ ذاتِ خدا، رسول اکرم ﷺ، حضرت ابو بکر

---

[1] ماہنامہ یادگار رضا بریلی شریف، ص۱۰، بابت صفر المظفر ۱۳۴۹ھ، بحوالہ تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص۳۳۴، ۳۳۵

صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور حیدر کرار مولیٰ علی اور حضور غوث اعظم کے سایہ فگن ہونے کا اظہار کیا گیا ہے، وہیں صاحب البرکات حضرت شاہ برکت اللہ، شمس الملۃ والدین حضور اچھے میاں، خاتم الاکابر حضور آل رسول احمدی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فیوض و برکات کا بھی اثبات کیا گیا ہے۔

وصـــال مبـــارک : حضرت حجۃ الاسلام کی علالت کا آغاز ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۹ء سے ہو گیا تھا لیکن علالت عبادات کی ادائی اور دینی خدمات میں رکاوٹ نہ ڈال سکی۔ سخت علالت میں بھی آپ نے متعدد تبلیغی دورے کیے، جن میں جودھ پور (راجستھان) اور مدنپورہ بنارس کے اسفار خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ آپ کا مضافاتِ دربھنگہ و مظفر پور (بہار) کا آخری دورہ ماہ محرم ۱۳۶۲/ ۱۹۴۳ء میں ہوا اور اسی کے چند ماہ بعد آپ کا وصال ہوا۔

آپ اپنے وصالِ پاک سے ایک سال قبل ہی سے اپنی رحلت کے احوال و کوائف بیان فرمانے لگے تھے۔ یہ بھی فرمایا:

''وقتِ وفات میری زبان سرکارِ دو عالم ﷺ پر درود و سلام اور ذکر میں مشغول ہوگی۔ روح قربِ وصال کے چھلکتے ہوئے کیف و سرور کے جام سے محظوظ ہوگی''۔ [ا]

چنانچہ ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳/ مئی ۱۹۴۳ء کو ستر (۷۰)

[ا] (الف) فقیہ اسلام، ص ۲۳۷ (ب) فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص ۸۲

سال کی عمر پا کر نماز عشا کے دوران عین حالتِ قعود میں کلماتِ تشہد اور درود و سلام پڑھتے ہوئے رات کے دس بج کر ۴۵ منٹ پر آپ کا وصال مبارک ہوا۔ یعنی ۱۷ر جمادی الاولیٰ کا دن گزار کر ۱۸ر کی شب کو وصال فرمایا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

جب تری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی　　جان لینے کو دلہن بن کے قضا آئی ہے

اللہ اللہ! مولیٰ کا کیسا رحم و کرم ہوا؟ کیسا حسنِ خاتمہ پایا؟ دل کی آرزو کیسی پوری ہوئی؟ عین حالتِ نماز میں وفات ہوئی، تشہد اور درود و سلام سے زبان تر ہے، دل کوچۂ جاناں میں پہنچا ہوا ہے، قرب و وصال کے چھلکتے جام سے روح محظوظ و مسرور ہو کر اپنے مولیٰ سے شرفِ وصال حاصل کر رہی ہے۔ علالت و کمزوری ہے، مگر وہ عبادت و ریاضت اور تبلیغِ دین میں حارج نہیں بلکہ حلاوتِ ایمانی کا عالم یہ ہے کہ طاعات میں لذت و چاشنی محسوس کی جا رہی ہے۔ کبھی آپ نے فرمایا تھا:

حضورِ روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر، بند آنکھیں، لب پہ میرے درود و سلام ہوگا

نماز جنازہ: آپ کے جنازے کی نماز وقت کے کامل ولی، عظیم محدث، آپ کے تلمیذ ارشد اور خلیفۂ خاص محدث اعظم پاکستان مولانا مفتی سردار احمد نے پڑھائی۔ جنازے میں کافی تعداد تھی، مجمع کثیر تھا۔ ایک جنتی نے دوسرے جنتی کی نماز پڑھائی اور ذکر الٰہی اور درود و سلام کی گونج میں آخری آرام گاہ تک پہنچا دیا گیا۔

مزارِ پرانوار : آپ کا مزار مقدس رضا نگر، محلّہ سوداگران، بریلی شریف میں روضۂ اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) کی مغربی جانب واقع ہے اور زیارت گاہِ خواص وعوام ہے۔ عالمِ اسلام آپ کا قدرداں اور شیدائی ہے۔ خوش قسمت حضرات ہر سال آپ کے عرس مبارک منعقدہ ۱۷ر جمادی الاولیٰ کے موقع سے حاضر دربار ہوتے، خراجِ عقیدت پیش کرتے اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ بلکہ عرسِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا منعقدہ ۲۵ر صفر المظفر اور عرس مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ منعقدہ ۱۴ر محرم الحرام کے موقع سے جب ان دونوں شخصیتوں کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو ان کی بارگاہ عالی میں بھی حاضری دیتے اور ان پر فاتحہ پڑھنے میں اپنی سعادت وخوش بختی سمجھتے ہیں۔

ابرِ رحمت تیرے مرقد پہ گہرباری کرے
حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

چاند کا ہالہ اور ستاروں کی انجمن: بات ہے چاند کی کرنوں کی تو یقیناً غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چاند امام احمد رضا کی شعاعیں ستاروں پر پڑیں تو ہر طرف ستارے جھلملانے لگے۔ بوستانِ رضا کی خوشبوئیں ایسی پھیلیں کہ ہر خطہ مشک بار ہے۔ ایک چاند جلوہ بار ہے اور اس کی ہر چہار جانب ستارے ہیں۔ یہ حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہیں، یہ عبد السلام اور برہان ملت ہیں۔ یہ مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی اور محدث اعظم کچھوچھوی

ہیں، یہ فاضل مرادآبادی اور صدرالشریعہ ہیں، یہ ملک العلماء اور مبلغ اسلام ہیں، یہ مولانا احمد مختار میرٹھی اور مولانا حسنین رضا خاں ہیں، یہ استاذِ زمن اور مولانا محمد رضا خان ہیں، یہ شیر بیشۂ اہل سنت اور مفسر اعظم ہیں۔ جو خوب چمکے اور ہر طرف خوشبوئیں پھیلا دیں۔

اس طرح باغِ قادریت خوب پھولا پھلا، اور عالم میں گلستانِ رضا لہلہا رہا ہے، ہر طرف اس کا ڈنکا بج رہا ہے۔ اس لیے کسی نے حضرت حجۃ الاسلام وغیرہ کی شان میں کیا خوب کہا ہے۔

فیضِ غوث پاک کا ادنیٰ کرشمہ دیکھئے ۔۔۔ کس قدر پھولا پھلا عالم میں بُستانِ رضا
بُوستانِ قادریت یا خدا پھولے پھلے ۔۔۔ لہلہائے تا ابد نخلِ گلستانِ رضا
مصطفیٰ، برہان وحشمت، حضرت عبد السلام ۔۔۔ ہیں گل و لالہ و ریحان باغ و بستان رضا
حضرت مختار و حسنین اور مولانا نعیم ۔۔۔ چشمِ بد دور، آپ ہی ہیں زیبِ دیوانِ رضا

(مولانا عنایت محمد خاں غوری قادری رضوی قیصؔر فیروز پوری پنجاب)

رحلت پر مفتی ابراھیم فریدی کا کلام: آپ کی وفات پر عالم باعمل، رہبرِ شریعت، پیر طریقت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب فریدی سمستی پوری علیہ الرحمہ (صدر اساتذہ مدرسہ شمس العلوم، بدایوں شریف و شیخ الارشاد خانقاہِ قادریہ سربیلہ سہرسا، صوبہ بہار، قائم شدہ ۱۳۱۱ھ نے نظمِ وفات فارسی میں لکھی تھی، جس کے اشعار میں سالِ ولادت، سال وفات، صوری، معنوی، ہجری تاریخ مادۂ وفات اور محاسن خوبیاں مذکور ہیں، نظم میں گیارہ اشعار

ہیں، مقطع کا آخری مصرع بھی سالِ وفات کا ترجمان ہے۔

(۱) وے ز بزمِ جہاں رفت بہ بزمِ جناں	مفتیِ دینِ متیں مولوی حامد رضا
(۲) صاحبِ زہد و ورع، عالمِ با اتقاء	پیشروِ اہلِ دیں، ہادیِ راہِ خدا
(۳) عابدِ شب زندہ دار، صوفی وصافی منش	رہروِ راہِ سلوک، صاحبِ رشد و ہدا
(۴) برسرِ عرشِ ہدیٰ، ماہِ شرف ذاتِ او	نجمِ صداقت پئے مطلعِ صدق و صفا
(۵) داغِ فراقِ رضا، باز بہ دل تازہ شد	وارثِ فضلِ رضا، رفتہ بہ قربِ رضا
(۶) مرگِ کزیں عالمے، مرگِ جہاں ہم بود	ماتمِ او ماتمِ دہر بود برملا
(۷) غیر رضا بالقضا، چارۂ دل ہیچ نیست	شیوۂ ایماں بود، صبر دمِ اِبتلا
(۸) بسکہ بَسر بُردہ بود عُمر بخیر العمل	رحمتِ رب بہرہ اش ساختہ خیر الجزا
(۹) اسم (۱) محمد شدہ عہدِ ولادت، نگر	سیزدہ صد شصت و دو دیدہ گزید آں سرا
۱۲۹۲ھ۔	۱۳۶۲ھ
(۱۰) شب (۲) زمہ پنجمیں، ہیزدہ ہم آمدہ	چوں زفنائے مکان رفتہ بدارِ بقا
(جمادی الاولیٰ۔۱۸)	۱۹۴۳ء
(۱۱) کلکِ فریدی نوشت از پئے سالِ وصال	بینِ (۳) جناں آمدہ مولوی حامد رضا
	۱۳۶۲ھ

(۱) نویں شعر کے پہلے مصرع میں سالِ ولادت (۱۲۹۲ھ) اور دوسرے مصرع میں سالِ وفات (۱۳۶۲ھ) صورۃً و معنیً ہیں۔ (۲) دسویں شعر کے دونوں مصرعے اعداد وفات سن عیسوی بتلا رہے ہیں نیز اس کا پہلا مصرع تاریخ وفات ۱۸ر جمادی الاولیٰ کی رہنمائی صورۃً کر رہا ہے۔ (۳) مصرعہ سال وصال سن ہجری ہے۔

(تذکرۂ علمائے اہل سنت، ص ۸۹، از قلم مولانا محمود احمد قادری)

مندرجہ بالا اشعار کا ترجمہ:

(۱) دینِ متین کے مفتی مولانا حامد رضا بزمِ دنیا سے بزمِ جنت میں تشریف لے گئے۔

(۲) وہ صاحبِ زہد و ورع اور صاحبِ تقویٰ عالم تھے۔ وہ اہلِ دین کے پیشوا اور راہِ خدا کے ہادی تھے۔

(۳) وہ عابدِ شب زندہ دار اور صوفی وصافی انسان تھے، وہ سلوک کے راہ رو اور صاحبِ رشد و ہدایت تھے۔

(۴) ان کی ذات ہدایت کے عرش کا ماہِ شرف (شرف و بزرگی کا چاند) تھی۔ ان کی ذات نجمِ صداقت (سچائی کا ستارہ) اور مطلعِ صدق وصفا تھی۔

(۵) ان کے وصال سے رضا (امام احمد رضا) کے فراق وجدائی کا داغ پھر سے دل میں تازہ ہو گیا۔

(۶) اس عالِم کی موت سے عالَم کی موت ہو گئی۔ یہ برملا وظاہر ہے کہ اس کا ماتم زمانے کا ماتم ہے۔

(۷) قضا و تقدیر پر راضی رہنے کے سوا دل کے لئے کوئی چارہ نہیں۔ ابتلا و آزمائش کے وقت صبر کرنا ایمان واہلِ ایمان کا شیوۂ وطریقہ ہے۔

(۸) انہوں نے اچھے اعمال کے ساتھ زندگی بسر کی۔ رب تعالیٰ کی رحمت ان کو بہترین جزا عطا فرمائے۔

(۹) ان (حامد رضا) کا نام ''محمد'' ہے (جس کا عدد ۹۲ ہے)۔ تو یہ اسمِ محمد ایک

جہت سے ان کے سالِ پیدائش کا پتہ بتاتا ہے (کیونکہ ان کی ولادت ۱۲۹۲ھ میں ہوئی تھی)

(۱۰) ہجری کے لحاظ سے سال کا پانچویں مہینہ یعنی جمادی الاولیٰ کی ۱۸ر تاریخ کی شب میں (نماز کی حالتِ قعود وتشہد میں) دار فانی سے دار البقا کو کوچ کیا۔

(۱۱) فریدی (پیر طریقت مولانا ابراہیم فریدی) کے قلم نے ان کے سالِ وصال کا مادۂ تاریخ درجِ ذیل جملہ سے مستخرج کیا ''بین جناں آمدہ زمولوی حامد رضا'' (۱۳۹۲ھ) جنت میں پہنچ گئے مولانا حامد رضا)

(ترجمہ از محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی)

منقبت درشان حجۃ الاسلام

شاہ طیبہ کی امانت حجۃ اسلام ہیں

از:۔ خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، حضرت مولانا قاری محمد امانت رسول صاحب رضوی، سربراہ اعلیٰ مدینۃ الاسلام ہدایت نگر پیلی بھیت

عکسِ سرکارِ رسالت حجۃُ الاسلام ہیں ‏ شمعِ بزمِ اہلِ سنت حجۃُ الاسلام ہیں
نام ہے جن کا محمد عرف ہے حامد رضا ‏ نورِ عینِ اعلیٰ حضرت حجۃُ الاسلام ہیں
سیکڑوں گمراہ لوگوں کو ہدایت بخش دی ‏ مشعلِ راہِ ہدایت حجۃ الاسلام ہیں
جانشینِ غوث و خواجہ مفتی اعظم ہوئے ‏ جلوہ گاہے قادریت حجۃ الاسلام ہیں

حضرت مفتی اعظم مرجعِ اہل صفا	مرکزِ اہلِ شریعت حجۃ الاسلام ہیں
مظہرِ اسلام ہیں مفتی اعظم مرحبا	منظرِ اسلام حضرت حجۃ الاسلام ہیں
مفتی اعظم ہیں حضرت عالم اسلام کے	آپ حضرت کے بھی حضرت حجۃ الاسلام ہیں
رنگ بدلا اور فضا بدلی جہاں پہنچے حضور	مصطفیٰ پیارے کی نصرت حجۃ الاسلام ہیں
مشرکوں نے دیکھ کر ہی کلمۂ طیب پڑھا	غوث اعظم کی شباہت حجۃ الاسلام ہیں
دور حاضر کے مدد مفتی اعظم ہوئے	اعلیٰ حضرت کی کرامت حجۃ الاسلام ہیں
مفتیان طیبہ جن سے لیں علوم باطنی	شاہ طیبہ کی امانت حجۃ الاسلام ہیں

☆☆☆

مآخذ و مراجع

(۱) قرآن کریم

(۲) امام احمد رضا، فتاویٰ رضویہ جلد اول

(۳) ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت

(۴) مولانا حسنین رضا خاں بریلوی: سیرت اعلیٰ حضرت

(۵) مقدمۂ سرور القلوب بذکر المحبوب

(۶) مقدمۂ جواہر البیان فی اسرار الارکان

(۷) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی

(۸) حجۃ الاسلام: الاجازات المتینہ (مشمولہ رسائل رضویہ)

(۹) مولانا عنایت محمد خاں غوری: سند مسند جانشینی

(۱۰) مفتی اعظم ہند: الملفوظ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت)

(۱۱) ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی مرحوم: تجلیات حجۃ الاسلام

(۱۲) مولانا نور احمد قادری: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی

(۱۳) مولانا محمد ابراہیم خوشتر: تذکرۂ جمیل

(۱۴) مولانا اقبال احمد فاروقی: حاشیہ الاستمداد

(۱۵) سید وجاہت رسول قادری: تذکرہ مولانا سید وزارت رسول خان

(۱۶) مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس: جہان ملک العلماء

(۱۷) برہان ملت مفتی برہان الحق: اکرام امام احمد رضا

(۱۸) مولانا منان رضا خاں منانی میاں: پیغام منانی مشمولہ فتاویٰ حامدیہ

(۱۹) حجۃ الاسلام: فتاویٰ حامدیہ

(۲۰) مولانا عبدالنعیم عزیزی: مختصر تعارف مصنف مشمولہ فتاویٰ حامدیہ

(۲۱) حجۃ الاسلام: الصارم الربانی علی اسراف القادیانی

(۲۲) سابق مفتی آگرہ مولانا عبدالحفیظ: شمع ہدایت

(۲۳) مولانا عبدالرحیم نشتر فاروقی: تقریب فتاویٰ حامدیہ

(۲۴) خواجہ رضی حیدر: تذکرہ محدث سورتی

(۲۵) مولانا شہاب الدین رضوی: مولانا نقی علی خاں بریلوی

(۲۶) مانا میاں قادری: سوانح اعلیٰ حضرت

(۲۷) مرزا عبدالوحید بیگم: حیات مفتی اعظم

(۲۸) محمد اصغر: سیرت محدث اعظم

(۲۹) امام احمد رضا: الدولۃ المکیۃ

(۳۰) مولانا محمد صادق قصوری: انوار امیر ملت

(۳۱) مفتی عبدالواجد قادری: حیات مفسر اعظم

(۳۲) مولانا منشاء تابش قصوری: دعوت فکر

(۳۳) امام احمد رضا: الزلال الانقی

(۳۴) ڈاکٹر لطیف ادیب بریلوی: تذکرۂ نعت گویان بریلی

(۳۵) مقدمۂ: اذاقۃ الآثام

(۳۶) سید تعظیم علی نقوی: تاریخ شعرائے روہیل کھنڈ

(۳۷) مولانا شہاب الدین رضوی: تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ

(۳۸) ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (مرتب) خطبۂ حجۃ الاسلام

(۳۹) مولانا عبدالمجتبیٰ شہید مرحوم: تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ

رسائل جرائد

(۴۰) ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی کا صد سالہ منظر اسلام نمبر دوسری قسط

(۴۱) ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی ستمبر ۲۰۰۵ء

(۴۲) تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر

(۴۳) ماہنامہ امیر اہل سنت، لاہور دسمبر ۲۰۰۵ء

(۴۴) معارف رضا: کراچی

(۴۵) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ: حجۃ الاسلام نمبر

(۴۶) تحفۂ حنفیہ پٹنہ: جمادی الاخریٰ و رجب ۱۳۱۹ھ

(۴۷) یادگار رضا، بریلی: رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ

(۴۸) ماہنامہ کنز الایمان جنوری ۲۰۰۶ء

(نوٹ) اس فہرست میں اکثر کتب و رسائل کا حوالہ بلاواسطہ ہے اور بعض کا بالواسطہ۔

☆☆☆

شبیہ احمد رضا خاں کی میری آنکھوں میں پھرتی ہے
میرے سینہ میں جلوہ گر ہے نام احمد رضا خاں کا
حقیقت ایک ہے، دونوں کا انداز سخن دیکھو
بیانِ حضرت حامد، کلام احمد رضا خاں کا
جناب غوث اعظم کا ہے جلوہ ان کے چہرے پر
اسی سے قادری لیتے ہیں نام، احمد رضا خاں کا
لگا ہے قادری میلہ، کھڑے ہیں سامنے منگتے
مرادیں دے رہا ہے جو دوام احمد رضا خاں کا

از: مولانا حافظ محبوب علی سنی حنفی قادری رضوی، لکھنوی (حیات ۴۳۰)

رہیں یہ دائم و قائم غلاموں کے سر پر
یہ جانشیں تیرے حامد رضان، سلام علیک
غلام جو ہوا ان کا، وہ بندہ ہے تیرا
یہ ہاتھ ہے تیرا دستِ عطا، سلام علیک
یہ ہاتھ ان کا تیرے دستِ جود کا نائب
تیرا ہے نائب غوث الوریٰ، سلام علیک
تیرا ہی جلوہ ہے ''حامد رضا'' کے چہرے میں
تیرے جمال کے ہیں آئینہ، سلام علیک

از: قلم کار مذکور، حیات اعلیٰ حضرت، ترتیب جدید، مرتب مولانا پیرزادہ اقبال پاکستان، حصہ سوم، ص ۳۴۰ و ۳۴۱)